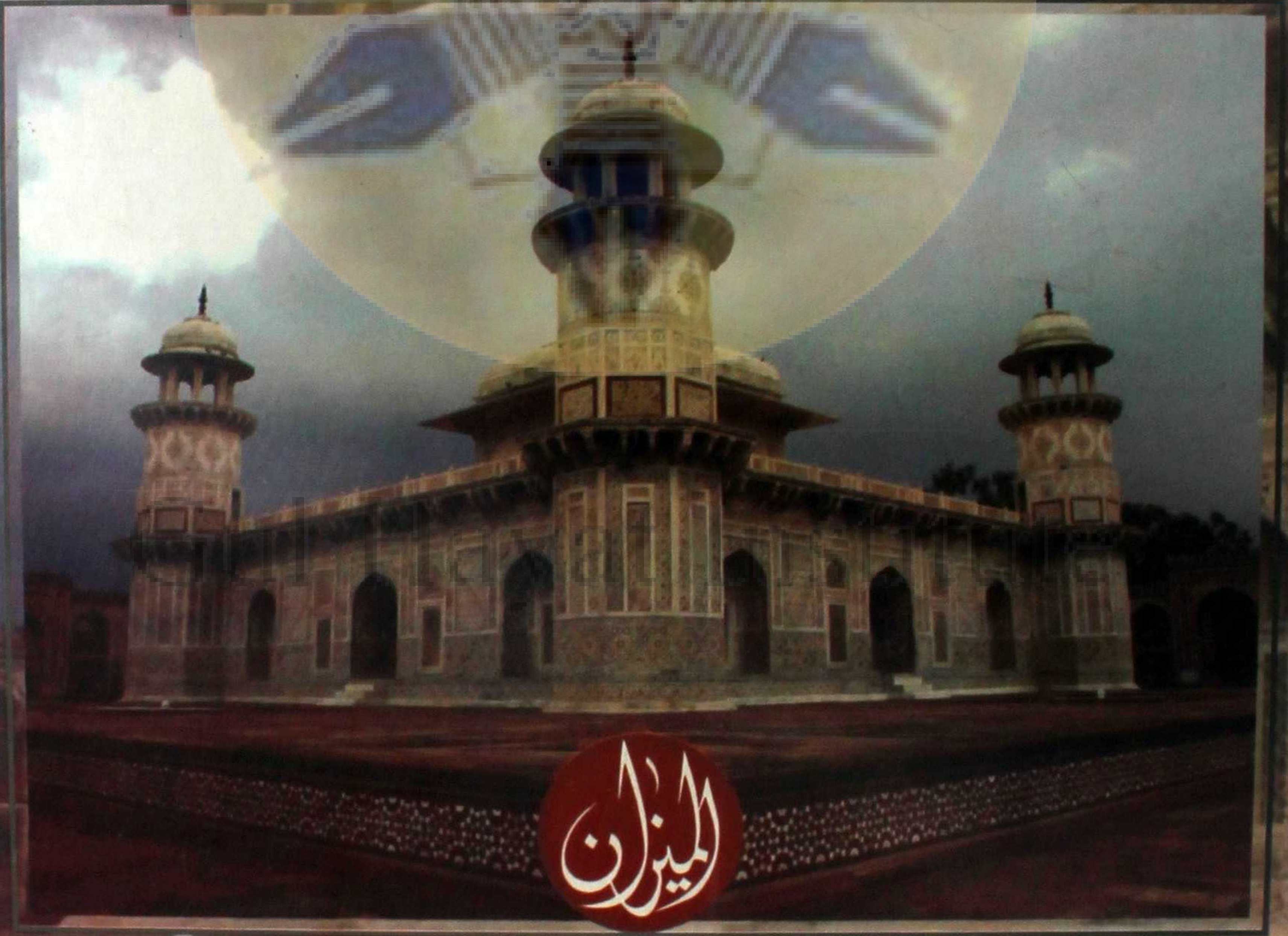


ہندوستان کی مکمل تاریخ

سوم

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ
ترجمہ
عبدالحی خواجہ (مشفق خواجہ)



المیزان

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

سوم

ترجمہ: عبدالحی خواجہ (مشفق خواجہ)

Gul Hayat Institute

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۲۱۲۹۸۱-۷۲۲-۰۴۲



عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

کاپی رائٹ رجسٹریشن
تاریخ فرشتہ (مکمل چار حصے) کے ترجمہ و کمپوزنگ، طباعت و اشاعت کے جملہ حقوق
خواجہ عبدالرحمن طارق سے ایک معاہدہ کے تحت "المیزان" کے نام محفوظ ہیں۔

سلسلہ مطبوعات - ۲۲۲

سن اشاعت ۲۰۰۸ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اردو بازار لاہور سے شائع کی۔

فہرست جلد سوم

36	مولوی عالی کا بیان	26	تذکرہ سلاطین بیجاپور یعنی سلطان عادل شاہ 29
36	بزم عیش و عشرت	27	یوسف عادل شاہ
36	یوسف عادل کی بیماری	28	30
37	تمراج کی رائے چور پر لشکر کشی	29	1 ابتدائی حالات
37	یوسف عادل کی صحت یابی	30	2 سلطان محمد
37	تمراج سے مقابلے کی تیاری	31	3 شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم
37	معرکہ آرائی	32	4 ملکہ کی التجا
38	تمراج کی شکست	33	5 ملکہ کی تدبیر
39	مدد گلی اور راجپور کی فتح	34	6 شہزادہ یوسف کی بلاد عجم کو روانگی
39	بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی	35	7 شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت
39	محمود شاہ بہمنی کی مدد	36	8 افشائے راز
39	بہادر گیلانی کا فرار	37	9 حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت
39	جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت	38	10 یوسف کا عزم ہندوستان
39	بہادر گیلانی کی موت	39	11 احمد آباد بیدر کو روانگی
40	محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد	40	12 یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں
40	قاسم برید کی شکایت	41	13 جواہر نامی ضعیفہ کی روایت
40	محمود شاہ کی روانگی	42	14 یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق
40	دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے	43	15 لفظ ”رسوائی“ کی تحقیق
40	دستور کی خود مختاری	44	16 یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا
41	دستور کی سرزنش کے لئے یوسف عادل کی روانگی	45	17 نظام الملک سے وابستگی
41	معرکہ آرائی	46	18 منصب امارت
41	شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ	47	19 طرفداری بیجاپور
41	دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ	48	20 یوسف کی خود مختاری
42	قاسم برید کا فرار	49	21 قاسم برید کا حسد
42	قاسم برید کی شکست	50	22 قاسم برید کی سازشیں
42	دستور دینار پر حملہ	51	23 تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے
42	یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی	52	24 قاسم برید کی سرزنش کا خیال

10	شرف یابی کمال خاں	57	38	اسماعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری	
11	یوسف ترک کا کارگر حملہ	57	39	کے مابین صلاح مشورہ	64
12	کمال خاں کی موت کا انتقام	57	40	اسد خاں لاری کا ایک اہم مشورہ	64
13	صنذر خاں کی بدلہ لینے کی تیاری	57	41	اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل	65
14	پونجی خاتون کی تدبیریں	58	42	عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز	65
15	پونجی خاتون کا امراءے دربار سے مدد حاصل کرنا	58	43	شاہ طاہر کا استقبال	65
16	کحل میں قیامت کا نمونہ	58	44	شادی کی رسم	65
17	صنذر خاں کے قتل کی تفصیل	59	45	دشمنی کا آغاز	65
18	شہر کے مشہور امراء کی فراری	59	46	اسماعیل عادل شاہ پر فوج کشی	66
19	یوسف ترک کی میت	59	47	اسماعیل عادل شاہ کی جنگی تربیت و تنظیم	66
20	اسماعیل عادل شاہ کا نظام حکومت	59	48	معرکہ آرائی	66
21	پونجی خاتون کے فیصلے	59	49	اسماعیل عادل کا جشن کامرانی	66
22	جیشوں اور مغلوں کا تقرر	60	50	نظام اور عادل شاہی خاندانوں کے	
23	امیر قاسم برید اور اسماعیل عادل شاہ کا مقابلہ	60	51	درمیان دوسری جنگ	67
24	اسماعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی		52	اسماعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد	67
25	گلبرگہ کو روانگی	61	53	برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد	67
26	بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی	61	54	امیر قاسم برید کی سازش	67
27	امیر قاسم برید کا حملہ	61	55	اسماعیل عادل شاہ کی انتقامی کاروائیاں	67
28	ایرانی اہلچلیوں کی خاطر مدارات اور روانگی	61	56	برہان نظام شاہ کی رضامندی	68
29	اسماعیل عادل شاہ اور ایرانی اہلچلیوں کا استقبال	62	57	امیر قاسم برید پر چڑھائی	68
30	ایرانی اہلچلیوں کے استقبال کی تفصیل	62	58	امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں	68
31	تاریخ نویسوں کا خیال	62	59	بریدیوں کا غرور	68
32	جنگ کسٹہ کا حال	62	60	اسماعیل عادل شاہ کی فتح	68
33	تمراج کی جنگی تیاریاں	63	61	قطب شاہی فوج سے مقابلہ	68
34	اسماعیل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ	63	62	امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست	69
35	بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت	63	63	اسماعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات	69
36	دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت	63	64	امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات	69
37	دریا کے پار معرکہ جنگ	64	65	امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت	69

66	اسمعیل عادل شاہ کا حکم شبنون	70	94	عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی	75
67	اسد خاں لاری کی مزید ہدایات	70	95	نگنڈہ پر عادل شاہی حملہ	76
68	امیر قاسم برید کی قیام گاہ	70	96	اسمعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی	76
69	امیر قاسم برید کی گرفتاری	70	97	اسمعیل عادل شاہ کا انتقال	76
70	اسد خاں لاری کا مشورہ	70	98	جانشین کا انتخاب	76
71	امیر قاسم برید کا بیدار ہونا	71	99	امیر سید ہروی کا بیان	77
72	دربار اسمعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری	71	ملو عادل شاہ بن اسمعیل عادل شاہ		
73	امیر قاسم برید کے قتل کا حکم	71	78		
74	قلعہ احمد آباد کی پیش کش	71	1	ملو خاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی	78
75	امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار	71	2	ملو خاں کی رنگ رلیاں	78
76	قاصد کی روانگی	72	3	ایک نیا شوق امر پرستی	78
77	امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم	72	4	امرد پرستی اور ملو خاں کا ظلم و ستم	78
78	امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں	72	5	ملو خاں کے خلاف سازشیں	78
79	شرائط پر عمل	72	6	ملو عادل شاہ کی معزولی	79
80	دربار اسمعیل عادل شاہ	72	ابراہیم عادل شاہ بن اسمعیل عادل شاہ		
81	جواہرات کی تقسیم	73	80		
82	زائرین اور دیگر امراء کو انعامات	73	1	شجاعت اور بہادری	80
83	مولانا شہید شاعر قتی کے لئے رقم	73	2	تبدیلی مذہب	80
84	امیر قاسم برید کے قصور کی معافی	73	3	نئے احکامات	80
85	قلعہ راجپور کی فتح	73	4	پرانے قوانین کا اخراج	80
86	جشن فتح و نصرت	74	5	بیجاپور کی فتح	80
87	اسماعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی	74	6	بیجاپور کا حال	81
88	علاء شاہ بہ حیثیت مہمان	74	7	رام راج کا عروج	81
89	امیر برید کی سرکشی	74	8	رام راج کی سرگرمیاں	81
90	برہن نظام شاہ کا مشورہ	75	9	رام راج اور بھوج نرمل کے درمیان معاہدہ	81
91	اسمعیل عادل شاہ کا کوچ	75	10	بھوج نرمل کے خلاف رعایا کا اقدام	82
92	برہن نظام شاہ کی جنگی تیاریاں	75	11	ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست	82
93	نظام اور عادل شاہی جنگ	75	12	رام راج کی عیاری	82
			13	بھوج نرمل کا فریب کھانا	82

14	رام راج کی چڑھائی	82	42	اسد خاں لاری کا خط	88
15	ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم	83	43	ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ	88
16	اسد خاں لاری کا شب خون مارنا	83	44	شنزادہ عبداللہ کے قصے کی تفصیل	88
17	رام راج کا مشورہ	83	45	اسد خاں لاری سے درخواست	88
18	یوسف شحنے کی سازش	83	46	اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی	89
19	ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنے کی باہم گفتگو	83	47	اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام	89
20	اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر	84	48	اسد خاں لاری کا انتقال	89
21	اسد خاں لاری اور یوسف شحنے کے درمیان جنگ	84	49	اسد خاں لاری کی خوبیاں	89
22	اسد خاں لاری کی فتح	84	50	برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی	89
23	ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال	84	51	رام راج کی چال	90
24	برہان نظام شاہ کا انکشاف	84	52	ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی	90
25	اسد خاں لاری کی تدبیریں	84	53	ابراہیم عادل شاہ کی شکست	90
26	اسد خاں لاری کی وفاداری	85	54	قلعہ پرندہ کی فتح	90
27	اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات	85	55	دکنی باشندے کا فرار	90
28	ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح	85	56	شاہ جمال الدین الجوا کا بیان	91
29	برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ	85	57	برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ	91
30	امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح	85	58	رام راج اور نظام شاہ کا عروج	91
31	برہان نظام شاہ کا حملہ	86	59	برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور	
32	ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں	86	60	نظام شاہی خاندانوں کی دوستی	91
33	اسد خاں لاری کی طلبی	86	61	سیف عین الملک کا تقرر	91
34	اسد خاں کا مشورہ	86	62	شنزادہ علی اور قلعہ شولا پور	92
35	قلی قطب شاہ پر حملہ	86	63	ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام	92
36	اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات	87	64	حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں	92
37	برہان نظام شاہ کی شکست	87	65	طرفین کی فوجی تنظیم	92
38	ابراہیم عادل شاہ کا غرور	87	66	سیف عین الملک کا غلبہ	92
39	ابراہیم عادل شاہ کی شکست	87	67	نظام شاہی فوج کی تازہ ملکہ	92
40	ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں	87	68	ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی	93
41	اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی	88	69	ابراہیم عادل اور سیف عین الملک کی روانگی	93

98	93	70	ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی
98	93	71	سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام
98		72	ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف الملک کی وفاداری
99	93		
99	94	73	سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ
99	94	74	عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ
99		75	سیف الملک کی فتوحات
99	94	76	ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ جنگ
99	94	77	ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ
99	95	78	عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ
100	95	79	رام راج کی مدد
100	95	80	شب خون
	95	81	سیف الملک کی پریشانی
100	96	82	عین الملک کا فرار
100	96	83	ابراہیم عادل شاہ کی بیماری
100	96	84	انتقال
101	96	85	اولاد
101	96		ابوالمنظر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ
101	97		
101	97	1	شوخی طبیعت
101	97	2	مذہبی رجحان
101	97	3	ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش
102	97	4	شہزادہ عبداللہ کا فرار
102	97	5	احتیاطی تدابیر
102	97	6	علی عادل کی شیعیت پسندی
102	98	7	شہزادہ مہملک کی شیعیت
102	98	8	علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں
103	98		
103			
103			
9			علی عادل شاہ کی قلعہ مرج سے روانگی
10			لشکروں کی آمد
11			علی عادل شاہ کی تخت نشینی
12			قصبہ شاہ پور کی بنا
13			علماء اور فضلاء کی عزت افزائی
14			سقاوت
15			عدل و انصاف اور وسعت سلطنت
16			علم و فن سے دلچسپی
17			عشق پیچشلی
18			رام راج سے دوستی
19			حسین نظام شاہ کی ناراضگی
20			رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت
21			رام راج کی بدتمیزی
22			حسین نظام شاہ کے نام علی عادل شاہ کا پیغام
23			کلیان اور شولا پور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ
24			حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی
25			علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر
26			فتنہ و فساد
27			حسین نظام شاہ پر لشکر کشی
28			قطب شاہ کا فرار
29			احمد نگر کا محاصرہ
30			قتل و غارتگری
31			کشور خاں کا مشورہ
32			قلعہ شاہ درک کی تعمیر
33			رام راج کی عاقبت ٹانڈشی
34			معاہدے کی خلاف ورزی
35			رام راج کا تعصب اور غرور

36	علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی	103	63	علی عادل شاہ کی فتوحات	108
37	قلعہ پور کل میں بغاوت	103	64	مرتضیٰ نظام شاہ کا بجاپور پر حملہ	109
38	ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ	103	65	علی عادل کا نظام شاہی سلطنت پر حملہ	109
39	کشور اور شیرازی کی رائے	104	66	مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگی تیاریاں	109
40	حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے		67	کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار	110
40	تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش	104	68	کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ	110
41	مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات	104	69	کشور خاں کی موت	110
42	شاہی خاندانوں میں شادی کی تجویز	104	70	عین الملک اور نور خاں کا تعاقب	110
43	چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں	105	71	علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ	110
44	رام راج کی بڑھاپے کا ارادہ	105	72	قلعہ ادونی کی تسخیر کا خیال	110
45	مسلمان حکمرانوں کی بجاپور پر لشکر کشی	105	73	حاکم ادونی کی پریشانی	111
46	رام راج کی جنگی تیاریاں	105	74	قلعہ ادونی کی فتح	111
47	دریائی راستے کی تلاش	105	75	علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ	111
48	ایک قابل عمل تجویز	105	76	قلعہ طور کل کا محاصرہ	111
49	ہندوؤں کی بے احتیاطی	106	77	قلعہ طور کل کی تسخیر	111
50	مسلمان لشکر کا دریا کو عبور کرنا	106	78	قلعہ داروا کی فتح	112
51	مسلمان لشکر کی ترتیب	106	79	قلعہ بٹاپور پر لشکر کشی	112
52	ہندو لشکر کی ترتیب	106	80	بلب کا خط تنکناوری کے نام	112
53	معرکہ آرائی	106	81	تنکناوری کا جواب	112
54	رام راج کی دریا دلی	107	82	ہندوؤں کی مختصر مدت کا رویہ	112
55	ہندوؤں کا جوش و خروش	107	83	ہندوؤں کا دستور جنگ	113
56	حسین نظام شاہ کی بہادری	107	84	جادوگری	113
57	ہندوؤں کے لشکر کا انتشار	107	85	مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر	113
58	رام راج کا قتل	107	86	معرکہ آرائیاں	113
59	ہندوؤں کا قتل	108	87	اہل قلعہ کی اطاعت	114
60	اہل غنیمت	108	88	قلعہ بٹاپور پر عادل شاہی قبضہ	114
61	تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا	108	89	مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی	114
62	ہندوؤں کی خستہ حالی	108	90	جرہ اور چند رکنی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ	114

120	تخت نشینی	1	114	91	حاکم جرہ کی اطاعت
120	کامل خاں دکنی	2	114	92	قلعہ چندرکونی کی فتح
120	کامل خاں کا اقتدار	3	115	93	علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور
120	غرور کا نشہ	4	115	94	مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام
120	کشور خاں کا ہنگامہ	5	115	95	چندرکونی میں نئے قلعے کی تعمیر
121	کامل خاں کی پریشانی	6	115	96	علی عادل شاہ کا عزم کرور
121	گھر کا راستہ	7	115	97	حاکم کرور کی اطاعت
121	کامل خاں دکنی کا قتل	8	116	98	دوسرے راجاؤں کی اطاعت
121	کشور خاں کا اقتدار	9	116	99	سلانہ رقم کی ادائیگی
121	عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ	10	116	100	بہادر رانیاں
122	عادل شاہی لشکر کی فتح	11	116	101	علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور
122	ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ	12	116	102	نگلنڈہ کی تسخیر کا ارادہ
122	امراء کے مشورے	13	117	103	تکنلوری کا فرار
122	مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش	14	117	104	اہل شہر کی خستہ حالی
122	مرزا نور الدین کی احسان فراموشی	15	117	105	برکی امراء کی غداری
122	مصطفیٰ خاں کا قتل	16	117	106	برکیوں سے جنگ
123	ایک قابل نجومی	17	118	107	علی عادل شاہ تدبیر
123	پیشین گوئی	18	118	108	ہندیا نایک کے خیالات
123	کشور خاں کی تباہی کی داستان	19	118	109	باغیوں کی بیجاپور میں آمد
123	چاند بی بی کے خلاف سازش	20	118	110	باغیوں کا قتل
123	چاند بی بی کی نظربندی	21	118	111	شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی
124	میاں بدو کی سپہ سالاری	22	118	112	علی عادل شاہ کا کردار
124	کشور خاں کی تجویز	23	119	113	جمل دوستی
124	بدو میاں کا منصوبہ	24	119	114	وفات
124	بدو میاں کی گرفتاری	25	119	115	جمینرو عکفنیں
124	امراء کا عزم بیجاپور	26	119	116	علی عادل شاہ کی سختی
124	کشور خاں پر لعنت طامت	27	119	117	شہنشاہ اکبر کے سفیر
125	کشور خاں کا قتل	28	120		ابراہیم عادل شاہ ثانی

29	اخلاص خاں کا اقتدار	125	57	شنزادی خدیجہ سلطان کی شادی	131
30	اخلاص خاں کی گرفتاری	125	58	ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں	131
31	رہائی	126	59	جشن عشرت	132
32	طوائف الملوک	126	60	رنگ میں بھنگ	132
33	قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ	126	61	نظام شاہیوں پر لشکر کشی	132
34	بیجاپور پر دشمن کی یورش	127	62	صلاہت خاں کی معزولی و گرفتاری	132
35	معزکہ آرائیاں	127	63	قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا	132
36	عین الملک کا سیدنا مرتضیٰ سے مل جانا	127	64	جشن عروسی	132
37	جشیوں کی حکومت سے علیحدگی	127	65	انعام و اکرام	133
38	شاہ ابوالحسن کا میر جملہ مقرر ہونا	127	66	احمد نگر کی حالت	133
39	شاہ ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام	127	67	رزیلوں کی خوش طالعی	133
40	سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرفداری	128	68	باپ بیٹوں کی دشمنی	133
41	عادل شاہی سلطنت کا استحکام	128	69	مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں	133
42	دشمن کی واپسی	128	70	ابراہیم کا سفر احمد نگر	133
43	قطب شاہیوں کی شکست	129	71	میراں حسین شاہ کی تخت نشینی	134
44	ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی	129	72	مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل	134
45	دلاور خاں کا خواب	129	73	ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین شاہ کے نام	134
46	اخلاص خاں کی غفلت	129	74	ملاہار کے راجاؤں کی تافرمانی	134
47	دلاور خاں کا فتنہ	129	75	میراں حسین شاہ کا قتل	134
48	دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ	129	76	بادشاہ کا عزم احمد نگر	135
49	قلعے کا محاصرہ	130	77	جمال خاں مہدوی کا سامنا	135
50	خانہ جنگی	130	78	جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح	135
51	دلاور خاں کا غلبہ	130	79	بلبل خاں کی بہادری	135
52	دلاور خاں کے بیٹے	130	80	بلبل خاں کی توہین	135
53	ظلم و ستم	130	81	دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش	135
54	مذہب اہل سنت کا رواج	131	82	بلبل خاں کا بیان صفائی	136
55	راجگان ملا بار کی سرزنش	131	83	بلبل خاں کی عزت افزائی	136
56	نظام شاہی سے اچھے تعلقات	131	84	بلبل خاں کی نظربندی	136

142	تجویز پر عمل	111	137	85	احمد نگر کی حالت
142	دلاور خاں کی عیش پرستی	112	137	86	برہان شاہ کا ارادہ
143	عین الملک کی زمانہ سازی	113	137	87	برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں
143	دلاور شاہ پر قاتلانہ حملہ	114	137	88	جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ
143	دلاور خاں کا فرار	115	137	89	برہان شاہ اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت
143	مذہب کا معاملہ	116	138	90	برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام
144	برہان نظام شاہ کی فتح اور جمل خاں کا قتل	117	138	91	برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام
144	ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات	118		92	ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے
144	بادشاہ کا پیغام شنوارہ اسماعیل کے نام	119	138		آباد ہونا
144	شنوارہ اسماعیل کا خیال	120	138	93	شاہ درک کو روانگی
144	بھائی کی محبت	121		94	راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے
145	شنوارہ اسماعیل کی بغاوت	122	138		قاصدوں کی آمد
145	بادشاہ کا خط اسماعیل کے نام	123	139	95	ابراہیم عادل شاہ کی داراسنگ کو روانگی
145	برہان شاہ نظام اور اسماعیل میں سازباز	124	139	96	جمل خاں ممدوی کی تدابیر
145	عین الملک اور اسماعیل میں مراسم	125	139	97	جمل خاں کی داراسنگ کو روانگی
	ابراہیم عادل شاہ کا اسماعیل کی سرزنش	126	139	97	صلح کی ناکام کوشش
146	کے لئے فوج روانہ کرنا		140	98	جمل خاں کی پریشانی
146	قلعہ بنگوان کا محاصرہ	127	140	100	دلاور خاں کی عاقبت ناندرشی
146	عین الملک کی طلبی کا فرما	128	140	101	احساس ندامت
146	عین الملک کا بیجاپور پہنچنا	129	140	102	دلاور خاں کی ہٹ دھرمی
146	بادشاہ کا نقطہ نظر	130	140	103	جنگ کی تیاریاں
146	عین الملک شاہی دربار میں	131	140	104	جنگ کا آغاز
146	شاہی عنایات عین الملک پر	132	141	105	دلاور خاں کا فرار
147	عین الملک کی روش	133	141	106	ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ درک
147	حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی	134	141	107	جمل خاں کا تعاقب
147	حیات خاں کی گرفتاری	135	141	108	ترکی لشکریوں کی روانگی
147	عین الملک کی علانیہ بغاوت	136	142	109	دلاور کی تباہی کا ارادہ
147	عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام	137	142	110	عین الملک کا مشورہ

138	عین الملک کی خوشی	148	166	عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ	154
139	ملاہار کے ہندوؤں کا فتنہ	148	167	اوزبک کا قتل	154
140	الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری	148	168	نظام شاہی لشکر میں انتشار	154
141	اسماعیل چتر شاہی کے سائے میں	148	169	برہان نظام شاہ کی وفات	155
142	باغیوں کی سرزنش کا انتظام	148	170	امرائے نظام شاہی کی عاقبت ٹانڈیشی	155
143	عین الملک کا قتل	149	171	ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی	155
144	شہزادہ اسماعیل کی گرفتاری	149	172	نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں	155
145	شہزادے کا قتل	149	173	عادل شاہی لشکر کی ترتیب	156
146	نمک حراسوں کا قتل	149	174	عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست	156
147	انعام و اکرام	149	175	سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ	156
148	برہان نظام شاہ کی پریشانی	150	176	ابراہیم نظام شاہ کا قتل	157
149	شاہ نواز خاں کے حالات	150	177	ایک عجیب و غریب واقعہ	157
150	علم و فضل	150	178	بادشاہ کا استقبال	157
151	زیارت مقامات مقدسہ	150	179	حسن اتفاق	157
152	مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات	151	180	ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق	157
153	شاہ نواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا	151	181	انعام و اکرام	158
154	ملک کے حالات سے بادشاہ کی آنکھی	151	182	حضرت محمدؐ کے مومنے مبارک کی زیارت	158
155	بادشاہ کی فارسی دانی	151	183	میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم	158
156	شاہی محل کی تعمیر	152	184	میر صاحب کی خواہش	158
157	میرزا علاؤ الدین دیسہ کی پیدائش	152	185	احمد نگر کی حالت	159
158	شاہانہ سواری	152	186	شہزادہ مراد کا درود احمد نگر	159
159	بادشاہ شاہنواز کے گھر میں	152	187	شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ	159
160	جشن عیش و عشرت	153	188	امرائے احمد نگر کے اختلافات	159
161	خواجہ معین الدین محمد	153	189	اختلافات کا خاتمہ	160
162	مفسدوں کی بیخ کنی	153	190	نظام شاہی امراء کی حمایت	160
163	رائے کرناٹک کی پریشانی	153	191	دکنی فوج کا متحدہ لشکر	160
164	عالی شاہ کا مشورہ	154	192	امرائے اکبری کے مشورے	160
165	برہان نظام شاہ کے نام پیغام	154	193	نقب کی تیاری	161

194	اہل قلعہ کی مستعدی	161	20	نامزد امراء کا پیغام	167
195	خان خاٹن کا مشورہ	161	21	سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام	167
196	صلح	152	22	امراء کا جواب	168
197	حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی	162	23	جہانگیر خاٹن کی نامزدگی	168
	فرمانروایان احمد نگر یعنی		24	جہانگیر کا پٹنکاپور پہنچنا	168
	سلاطین نظام شاہی 163		25	شاہی فوج کی غفلت	168
	احمد نظام شاہ	164	26	شاہی لشکر کی تباہی	168
			27	باغ نظام	169
1	ملک نائب کے آباداجداد	164	28	احمد نظام شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ	169
2	ملک حسن بحری	164	29	خطبے کی منسوخی	169
3	اقتدا میں اضافہ	164	30	چتر کا عام استعمال	169
4	طرفداری تلنگانہ	164	31	احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ راج	169
5	ملک احمد کا تقرر	164	32	قلعہ دنداراجپوری پر قبضہ	170
6	مرہٹوں کی نافرمانی	164	33	قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال	170
7	قلعہ شیر کی فتح	165	34	ملک وجیہ اور ملک اشرف	170
8	کوہکن کے علاقے پر قبضہ	165	35	ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی	170
9	ملک احمد کی بہادری	165	36	ملک وجیہ کا قتل	170
10	یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ		37	ملک اشرف کی حکمرانی	170
	میں دوستانہ مراسم	165	38	دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی	171
11	زین الدین علی تاش کے نام پیغام	154	39	امیر قاسم برید کا پیغام	171
12	شیخ مودی کا جنسیر پر حملہ	166	40	قلعہ بیدر کا محاصرہ	171
13	زین الدین علی پر احمد کا حملہ	166	41	احمد نگر کی بنیاد	171
14	قلعہ جالہ کی فتح	166	42	دولت آباد پر حملے	171
15	شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی	166	43	حاکم برہن پور سے تعلقات	171
16	نصیر الملک کی شکست	166	44	سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے	
17	احمد نظام شاہ کی فتح	167	45	لئے آمادہ ہونا	172
18	احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ	167	46	احمد نظام شاہ کا عزم برہن پور	172
19	نامزد امراء کے متعلقین کار کی گرفتاری	167	47	نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام	172

48	احمد نظام شاہ کی چال	172	2	عزیز الملک کی بے اعتدالیاں	179
49	نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ	173	3	امراء کی تدبیر	179
50	گجراتیوں کی حالت	173	4	شہزادہ جیو کی گم شدگی	179
51	محمود گجراتی کی پریشانی	173	5	قلعے میں واپسی	179
52	دکنی لشکر کی واپسی	173	6	برہن نظام شاہ کی تعلیم و تربیت	179
53	فریقین میں صلح	174	7	مخالف امراء کا فرار	180
54	ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام	174	8	عماد الملک اور مکمل خاں میں مقابلہ	180
55	محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی	174	9	عماد الملک کی شکست	180
56	احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	174	10	عماد الملک کا تعاقب	180
57	دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں		11	قصبہ پاتری کا قضیہ	180
	نظام شاہ کے نام	174	12	عماد الملک کی ہٹ دھرمی	181
58	ملک اشرف کی موت	175	13	پاتری کی فتح	181
59	قلعہ دولت آباد پر قبضہ	175	14	جوانی کی دیوانگی	181
60	قلعہ شورا وغیرہ کی فتح	175	15	مکمل خاں کی بسکدوشی	181
61	برہن پور میں ہنگامہ	175	16	مکمل خاں کا انتقال	181
62	محمود گجراتی کی خواہش	175	17	شاہ طاہر کی آمد	181
63	احمد نظام شاہ کا خط محمود گجراتی کے نام	176	18	برہن نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی	182
64	محمود گجراتی کا جواب	176	19	قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں	182
65	نصیر الملک کی وفات	176	20	معرکہ آرائی	182
66	احمد نظام شاہ کی موت	176	21	نظام شاہیوں کی ناکامی	182
67	احمد نظام شاہ کا کردار	176	22	پاتری کا قضیہ	182
68	طہارت نفس	176	23	پاتری کے برہمن	183
69	سپاہیوں کی ہمت افزائی	177	24	قلعہ ماہور کی فتح	183
70	شمشیر زنی کا رواج	177	25	عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی	183
71	ایک چشم دید واقعہ	178	26	حاکم گجرات کا عزم دکن	183
	برہن نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری	179	27	برہن نظام شاہ کا خط بابر کے نام	183
1	تخت نشینی	179	28	سلطان قلی قطب شاہ اور اسماعیل عادل شاہ	
			29	سے مدد کی درخواست	184

جلد ۲۴	30	سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست	184	58	شاہ طاہر سے مشورہ	189
189	31	امیر برید کا ہنگامہ	184	59	ایک موزوں تدبیر	189
189	32	سلطان بہادر کا غصہ	184	60	برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات	189
189	33	گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ	184	61	آغاز گفتگو	189
189	34	برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال	184	62	شاہ طاہر کی تعظیم	189
189	35	سلطان بہادر احمد نگر میں	185	63	سوال و جواب	190
190	36	گجراتی لشکر میں زبردست قحط	185	64	اظہار مسرت	190
190	37	سلطان بہادر کا بھیانک خواب	185	65	محبت کا برتاؤ	190
190	38	روحوں کا اثر	185	66	گھوڑے کی سواری	190
190	39	سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا	185	67	انعام و اکرام	190
190	40	برہان نظام شاہ کے لئے اسماعیل عادل شاہ کی امداد	185	68	چوگان بازی	190
190	41	شیخ جعفر کی معزولی اور کانو نوی کا تقرر	186	69	مزید التفات	191
191	42	برہان نظام شاہ دولت آباد میں	186	70	برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام	191
191	43	گجراتیوں سے لڑائی	186	71	تازہ فتوحات	191
191	44	برہان نظام شاہ اور امیر برید کا قرار	186	72	قلعہ کلیان اور قندھار پر اسماعیل عادل شاہ کا حملہ	191
191	45	میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم	186	73	اسماعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام شاہ کے نام	191
191	46	سلطان بہادر کی شکایت	186	74	عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی	192
192	47	خداوند خاں کا جواب	187	75	نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ	192
192	48	گجراتیوں کی رائے	187	76	اسماعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات	192
192	49	سلطان بہادر کی واپسی	187	77	اسماعیل عادل شاہ کا انتقال	192
192	50	سلطان بہادر کی خفگی	187	78	برہان نظام شاہ کا شیعہ مذہب اختیار کرنا	192
192	51	سلطان بہادر شاہ طاہر کی ملاقات	187	79	شاہ طاہر کا مشورہ	192
192	52	شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم	188	80	علماء کا بحث و مباحثہ	193
193	53	عالمانہ محبت	188	81	برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب	193
193	54	سلطان بہادر کی عظمت و شوکت	188	82	شاہ طاہر کا مذہب	193
193	55	میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی	188	83	مذہب شیعہ کا عام رواج	193
193	56	برہان نظام شاہ کی برہان پور کو روانگی	188	84	اماموں کے نام خطبہ	193
193	57	موضع جا نکدیوی میں قیام	188	85	اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر	193

198	114	193	86	برہن نظام کے خلاف سازش
198	115	194	87	احمد نگر میں ہنگامہ
198	116	194	88	برہن نظام شاہ کی پریشانی
199	117	194	89	باغیوں کی سرکوبی
199	118	194	90	ملا پیر محمد کی گرفتاری
199	119	194	91	ملا کی رہائی اور بحالی
199	120	194	92	لنگر خانہ دروازہ امام
199	121	195	93	فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع
199	122	195	94	احمد نگر — علم کی جنت
200	123	195	95	مذہبی تعصب
200	124	195	96	برہن نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام
200	125	195	97	عادل شاہیوں سے جنگ اور برہن نظام شاہ کی فتح
200	126		98	برہن نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے
200	127	196	99	درمیان مزید معرکہ آرائیاں
201	128	196	100	ہیچاپور پر نظام شاہ کا حملہ
201	129	196	101	مرج و کلہر وغیرہ کی تباہی
201	130	196	102	ابراہیم عادل شاہ کا فرار
201	131	196	103	برہن کی احمد نگر کو واپسی
201	132	196	104	شاہ طاہر کا گو لکندہ جانا
201	133	197	105	ابراہیم عادل شاہ کی مصالخانہ روش
202	134	197	106	شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد
202	135	197	107	ایرانی قاصد کی گستاخی
202	136	197	108	عادل شاہیوں سے جنگ
202	137	197	109	علی برید کی طرف ہایوسی
203		198	110	قلعہ اوسہ کا محاصرہ
203	1	198	111	دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح
203		198	112	مزید فتوحات
203	2	198	113	عادل شاہی امراء کا خط برہن نظام شاہ کے نام
				حسین نظام شاہ بن برہن نظام شاہ
				تخت نشینی اور شہزادہ عبدالقادر کی مخالفت
				بھائیوں میں اختلافات

207	قبول خاں کی روانگی	31	203	دکنی امراء کی عبدالقادر سے علیحدگی	3
208	قبول خاں کے معرکے	32	203	شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال	4
208	قبول خاں کے مقبولیت	33	203	امن و اطمینان کا دور دورہ	5
208	خوش اعتقادی	34	203	سیف عین الملک کا فرار	6
208	عین الملک کے حالات	35	204	خواجہ جہاں کا ارادہ	7
208	لشکر کی فراہمی	36	204	حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہاں کے نام	8
208	کردار کی بلندی	37	204	حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ	9
209	کامیاب زندگی	38	204	قلعہ پرندہ پر قبضہ	10
209	شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد	39	204	ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ	11
209	گلبرگہ کی فتح کیلئے حسین نظام شاہ کی کوشش	40	204	عماد الملک سے مدد کی درخواست	12
209	حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں	41	204	حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی	13
209	قلعے کا محاصرہ	42	205	خونریزی	14
209	ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی	43	205	نظام شاہیوں کی بہاوری	15
209	حسین نظام شاہ کی ناکامی	44	205	سیف عین الملک کی بہاوری	16
210	ملا عنایت کا فرار	45	205	حسین نظام شاہ کی اولو العزی	17
210	قاسم بیگ کی معزولی، نظر بندی اور بحالی	46	205	ایک من گھڑت خبر	18
210	علی عادل شاہ کا ارادہ	47	205	سیف عین الملک کی جنگ سے دستبرداری	19
210	قلعہ ریگ و ندہ کی مہم	48	205	حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	20
210	قلعہ جالندہ پر قبضہ	49	206	عین الملک نظام شاہی حدود میں	21
210	علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد	50	206	حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام	22
210	شاہ حسن انجو سے مشورہ	51	206	عین الملک کی شرائط	23
211	شاہ حسن کی صاف گوئی	52	206	قاسم بیگ کی بیماری	24
211	دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا	53	206	حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام	25
211	حسین نظام شاہ کی ٹپن کو روانگی	54	207	بادشاہ سے ملاقات کے لئے روانگی	26
211	خاں جہاں کا فتنہ	55	207	قبول خاں کی دانش مندی	27
211	خاں جہاں کی شکست	56	207	عین الملک کا استقبال	28
211	احمد نگر میں ہنگامہ	57	207	عین الملک کی گرفتاری	29
211	قطب شاہ کا احترام	58	207	عین الملک اور صلابت خاں کا قتل	30

59	ملاعلیت کی عاقبت امنی	211	87	حسین نظام شاہ کا تعاقب	216
60	جہاں گیر خاں دکنی کی کارروائی	212	88	حسین نظام شاہ کی جنسیر سے روانگی	216
61	رام راج اور علول شاہ کا منصوبہ	212	89	زبردست سیلاب	216
62	رام راج کی شرائط	212	90	رام راج کے لشکر کی چہی	217
63	جہانگیر خاں دکنی کا قتل	212	91	رام راج کی واپسی	217
64	رام راج کا تکبر	212	92	رام راج کی ہوس	217
65	نفرت کا اظہار	213	93	مرتضیٰ خاں انجو کی حرکت	217
66	چپقلش کا خاتمہ	213	94	مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ	217
67	قلعہ احمد نگر کی تعمیر	213	95	نظام شاہیوں کی شکست	217
68	بی بی خدیجہ کی شادی	213	96	ایک حبشی غلام کا واقعہ	217
69	حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد	213	97	مرتضیٰ خاں کی گرفتاری	218
70	قلعہ کلیان کی فتح کا خیال	213	98	حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی اور واپسی	218
71	ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمل سے شادی	213	99	قیدیوں کی رہائی	218
72	قلعہ کلیان کا محاصرہ	214	100	جنگ سے کنارہ کشی	218
73	قلعے کے محاصرہ سے دست برداری	214	101	فرمانرواؤں کی باہمی دوستی	218
74	جنگ کی تیاریاں	214	102	رام راج کی چہی کی تیاریاں	218
75	خونناک بارش	214	103	رام راج کا جاہ و جلال	219
76	حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی	214	104	رام راج کے لشکر کی تیاری	219
77	قطب شاہ پر دشمن کا حملہ	214	105	لشکر کی ترتیب	219
78	مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری	214	106	مسلمانوں کا لشکر	219
79	حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ	215	107	آغاز جنگ	219
80	امراء کی رائے	215	108	رام راج اور لشکر کی دلدادگی	219
81	احمد نگر کو واپسی	215	109	رام راج کا حملہ	220
82	حسین نظام شاہ کا تعاقب	215	110	دوبارہ گولہ باری	220
83	پابندی نماز	215	111	ہاتھیوں کی لڑائی	220
84	الل تعاقب کی واپسی	215	112	رام راج کی گرفتاری	220
85	جنسیر کو روانگی	216	113	رام راج کا قتل	220
86	احمد نگر میں دشمن کی آمد	216	114	مسلمانوں کی عظیم الشان فتح	220

115	بیجا نگر کی تباہی	221	23	قاسم بیگ کی وفات	225
116	مسلمان بادشاہوں کی واپسی	221	24	ملا عنایت اللہ کی نظربندی	225
117	حسین نظام شاہ کا انتقال	221	25	ملکہ کی گرفتاری کی سازش	225
118	اولاد	221	26	شکار کا ارادہ	226
	مرقظی نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ		27	روانگی	226
	دیوانہ	222	28	گردش تقدیر	226
1	تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی	222	29	حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات	226
2	خلل دماغ	222	30	ملکہ کی گرفتاری	226
3	امن و اطمینان	222	31	شاہانہ نواز شیں	226
4	مرقظی نظام شاہ کی والدہ کے اختیارات	222	32	عین الملک اور تلج خاں کا تعاقب	227
5	مرقظی نظام شاہ کی بے فکری	222	33	کشور خاں کی تباہی	227
6	علی عادل شاہ کا ارادہ	222	34	قلعہ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان	227
7	مرقظی نظام شاہ کی روانگی بیجا نگر	223	35	امراء کا مشورہ	227
8	علی عادل شاہ سے صلح	223	36	بادشاہ کا دلاورانہ جواب	227
9	برابر پر حملہ	223	37	قلعے کی طرف پیش قدمی	227
10	قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ	223	38	آتش بازی	228
11	کشور خاں کا اقتدار	223	39	اہل قلعہ کی خاموشی	228
12	ملکہ کی شکایت	223	40	کشور کی موت	228
13	مصاحبوں کی رائے	223	41	عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی	228
14	ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ	224	42	معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست	228
15	انشائے راز	224	43	بیجا پور کی فتح	228
16	شاہ جمل کی گرفتاری	224	44	مرقظی نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات	229
17	غیر ملکی امراء کا فرار	224	45	قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت	229
18	ملکہ کا پیغام	224	46	قطب شاہ کا فرار	229
19	قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات	224	47	شہزادہ عبدالقادر کی تجویز	229
20	حبشی امراء کی گجرات کو روانگی	225	48	شہزادہ عبدالقادر کی موت	228
21	تعاقب	225	49	ملا عنایت اللہ کا قتل	230
22	کمال الدین کی گرفتاری	225	50	ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی	230

234	میر موسیٰ مندرانی سے ملاقات	79	230	51	خاں خاں کی معزولی
235	بارہ ہزار ہون کا مطالبہ	80	230	52	قلعہ ریکندہ پر حملہ
235	چنگیز خاں کی درخواست	81	230	53	محاصرے کی طوالت
235	سید صاحب کا اسرار	82	230	54	دکنی امیروں کی تلوانی
235	دشمن کی موقع شناسی	83	231	55	اہل قلعہ کی پریشانی
235	مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام	84	231	56	عیسائیوں کی تدبیر
235	نقل خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام	85	231	57	جہشی امراء کی غداری
236	قلعہ پر تالہ کا محاصرہ	86	231	58	شاہ جمال حسین کی غفلت
236	شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام	87	231	59	مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ
236	شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی	88	231	60	دو قیدی نوجوان
236	تسخیر قلعہ کی کوشش	89	232	61	عیسائیوں کی مجلس مشاورت
236	شہزادہ حسین کی پیدائش	90	232	62	رستم اور شمشیر کی رہائی
236	احمد نگر کو واپسی کا ارادہ	91	232	63	مرتضیٰ نظام شاہ کو اصل حقائق سے واقفیت
236	ایک ہندوستانی تاجر	92	232	64	شاہ جمال سے بلو شاہ کی ناراضگی
237	چنگیز خاں کی ہندوستانی تاجر سے شرط	93	232	65	ترک محاصرہ
237	چنگیز خاں کی تجویز	94	232	66	امراء کبار کی گرفتاری
237	قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال	95	232	67	خواجہ میرک کی عزت افزائی
237	قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ	96	233	68	چنگیز خاں کی قابلیت
237	نقل خاں کا فرار	97	233	69	عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات
237	چنگیز خاں کا اعزاز	98	233	70	برار پر لشکر کشی
237	گرفتاریاں	99	233	71	شمشیر الملک کی رائے
238	فتح بیدر کا خیال	100	233	72	جنگ کی تیاریاں
238	محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی	101	234	73	نظام شاہی مقدمہ الحیش کی پسپائی
238	مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط	102	234	74	چنگیز خاں کی کارروائی
238	بلو شاہ کی برار کو روانگی	103	234	75	معرکہ آرائی
238	چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف	104	234	76	نقل خاں کی شکست
238	دشمن سے جنگ اور کامیابی	105	234	77	برار کی رعایا کی اطاعت
238	برہن پور کی تباہی	106	234	78	نقل خاں کا تعاقب

243	134	239	107	میرزا اسماعیل کی آمد
243	135	239	108	چنگیز خاں کی خواہش
243	136	239	109	صاحب خاں سے ساز باز
244	137	239	110	صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت
244	138	239	111	بادشاہ سے چنگیز خاں کی شکایت
244	139	239	112	صاحب خاں کی نئی چال
244	140	240	113	چنگیز خاں سے بادشاہ کی برکتی
244	141	240	114	چنگیز خاں کا امتحان
244	142	240	115	چنگیز خاں کے خلاف سازش
244	143	240	116	عالم نزع میں بادشاہ کے نام خطوط
245	144	240	117	چنگیز خاں کی ہلاکت
245	145	241	118	بادشاہ کی پشیمانی
245	146	241	119	نئے تقرر
245	147	241	120	بادشاہ کی ایک اہم تقریر
245	148	241	121	کمل علیحدگی
245	149	241	122	قہرائی کا خوف
246	150	241	123	گوشہ نشینی
246	151	242	124	شاہ قلی کا تقرر
246	152	242	125	اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر
246	153	242	126	مرتنی نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ
246	154	242	127	امراء کی درخواست
246	155	242	128	مرتنی نظام شاہ کا جواب
247	156	242	129	احمد نگر کو واپسی
247	157	242	130	صاحب خاں کا اقتدار
247	158	243	131	امام رضا کے آستانے کی زیارت کا شوق
247	159	243	132	وضع فقیرانہ
247	160	243	133	دنیا ئے فانی سے نفرت
247	161	243		

162	صاحب خاں کا قلعہ و فوجی پر حملہ	247	189	قلعہ شولا پور کی واپسی کا مطالبہ	252
163	بحری خاں کا فرار	248	190	میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر	252
164	صاحب خاں کے خلاف کارروائی	248	191	مقابلے کی تیاریاں	252
165	صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات	248	192	عزیز کوکہ کی واپسی	252
166	صاحب خاں کا قتل	248	193	محاطے کا خاتمہ	252
167	بادشاہ کے نام سید مرتضیٰ کا عریضہ	248	194	فتحی شاہ کا اقتدار	253
168	صلابت خاں کی خوش انتظامی	249	195	ملاؤں کا قصہ	253
169	عمارات کی تعمیر کا شوق	249	196	نعلی ملائیں	253
170	”فرح بخش“ کی تعمیر نو	249	197	جواہرات کا معائنہ	253
171	علول شاہی علاقوں پر قبضہ کا خیال	249	198	جواہرات نذر آتش	253
172	فریقین کا آسا سنا	249	199	”بادشاہ کا لقب ”دیوانہ“	253
173	علول شاہیوں کا حملہ	249	200	شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ	253
174	سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام	250	201	ابراہیم علول شاہ سرحد نظام شاہی پر	254
175	سید مرتضیٰ کی سپہ سالاری	250	202	صلابت خاں سے جنگ	254
176	قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ	250	203	قید کے لئے قلعے کا تعین	254
177	محمد آقا ترکمن کی ثابت قدمی	250	204	صلابت خاں کی نظر بندی	254
178	بھیا پور کی فتح کا خیال	250	205	قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر	254
179	بھیا پور کا محاصرہ اور ناکامی	250	206	جشن مسرت	254
180	شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت	251	207	بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ	254
181	جمشید خاں کو بھیا پور جانے کا حکم	251	208	آتش زدگی	255
182	سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات	251	209	شہزادے کا بچ لکنا	255
183	نئی دوستی	251	210	فتحی خاں سے باز پرس	255
184	صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ	251	211	قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری	255
185	مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوششیں	251	212	سلطان حسین شیرازی کا تقرر	255
186	میراں حسین کی شادی	252	213	سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام	255
187	بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ	252	214	میرزا خاں کا تقرر	255
188	چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد	252	215	میرزا خاں کا دانورہ میں قیام	256
		252	216	مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں	256

261	جمل خاں کی مٹادی	13	256	217	بادشاہ کا نیا فرمان
261	اہل دکن کا اشتغال	14	256	218	مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب
261	جمل خاں کے قلعے پر دھاوا	15	256	219	مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں
261	معرکہ آرائی	16	256	220	مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق
261	میراں حسین کا قتل	17	256	221	مورخ فرشتہ کی رائے — پہلا طریقہ
261	جمل خاں کی تقریر	18	257	222	بادشاہ کی بناسازی طبیعت
262	اہل قلعہ کے نام پیغام	19	257	223	دوسرا طریقہ
262	تجائب عارفانہ	20	257	224	امراء کی طلبی کا حکم
262	آتش زدگی	21	257	225	مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات
262	میرزا خان کا فرار	22	257	226	قلعے میں قیام کا فیصلہ
262	غریبوں کا قتل	23	257	227	احمد نگر میں میرزا خان کی آمد
262	لاشوں کی بے حرمتی	24	258	228	قتل و غارتگری
262	غریبوں پر مزید مظالم	25	258	229	شہزادے کی باپ سے گستاخی
263	میرزا خان کی گرفتاری اور قتل	26	258	230	میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم
263	جشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل	27	258	231	مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال
263	مصیبت کا خاتمہ	28	259		میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ
263	میراں حسین کی مدت حکومت	29	259	1	میرزا خان کا اقتدار
263	برا انجام	30	259	2	میراں حسین کی بری عادتیں
264	اسماعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ		259	3	میرزا خان کی گرفتاری
264	برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے	1	259	4	رہائی اور عزت افزائی
264	اسماعیل کی تخت نشینی	2	259	5	شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل
264	ممدوی مذہب اور اسماعیل	3	259	6	میرزا خان کی شکایتیں
264	ممدویوں کی جاں نثاری	4	260	7	میرزا کے قتل کی سازش
264	صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر	5	260	8	آقا میر شیردانی
264	صلابت خاں اور جمل خاں میں جنگ	6	260	9	بیماری کا بہانہ
265	عادل شاہیوں سے صلاح	7	260	10	میراں حسین کی گرفتاری
265	غریبوں کا خروج	8	260	11	شہزادہ اسماعیل کی تخت نشینی
265	مورخ فرشتہ بجا اور غیر	9	260	12	جمل خاں ممدوی کا ہنگامہ

269	شیعہ مذہب کا رواج	12	265	10	صلاہت خان کا انتقال
270	عادل شاہ کا پیغام	13	265	11	برہن شاہ کو اکبر کا مشورہ
270	پیغام کا نازبا جواب	14	265	12	برہن شاہ کا جواب
270	ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ	15	266	13	دکن کو روانگی
270	عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی	16	266	14	برہن شاہ اور جمائگیر خاں حبشی کا معرکہ
270	بلند عزائم	17	266	15	فراہی لشکر
270	نئے قلعہ کی تعمیر کا کام	18	266	16	مہدیوں کا فیصلہ
270	برسات کا موسم	19	266	17	عادل شاہی لشکر کی شکست
271	دلاور خاں کی خام خیالی	20	266	18	جمل خاں کی برار کو روانگی
271	دلاور کی بیجا پور کو روانگی	21	266	19	عادل شاہ کی کارروائی
271	عادل شاہی لشکر کی روانگی	22	266	20	مہدوی لشکر کی پریشانی
271	برہن نظام شاہ کا اقدام	23	267	21	پانی کی ٹیابی
271	دریا میں طغیانی	24	267	22	پانی کی فراہمی
271	برکی امراء کی یورش	25	267	23	فریقین کا آمناسانا
271	عادل شاہیوں کے حوصلے	26	267	24	اسماعیل نظام شاہ کا فرار
272	نظام شاہیوں کی شکست	27	267	25	برہن نظام شاہ کی فتح
272	امراء کا ارادہ	28	268		برہن نظام شاہ بن حسین نظام شاہ
272	یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ	29	268	1	ایام اسیری
272	بادشاہ کی چشم پوشی	30	268	2	برہن نظام شاہ احمد نگر میں
272	صلح کی کوشش	31	268	3	مرتضیٰ نظام شاہ کی آمد
272	صلح کی شرط کے ایفا کا اقرار	32	268	4	دوا فروش سے گفتگو
272	برہن نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	33	268	5	برہن نظام شاہ سے اسکے ساتھیوں کی علیحدگی
273	ریکنہ پر لشکر کشی	34	269	6	جنگ میں برہن نظام شاہ کی شکست اور فرار
273	قلعہ کھوالہ کی تعمیر	35	269	7	برہن نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد
273	قلعہ کھوالہ کے لئے مزید لشکر	36	269	8	واپسی
273	روہائی اور دمن پر لشکر کشی	37	269	9	برہن اکبر بادشاہ کی خدمت میں
273	فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل	38	269	10	دکن کو واپسی اور حکمرانی
273	عظیم الشان جشن مسرت	39	269	11	مہدوی مذہب کی بیخ کنی

277	میان منجوی کی رائے	6	273	خان خاں کی مالہ پر لشکر کشی	40
278	ابراہیم نظام شاہ عادل شہی سرحد پر	7	274	ایک زبردست حادثہ	41
278	میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام	8	274	برہان نظام شاہ کی بو الہوسی	42
278	حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی	9	274	شجاعت خاں کی خود کشی	43
278	ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی	10	274	کھوالہ کے امیروں کا ارادہ	44
278	معرکہ آرائی	11	274	فرنگیوں کی لشکر کشی	45
278	خوش فہمیں	12	274	مسلمانوں کا قتل	46
278	مخلص ساتھیوں کا مشورہ	13	275	شکست یا حقیقی فتح	47
279	ابراہیم نظام شاہ کا قتل	14	275	غریبوں پر انفات	48
279	نظام شہی امراء کا فرار	15	275	عادل شاہ کے بھائی کی مدد	49
279	احمد شاہ کی تخت نشینی	16	275	بیاری	50
280	احمد شاہ بن طاہر شاہ		275	عادل شاہ کا ہنگامہ	51
280	تخت نشینی کے مشورے	1	275	نظام شہی لشکر کی روانگی	52
280	میاں منجوی کی رائے	2	275	ازبک بھلور کا قتل	53
280	احمد شاہ کی تخت نشینی	3	275	بادشاہ کی لا علاج بیماری	54
280	شہزادہ بھلور کی نظر بندی	4	276	ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا	55
280	حسین شاہ کے بھائی	5	276	اخلاص خاں کا ہنگامہ	56
280	شاہ طاہر	6	276	عبدالسلام عرب کا قتل	57
280	تحقیق حق	7	276	اخلاص کی احمد نگر کو روانگی	58
281	برہان شاہ ٹانی کے نام پیغام	8	276	بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا	59
281	برہان شاہ ٹانی کا جواب	9	276	اخلاص خاں کی شکست	60
281	شاہ طاہر کی نظر بندی اور وفات	10	276	برہان نظام شاہ کی وفات	61
281	امراء کی باہمی چپقلش	11	277	ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	
281	معرکہ آرائی	12	277	میاں منجوی کا تقرر	1
281	قلعے کا محاصرہ	13	277	طوائف الملوک	2
281	جہشی امراء کے اقدامات	14	277	عادل شہی سفیر سے بے ادبی	3
282	شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت	15	277	عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے	4
282	میشوں میں پھوٹ	16	277	نظام شاہ کا شاہ درک کو روانگی	5

286	معرکہ آرائی	45	282	جیشوں کی شکست	17
286	آتش بازی	46	282	شہزادہ مراد کی آمد	18
286	چاند بی بی کی بلوری	47	282	میاں منجوی کی پریشانی	19
286	قلعے کے شکنجے کی تعمیر	48	282	چاند بی بی کا عزم	20
286	دکنی امراء کے نام خطوط	49	282	بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ	21
287	سہیل خاں کا عزم احمد نگر	50	283	معرکہ آرائی	22
287	صلح	51	283	رعایا کی دلجوئی	23
287	مظلوں کی واپسی	52	283	قلعے کا محاصرہ	24
287	بہادر شاہ کی تخت نشینی	53	283	لوٹ مار	25
287	عادل شاہ کا پیغام میاں منجوی کے نام	54	283	رعایا کی جلا وطنی	26
287	احمد شاہ بیجا پور میں	55	283	نظام شہی امراء کے مختلف کردہ	27
288	بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی		283	اخلاص خاں کی آمد	28
288	محمد خاں کا اقتدار	1	284	دکنیوں کی شکست	29
288	نامی گرامی امراء کی گرفتاری	2	284	ٹپن کی جیپی	30
288	عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام	3	284	چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام	31
288	سہیل خاں کی آمد	4	284	آہنگ خاں احمد نگر میں	32
288	محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر	5	284	مظلوں پر حملہ	33
288	مظلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ	6	284	جنگ و جدل	34
288	چاند بی بی کا اصرار	7	284	شاہ علی کی واپسی	35
289	دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع	8	284	عادل شہی لداو	36
289	خان خاں کی تیاری	9	285	دکنی لشکر کا جمع ہونا	37
289	دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لئے روانگی	10	285	مظلوں کے مشورے	38
289	فریقین کا آمنہ سامنا	11	285	نقب کی تیاری	39
289	معرکہ آرائی	12	285	لٹل قلعہ کی آگہی	40
289	مظلوں کا فرار	13	285	حفاظتی اقدامات	41
289	شہزادہ مراد کی روانگی	14	285	مظلوں کا ارادہ	42
290	دکنیوں کی لوٹ مار	15	285	قلعے کی دیوار گرنا	43
290	ایک عجیب اتفاق	16	286	چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا	44

293	غبر جہشی کا زخمی ہونا	7	290	جنگ اور خان خاں کی فتح	17
294	دوبارہ جنگ کی تیاری	8	290	کلویل و پرٹالہ کا محاصرہ	18
294	صلح	9	290	مراد خاں کا پیغام خان خاں کے نام	19
294	غبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی	10	290	جواب	20
294	بادشاہ کی شکست	11	290	خان خاں کی دکن سے روانگی	21
294	قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال	12	290	آہنگ کے خطرناک ارادے	22
294	غبر کی وضاحت	13	291	قلعہ احمد نگر کا محاصرہ	23
295	نظام شاہ کی گرفتاری	14	291	آہنگ خاں کا بیڑ پر لشکر کشی کا ارادہ	24
295	منجن خاں کی مدافعت	15	291	حاکم بیڑ سے معرکہ	25
295	منجن خاں کا فرار	16	291	اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ	26
295	قلعہ پرندہ پر قبضہ	17	291	شہزادہ مراد کا انتقال	27
295	راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام	18	291	اکبر کی دکن میں آمد	28
295	راجو اور دانیال میں معرکہ	19	291	آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی	29
295	راجو کا فرار	20	292	قلعہ احمد نگر کا محاصرہ	30
296	غبر اور راجو کی لڑائیاں	21	292	چاند بی بی اور بیتہ خاں میں گفتگو	31
296	دانیال کی وفات	22	292	چاند بی بی کا قتل	32
296	خان خاں دولت آباد میں	23	292	مغلوں کا قلعے میں داخلہ	33
296	غبر اور راجو میں صلح	24	292	قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ	34
296	غبر کا ارادہ	25	292	قلعہ اسیر کی فتح	35
296	بادشاہ اور غبر میں صلح	26	292	بہادر شاہ کی نظربندی	36
296	راجو کی گرفتاری	27		مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی	
297	نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت	28	293	برہان شاہ اول	

293

1 دو مقتدر امراء

293

2 غبر جہشی

293

3 راجو دکنی

293

4 راجو اور غبر کی دشمنی

293

5 ملک غبر کی تملکنہ کو روانگی

تذکرہ



Gul Hayat Institute

یوسف عادل شاہ

ابتدائی حالات

مورخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی خاندان کا بانی ابوالمظفر سلطان یوسف عادل شاہ سلاطین روم یعنی آل عثمان کی نسل سے تھا۔ اس فرمانروا کے حالات یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے فرمانروا امراء کا ۵۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور سلطان کا بڑا بیٹا سلطان محمد باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان محمد کی علم دوستی اور ہنر پروری تمام دنیا میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا عبد الرحمن جامی نے بھی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی تعریف میں چند قصیدے لکھے تھے۔

سلطان محمد

سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا۔ سلطان مراد مرحوم کے عہد حکومت میں ایک شخص گزرا ہے جو سلطنت کا دعویٰ دار تھا۔ وہ اپنے آپ کو یلدرم بایزید کا بیٹا بتا کر ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرنے کا خواہاں تھا۔ سلطنت کے اس جھوٹے دعویٰ دار کی وجہ سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں آخر کار بڑی مشکلوں سے اس فتنے کو فرو کیا گیا۔ اس لیے اب مناسب یہی ہے کہ ولی عہد کے علاوہ تمام عثمانی شہزادوں کو تیغ کر دیا جائے، تاکہ ملک میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔

شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم

سلطان محمد کو اراکین دولت کا یہ مشورہ معقول و مناسب معلوم ہوا، لہذا اس نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ یوسف کے قتل کی اجازت دے دی۔ درباری امراء شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے تاکہ بے گناہ یوسف کو قتل کر کے اس کی لاش کو باہر لائیں اور رعایا کو یہ بتائیں کہ شاہ وقت کے بعد ولی عہد کے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا کہ جس کی رگوں میں عثمانی خون دوڑ رہا ہو اور جو سلطنت کا دعویٰ دار ہو سکے۔

ملکہ کی التجا

سلطان محمد کی ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی، بیگم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ حرم سرا کے دروازے پر آئی۔ اس نے بڑی عاجزی اور منت سماجت سے امراء سے کہا اس معصوم اور کسن شہزادے کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر مصلحت اسی میں ہے تو ایک دن کی مہلت دی جائے تاکہ میں رات بھر ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے جگر گوشے کو دیکھتی رہوں۔ امیروں نے ملکہ کی درخواست کو منظور کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھی اور شہزادہ یوسف کے قتل کو اس دن کی بجائے دوسرے دن پر اٹھا رکھا اور حرم سرا کے دروازے سے لوٹ آئے۔

ملکہ کی تدبیر

امیروں کے چلے جانے کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی ساکن سادہ کو بلایا۔ خواجہ عماد ایک مشہور سوداگر تھا جو ایران سے بیش قیمت اشیاء لا کر عثمانی حرم سرا میں فروخت کیا کرتا تھا۔ ملکہ نے اس سے کہا۔ ”اگر تمہارے پاس چند ایسے غلام ہوں جو قاتل فروخت ہوں تو انہیں میرے پاس لے آؤ۔“ خواجہ عماد نے پانچ گرجی اور دو چر کسی غلام ملکہ کی خدمت میں پیش کیے۔ چر کسی غلاموں میں سے ایک شہزادہ یوسف سے بڑی مشابہت رکھتا تھا ملکہ نے اسے دیکھا اور غلام کو خود لے لیا۔

شنزادہ یوسف کی بلاؤں کا عجم کو روانگی

اس کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد کو تمام واقعہ سنایا اور کہا اگر تمہیں حقوق نمک کا کچھ احساس ہے تو تم میری مدد کرو۔ شنزادے یوسف کو غلاموں کے گروہ میں شامل کر کے اسے جلد از جلد بلاؤں عجم میں پہنچا دو۔ میں اس خدمت کے صلہ میں تمہیں مال مال کر دوں گی۔ خواجہ عماد نے حق نمک یا مال و دولت کے خیال سے اس خدمت کو انجام دینے کی ہامی بھری۔ اس نے شنزادہ یوسف کو اپنے ہمراہ لیا اور راتوں رات ایک قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

خواجہ عماد نے یہ منت مانی کہ اگر وہ شنزادہ یوسف کو لے کر صحیح و سلامت بلاؤں عجم کی سرحد تک پہنچ جائے گا تو اپنے مال کا پانچواں حصہ حضرت شیخ صغیٰ کے مزار اور خانقاہ کے مصارف کے لیے نذر کر دے گا۔ دوسرے روز دولت عثمانیہ کے امیر وعدے کے مطابق شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے اور انہوں نے ملکہ سے شنزادہ یوسف کو طلب کیا۔ ملکہ نے ان امیروں میں سے ایک کو انعام و اکرام دینے کی نیت سے اپنا بنا کر حرم سرا کے اندر بلایا۔ اس امیر نے اس غلام کو جسے ملکہ نے خواجہ عماد سے خریدا تھا یوسف کی جگہ قتل کیا۔ لاش کو شاہی رسوم کے مطابق کفنا کر حرام سرا سے باہر لایا گیا۔ جس امیر نے فرضی شنزادہ یوسف کو قتل کیا تھا چونکہ وہ قاتل اعتبار اور بلند پایہ امیر تھا اس لیے باقی امراء نے اصل صورت حال کی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور غلام کی لاش کو شنزادے کی لاش سمجھ کر دفن کر دیا۔

شنزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت

خواجہ عماد شنزادہ یوسف کو ہمراہ لے کر اردنیل پہنچا، اس نے یہاں اپنی منت پوری کی شنزادہ یوسف کو بھی ہمیشہ کے لیے شیخ صغیٰ کا معتقد بنایا اور اس مقام سے سادہ آیا۔ خواجہ نے شنزادہ یوسف کو اخفائے راز کی سختی سے تاکید کی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بھی مکتب میں داخل کروا دیا۔ دوسرے سال ملکہ جب بیٹے کی جدائی سے بہت بے قرار ہوئی تو اس نے اپنے ایک قاتل اعتبار ملازم کو شنزادے کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے سادہ روانہ کیا۔

ملکہ کا ملازم سادہ پہنچا اس نے شنزادہ کو آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا۔ شنزادے کی تعلیم و تربیت اور صحت کی عمرگی کے بارے میں ملکہ کو خوشخبری سننے کے لیے واپس روانہ ہوا۔ جب یہ ملازم اسکندریہ پہنچا تو وہاں ایک مرض میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا وہ تقریباً ڈیڑھ سال تک اسکندریہ میں رہا۔ تیسرے سال یہ قاصد قسطنطنیہ پہنچا اور ملکہ کو اس نے شنزادہ یوسف کے حالات سے باخبر کیا ملکہ اپنے جگر گوشے کے حالات سن کر بے انتہا خوش ہوئی اس نے بارگاہ خداوندی میں نیاز مندانہ سجدہ ریزی کی اور مستحقین اور بزرگوں کو صدقے اور نذریں روانہ کیں۔

افشائے راز

اس کے بعد ملکہ نے شنزادہ یوسف کی دائی، اس کے بیٹے غفغر آقا اور بیٹی دلشاد آقا کو گراں قدر ساز و سامان اور اعلیٰ و نفیس تحفے تحائف کے ساتھ چوری چھپے اپنے بیٹے کے پاس سادہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دونوں خواجہ اپنے تاجرانہ کاروبار کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا اس لیے ”راز“ کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ عماد کے گھر والوں نے غفغر آقا اور اس کی بہن کی باتوں اور اعمال سے اصل معاملے کو بھانپ لیا اور اتنے عرصے کا پوشیدہ راز لہجوں میں فاش ہو گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر سادہ کے حاکم تک پہنچی جس کا نام آقا توپلو تر کمانی تھا۔

حاکم سادہ نے مال و دولت کے لالچ میں غفغر آقا وغیرہ سے چار سو تومان حاصل کیے اس واقعہ سے کچھ دنوں پہلے شنزادہ یوسف اور سادہ کے حاکم کے ایک رشتہ دار میں ایک سار کے لڑکے کی وجہ سے کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں وجوہات کی بنا پر شنزادہ یوسف نے بلدہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور ”قم“ نامی شہر میں چلا گیا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ سادہ میں جب تک موجودہ حکمران صاحب اقتدار

رہے گا وہ اس شہر میں نہ جائے گا۔ شہزادہ یوسف کا شان اور اصفہان کی سیر کرتا ہوا شیراز پہنچا۔ کچھ دنوں تک اس نے شیراز کے فطری مناظر سے دل بہلایا، اسی دوران میں اسے خبر ملی کہ سادہ کا حکمران معزول کر دیا گیا ہے یہ خبر سن کر شہزادے نے سادہ جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک رات اس نے خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

حضرت خضر علیہ السلام نے شہزادے سے خواب میں فرمایا کہ تم اپنے وطن جانے کا خیال نکال دو اور ابھی کچھ روز اور غریب الوطنی میں بسر کرو۔ عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرو، خدا کی رحمت اور مدد پر بھروسہ کر کے ہندوستان کا سفر اختیار کرو، ہندوستان پہنچ کر تمہارے اچھے دن آئیں گے اور تم قعر مذلت سے نکل کر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو گے۔

یوسف کا عزم ہندوستان

شہزادے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے وطن جانے کا ارادہ ترک کیا اور ۸۶۳ھ میں بحری راستے سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاز مصطفیٰ آباد لوائل میں لنگر انداز ہوا، شہزادہ جہاز سے اترا اور بندرگاہ میں قیام پذیر ہوا۔ وہ روازنہ بندرگاہ کے باغات اور سبزہ زاروں میں گھوم پھر کر وقت گزارنے لگا۔ ایک روز اتفاقاً اس کی ملاقات ایک بوڑھے شخص سے ہوئی اس بزرگ نے اس کی احوال پرسی کی، شہزادے نے اپنی تمام سرگزشت اسے سنائی۔ بوڑھے نے شربت کا ایک پیالہ شہزادے کو عنایت کیا، شکریہ ادا کر کے شہزادے نے پیالہ لے لیا اور شربت پینے لگا۔

احمد آباد بیدر کو روانگی

جو نبی شہزادے نے شربت کے پیالے کو منہ لگایا وہ بوڑھا شخص ایک دم غائب ہو گیا شہزادہ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ بزرگ خضر علیہ السلام ہی تھے۔ الغرض خواب اور بیداری، دونوں عالم میں خضر علیہ السلام کی زیارت سے فیض یاب ہو کر شہزادہ خواجہ عماد کے ہمراہ احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

گر جستان چونکہ گیلان کے مضافات میں ہے اس لیے خواجہ عماد اور خواجہ محمود کاواں کی دیرینہ شناسائی تھی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے، جب شہزادہ یوسف احمد آباد بیدر پہنچا تو اس وقت اس کی عمر سترہ برس کی تھی ابھی اس کے چہرے پر داڑی کے بال نکلے نہ تھے، بیدر پہنچنے کے بعد شہزادے کو معلوم ہوا کہ بادشاہ پر ترکی غلاموں کا بہت زیادہ اثر ہے اور سلطنت کے تمام امور انہیں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ یوسف نے خواجہ عماد سے درخواست کی کہ اسے بھی بادشاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں داخل کروا دیا جائے۔ خواجہ نے پہلے تو یوسف کی اس درخواست کو نامنظور کیا، لیکن جب اس کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو خواجہ عماد نے ساری بات محمود کاواں کے گوش گزار کی۔

یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں

محمود کاواں نے شہزادہ یوسف کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے حسن صورت و سیرت، مہارت موسیقی اور کمال فن سپاہ گری کو دیکھتے ہوئے اس نے نظام شاہ بھمنی اور اس کی والدہ مخدومہ جہاں سے یوسف کا ذکر کیا۔ اس کے بعد شہزادہ یوسف کو خواجہ عماد سے خریدایا گیا اور یوں یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

مندرجہ بالا واقعات مرزا محمد سادہ نے یوں بیان کیے ہیں۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے باپ اور یوسف عادل شاہ کے وزیر غیاث الدین محمد سے سنا تھا، شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجو نے یوسف عادل شاہ کے جو حالات لکھے ہیں ان سے بھی متذکرہ بالا روداد کی تصدیق ہوتی ہے۔

جواہر نامی ضعیفہ کی روایت

شاہ حسین نے تحریر کیا ہے کہ جواہر نامی ایک بوڑھی عورت (جو ماں کی طرف سے سلاطین، ہمنیہ اور باپ کی طرف سے شاہ نعمت اللہ ولی کی نسل سے ہیں) نے بیان کیا ہے۔ کہ ”میں اپنی جوانی کے زمانے میں ایک مرتبہ احمد آباد بیدر میں یوسف عادل شاہ کی بی بی بی ستی کی مجلس میں حاضر تھی، بی بی ستی احمد شاہ ہمنی کی بیوی تھی۔ اور ملکہ جہاں کے نام سے پکاری جاتی تھی اس مجلس میں بہت بڑا جشن ہوا تھا اور ہمنیہ خاندان کی تمام شہزادیاں موجود تھیں۔ اس خاندان میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی بیوی جو ملکہ جہاں کے نام سے مخاطب کی جاتی تھی وہ عیدین اور دیگر تہواروں کے موقعوں پر ایک خاص قسم کا زیور پہنا کرتی تھی۔

اس زیور کی ہیئت یہ تھی کہ موتیوں کی چند لڑیوں کو یک جا کر کے ان پر سونے کا ایک قبہ جس میں گراں قدر جوہرات جڑے ہوتے تھے نصب کیا جاتا تھا۔ ملکہ جہاں دیگر شہزادیوں اور حرم سرا کی عورتوں میں اپنے آپ کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لیے اس زیور کو اس طرح پہنتی تھی کہ قبہ تو سر پر نصب ہو جاتا تھا اور موتیوں کی لڑیاں ماتھے اور سر کی دونوں اطراف میں لٹکا کرتی تھیں۔ بی بی ستی نے بھی حسب دستور یہ زیور پہنا اور جشن کی مجلس میں آکر دوسری عورتوں سے ممتاز جگہ پر بیٹھ گئی حاضرین مجلس میں سے ایک ہمنی شہزادی بی بی ستی کو اس نمایاں طریقے سے بیٹھی دیکھ کر جل گئی اور کہنے لگی۔ ”یہ بھی خدا کی شاہ ہے کہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی کو ایسا بلند مرتبہ ملا اور وہ ہمنی شہزادیوں میں سب سے اعلیٰ و برتر منصب پر فائز ہوئی۔“

بی بی ستی نے شہزادی کی یہ بات سنی اور یوں جواب دیا۔ ”یہ طرز، یہ گفتگو بالکل بے معنی ہے اگر تم سب شہزادیاں ہو تو میں تم سے بڑھ کر شہزادی ہوں یہ مانا کہ تم سلطان دکن کی بیٹیاں ہو، لیکن میں بھی تو فرماں روا کے روم کی پوتی ہوں۔“ یہ کہنے کے بعد بی بی ستی نے اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ قصہ وہی تھا جو سطور بالا میں رقم کیا جا چکا ہے، بی بی ستی کی یہ گفتگو امیر قاسم برید نے بھی سنی یہ امیر عادل شاہی خاندان سے بہت حسد کرتا تھا اور اس خاندان کی مخالفت کو اس نے اپنی فطرت ثانی بنا رکھا تھا۔ بی بی ستی کی گفتگو سن کر اس نے کہا ”ملکہ جہاں نے اپنے نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تحقیق کرنا بہت آسان ہے۔“

یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق

امیر قاسم برید نے اپنے ایک قابل اعتبار شخص کو تجارت کے بہانے سے روم روانہ کیا تاکہ وہ ملکہ جہاں کے بیان کی تحقیق کرے۔ یہ شخص قسطنطنیہ پہنچا اور اس نے شاہی حرم سرا کی ضعیف العمر عورتوں سے سلطان محمد کے بھائیوں کے بارے میں پوچھا۔ ان تمام عورتوں نے جو کچھ کہا اس سے بی بی ستی کے بیان کی لفظ بہ لفظ تصدیق ہوتی تھی اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ یوسف عادل شاہ سلطان مراد کا بیٹا ہے۔ ان تمام روایتوں کے علاوہ یوسف کے رومی النسل ہونے کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا بیٹا اسماعیل دونوں رومیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے اپنے عہد حکومت میں انہوں نے رومیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔

لفظ ”سوائی“ کی تحقیق

یوسف عادل شاہ کا لقب ”سوائی“ تھا اس کی اصل ”سادی“ ہے۔ چونکہ یوسف نے سادہ نامی شہر میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اس نسبت سے اسے ”سادی“ کہا جاتا تھا۔ جاہل لوگوں نے ”سادی“ سے ”سوائی“ بنا لیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے ”سوائی“ (۱۱/۳) سے بنا ہے۔ چونکہ یوسف عادل اور اس کے ہم عصر دکنی فرماں رواؤں کی سلطنت میں ایک اور ۱۱/۳ کی نسبت تھی۔ اس لیے یوسف ”سوائی“ کے لقب سے مشہور ہوا راقم ”فرشتہ“ کے نزدیک یہ توجیہ غلط ہے، پہلی روایت زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ جس طرح شاہ ”بحروی“ کو عوام نے ”بحری“ بنا لیا اسی طرح ”سادی“ سے ”سوائی“ بن گیا۔

یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا

الغرض جب یوسف شاہی ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہو گیا تو محمود کاواں نے دو تین ماہ کے بعد مخدومہ جہاں کے مشورے سے اسے عبد العزیز خاں امیر آخور کے سپرد کیا۔ عبد العزیز بہمنی بارگاہ کے ترکوں میں بڑا اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا وہ شاہی اصطبل کا داروغہ تھا۔ محمود کاواں نے عبد العزیز سے یوسف کی بہت تعریف اور سفارش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد العزیز نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امیر آخوری کے تمام فرائض یوسف کے سپرد کر دیئے اور خود آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ یوسف عادل نے اپنے اس مربی کی زندگی ہی میں شاہی مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اصطبل کے معاملات کے سلسلے میں عبد العزیز کے بغیر وہ خود براہ راست محمد شاہ سے ملنے جلنے لگا۔ اسی زمانے میں عبد العزیز نے داعی اجل کو لبیک کہا، محمد کاواں کی سفارش سے یوسف کو سہ صدی منصب دار اور عبد العزیز کا جانشین یعنی امیر آخور مقرر کیا گیا۔

نظام الملک سے وابستگی

اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ یوسف کی بہمنی نامی ایک شخص سے جو امیر آخوری کا عہدیدار تھا شکر رنجی ہو گئی۔ یوسف نے اس خدمت سے استعفیٰ دے دیا اور ترکوں کے سب سے بڑے امیر نظام الملک سے وابستہ ہو گیا۔ یوسف عادل نے اپنے حسن سلوک سے نظام الملک پر ایسا جادو کیا کہ وہ اسے اپنا بھائی کہنے لگا اور ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا اسی زمانے میں نظام الملک کو برار کا طرف دار مقرر کیا گیا۔ اس نے یوسف کے مرتبے میں اضافہ کر دیا اور اس کی سفارش سے یوسف کو ”عادل خاں“ کا خطاب شاہی بارگاہ سے عنایت ہوا۔ نظام الملک جب برار روانہ ہوا تو یوسف اس کے ساتھ ہی روانہ ہوا۔

منصب امارت

نظام الملک نے برار پہنچ کر قلعہ کھرکہ کا محاصرہ کر لیا اور ایک سال کی پیہم کوششوں کے بعد اس قلعہ کو ہندو راجہ کے قبضے سے نکال لیا۔ جس روز فتح ہوئی اسی روز ایک راجپوت سپاہی کے ہاتھوں نظام الملک مارا گیا نظام الملک کی موت کی وجہ سے بہمنی لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی، لیکن یوسف عادل نے ہمت نہ ہاری اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس نے ہندوؤں کے گروہ کو تھس نہس کر دیا۔ قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا اور تمام مال غنیمت ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد شاہ نے یوسف عادل کی بڑی عزت افزائی کی اور منصب یک ہزاری پر سرفراز کر کے بہمنی امراء کی جماعت میں شامل کر لیا۔

طرف داری بیجاپور

اس کے بعد یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ روز بروز درخشاں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا شمار خاص الخاص اراکین سلطنت میں ہونے لگا اور اسے بیجاپور کا طرفدار مقرر کیا گیا۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد یوسف نے ملک کا انتظام بڑی عمدگی سے کیا اس نے اپنے گرد ایک لشکر جرار جمع کر لیا۔ اس زمانے میں محمد شاہ بہمنی نے رحلت کی اور پایہ تخت میں سخت انتشار پیدا ہو گیا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ یوسف عادل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو پہلے سے کہیں زیادہ منظم و مرتب کیا۔ سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا، بہت سے ترک اور مغل امراء کو عہدوں اور آئندہ ترقی کے وعدوں پر احمد آباد و بیدر سے اپنے پاس بیجاپور بلا لیا۔

یوسف کی خود مختاری

الغرض یوسف عادل نے فوجی قوت میں بہت حد تک اضافہ کر لیا مثل مشہور ہے کہ ”جو مارے اسی کی تلوار اور جو غالب ہو اسی کا ملک“ کے مطابق ۸۹۵ھ یا ۸۹۶ھ میں اس نے بیجاپور میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور چتر شاہی سرپر رکھا، تقریباً پانچ ہزار ترکی اور آفاقی اشخاص نے اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ یوسف نے اس قلعہ کے قریب

میں تھے اپنے قبضے میں کر لیا، نیز دریائے بھورہ سے بیجاپور اور دریائے کشتہ سے راجپور تک کا علاقہ اس کی تحویل میں آگیا۔ یوسف نے اپنے لقب میں ”خان“ کی جگہ ”شاہ“ کا لفظ رکھا اور اپنے آپ کو ”یوسف عادل شاہ“ کے نام سے مشہور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا ہر بادشاہ ”عادل شاہ“ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

قاسم برید کا حسد

یوسف عادل شاہ کے اعلان بادشاہت کے بعد احمد پور بیدر سے اکثر نامی گرامی امراء اس کے پاس آ گئے اور اس کے دربار کی رونق بڑھ گئی۔ یوسف کا یہ بلند مرتبہ دیکھ کر امیر قاسم برید حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ قاسم خود بیجاپور میں حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا، لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی، بلکہ اس کا حریف کامیاب ہو گیا یہ امیر قاسم کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ اس لیے وہ یوسف عادل شاہ کی تباہی، بربادی کی تجویزیں سوچنے لگا۔

قاسم برید کی سازشیں

قاسم برید نے یہ چال چلی کہ رام راج کے باپ تمرج کو (جس نے قاسم ہی کی طرح اپنے آقا شیو رائے کے فرزند کو برائے نام راجہ بنا رکھا تھا اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لیے تھے) ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا ”سلطان محمود شاہ، ہم نے راجپور اور مدگل کا قلعہ مع اس کے مضافات کے تمہارے حوالے کر رکھا تھا۔ اب یوسف عادل نے ان پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم فوج کشی کرو اور ان علاقوں کو دوبارہ قبضے میں لے آؤ۔“

تمر ج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے

قاسم نے تمرج کے علاوہ بہادر گیلانی کو بھی یوسف عادل کے خلاف بھڑکایا۔ بہادر ان دنوں بندر کو وہ اور دریا پار کے علاقے پر جسے اہل دکن ”کوکن“ کہتے ہیں حکمران تھا۔ تمرج کو جب قاسم برید کا خط ملا تو اس نے فوراً اپنا لشکر اکٹھا کیا اور شیو رائے کے لڑکے کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس نے تمندرہ کو عبور کر کے راجپور اور مدگل کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور بڑی بے رحمی اور سفاکی سے ان علاقوں کو تباہ و برباد کیا۔ بہادر گیلانی نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور جام کھنڈی کے قلعے پر قابض ہو گیا۔

تمر ج اور بہادر گیلانی کے ان ہنگاموں اور دست درازیوں کی اطلاع بیجاپور پہنچی درباریوں کی ایک جماعت نے بادشاہ کو دشمن کے ہتاک ارادوں سے باخبر کیا۔ یوسف عادل شاہ نے ان درباریوں سے کہا۔ ”میں ہر معاملے میں بزرگان دین کی مقدس ارواح سے مدد کا طالب ہوتا ہوں۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ آئمہ دین اور حضرت شیخ صغی کی برکات سے میں دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں گا۔“ یوسف نے اسی وقت یہ عہد بھی کیا کہ میں اپنے دشمنوں پر غالب آگیا تو بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے انہیں حضرات کا کلمہ پڑھوں گا اور شیعہ مذہب کو اپنے ملک میں رائج کرادوں گا۔

قاسم برید کی سرزنش کا خیال

یوسف عادل شاہ نے ایک عجیب چال یہ چلی کہ اس نے مدگل اور راجپور کے قلعوں کا خیال کچھ عرصے کے لیے ترک کیا اور تمرج اور رائے زادہ سے صلح کر لی۔ تمرج جب واپس چلا گیا تو یوسف بہادر گیلانی کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیا لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر جام کھنڈی کے قلعے کی واپسی کے لیے جدوجہد نہ کی بلکہ اس نے سب سے پہلے امیر قاسم برید کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا تاکہ اس دشمن کو اپنی راہ سے ہٹا دے۔ یوسف آٹھ ہزار ترکی اور مغل سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا، قاسم برید کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت ہی عاجزی سے احمد نظام الملک، بحری سے مدد چاہی۔

احمد نظام الملک نے قاسم برید کی درخواست منظور کی اور پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

قاسم برید، محمود شاہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور اپنے مددگاروں سے جا ملا۔ اس نے احمد نظام اور خواجہ جہاں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کیا اور یوسف عادل شاہ کی طرف پیش قدمی کی جو احمد آباد بیدر سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا۔ یوسف عادل شاہ نے بھی اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا، میمنہ اور میسرہ پر بالترتیب دریا خاں اور فخر الملک ترک کو مقرر کیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ نیز اپنے رضائی بھائی غضنفر آقا کو جو حال ہی میں شہر سادہ سے وارد ہوا تھا ایک ہزار مغل تیراندازوں کا سردار مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ لشکر کا جو حصہ دشمن سے مقابلہ کرتے وقت کمزور نظر آئے وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے۔

معرکہ آرائی

فریقین کے لشکر آمنے سامنے آئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے میسرہ اور قلب کے لشکر کو تھس تھس کر دیا۔ احمد نظام الملک نے عادل کے میسرہ کو پریشان کیا، فخر الملک زخمی ہوا اور میدان جنگ سے باہر نکل گیا، یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو اس نے احمد نظام الملک سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا لیکن غضنفر نے اس سے کہا۔ ”جنگ کا اصل سبب قاسم برید ہے اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لیے خواہ مخواہ لڑائی کر کے اپنی طاقت کو کم کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس وقت جنگ ملتوی کر دی جائے اور جس طرح بھی صلح کر لی جائے۔“ یوسف نے غضنفر کی رائے پر عمل کیا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔

مولوی عالی کا بیان

مولوی عالی نے اپنی مشہور مثنوی ”عادل نامہ“ میں یوسف عادل شاہ کے حالات بیان کیے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ ”تندرک“ کے قریب یہ لڑائی ہوئی اور ملک نظام اس لڑائی میں موجود نہ تھا نیز اس لڑائی میں قاسم برید کو فتح حاصل ہوئی۔ یوسف عادل شاہ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے احمد نظام اور بہادر گیلانی سے صلح کر لی۔ اس صلح کی اصل وجہ بیجاپور کے پایہ تخت کے ہنگامے اور طوائف الملوکی تھی جس کے پیش نظر یوسف عادل شاہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر تراج کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

بزم عیش و عشرت

یوسف عادل شاہ نے جلد از جلد اپنی فوج تیار کی اور انتقام کی خاطر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے تقریباً دس روز سیر و شکار میں بسر کیے آخر کار دریائے کشنہ کے کنارے اس نے اپنے خیمے گاڑھے اور دن رات داد عیش دینے لگا۔ شراب نوشی اور نغمہ نوازی سے جی بہلانے لگا۔ اس محفل عیش و عشرت میں گانے بجانے والے دو مشہور اور مستند استاد گیلانی اور حسین قزوینی بھی موجود تھے۔ ان استادوں نے فارسی کی ایک غزل بڑے اعلیٰ انداز سے گا کر سنائی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

بوئے پیراہن یوسف زجہاں گم شدہ بود
عاقبت سرز گریباں تو بیروں آورد

یوسف عادل کی بیماری

یوسف عادل شاہ نے اس غزل کو بہت پسند کیا اور گانے والے استادوں کو چھ ہزار ہون (جو تین سو سات عراقی تومان کے برابر ہوتے ہیں) شاہی خزانے سے انعام دیئے۔ بادشاہ نے اس حد تک عیش پرستی کی کہ اس کی صحت پر برا اثر پڑا۔ اس بے اعتدالی کی وجہ سے اسے کھانسی اور بخار بھی رہنے لگا اس بیماری نے طول کھینچا اور یوسف عادل پورے دو ماہ تک اسی جگہ یعنی دریائے کشنہ کے کنارے صاحب فراش رہا۔ وہ خود تو سراپردہ شاہی کے اندر رہتا اور غضنفر آقا دیوان خانہ میں بیٹھ کر امور سلطنت کو انجام دیتا۔

تمراج کی راپچور کی لشکر کشی

بادشاہ کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بدخواہوں کو انتشار پھیلانے کا موقع مل گیا اور ساری فوج میں یوسف عادل کی موت کی خبر پھیل گئی۔ یہ افواہ تمراج تک بھی پہنچی اور وہ اس کی تحقیق کیے بغیر ہی خوشی کے شادیانے بجانے لگا، اس نے دیگر حاکموں کے صلاح مشورے سے رائے زادہ کو ساتھ لے کر راپچور کا سفر اختیار کیا۔ یہ واقعہ ۸۹۸ھ کا ہے اس کے ہمراہ بیس ہزار سوار اور پیادے اور بیس ہزار ہاتھیوں کا لشکر جرار تھا۔

یوسف عادل کی صحت یابی

تمام مسلمان امراء اور فوجی سردار جن میں غنفر بیگ آقا بھی شامل تھا یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے، سب لوگوں نے سچے دل سے بادشاہ کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ بارگاہ خداوندی میں یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں یوسف عادل شاہ پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ اس نے خداوند تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے مدینہ منورہ، کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کے ان علماء اور سادات کو جو شاہی لشکر میں مقیم تھے اور اس کے لیے دعا گو تھے، بیس ہزار ہون عنایت کیے، خواجہ عبدالعزیز ہروی کو بھی بیس ہزار ہون عطا کیے گئے۔ خواجہ عبد اللہ، یوسف عادل شاہ کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سوار ہو کر سادہ سے دکن آیا تھا۔ یوسف نے عبد اللہ کو فوراً سادہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں جا کر وہ شہر میں ایک مسجد اور مینار تعمیر کروائے، نیز شہر کے بچوں کو بیچ ایک سرکھدوائے۔

تمراج سے مقابلے کی تیاری

یوسف عادل شاہ ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ تمراج دریائے تمندر را کو عبور کر کے شاہی لشکر گاہ کی طرف آ رہا ہے تاکہ بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ یہ خبر سن کر یوسف عادل نے فوج کے افسروں کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہو کر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی جب لشکر میدان میں یکجا ہوا تو یوسف عادل کو معلوم ہوا کہ فوج آٹھ ہزار دو اسپہ اور سہ اسپہ سواروں اور دو سو ہاتھیوں پر مشتمل ہے۔ یوسف نے غنفر بیگ آقا، مرزا جمانگیر، حیدر بیگ، داؤد خاں اور دیگر بہادروں سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ موجودہ لشکر دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔“ ان لوگوں نے بادشاہ کے خیال کی تائید کی اور شاہی لشکر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

معرکہ آرائی

یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر سے کچھ فاصلے پر اپنے خیمے گاڑے اور میدان جنگ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا تاکہ خندق کھودنے میں آسانی رہے۔ تمام لشکریوں نے بڑی احتیاط اور خوش اسلوبی کے ساتھ بارہ روز اسی جگہ قیام کیا، لیکن جب لڑائی کا موقع آیا تو یہ احتیاط اور خوش اسلوبی باقی نہ رہی۔ ہوا یوں کہ ماہ رجب ۸۹۸ھ کو ہفتے کے روز جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی حملے میں بجائے ہندوؤں کے مسلمان لشکری میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔

مسلمانوں کے تقریباً پانچ سو سپاہی مارے گئے، یوسف عادل شاہ نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اس نے حکم دیا کہ نثارہ بجا کر منتشر سپاہیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی نثارے کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے مرزا جمانگیر قتی پانچ سو مغل سواروں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد داؤد خاں بھی سات ہزار افغان اور راجپوت لشکریوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان لشکریوں کے آجانے سے یوسف عادل شاہ کو بڑی تقویت پہنچی اور وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بنانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سلاحداروں کا سردار جس کا نام سوئے چک تھا اس کے پاس آیا اور کہا۔

”میں لڑائی کے دوران میں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا دشمنوں نے میرا تمام مال و اسباب ہتھیار اور گھوڑا وغیرہ

پھین لیے۔ میں پیادہ پانی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے، مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔“

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں، کچھ پیادوں، بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آگیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے، مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی، ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے، لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامان غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں، ایک ہزار گھوڑوں، تین کروڑ ہون، جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجا نگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجا نگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجا نگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں راجپور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد، یوسف عادل، کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں، جو اسماعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجا نگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نغارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار برکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجا پور کی عظمت مسلم ہے، میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے ہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج، یوسف عادل شاہ کے قریب میں آگیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج، رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔ یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا، اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا، یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجا نگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ کتنی لے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو یہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

پھین لیے۔ میں پیادہ پانی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے، مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔“

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں، کچھ پیادوں، بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آگیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے، مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی، ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے، لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامان غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں، ایک ہزار گھوڑوں، تین کروڑ ہون، جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجا نگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجا نگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجا نگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں راجپوت اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد، یوسف عادل، کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں، جو اسماعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجا نگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نغارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار تہ کی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجا پور کی عظمت مسلم ہے، میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے ہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج، یوسف عادل شاہ کے قریب میں آگیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج، رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔ یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا، اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا، یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجا نگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ کتنی لے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو یہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

مدگل اور راپتور کی فتح

ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ یوسف عادل شاہ کے ہاتھ آ گئے اس نے اسی دن سوئے چک کو درجہ امارت پر فائز کر کے ”بہادر خاں“ کا خطاب دیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون اسے عطا کیے۔ سوئے چک کو راپتور اور مدگل کے قلعے کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا۔ سوئے چک نے بڑی عمدگی سے چالیس دن کے اندر اندر قلعہ فتح کر لیا۔ یوسف عادل شاہ ان واقعات کے بعد اپنے ملک میں واپس آ گیا۔

بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی

یوسف عادل شاہ نے مال غنیمت میں سے چند تحفے (ایک زربفت کا مرصع حاشیوں والا نکرہ، چار گھوڑے اور دیگر سامان) سلطان محمود شاہ بہمنی کی خدمت میں روانہ کیے۔ بیجا نگر کی فتح کے بعد یوسف عادل شاہ نے بہادر گیلانی کی سرزنش اور قلعہ جام کھنڈی قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف اس مہم پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ محمود شاہ گجراتی کا ایک قاصد بہادر گیلانی کی شکایت لے کر محمود شاہ بہمنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شکایت یہ تھی کہ بہادر گیلانی کے ملازموں نے گجرات کے ایک جہاز کو جو مکہ معظمہ کی طرف جا رہا تھا لوٹ لیا۔

محمود شاہ بہمنی کی مدد

محمود گجراتی نے اپنے ہم نام بہمنی فرماں روا کو یہ پیغام بھجوایا ”اگر تم ان لیروں کو راہ راست پر نہیں لاسکتے ہو تو پھر ہم سب سے درخواست کرو ہم اپنے ایک سردار کو بھیج کر ان لیروں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔ محمود بہمنی نے قاسم برید ترک کے مشورے سے امیر عبد الملک شتری کو یوسف عادل شاہ کے پاس بھیجا اور بہادر گیلانی کی سرزنش کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف عادل تو یہی چاہتا تھا اس نے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا، اس کے دو فائدے تھے ایک تو یہی کہ بہادر گیلانی کا خاتمہ ہو جائے جس کا وہ پہلے ہی خواہاں تھا، دوسرے یہ کہ محمود بہمنی اس کا ممنون کرم ہوتا، یوسف نے پانچ ہزار تجربہ کار سواروں کو سردار کمال خاں دکنی کی نگرانی میں محمود بہمنی کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی کا فرار

بہادر گیلانی یوسف عادل شاہ کے ارادوں سے باخبر تھا اس لیے وہ جام کھنڈی کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ محمود بہمنی نے دریا کو پار کر کے اس پر حملہ کر دیا بہادر گیلانی بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور نلگوان کی طرف بھاگ گیا، محمود نے جام کھنڈی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کو جب دو تین ماہ گزر گئے تو اہل قلعہ نے تنگ آ کر پناہ مانگی اور اس طرح یہ قلعہ بہمنی حکومت کے قبضے میں آ گیا۔

جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت

محمود بہمنی نے اس قلعے کو قطب الملک خواجہ جہاں ہمدانی کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن قاسم برید نے بادشاہ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا۔ ”یہ قلعہ ہمیشہ یوسف عادل شاہ سے متعلق رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی دل جوئی کے لیے اس قلعہ کو عادل شاہی حکمرانوں کے حوالے کر دیا جائے۔“ محمود شاہ نے قاسم برید کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور جام کھنڈی کا قلعہ کمال خاں دکنی کے حوالے کر دیا۔

بہادر گیلانی کی موت

بہادر گیلانی کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یوسف عادل شاہ دوسری طرف سے اس کے علاقے پر حملہ آور نہ ہو لہذا اس نے قصبہ کلند

میں قیام کیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ محمود بہمنی اس کی سرکوبی کے لیے آرہا ہے تو وہ مجبوراً کلہر اور پنالہ کی طرف چلا گیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ محمود شاہ بہادر گیلانی گئے صدر مقام پہنچا اور وہاں لڑائی شروع کر دی۔ گیلانی کے بہت سے امیروں نے محمود شاہ کی اطاعت کا دم بھرا اور اپنے آقا سے منہ موڑ کر محمود سے مل گئے۔ اسی دوران میں بہادر گیلانی دوبارہ سال سے اپنی بہادری کا ڈنکا بجا رہا تھا راہی ملک عدم ہوا۔

محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد

محمود بہمنی دریا کے کنارے کنارے سیر کرتا ہوا بیجاپور کی حدود میں پہنچا، یوسف عادل شاہ نے غنفر بیگ اور دیگر امراء کے گروہ کو محمود کے پاس بھیجا اور اس سے بیجاپور آنے کی درخواست کی، محمود نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس نے قاسم برید کے مشورے سے اپنے لشکر کو تو احمد آباد بیدر روانہ کر دیا اور خود مخصوص اراکین سلطنت کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ نے محمود کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔

قاسم برید کی شکایت

محمود شاہ نے ارک کے قلعے میں جو حال ہی میں بنایا گیا تھا قیام کیا، یوسف عادل شاہ نے دس روز تک بڑے شاہانہ طریقے سے محمود کی مہمان نوازی کی۔ نیز میں ہاتھی، پچاس گھوڑے اور بہت سے دوسرے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ محمود نے صرف ایک ہاتھی قبول کیا اور باقی تمام چیزیں واپس کر دیں۔ محمود نے خفیہ طور پر یوسف عادل شاہ کو کہلا بھیجا ”میں تمہارے تحائف قبول کرتا ہوں لیکن ان کو میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بیدر پہنچتے ہی قاسم برید ان پر قبضہ کرے گا لہذا بہتری یہ ہے کہ تم فی الحال ان تحفوں کو اپنے پاس ہی رکھو اور مجھے قاسم برید کے پنجے سے نجات دلانے کی کوشش کرو اس کے بعد یہ چیزیں میں تم سے لے لوں گا۔“

محمود شاہ کی روانگی

یوسف عادل شاہ کو یہ پیغام ملا اگر وہ چاہتا تو اسی وقت قاسم برید کو ختم کر سکتا تھا کیونکہ وہ اس وقت اس کے علاقے میں تھا لیکن یوسف نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس نے محمود شاہ کو یہ جواب بھیجا۔ ”قاسم برید کو ختم کرنا بغیر فتح اللہ عماد الملک اور احمد نظام بحری کی مدد کے مشکل ہے، میں تمنا کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ اس وقت تو اپنے پایہ تخت کو تشریف لے جائیں میں ان دونوں امراء کو ہموار کر کے بیدر میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔“ یوسف عادل شاہ نے خفیہ طور پر پچاس ہزار ہون محمود کو بھجوا دیئے نیز قاسم برید اور قطب الملک ہمدانی کو بیش قیمت تحفوں سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد محمود اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے

۹۰۱ھ میں دستور دینار حبشی خواجہ سرا نے بھی حکمرانی کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے، اس نے حسن آباد، گلبرگ، ساغرامینگر، اللہ اور کنبونی وغیرہ تمام قلعوں اور پرگنوں پر جو اس کے زیر اثر تھے مستقل طور پر قبضہ کر لیا اور خود مختار حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دستور دینار کی اصل خواہش یہ تھی کہ دکن کے سکھ اشرفی پر حبش کی سیاہی چڑھائی جائے اور وہ صاحب سکھ ہو جائے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے نظام الملک بحری سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اسے یہ پیغام بھیجا۔

دستور کی خود مختاری

فتح اللہ عماد الملک نے یوسف عادل شاہ کی مدد سے برابر پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی ہے۔ اسی طرح اگر میں بھی آپ کی عنایت سے شاہانہ حکومت قائم کر لوں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہو گی۔ ”نظام الملک دستور دینار حبشی کو منہ بولا بیٹا بنا چکا تھا اس لیے مجبوراً اس نے دستور کا خیال کیا اور اسے ملک میں اپنا سکھ اور خطبہ جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ دستور نے اسے نام کا خطبہ د

سکہ جاری کرنے کے بعد قاسم برید کے عاملوں کو ملک سے نکال دیا اور بہت سے ایسے حصوں پر بھی قبضہ کر لیا جو بیدر کے زیر حکومت تھے۔

یہ عالم دیکھ کر قاسم برید بہت پریشان ہوا اس نے محمود شاہ کو یوسف عادل شاہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا، محمود شاہ نے اس رائے پر عمل کیا اور یوسف عادل کو مدد کے لیے پیغام بھجوایا۔ یوسف عادل نے محمود کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا اور غنغریلک کو اپنے چند معتمد امراء کے ساتھ اس کے ساتھ بھیجا اور یہ کہلوا یا۔ ”اگر میں خود آیا تو میری آمد کی خبر سن کر نظام الملک بھی دستور کی مدد کے لیے میدان میں آجائے گا اور یوں سارا معاملہ بگڑ جائے گا۔ اس لیے آپ میری غیر حاضری کو نافرمانی یا سرکشی پر محمول نہ کریں۔“

دستور کی سرزنش کے لیے یوسف عادل کی روانگی

اس کے فوراً بعد ہی یہ اطلاع ملی کہ خواجہ جہاں دکنی کو جو بہادری میں سارے ملک میں مشہور تھا، نظام الملک نے دستور کی مدد کے لیے روانہ کیا ہے۔ اور وہ بہت تیزی سے اس طرف آرہا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے ساتھ احمد نگر کی فوج کا بہترین حصہ ہے نیز یہ بھی اطلاع ملی کہ خود نظام الملک بھی پایہ رکاب ہے اور موقع کا منتظر ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یوسف عادل شاہ اپنی روانگی کو بھی ضروری سمجھ کر فوراً چل دیا اور اپنے لشکر سے جا ملا، یوسف نے قاسم برید کو بھی طلب کیا اور دونوں مل کر دستور دینار کی سرزنش کے لیے روانہ ہوئے۔

معرکہ آرائی

دستور دینار اپنے خاصہ کے آٹھ ہزار اور بارہ ہزار ملک احمد نظام الملک، بحری کے فرستادہ سواروں کو ساتھ لے کر خواجہ جہاں کے ہمراہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اگرچہ دستور دینار نے بڑی جرات اور بہادری سے کام لیا، لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ قاسم برید نے محمود شاہ سے دستور دینار کے قتل کا فرمان لے کر اس بدترین دشمن کو قتل کرنا چاہا، لیکن یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے دستور کی سفارش کر کے اس کی جان بخشی کروادی نیز اس کی جاگیر حسن آباد گلبرگہ پر اسے بحال کروا دیا۔ یوسف عادل شاہ محمود سے ملاقات کیے بغیر ہی عازم بیجاپور ہوا اور دستور دینار نے بھی اپنی جاگیر کی راہ لی۔

شنزادہ احمد کی شادی کا ارادہ

۹۰۳ھ میں محمود شاہ نے اپنے بیٹے شنزادہ احمد کی شادی یوسف عادل شاہ کی شیر خوار لڑکی بی بی ستی سے کرنے کا ارادہ کیا، اس تقریب کے انعقاد کے لیے گلبرگہ کا انتخاب کیا گیا۔ محمود شاہ اور یوسف عادل دونوں اپنے اپنے علاقوں سے گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان فرمانرواؤں کی آمد کی وجہ سے دستور دینار خوفزدہ ہوا۔

دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ

انہیں دنوں یوسف عادل نے محمود شاہ سے یہ درخواست کی۔ ”چونکہ میرے اور آپ کے مقبوضات کے درمیان دستور دینار کی جاگیر کا علاقہ حائل ہے اس لیے میں قاسم برید کا خاتمہ کرنے سے معذور ہوں۔ اگر آپ قاسم کے جال سے باہر نکلنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج یہی ہے کہ آپ دستور دینار کی جاگیر بھی میرے حوالے کر دیں۔ تاکہ میں وہاں لائق اور تجربہ کار سرداروں کو متعین کر کے کسی وقت حملہ کروں اور قاسم برید کو عین بے خبری کے عالم میں گرفتار کر لوں۔ یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہو سکتا ہے کہ نظام الملک، بحری کو اس کی اطلاع بعد میں ہوگی اور اس وقت وہ قاسم برید کی مدد کرنے سے معذور ہوگا۔ محمود شاہ نے یوسف عادل کی درخواست منظور کر لی اور یوں دستور دینار کی جاگیر اور خزانے وغیرہ پر یوسف عادل کا قبضہ ہو گیا۔

قاسم برید کا فرار

دستور نے قاسم برید کے دامن میں پناہ لی، اس موقع پر قطب الملک ہمدانی نے بھی یوسف عادل کا ساتھ دیا۔ قطب الملک کی مخالفت کی وجہ سے قاسم برید بہت زیادہ خائف ہوا وہ دستور دینار، خواجہ جہاں دکنی اور دیگر دکنی امراء کو ساتھ لے کر محمود شاہ سے علیحدہ ہو گیا اور بیدر سے فرار ہو کر اندر میں پناہ گزین ہوا۔ یوسف عادل شاہ، قطب الملک کو ساتھ لے کر دشمنوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔

قاسم برید کی شکست

فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ دشمنوں کے لشکر کا ہر امیر شکست کھا کر کسی نہ کسی طرف بھاگ گیا۔ لڑائی کے بعد میدان جنگ ہی میں ایک غالیچہ بچھایا گیا اور اس پر محمود جہمنی اور یوسف عادل شاہ نے بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ دونوں فرماں رواؤں میں یہ طے پایا کہ دوسرے سال احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی پر حملہ کر کے قاسم برید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

چونکہ اس معرکہ آرائی میں ملک الیاس مارا گیا تھا اس لیے یوسف عادل شاہ نے اس کی جاگیر اور منصب اس کے بیٹے میاں محمد کو بخش دی اور ”عین الملک“ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد یوسف عادل، محمود شاہ سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آ گیا۔

دستور دینار پر حملہ

دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے دستور دینار کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ احمد نظام الملک جلد از جلد دستور کی مدد کے لیے آ گیا۔ یوسف بیدر کے نواح میں پہنچا اور قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عمادی سے مدد کا طالب ہوا۔ احمد نظام الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ طول پکڑ رہا ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر احمد نگر واپس آ گیا۔

یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی

اس واقعہ کے دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے بڑی دانش مندی اور دور اندیشی سے کام لیا اور احمد نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اپنی مملکت کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف نے نظام الملک کو یہ پیغام بھیجا ”اس وقت موقع ہے کہ تمام فرماں روا دکن کے مختلف حصوں پر قبضہ کر کے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کریں۔ تمہیں چاہیے کہ جلد از جلد دولت آباد، رھور، کالہ، پونہ اور چھاکہ پر قبضہ کر لو۔ میں دستور دینار اور عین الملک کے پرگنوں کو اپنی تحویل میں لے لوں گا۔ خداوند جہاں جہشی کی جاگیر پر عماد الملک قابض ہو جائے۔ قطب الملک تنگانہ کو فتح کر لے، بیدر کا علاقہ مع اس کے مضافات کے قاسم برید کے قبضہ میں رہے اس کے بعد ہم لوگوں کو باہمی اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیے اور آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔“

دکن میں انتشار

راقم الحروف مورخ ”فرشتہ“ عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے دکن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطنت جہمنی کی بنیادیں جب کمزور ہوئیں تو ملک کے صوبہ داروں نے خود مختاری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ جو شخص جس جگہ تھا وہیں اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن میں گیارہ خود مختار حاکم پیدا ہو گئے اس اجمال کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

گیارہ خود مختار حاکم

۱- یوسف عادل شاہ

۲- احمد نظام الملک

۱- یوسف عادل شاہ

۲- احمد نظام الملک

۳۔ فتح اللہ عماد الملک

برار میں

۴۔ قطب الملک ہمدانی

تلنگانہ میں

۵۔ بہادر گیلانی

اس نے بیجاپور کے مشرق میں دریائے شور کے کنارے تک کے مشہور پرگنوں مرچ و کلہر وغیرہ پر قبضہ کر رکھا تھا نیز پنالہ اور کودہ وغیرہ مضبوط قلعوں کا مالک تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک الیاس اور الیاس کی وفات کے بعد میاں محمد بن الیاس ان علاقوں کا حاکم ہوا۔

۶۔ دستور دینار
بیجاپور کے جنوب میں نہر بحسوارہ اور بیدر کے درمیانی پرگنوں گنجوئی، اندرا اور حسن آباد گلبرگہ وغیرہ پر قابض تھا۔

یہ پرندہ اور شولاپور کے قلعوں اور اس علاقے کے دیہاتوں اور پرگنوں پر قابض تھا۔

پونہ، جھاکیہ، مچادکوندہ اور قلعہ وندرا چوری کا حاکم تھا۔

یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور دولت آباد کے قلعے کو سنبھالے بیٹھے تھے۔

برار میں فتح اللہ عمادی کا دشمن تھا اور کلم اور قلعہ مالیور پر حاکم تھا۔

پایہ تخت بیدر پر حاکم تھا۔

۷۔ خواجہ جہاں دکنی

۸۔ زین الدین علی ناس

۹۔ ملک وجیہ ملک اشرف

۱۰۔ خداوند خاں حبشی

۱۱۔ قاسم برید ترک

عین الملک کی طلبی

قصہ مختصر یہ کہ نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یوسف عادل شاہ نے سب سے پہلے میاں محمد عین الملک کو بلانے کے لیے فرمان ارسال کیا۔ یہ فرمان دیکھتے ہی عین الملک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اس نے یوسف عادل کو لکھا۔ ”میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ فرماں روائے بیجاپور مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرے۔“ عین الملک نے ایک ہفتے تک اپنے مستقر قلعہ کودہ میں عیش و عشرت کا جشن منعقد کیا اور اس کے بعد چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیجاپور روانہ ہو گیا۔

دستور دینار کی تشویش

عین الملک یوسف عادل شاہ کے پایہ تخت پہنچا۔ عادل شاہ نے عین الملک کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے تازی گھوڑے تحفہ دیئے نیز گراں بہا خلعت سے سرفراز کیا۔ عین الملک سے یوسف عادل کے اس سلوک کو دیکھ کر دستور دینار حبشی نے بھانپ لیا کہ دکن میں پھر کوئی سیاسی انقلاب آنے والا ہے۔ دستور نے امیر برید کو جو کچھ ہی دنوں سے اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا لکھا۔ ”تمہیں چاہیے کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلو اور میری اعانت کو اپنا فرض سمجھو۔“

امیر برید کو جب دستور دینار کا خط ملا تو اس نے اسی وقت دینار کی مدد کے لیے تین ہزار سوار روانہ کر دیئے۔ دستور نے دشمن کا قلع قمع کرنے کا پورا پورا ارادہ کر لیا اور نہر بھیرہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا۔ خواجہ جہاں دکنی بھی دستور دینار کی طرح حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے یوسف عادل شاہ اور احمد نظام الملک کے دوستانہ مراسم کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ ان دونوں نے اس کے خلاف مشورے کیے ہیں لہذا وہ ان دونوں سے ناراض ہو کر دستور دینار کا حلیف ہو گیا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

دستور کی جنگی تیاریاں

ان دنوں احمد نظام الملک دولت آباد کی فتح میں مصروف تھا اور سلطان محمود گجراتی کی طرف سے ہنگامہ خیزی کا خطرہ تھا خواجہ جہاں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پانچ ہزار کا لشکر لے کر دستور دینار سے جا ملا۔ دستور کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ تھی اور وہ خوب بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا۔ یوسف عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے آئندہ کالائچہ عمل بنانا شروع کیا۔ اگرچہ دشمن کی

عسکری قوت یوسف عادل شاہ سے کہیں زیادہ تھی، لیکن اس نے جنگ کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں اور اس لڑائی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھا۔

یوسف عادل کا مقابلے کے لیے نکلنا

یوسف عادل نے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور بڑی فراخ دلی سے لشکریوں میں بیجاپور کا مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور وہ ترک و احتشام کے ساتھ اپنا لشکر لے کر دستور دینار کے مقابلے پر نکلا۔ یوسف نے دشمن سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب کیے ایک دن تو اس نے اپنی لشکر گاہ میں قیام کیا اور دوسرے دن لشکر کو تیار کر کے یوسف خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا، یوسف نے دو ہزار تیر اندازوں اور اتنے ہی نیزہ بازوں کو منتخب کیا اور ان میں ہر ایک کو شاہانہ نوازشات سے سرفراز کیا۔ غنفر آقا کو اس جماعت کا سردار بنا کر ان لوگوں کو بطور مقدمہ لشکر آگے آگے روانہ کیا۔

یوسف کی حکمت عملی

یوسف عادل شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو جنگ کرنے میں عجلت اور پہل سے منع کر دیا اور ہدایت کی کہ دشمن کے قریب پہنچ کر پہلے صلح کا پیغام دیا جائے۔ یوسف نے غنفر آقا کو یہ کہا ”سب سے پہلے تم کسی معتمد امیر کو دستور دینار کے پاس بھیج کر اسے عادل شاہی حکومت کے حلقہ اطاعت میں آنے کا پیغام دینا اور اسے یقین دلانا کہ اگر عین الملک کی طرح وہ بھی عادل شاہی حکومت کا حلیف ہو جائے گا تو جوے آرام اور چین سے زندگی بسر کرے گا۔“

غنفر آقا کی روانگی

یوسف نے یہ تاکید بھی کی کہ اگر اس پیغام کو سن کر دستور دینار راہ راست پر آجائے تو اچھا ہے ورنہ اس کی تباہی و بربادی میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔ غنفر نے یوسف عادل شاہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا وہ دشمن سے ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور اس نے دستور دینار کو اطاعت و فرماں برداری کی تلقین کی۔ دستور کی قسمت میں درد کی گدائی لکھی تھی اس لیے اس نے غنفر آقا کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور غنفر سے مقابلہ کرنے کے لیے چھ ہزار سواروں کے ساتھ آگے بڑھا۔ غنفر نے جان لیا کہ یہ جیسی صلح و آشتی سے سیدھے راستے پر نہ آئے گا اس کا علاج کچھ اور ہی ہے۔ لہذا وہ بھی فوج کو لے کر دستور کے مقابلے پر آگے بڑھا۔

دستور دینار کی شکست

دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا، ایک زبردست جنگ کے بعد دستور دینار کو شکست ہوئی اور غنفر آقا کامیاب و کامران ہوا۔ قاصدوں نے اس فتح کی خبر جلد از جلد یوسف عادل تک پہنچائی۔ یوسف نے یہ خوشخبری سن کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کامیابی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھ کر اور دستور دینار کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور جلد ہی اپنے مقدمہ لشکر سے جا ملا۔

دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں

یوسف عادل نے اپنے مقدمہ لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ مہمند پر غنفر آقا، میسرہ پر حیدر بیگ ترمذی اور قلب لشکر پر مرزا جہانگیر بیگ قتی کو متعین کیا گیا۔ اس کے بعد یوسف خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا اور اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو کر سپاہیوں میں سامان جنگ تقسیم کرنے لگا۔ دستور نے میدان جنگ میں جگہ جگہ مست ہاتھی کھڑے کیے اور توپ و تفنگ کے آلات اپنی فوج کے سامنے نصب کر کے ہندوستانی دستور کے مطابق فوج کر ترتیب دیا۔

دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح

طرفین جب اچھی طرح تیار ہو گئے تو معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے بڑی جرات و دلیری سے کام لیا اور میدان جنگ کو میدان حشر بنا کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے مرزا جہانگیر بیگ قتی قلب لشکر سے نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دشمن کے بے شمار سپاہیوں کو یہ تیغ کیا اس کے بعد غنفر بیگ اور حیدر بیگ مہمہ اور میسرہ سے نکل کر دشمن کی طرف بڑھے، ایک ساتھ ہو کر دشمن کو جنگ کا مزہ چکھاتے رہے۔ آخر کار یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ چمکا اور دستور اس لڑائی میں کام آیا۔ دستور کی فوج حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی اور یوں یوسف عادل کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

فتح کی خوشی

غنفر بیگ کے ماتھے پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے کاری زخم آیا اس نے اس زخم کی کوئی پروا نہ کی اور امراء کو ساتھ لے کر یوسف عادل شاہ کو مبارک باد دینے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تمام امراء اور لشکر فتح کی خوشی میں یوسف عادل شاہ پر دولت اور زور و جاہر نثار کرنے لگے۔ اور اس کی عمر و اقبال کی ترقی کی دعائیں مانگنے لگے، یوسف نے اپنے بھائی غنفر آقا کو گلے سے لگایا اور خود اپنے ہاتھ سے اس کی مرہم پٹی کی۔ غنفر کو بہت ملکہ زخم آیا تھا۔ اگرچہ اس کے علاج میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن کوئی تجویز کار گر نہ ہوئی اور تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا۔

غنفر بیگ کا انتقال

غنفر بیگ کی موت یوسف عادل شاہ کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھی، اسے عزیز بھائی کی دائمی مفارقت کا بے انتہا غم ہوا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ یوسف اور غنفر حقیقی بھائی تھے۔ بعض انہیں رضاعی بھائی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غنفر، یوسف عادل کی جلا وطنی کے بعد روم سے سادہ آیا اور پھر سادہ سے ہندوستان میں وارد ہوا۔ قصہ مختصر یوسف کو غنفر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور کئی روز تک ماتم کرتا رہا جب ذرا طبیعت بہلی تو وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔

یوسف نے دستور کے پرگنوں حسن آباد، گلبرگہ، ساغر اور آہنک وغیرہ پر قبضہ کر لیا، ان پرگنوں کو اس نے اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور کی طرف واپس ہوا۔ وہاں پہنچ کر یوسف نے اپنے امراء و اراکین سلطنت کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ مرزا جہانگیر قتی اور حیدر بیگ کو جنہوں نے دستور سے جنگ کرنے میں بڑی سرفروشی سے کام لیا تھا اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا گیا۔

مجلس جشن

۹۰۸ھ میں یوسف عادل شاہ نے ایک مجلس جشن منعقد کی اس مجلس میں سید احمد حیدری اور دیگر شیعہ علماء کو مدعو کیا گیا۔ ان سب کے سامنے یوسف نے کہا: ”اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں جب کہ میں جلا وطن ہو کر بازاروں میں بکتا پھر رہا تھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے خواب میں مجھے یہ بشارت دی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے قعر مذلت سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھائے گا۔ حضرت خضر نے مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ میں عنان اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنے خدا کو فراموش نہ کروں، ہمیشہ سادات کرام اور محبان اہل بیت کی عزت و توقیر کروں اور شیعہ مذہب کو دنیا میں پھیلانے کی زندگی بھر کوشش کرتا رہوں؟“

شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد

میں نے اس خواب کی وجہ سے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ بادشاہت کے درجے پر پہنچ کر بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کروں گا اور شیعہ مذہب کو رواج دوں گا۔ اس کے علاوہ تمراچ کی شورشوں اور ہنگاموں کے زمانے میں جب کہ ملک اور سلطنت میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے، میں نے دوبارہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اگر میں دشمن پر غالب آ گیا تو ملک میں شیعہ مذہب کو

رواج دینے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔

مخاطب گروہ کی رائے

یہ تقریر کرنے کے بعد یوسف عادل شاہ نے اہل دربار سے ان کی رائے پوچھی، بعضوں نے بادشاہ کے خیال کو درست اور مبارک کہہ کر پوری پوری تائید کی، لیکن ایک گروہ نے احتیاط اور دور اندیشی کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض کیا کہ۔ ”ابھی حضور کو حکومت قائم کیے ہوئے تھوڑا سا زمانہ ہی گزرا ہے۔ سلطنت کے اصل وارث محمود شاہ، ہمہنی کو ابھی برائے نام بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے، مزید برآں احمد نظام الملک، بحری اور فتح اللہ عمادی جیسے نامی گرامی امراء سنی مذہب کے پیرو ہیں، خود حضور کے بہت سے عسکری سردار چار خلفاء کو مانتے اور حنفی عقیدہ رکھتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی مذہب کے اعلان سے ملک میں کوئی نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے۔

شاہ ایران کی مثال

یوسف عادل شاہ نے اس دور اندیش جماعت کی رائے کو بہت غور سے سنا، تھوڑی دیر تک سوچا اور پھر کہا۔ ”چونکہ میں خداوند سے عہد کر چکا ہوں اس لیے میں بد عہدی کو اپنا شعار نہ بنا سکوں گا، اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں گی ان کو حل کرنے میں خدا ہی میری مدد کرے گا۔“ اتفاق سے اسی زمانے میں ایران میں شاہ اسماعیل صفوی بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ جاری کر کے ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوسف عادل شاہ، یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے ارادے پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا خطبہ

اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں بروز جمعہ یوسف عادل شاہ قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا۔ مدینہ منورہ کا ایک صحیح النسب سید خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر گیا، سب سے پہلے تو آذان میں کلمہ ”علیہا ولی اللہ“ کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے باقی صحابہ کرام کے اسماء نکال دیئے گئے۔

عادل شاہ کی احتیاط

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ یوسف عادل شاہ پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوستان میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ملک میں شیعہ مذہب کو رائج کیا، لیکن ان حالات میں بھی شیعوں کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرتے۔ یوسف عادل نے بڑی احتیاط سے کام لیا اس وجہ سے تعصب کو فروغ نہ ہو سکا اور شیعہ اور سنی ایک دوسرے سے گھل مل کر رہنے لگے۔

مذہبی اتحاد

یوسف کے عہد حکومت میں شیعہ مذہب کے رواج کے بعد شیعہ، حنفی اور شافعی علماء ایک دوسرے سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ اور آپس میں کسی قسم کا بغض اور کینہ نہیں رکھتے تھے۔ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں خداوند تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے۔ کوئی شخص اپنے فرقے کی فضیلت اور دوسرے کے فرقے کی توہین کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ علماء اور مشائخ اس اتحاد و یک جہتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور اس مذہبی اتحاد کو یوسف عادل شاہ کی حکمت عملی کا بہترین نتیجہ سمجھتے تھے۔

ایک عجیب و غریب قصہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اس موقع پر ایک عجیب و غریب اور معنی خیز قصہ یاد آ گیا ہے، قارئین کرام کی تفریح طبع کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدین نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے وہ بہت ہی عقل مند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری میں تو وہ مسلم الثبوت استاد تھے، مناقب اہل بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے، ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خرید داروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہل فارس کو ان کی بزرگی حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر پورا بھروسہ تھا۔ اور حتی الامکان ان کی پوری تعمیل کرتے تھے۔ ایک روز سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ ”موجودہ مذہبوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے؟“ مولانا نے جواب فرمایا۔ ”بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں، جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہو گا، وہ بادشاہ کی زیارت سے محفوظ ہو گا، جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری اور رباریابی کی اہلیت پیدا کرنا چاہیے، یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔“

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا۔ ”ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے؟“ مولانا نے جواب دیا۔ ”اچھے کردار کا انسان، خواہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔“ بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔ شیخ فرید الدین عطار نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امراء کی ناراضگی

الغرض یوسف عادل شاہ نے جب خطبہ پڑھا اور شیعہ مذہب کو جاری کیا تو مشہور مثل ”الناس علی دین ملوکھم“ کے مصداق بہت سے امیروں نے یہ مذہب اختیار کر لیا، لیکن امراء کا ایک گروہ جو بہت پکاسنی اور حنفی المذہب تھا اپنے آبائی دین پر قائم رہا۔ میاں محمد عین الملک، دلاور خاں حبشی اور محمد خاں سیستانی وغیرہ بادشاہ کی اس تبدیلی مذہب سے بہت ناراض ہوئے۔ عین ممکن تھا کہ یہ لوگ کھلے بندوں یوسف عادل شاہ کی مخالفت کر کے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے کہ یوسف نے بلا کر انہیں اچھی طرح سمجھایا اور کہہ

یوسف عادل کا نقطہ نظر

”مذہب کا معاملہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے جس شخص کا جو رجحان ہوتا ہے وہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ہمیں ہمارے مذہب پر رہنے دو اور تم خود اپنے مذہب کے والد و شیدائے ہو۔ مذہب کے اختلاف کو سیاسی مخالفت کی بنیاد نہ بناؤ۔“ الغرض ان امراء کو یوسف نے اچھی طرح سمجھا سمجھا کر رخصت کر دیا۔

عین الملک کی معزولی

جو امراء یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو چکے تھے ان میں میاں محمد عین الملک بہت قوی اور صاحب اقتدار تھا۔ یوسف عادل کو اس امیر سے کچھ خوف پیدا ہوا لہذا ازراہ احتیاط اس نے عین الملک کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا، اس کی جاگیر جو بہادر گیلانی کے جد اسے عطا ہوئی تھی ضبط کر لی گئی اور اس کی بجائے اہلکری اور بلکوان کے پر گئے عطا کیے گئے۔

مذہب آزاد

یوسف عادل نے تمام حنفی المذہب امراء کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جاگیروں میں اپنے عقیدوں کے مطابق اذان دیں۔ اس کے علاوہ یوسف نے تمام حکام کو یہ فرمان بھیجا دیا کہ وہ اہل سنت کے طریقہ عبادت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے

بڑی احتیاط سے کام لیا جگہ جگہ ہر کارے مقرر کیے جو ذرا ذرا سی باتوں کی بادشاہ کو اطلاع کرتے۔
نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ

اسی دوران میں احمد نظام الملک بحری اور قاسم برید جو بڑے پکے حنفی المذہب تھے یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو گئے۔ ان دونوں نے مل کر بیجاپور پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے قاسم برید نے گنجوئی کا پرگنہ اور دوسرے قصبوں پر (جو عادل شاہ کے قبضے میں آنے سے پہلے دستور دینار کی تحویل میں تھے) قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد احمد نظام الملک نے ایک قاصد بیجاپور روانہ کیا اور یوسف عادل شاہ سے نذر رک کا قلعہ طلب کیا جو پہلے دستور دینار کے قبضے میں تھا۔ یوسف اگرچہ اپنے متعدد عسکری امراء سے مطمئن نہ تھا، لیکن اس نے نظام الملک کے قاصد کو بہت سخت جواب دیا۔ نظام الملک کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں اور گنجوئی کے نواح پر حملہ کر کے اس پرگنہ کے قرب و جوار کو اپنے قبضے میں لے آیا۔

محمود شاہ کا ارادہ جنگ

محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کے مشورے سے گرد و نواح کے فرماں رواؤں کے پاس قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔ ان فرماں رواؤں میں قطب الملک، فتح اللہ عماد الملک، خداوند خاں حبشی اور ملک احمد نظام الملک بحری تھے۔ ان لوگوں سے یوسف عادل کا مقابلہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خاں حبشی ایک دوسرے سے رنجیدہ اور خائف تھے اس لیے انہوں نے محمود شاہ سے معذرت طلب کی اور اپنے علاقوں سے باہر نہ نکلے۔

قطب الملک ہمدانی اگرچہ بباطن شیعہ تھا اور اس مذہب کی اشاعت و ترویج کا دل و جان سے خواہاں تھا، لیکن مصلحت وقت سے مجبو ہو کر تلنگانہ کے امراء کے ساتھ محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک احمد نظام الملک بحری بھی خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ اور زین خاں حاکم شولا پور کو ساتھ لے کر بارہ ہزار سواروں اور ان گنت توپ خانوں کے ساتھ احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

یوسف کی پریشانی

محمود شاہ بہمنی بھی تلنگانہ کی فوج کو تیار کر کے امیر برید کے ساتھ پایہ تخت سے روانہ ہوا اور احمد نگر کی فوج سے دو کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ محمود شاہ کے ساتھ اتنا بڑا لشکر دیکھ کر یوسف عادل شاہ قدرے پریشان ہوا۔ اس نے اپنے پانچ سالہ بیٹے شہزادہ اسماعیل کو کمال خاں دکنی اور دیگر قابل اعتبار امراء کے ساتھ بیجاپور روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ تمام ساز و سامان اور خزانہ بھی بیجاپور بھجوا دیا۔

یوسف عادل کی روانگی بئیر

یوسف نے دریا خاں اور فخر الملک کو حسن آباد گلبرگہ کی مہم پر نامزد کیا۔ اور خود عین الملک کے ساتھ چھ ہزار تجربہ کار سواروں کو لے کر بئیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس پر گئے میں پہنچ کر یوسف نے دیہاتوں اور قصبوں کو نذر آتش کرنا شروع کر دیا۔ احمد نظام الملک بحری نے جب اپنی جاگیر کو اس طرح تباہ و برباد ہوتے دیکھا تو وہ محمود شاہ کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد یوسف شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ

یوسف عادل شاہ دشمن کی سرگرمیوں کی وجہ سے سخت تنگ آیا۔ اور بئیر سے دولت آباد پہنچا اس صوبے کو تباہ و برباد کر کے وہ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ فتح اللہ عمادی، محمود شاہ اور احمد نظام الملک بحری کے تعاقب کی وجہ سے بے حد پریشان ہوا۔ عمادی نے عادل شاہ سے کہا ”احمد نظام الملک اور محمود شاہ دونوں ہی کٹر حنفی ہیں اور مذہب کا بہانہ کر کے تمہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ دشمن کا مقابلہ بھی کروں اور تمہاری دوستی کا دم بھی بھروں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بظاہر شیعہ مذہب سے توبہ کر کے اور مجھ سے ناراض ہو کر برار اور حیدرآباد کی طرف چلے جاؤ۔“

یوسف کی برہان پور کو روانگی

یوسف عادل نے عماد الملک کی رائے پر عمل کیا اور اسی وقت ایک فرمان اس مضمون کا بیجاپور روانہ کیا کہ ملک میں بارہ اماموں کی بجائے چاروں خلفاء کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس کے بعد یوسف عادل، عماد الملک سے ظاہری جنگ کر کے برہان پور چلا گیا۔

عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام

یوسف عادل کے چلے جانے کے بعد عماد الملک نے اپنے ایک عزیز کو ملک احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا ”امیر برید کی اصل خواہش یہ ہے کہ یوسف عادل کو ختم کر کے بیجاپور پر خود قابض ہو جائے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک عادل اور برید ایک ہی جیسے ہیں، لیکن برید کا کردار ہم پر پوری طرح واضح ہو چکا ہے وہ پانچ کوس علاقے کا مالک ہے، لیکن اس نے محمود شاہ کو شاہ شطرنج بنا کر ہمیں خزانہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے خلاف جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن ہم اس کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر بیجاپور جیسے وسیع ملک پر برید کا قبضہ ہو گیا تو پھر ہمارا اور ہماری اولاد کا دکن میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔“

”دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کی زندگی سپاہیانہ انداز سے گزرتی ہے۔ دوسروں کے مذاہب اور عقائد سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں، قیامت کے روز ہر شخص اپنے عقیدے کا جواب دے ہو گا، یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے شیعہ مذہب کو ترک کر کے اہل سنت کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور ایک فرمان کے ذریعہ اہل بیجاپور کو شیعہ مذہب اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس صورت حال میں میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ سب مل کر یوسف عادل شاہ پر حملہ کریں اور محمود شاہ کے پردے میں امیر برید کی خواہش کو پورا کریں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے سے الگ ہو جائیں اور اپنے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔“

احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی

ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی سیاسی امور میں فتح اللہ عمادی کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان دونوں نے عمادی کے مشورے پر عمل کیا اور راتوں رات اپنے ملک کو روانہ ہو گئے، دوسرے روز صبح میدان جنگ خالی نظر آیا۔ محمود شاہ اور امیر برید نے زمانے کے انقلاب کو حیرت کی نظروں سے دیکھا۔ ان دونوں نے بیجاپور کی مہم کے لیے فتح اللہ عمادی سے مدد مانگی اور اس کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ عمادی ادھر ادھر کی باتوں سے محمود اور برید کے قاصد کو ٹالتا رہا اور خود ایک قاصد یوسف عادل شاہ کے پاس بھیج کر اسے بلوایا۔ یوسف آیا دونوں سرداروں نے فوج کو ترتیب دیا اور برید و محمود سے معرکہ آرا ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یوسف کا دوبارہ شیعہ مذہب کو رواج دینا

محمود شاہ اور امیر برید نے جو ان لوگوں کے آنے کی خبر سنی تو وہ دونوں سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اپنا تمام ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑا اور احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور فتح اللہ عمادی سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آیا۔ اور یہاں اس نے دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دیا اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا۔

شاہ ایران کو مبارک باد

یوسف عادل شاہ نے مشہور امراء عین الملک کنعانی، کمال خاں دکنی اور فخر الملک ترک کو شاہانہ عطیات سے سرفراز کیا۔ سید احمد ہروی کو ایران کے فرمانروا شاہ اسماعیل صفوی کی خدمت میں روانہ کیا۔ یوسف نے شاہ ایران کو بہت سے بیش قیمت اور نادر تحفے بھیجے اور اسے ایران میں شیعہ مذہب کو رواج دینے پر خلوص دل سے مبارک باد دی۔ نیز اپنے شیعہ ہونے اور بیجاپور میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کی اسے خوشخبری سنائی۔

اندراپور کا سفر

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے اپنی تمام زندگی ملک کی بہبودی اور رعایا پر عدل و انصاف سے حکومت کرنے میں صرف کر دی۔ اس نے صرف دو مرتبہ پایہ تخت بیجاپور سے سفر کیا۔ پہلا سفر تو سیر و تفریح اور شکار کی غرض سے تھا، یوسف عادل شاہ شکار کے لیے اندراپور گیا۔ دو تین مہینے وہاں عیش و عشرت سے بسر کیے اور واپس بیجاپور آگیا۔

عیسائیوں کی سرزنش

دو سراسر اس نے بندر کودہ کا کیا اس کا مقصد غیر مسلموں کی سرزنش تھی۔ ۹۱۵ھ کے آخر میں کچھ عیسائی اچانک بندر کودہ پہنچ گئے۔ انہوں نے بندر گاہ کے حاکم کو غافل پا کر وہاں کے بے شمار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بندر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف کو جب اس واقعہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے خاصہ کے دو ہزار سوار جن میں دکنی بھی تھے اور غیر ملکی بھی ساتھ لیے اور بندر کودہ پر لشکر کشی کی، پانچ روز بعد عادل شاہی لشکر بندر کودہ پہنچ گیا۔ یوسف نے عیسائیوں کو غافل پا کر قلعے پر حملہ کر دیا اور دربانوں کو قتل کر کے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل قلعہ اس آفت ناگہانی سے قطعاً بے خبر تھے۔ عادل شاہی لشکر کو اپنے سر پر موجود پا کر وہ حواس باختہ ہو گئے۔ عیسائیوں نے جان بچانے کی بہت کوشش کی، لیکن ان میں اکثر مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جو موقع پا کر بچ نکلے وہ کشتیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو دسترس سے بھاگ گئے، یوسف عادل شاہ نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعہ آج تک مسلمانوں کی تحویل میں ہے یوسف نے یہ قلعہ اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔

یوسف کا انتقال

یہ مہم یوسف عادل شاہ کی زندگی کی آخری مہم تھی، اس کے بعد پھر کبھی بادیہ پٹائی کی نوبت نہ آئی۔ یوسف نے بیس برس اور دو مہینے تک بڑی خوش اسلوبی اور استقلال سے حکومت کی ۹۱۶ھ میں ایک مرض میں مبتلا ہو کر اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش کو قصبہ کرگی میں شیخ جلال المشہور بہ شیخ چندا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ یوسف کو اس بزرگ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ یوسف نے پچھتر سال کی عمر میں دنیا کو خیر باد کہا۔ ذیل کے مصرعہ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

”بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل“

نظام الدین احمد الحسینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یوسف عادل شاہ نے ۹۰۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، لیکن یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے ہمارے نزدیک یہ واقعہ ۹۱۶ھ کا ہے اور یہی سال ہم نے اوپر درج کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ چندا کا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدینؑ تک پہنچتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جلال الدین چندا بن جہاں بن خضر بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن زید بن حسین بن سراج الدین بن شرف الدین بن زید ابو الحسن بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید ابو الحسن بن علی بن حسین اصغر بن امام زین العابدینؑ، چونکہ شیخ چندا شیعہ تھے اس لیے یوسف عادل شاہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ یہ محبت پیری اور مریدی کے رشتہ میں ڈھل گئی، تو یوسف کو شیخ صاحب سے پہلے سے کہیں زیادہ عقیدت ہو گئی۔ شیخ صاحب کی اولاد اب بھی دکن میں موجود ہے، ان کی نسل کے بعض لوگ شیعہ ہیں اور بعض سنی۔

شاہ طاہر کا بیان

راقم الحروف ”فرشتہ“ نے نظام شاہیوں کے پایہ تخت احمد نگر میں شاہ طاہرؒ کا ایک مجموعہ خود انہیں کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ”میر عتاب شاہؒ نے خود فرمایا کہ میر عتاب شاہؒ نے نظام شاہیوں کے پایہ تخت احمد نگر میں شاہ طاہرؒ کا ایک مجموعہ خود انہیں کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

کودہ پر لنگر انداز ہوا اور میں کچھ دنوں تک اس بندرگاہ میں رہا۔ یہیں میری ملاقات سید احمد ہروی سے ہوئی، سید صاحب "ایک ضعیف العمر بزرگ تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ یوسف عادل شاہ اور اسماعیل عادل شاہ کی ملازمت اور دربار داری میں گزرا تھا۔"

سید صاحب کی گفتگو شیریں اور صورت بہت اچھی تھی جس پر تقدیس کا نور برستا تھا وہ علوم و فنون میں بڑی اچھی مہارت رکھتے تھے۔ وہ یوسف و اسماعیل دونوں ہی کے زمانہ ہائے اقتدار میں منصب صدارت پر فائز رہ چکے ہیں جب تک بندرکودہ میں رہا سید احمد صاحب "سے برابر ملاقات کرتا رہا۔ وہ دلچسپ قصوں اور رنگین لطائف سے میری دل جوئی کیا کرتے تھے اور رنج و الم کو میرے پاس نہ آنے دیتے تھے۔

یوسف کا کردار

سید احمد صاحب "نے گفتگو کے دوران میں اکثر یہ کہا ہے کہ یوسف عادل شاہ بہت ہی تجربہ کار اور دور اندیش بادشاہ تھا۔ وہ بہادری، دلیری، سخاوت عدل و انصاف اور علم و بردباری میں اپنی مثال آپ تھا۔ ذاتی اوصاف کے علاوہ علمی کمالات سے بھی وہ بہرہ مند تھا۔ خوش خطی، علم عروض اور شاعری میں اسے بڑی خاصی مہارت حاصل تھی، طنز و عود کو بڑی اچھی طرح سمجھتا تھا اور اس فن کے استادوں کی بہت قدر کرتا تھا۔"

علم دوستی

یوسف کی محافل میں ہمیشہ شعرائے قدیم کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ وہ خود بھی کبھی کبھار شعر کہا کرتا تھا یوسف اگرچہ عیش و عشرت پر جان چھڑکتا تھا لیکن وہ ہمیشہ ایسے ہی مشاغل میں کھویا نہ رہتا تھا بلکہ امور سلطنت اور حکمرانی کے فرائض انجام دینے میں بھی بڑی محنت اور توجہ سے کام لیتا تھا۔ اس کی دانش مندی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی رعایا کی حالت سے بے خبر نہ ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے اہل دربار اور اراکین سلطنت سے دیانت، سخاوت، ایمان داری اور عدل و انصاف کی خوبیاں بیان کیا کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو یہ صفات اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔

حسن و جمال، رعب و دبدبہ

یوسف عادل شاہ کے تزک و احتشام اور ظاہری دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ کسی شخص کو اس کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ صورت کے حسن نے اس کے رعب کو اور زیادہ باوقار بنا دیا تھا۔ بدھاپے کے زمانے میں بھی لوگ اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے دور دور سے آیا کرتے تھے، جس روز یوسف کی سواری نکلتی تھی تو ان گنت لوگ سر راہ کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بادشاہ کے حسن و جمال سے محظوظ ہوں۔

اہل علم کی قدر دانی

یوسف عادل شاہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں ایران، توران، عرب اور روم جیسے ممالک میں خطوط بھیج کر وہاں کے فضلا، علماء، اہل ہنر، اہل سیف اور اعلیٰ قابلیتوں کے لوگوں کو بیجاپور میں بلوایا اور ان کی ایسی خاطر داری کی کہ ان سب نے اپنے وطنوں کو خیر باد کہہ کر ساری زندگی یوسف کے سایہ لطف و کرم میں گزار دی۔

مکت و راؤ مرہٹہ پر لشکر کشی

یوسف نے قلعہ ارک کو از سرفو چوڑے اور اینٹ سے تعمیر کروایا۔ شاہ طاہر نے لکھا ہے کہ یوسف نے اپنے عہد حکومت میں ایک بار پرگنہ اندراپور کا دورہ کیا، یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مکت و راؤ مرہٹہ اور اس کا بھائی امرائے محمود شاہی کے گروہ میں شامل ہیں۔ اور عادل شاہ کی دست برد سے بچنے کے لیے ایک گروہ کے ہمراہ ہماڑی علاقے میں، ناہ گزر، ہر، یوسف نے دو ہزار سپاہیوں کی ایک جمیعت

مکت راؤ اور اس کے ساتھیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کی۔ ہندوؤں نے عادل شاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ عادل شاہی لشکر نے دشمن کا ساز و سامان خوب جی کھول کر لوٹا اور ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

اولاد

ان قیدیوں میں مکت راؤ کی ایک سولہ سالہ بہن بھی تھی، جو عقل و خرد اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ یوسف نے اس لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کیا اسے مسلمان کر کے اس سے نکاح پڑھوا لیا اور پونجی خاتون نام رکھا۔ اس عورت کے بطن سے یوسف کے چار بچے ہوئے۔ ایک بیٹا اسماعیل جو یوسف کے بعد تخت نشین ہوا اور تین بیٹیاں۔

۱- مریم سلطان جو برہان نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

۲- خدیجہ سلطان، جس کی شادی شیخ علاؤ الدین عماد الملک سے ہوئی اور

۳- بی بی سستی زوجہ احمد شاہ بہمنی۔



Gul Hayat Institute

اسمعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کا جب انتقال ہوا تو عنان حکومت اس کے فرزند اسمعیل عادل شاہ کے بجائے کمال خاں سرنوبت نے سنبھالی، کیونکہ اسمعیل عادل شاہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور حکومت کا نظام اور سلطنت کا کاروبار اس کے بس کی بات نہ تھی۔ کمال خاں سلطان محمود جمنی کے امراء میں کافی شہرت کا حامل تھا۔ یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو طلب کر کے اسے کافی اطمینان دلایا اور سرنوبت کے عہدے پر مقرر کیا۔ تراج کی جنگ میں کمال خاں نے جس بہادری اور شجاعت و کمالات کا مظاہرہ کیا تھا اس نے دربار عادل شاہی میں کمال خاں کی عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یوسف عادل شاہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کمال خاں کو سرنوبت کے عہدہ کے علاوہ وکیل سلطنت بھی مقرر کر دیا تھا۔ ساتھ ہی حیدر بیگ، فخر الملک، میرزا جہانگیر، دریا خاں اور دیگر امراء و رؤساء کو یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ سب کمال خاں کے ساتھ مل جل کر کام کریں اور اس کے ساتھ رواداری اور اخلاص کو برقرار رکھیں۔ یوسف عادل شاہ کے انتقال کے بعد ان تمام امراء و رؤساء نے اپنے مرحوم بادشاہ کی وصیت اور ہدایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمال خاں کے ساتھ تعاون اور اتحاد رکھا، یہاں تک کہ ملک کے تمام مالی اور سیاسی اختیارات اس کے ہاتھ میں آ گئے اور وہ اس لحاظ سے ایک خود مختار اور آزاد حاکم بن گیا۔

نظام حکومت

کمال خاں نے اپنی حکومت کا آغاز بڑی اچھی طرح سے کیا امور سلطنت کی انجام دہی میں اپنی پوری کارکردگی، نفاست اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمام ریاست میں خلفائے راشدین کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کے تمام رواج، طور طریقے اور رسوم کو ریاست میں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ کمال خاں نے دربار عادل شاہی سے وابستہ تمام امراء اور رؤساء کی عزت اور احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی، غرض کہ ہر چھوٹے بڑے، ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر خورد و کلاں کو اپنا دلدادہ بنا لیا۔ انتظام سلطنت کو اعلیٰ پیمانہ پر چلانے اور نظام حکومت کو بہتر بنانے کے لیے اس نے عماد شاہی، قطب شاہی، نظام شاہی اور برید شاہی جیسی ریاستوں کے امراء و رؤساء کے ساتھ دوستی کی، ان کا تعاون حاصل کیا اور ان سے نہایت مفید اور کار آمد مشورے لیے۔ فرنگیوں نے قلعہ کودہ کے قلعہ دار کو رشوت دی اور یوسف عادل جب واپس آیا تو انہوں نے اس قلعہ کو اپنی حراست میں لے لیا، یہاں تک کہ اسمعیل عادل شاہ کے آغاز عہد میں اس قلعہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ کمال خاں اور فرنگیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور وہ یہ کہ فرنگی کسی صورت میں بھی اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے کوشش نہیں کریں گے، نہ ہی انہیں عادل شاہی حکومت کے قرب و جوار میں کسی قسم کا خوف و ہراس یا اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کی اجازت ہوگی۔ وہ صرف قلعہ پر قابض رہیں گے یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس قلعہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہے۔ عیسائیوں کی اس صلح اور قرب و جوار کے امراء کے تعاون نے کمال خاں کو امور سلطنت کی انجام دہی میں بڑی مدد دی اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے لگا۔ ایک ہی سال گزرا تھا کہ فخر الملک اور دریا خاں نے داعی اجل کو لبیک کہی۔ کمال خاں نے ان امراء کی جائیداد کو اپنے اعزاء اور اقرباء نیز اپنے فرزندوں میں منقسم کیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ دربار بن گیا۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ کی جائیداد کے چند پر گئے بھی تفویض کیے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام جائیداد اور جاگیریں جو براہ راست عادل شاہی امراء سے تعلق رکھتی تھیں، ان کی وفات کے بعد یا ان میں سے کسی جرم کے ارتکاب پر کمال خاں اپنے خیر خواہوں کو تفویض کر دیتا۔ اس طرح کمال خاں نے اپنے مختصر عرصہ حکومت میں ملک میں اچھی خاصی حیثیت حاصل کر لی، اب وہ ایک طاقت ور حکمران بن چکا تھا۔ اس نے

توسیع سلطنت کے لیے مختلف ذرائع پر غور کیا۔

کمال خاں پر خود مختار ہونے کا ایسا نشہ چڑھا کہ اب وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا کہ کسی نہ کسی طرح سے ملک کے تمام زرو مال پر قابض ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امراء دکن کے نزدیک یہ بات قابل ستائش تھی۔ بلکہ وہ اس عمل کو دکن کے حکمرانوں کے لیے ایک نیک فال سمجھتے تھے۔ ایسی مثالیں بکثرت ہیں جہاں محکوم حاکم پر غالب آ گئے ہیں اس کا آغاز تمرج کے ذریعہ ہوا۔

سیورائے راجہ بیجانگر کا فرزند جب سن بلوغ کو پہنچا تو تمرج نے اسے زہر کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ اور اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی نے عنان حکومت سنبھالی۔ پھر یوسف عادل شاہ کی شکست کے موقع پر خود بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح تمرج نے بہت سے امراء کو اپنا خیر خواہ اور مددگار بنایا اور خود بادشاہ بن بیٹھا جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا۔ اسی طرح سے محمود شاہ بہمنی کو قتل کر کے قاسم برید ترک اور دیگر امراء ملک پر قابض ہو گئے اور اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

کمال خاں چونکہ انہیں اساتذہ کا شاگرد رہ چکا تھا اور ان تمام حالات اور واردات کو بخوبی جانتا تھا لہذا اس نے بھی دولت و عزت کی تمنا میں قاسم برید کی راہ کو اپنایا۔ اس نے قاسم برید کو اطلاع کرائی کہ اس کے پاس ہر طرح سے سامان شاہی موجود ہے۔ اس وقت احمد نگر کا والی بھی کسمن ہے اور والی برار فتح اللہ عمادی بھی اپنے ایام شباب میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہے یہ موقع بڑا بہترین موقع ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ آپ مجھے اپنا ہی خواہ اور مخلص سمجھ کر حکام دکن میں میرا شمار کرائیں اور اس طرح سلطنت کو پھیلانے میں کوشش کریں۔ امیر قاسم برید جو ایک عرصہ سے اس قسم کا موقع تلاش کر رہا تھا فوراً راضی ہو گیا اور اس طرح دونوں طرف سے ایک معاہدہ عمل میں آیا اور وہ یہ کہ قاسم برید ترک دستور دینار کی جاگیر اپنے قبضہ میں رکھے اور اس طرح بیجاپور کا جو حصہ بچ جائے اس پر کمال خاں اپنا تسلط جمائے۔ گرم سلائی کے ذریعہ اسماعیل عادل شاہ کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں اور ممکن ہو تو اسے قبر میں اتار دیا جائے۔ نیز خواجہ جہان کا بھائی جو قلعہ شولا پور پر قابض ہے اسے کمال خاں سرنوبت اپنی حراست میں لے لے۔ ان تمام کارروائیوں، شرطوں اور پیام کے بعد مقصد براری کا آغاز ہوا۔ محمود شاہ بہمنی کو اس کے مکان میں مقید کر دیا گیا اور قاسم برید نے فوج کو منظم کر کے حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ ادھر بیجاپور کے قلعہ ارک میں کمال خاں نے اسماعیل عادل شاہ کو مع اس کی والدہ مسماۃ پونجی خاتون کے مقید کر دیا اور اپنے فرزندوں کو ان کی حفاظت پر معمور کر کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شولا پور کا رخ کیا۔ تین ماہ تک کمال خاں شولا پور کو اپنی حراست میں لیے رہا۔ جب زین خاں کو ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہان کی طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے کمال خاں سے درخواست کی اور قلعے کو مع ساڑھے پانچ پرگنوں کے اس کی تحویل میں دے دیا۔

ان ساڑھے پانچ پرگنوں کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب امراء دکن والی احمد آباد بیدر کا معاملہ صاف کر چکے تو ان میں سے قریب قریب ہر امیر نے ایک ریاست کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس طرح خواجہ جہان دکنی حاکم پرندہ کو گیارہ پرگنے ملے، اس کا بھائی جو اس وقت قلعہ شولا پور کا وارث تھا اور جس کو زین خاں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اس نے احمد آباد بیدر کا رخ کیا اور سلطان محمود بہمنی سے ایک اس قسم کا حکم جاری کرانے کی سعی کی کہ قلعہ شولا پور اور خواجہ جہان کی جائیداد کے آدھے رقبے کا اسے حکمران بنایا جائے، لیکن احمد نظام شاہ بحری کے تعاون اور اس کی کوشش سے خواجہ جہان دکنی نے زین خاں کو صرف قلعہ شولا پور کا حاکم بنائے رکھا۔ اور سلطان کے فرمان اور حکم سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا، اس طرح اس کی آدھی جائیداد پر زین خاں قابض نہ ہو سکا۔

جب احمد شاہ نظام کا انتقال ہو گیا اور والی ریاست یوسف عادل شاہ ہوئے تو انہوں نے مرحوم شاہ کے فرمان کے مطابق زین خاں کی بہت افزائی کے طور پر خواجہ جہان دکنی کو ساڑھے پانچ پرگنے تفویض کر دیئے۔ دراصل یہی پرگنے نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کے مابین نزاعی مسائل بن کر کھڑے ہو گئے کیونکہ ان کے محاصل کی رقم تین لاکھ ہون تھی آگے اس کا ذکر آئے گا۔ الغرض قلعہ نصرت آباد

ساغر اور ایتیک پر امیر قاسم برید کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح نر بھورہ کے دوسری جانب کے سب دیہات اور قصبوں پر عادل شاہی حکومت کا تسلط ختم ہو گیا اور ان تمام علاقوں پر امیر قاسم برید ترک کی حکومت قائم ہو گئی، ساتھ ہی اس نے گلبرگہ کو اپنی حراست میں لے لیا۔ اس عرصہ میں اسے خبر ملی کہ شولا پور بھی فتح ہو چکا ہے، لہذا اس نے کمال خاں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا، اس سے کمال خاں نے جوصلے اور بلند ہو گئے۔ اور اس کے عزائم کو بڑی تقویت پہنچی وہ نہایت متکبرانہ انداز میں بیجا پور پہنچا اور اسماعیل عادل شاہ کو پھر موقع دیا کہ وہ رعایا کا سلام لے اس طرح کمال خاں نے از سر نو اپنی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی۔

امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں

کمال خاں نے مغل امراء کی برطرفی کا حکم جاری کیا پہلے پہل مغلوں کی تعداد تین ہزار پر مشتمل تھی اب صرف تین سو رہ گئی۔ جن مغلوں کو برطرف کیا گیا تھا ان کے متعلق کمال خاں نے ایک اور حکم نامہ جاری کیا اور وہ یہ تھا کہ کوئی برطرف یا معطل مغل اس کی ریاست میں نہ پایا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی جان و مال کی مضبوطی ہو جائے گی اور اس کی خیر بھی نہیں۔ اس حکم کے اجراء نے مغلوں میں خوف و حراس پیدا کر دیا وہ بہت زیادہ بے اطمینان اور اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے، بلکہ جگہ بہ جگہ منتقل ہو گئے۔ کمال خاں کے اس اقدام نے اسے بڑی حد تک سکون بخشا اور جب اسے کسی شخص سے کوئی خطرہ نہ رہا تو اس نے نظام شاہی خاندان کے اصولوں کو شمع راہ بنایا اور توسیع سلطنت کے پیش نظر ہر شخص کے عہدوں میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ اس طرح جن امراء کے پاس کم جاگیریں تھیں انہیں زیادہ اور جن کے عہدے کم تھے انہیں عہدوں میں ترقی دی گئی۔ کورہ راوت کی جب ۹۷ ہجری میں مردم شماری کرائی گئی تو اس سے یہ اندازہ ہوا کہ فوج میں دکنیوں اور حبشیوں کی کل تعداد بیس ہزار ہے۔

تخت نشینی کے لیے کمال خاں کا تیار ہونا

مردم شماری کے بعد کمال خاں نے اپنے ہمدرد موئس اور غنوار احباب و اقربا سے اپنی تخت نشینی کی بابت مشورہ طلب کیا سب نے یہی مشورہ دیا کہ کمال خاں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لہذا اسے جتنی جلد ممکن ہو تخت نشین ہو جانا چاہیے۔ غرض نجومیوں کو طلب کیا گیا تخت نشینی کا وقت معلوم کیا گیا۔ نجومیوں نے کمال خاں دکنی سرنوبت کو بتایا کہ اسے مہینے کے تقریباً پندرہ یوم تک اپنا تحفظ کرنا چاہیے کیونکہ سیاروں کی گردش کمال خاں کے حق میں مفید نہیں ہے۔ اس طرح کمال خاں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ سولہویں دن تخت سلطنت پر بیٹھیں اور جلوس نکالیں۔

قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام

نجومیوں کی پیش گوئی نے کمال خاں کو بہت زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔ لہذا اس نے قلعہ ارک کو اپنی جان کی حفاظت کے لیے منتخب کیا اور دوسری تمام جگہوں سے اسے ہتر سمجھا۔ اس نے تمیہ کیا کہ وہ اپنے خراب ایام کو اسی قلعہ ارک میں بسر کرے گا۔ غرض اس نے بیجا پور کے تمام معاملات کو ان لوگوں کے حوالے کیا جن پر اسے پورا پورا اعتماد تھا۔ اس نے سوچا کہ انسانی تدبیریں خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا سکتی ہیں لہذا قلعہ ارک کے ایک نہایت اطمینان بخش مقام کو اپنا مسکن ٹھہرایا۔ اس نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرزند صفدر خاں سے رجوع کریں۔ درد سراور بخار کے بہانے سے لوگوں کو ملنے سے روکا اس عرصہ میں کسی شخص سے اس نے کوئی تعلق نہ رکھا۔

کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری

عادل شاہی محل میں کمال خاں کے سولہویں دن تخت سلطنت کے جلوس کی خبر پہنچتے ہی بیگمات کو بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو اس معزز خاندان کا چراغ روشن رکھنا مقصود تھا مسماۃ پونجی خاتون والدہ اسماعیل عادل شاہ کو ایک ترکیب سوچیں۔ اس نے یوسف ترک کو جو

اس کے بیٹے کا اتالیق تھا بلا کر بے ثباتی عالم کا سبق پڑھایا۔ اس نے یوسف ترک کو بتایا کہ انسان ہر حال خدا کا بندہ ہے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہے تم بھی اپنی عزیز جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس موذی کمال خاں کو بہت کے گھاٹ اتار دو۔ یوسف ترک نے قسم کھائی اور اس کام کی تکمیل کو اپنے حق میں باعث صد افتخار سمجھا اس نے کہا کہ اگر وہ تنہا کسی کے کام آ سکتا ہے اور اس سے ہزاروں کا فائدہ ہو سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس نے مسماۃ پونجی خاتون سے استفسار کیا کہ وہ تنہا بیس ہزار دکنی اور حبشی فوجوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور کس طرح ان پر قابو پا سکتا ہے لیکن پونجی خاتون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ دل لگا کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرنے کی ہمت کرے تو یقیناً وہ بڑی آسانی کے ساتھ بہت اچھی طرح سے کمال خاں کی جان لے سکتا ہے۔

یوسف ترک کا عزم قتل

پونجی خاتون کی باتیں سن کر یوسف ترک یوں گویا ہوا کہ میں اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ کمال خاں بادشاہ بنتے ہی مجھے مار ڈالے گا لہذا کیوں نہ میں اپنے خدا کے حضور میں جان کا نذرانہ پیش کر کے وفاداروں میں اپنا نام لکھواؤں اور حیات جاوید پاؤں۔ تم دشمن کی پسپائی کی راہ بتاؤ تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں اور بجائے اسماعیل کے اپنا سر کٹاؤں۔

مسماۃ پونجی کی تدبیر

پونجی خاتون نے یوسف ترک کو بتایا کہ وہ شاہی محل کی ایک عورت کو جو کمال خاں کی خیر خواہ ہے، کمال خاں کے پاس اس کی خیریت دریافت کرانے کے لیے بھیجی گی اور اسی کے ساتھ یوسف ترک کو کر دے گی۔ یہ عورت چونکہ کمال خاں کی طرف سے شاہی محل کے تمام پوشیدہ راز معلوم کرنے کی غرض سے متعین تھی۔ لہذا اس کو کمال خاں کے پاس بڑی آسانی سے روانہ کیا جاسکتا ہے اور ایک ایسی ترکیب سے کام لیا جاسکتا ہے کہ حریف یوسف ترک کا استقبال بھی کرے اور خود پان بھی پیش کرے، لیکن یوسف ترک کو بڑی ہمت اور جرات سے کام لے کر اپنے لہو سے چہرے کا رنگ سرخ بھی کرنا ہو گا اور خنجر کے ذریعہ حریف کا خاتمہ بھی، یوسف ترک نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ بوڑھی عورت کو بلا کر پونجی خاتون نے کمال خاں کی تعریف و توصیف کی۔

کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ

پونجی خاتون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بوڑھی عورت کو بتایا کہ جب سے یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوا ہے اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اس کا فرزند اسماعیل ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے۔ دنیا کے اونچ نیچ سے نابلدہ ہے، کہیں ملک پر احمد شاہ بھری کا قبضہ نہ ہو جائے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ عنان حکومت کمال خاں نے سنبھال لی ہے اور اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، ورنہ عادل شاہی امراء میں کسی امیر میں اتنی جرات نہیں تھی کہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر دولت خانہ شاہی کا تحفظ کرتا ادھر دو تین یوم سے کمال خاں کی علالت کی خبر سن کر دل کو از حد فکر ہے کیونکہ کمال خاں پونجی خاتون کو اپنے فرزند سے زیادہ پیارا ہے۔ پونجی خاتون نے بوڑھی عورت کو بارہ ہزار ہون دے کر کہا کہ ان کو کمال خاں کے سر سے اتار کر فقراء میں تقسیم کر دو۔

بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی

بوڑھی عورت تھوڑی دور جانے ہی پائی تھی کہ پونجی خاتون نے اسے بلا کر کہا کہ یوسف ترک کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ کیونکہ یہ حج کا ارادہ کر چکا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ اس کا حج اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک کہ کمال خاں اس کو خوشی کے ساتھ اجازت نہ دے دیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس بات کی کوشش کرو کہ کمال خاں اس کو اپنے ہاتھ سے بیڑا کھلا کر اسے رخصت ہونے کی اجازت دیں اور اپنے دست مبارک سے ایک رقعہ تحریر فرما کر اس کے حوالہ کر دو۔ اس رقعہ سے مراد مصطفیٰ آباد کے حکام کے ہاتھ میں ہے۔

اس طرح اس کے مقاصد کی تکمیل بہ آسانی ہو سکے گی۔ انعام کے طور پر ایک بیس ہمارقم بوڑھی عورت کے سپرد کی گئی اور اس طرح یوسف ترک اس کے ساتھ ہو لیا۔

شرف یابی کمال خاں

بوڑھی عورت کمال خاں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پونجی خاتون کی گفتگو سنائی۔ یوسف ترک کے فریضہ حج کے ارادے سے آگاہ کیا اور جس رقم کو لے کر آئی تھی اسے کمال خاں کے سر سے اتارا۔ کمال خاں کو پونجی خاتون کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اسے اس کی طرف سے غداری کا کوئی شبہ نہ رہا۔ لہذا کمال خاں نے یوسف ترک کو پونجی خاتون کی خوشنودی کی خاطر گوشہ تنہائی میں طلب کر کے اس کے نیک ارادہ حج اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا لیکن یوسف ترک کو جلد واپس آنے کی ہدایت بھی کی تاکہ وہ اسے مشہور امراء میں نمایاں مقام دے سکے۔

یوسف ترک کا کارگر حملہ

یوسف ترک نے بڑے غور سے کمال خاں کی باتیں سنیں اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ کمال خاں اس کے اس عمل سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے یوسف ترک کو نہایت مشتاقانہ انداز میں اپنے قریب طلب کیا اور پان پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ دکن میں پان چادر پھیلا کر لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ اس ملک میں خاصی مقبولیت رکھتا ہے، یوسف ترک نے بھی اسی روش کو اختیار کیا۔ اپنے دونوں بازوؤں کو چادر کے نچلے حصے میں چھپا کر کمال خاں سے پان لینے کے لیے بڑھا۔ عین اس وقت جب کمال خاں پان چادر میں رکھ رہا تھا، یوسف ترک نے نہایت جرات کے ساتھ ایک خنجر اس کے سینہ میں گھونپ دیا جو دوسری طرف پار ہو گیا اس طرح کمال خاں کا کام تمام ہو گیا۔

کمال خاں کی موت کا انتقام

اس حادثہ کی خبر جب کمال خاں کی والدہ کو ملی تو اس نے بوڑھی عورت کو قتل کا سبب گردان کر اسے اور یوسف ترک کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کے رونے دھونے اور شور شغف سے روکا۔ روزن محل پر جو تخت تھا اس پر زندہ آدمی کی طرح کمال خاں کو بٹھا دیا گیا اور مقامی رسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام فوج اور دوسرے نوکروں کو محل کے نچلے حصے میں بلا لیا۔ نیز ایک رازدار کے ذریعہ صفدر خاں کو طلب کیا جو وہاں پہنچتے ہی باپ کے مردہ جسم کو دیکھ کر شور کرنا چاہتا تھا کہ والدہ کمال خاں نے اسے روک دیا اور سمجھایا کہ اس وقت چیخنے چلانے یا رونے دھونے کے بجائے بازوؤں میں قوت پیدا کرو۔ دل میں عزم بیدار کرو اور ہاتھ میں شمشیر لے کر اسماعیل عادل شاہ اور اس کی والدہ سے اپنے باپ کا انتقام لو تاکہ بعد ازاں شاہی تخت پر بیٹھ سکو اور قلعہ خارزان عادل شاہی کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔

صفدر خاں کی بدلہ لینے کے لیے تیاری

صفدر خاں کی اس وقت پچیس سال کی عمر تھی پھر بھی وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا قتل کے واقعہ کی اطلاع ہوتے ہی لوگ منتشر ہونے لگیں گے اور دشمن سے انتقام لینا مشکل ہو جائے گا لہذا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسے اس واقعہ کے مشترک ہونے سے پہلے قلعہ چھوڑ کر کسی اور سمت چلا جانا چاہیے اس کی والدہ نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ والدہ کے نزدیک قلعہ میں مقیم لوگ حریف کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی تھے، لہذا اس نے صفدر خاں کو باب قلعہ بند کرانے کا مشورہ دیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے خیر خواہوں، ہمدردوں اور ملازمین کو یہ بتائے کہ وہ سب خان والا نشان کے حکم کی تعمیل میں اسماعیل عادل کا سر کاٹ کر حاضر کریں اور خود بھی ان کے ہمراہ جائے اور اپنے والد کا انتقام لے، اس منصوبے کے پیش نظر باب قلعہ بند ہوا اور سب کو اس حکم کی اطلاع دے دی گئی کہ اسماعیل عادل شاہ کو مار ڈالا جائے۔

یونجی خاتون کی تدبیریں

یونجی خاتون کو اگرچہ اس بات کا علم تھا کہ یوسف ترک اپنے کام کو پوری طرح انجام نہیں دے سکا اور کمال خاں پر بھی ساری باتیں روشن ہو گئی ہیں اور اب اس کے متعلقین شاہی خاندان سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں خود مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئی۔ اس نے صندل خواجہ سرا کے ذریعہ دیوان خانے اور چوکی پر متعین لوگوں کو مکان کے دروازے پر پہنچوا دیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جن محافظین کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے وہی تین سو کی تعداد میں مغل یہاں حفاظت کر رہے تھے، علاوہ ازیں تین سو بیس حبشی اور دکنی بھی تھے۔ امراء اور عمدہ داروں میں تقریباً ہر ایک پر کمال خاں کا اعتماد تھا اور وہ سب کے سب اس کی بڑی عزت کرتے تھے وہ حقیقی معنوں میں اس کے خادم اور معاون تھے۔ صفر خاں ان کی طرف سے قطعاً پر امید رہا اس نے ان کی فرماں برداری اور خلوص پر بالکل شبہ نہیں کیا اور انہیں اپنا رفیق و ہمدرد ہی سمجھا۔

یونجی خاتون کا امراءے دربار سے مدد حاصل کرنا

الغرض یونجی خاتون نے نقاب کے اندر سے ہر شخص کو یہ باور کرایا کہ کمال خاں دکنی اسماعیل عادل شاہ کے خون کا پیاسا ہے اور وہ ان کے قتل کرانے کے بعد حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ لہذا جن لوگوں نے عادل شاہی نمک کھایا ہے اور جو باوفا ہیں انہیں حریفوں سے بٹنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیے، البتہ جو شخص نمک حلالی اور وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے قابل نہیں ہے وہ اپنا راستہ لے۔ یونجی خاتون کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ دو سو مغلوں اور سترہ دکنیوں اور حبشیوں نے اپنی خدمات بڑی دلیری کے ساتھ پیش کر دیں اور نہایت مخلصانہ انداز میں شاہی انداز میں شاہی محل میں در آئے، جو لوگ بچ گئے انہوں نے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا۔ اس طرح یونجی خاتون اور اسماعیل عادل کی پھوپھی دلشاد آغا دونوں نے مردوں کے سے کپڑے پہنے اور مع تیر کمان لگن محل کی ڈیوڑھی پر آ گئے۔ دلشاد آغا یوسف عادل شاہ کے آخری عہد میں یہاں آچکی تھیں۔ اب شہزادے کو بھی ساتھ لے کر کوٹھے پر چڑھیں یہ محل کافی بلندی پر واقع تھا۔ ان عورتوں نے مغلوں کو شاہی مراعات کا لالچ دے کر اپنے پاس کوٹھے پر بلا لیا۔ صفر بھی وہاں آچکا تھا اس نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا۔ مغلوں نے اپنے تیروں اور عورتوں نے سنگ باری کے ذریعہ سارے قلعہ میں ہلچل مچا دی۔ قلعہ کے برج بارہ کا محافظ مصطفیٰ فاروقی بھی اس موقع پر آ گیا۔ کمال خاں دکنی ہمیشہ اس مور ضعیف کو نظر انداز کرتا رہا تھا اس نے کبھی اس طرف دھیان تک نہ دیا تھا، مگر اس وقت یہ بھی محل کے پچھلے حصہ کی طرف پچاس تنگیوں سے لیس کھڑا تھا۔ خواتین انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور رسول کے ذریعہ ان کو اوپر بلا لیا۔

محل میں قیامت کا نمونہ

صدائے تنگ اور شور و غل نے سارے محل کو قیامت کا نمونہ بنا دیا کافی دیر تک جنگ جاری رہی۔ صفر خاں کی والدہ صدائے تنگ سے چونک اٹھی اسے فوراً صفر خاں کے ڈر جانے کا خیال پیدا ہوا، لہذا اس نے لشکر کو بڑی توپیں لانے اور محل کو ڈھانے کا حکم دیا تاکہ فوج کے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ نہ اتر جائیں صفر خاں نے اپنی والدہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے قلعہ کو مسمار کرانے اور حریفوں کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑائی بند کرنے کا حکم دیا اور لشکر کے جانباز سپاہیوں کو بڑی توپیں لانے کا حکم جاری کیا۔ شہر کے سپاہیوں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا تاکہ باہر سے کوئی مدد عادل شاہی نوجوانوں کو نہ پہنچ سکے۔ عادل شاہی عورتوں پر حریفوں کا یہ راز کھل گیا انہوں نے ایک نئی ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ بڑی توپوں کے پہنچنے سے پہلے مغل سپاہیوں کو کوٹھے کے پچھلے حصہ میں روپوش کر دیا جائے تاکہ صفر خاں کو مغلوں کے بھاگ جانے کا دھوکہ ہو اور وہ پھر پیش قدمی کرے اور بڑی توپوں کے پہنچنے کا منتظر نہ رہے اس طرح اس مکار کوزک پہنچے۔ شاہی عورتوں کا یہ آلہ کار آمد ثابت ہوا۔ صفر خاں بہ آسانی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

صفدر خاں کے قتل کی تفصیل

مغلوں کے کوٹھے کے پیچھے روپوش ہونے کا صفدر خاں اس کے ساتھیوں کو علم نہ تھا وہ سب یہ سمجھے کہ مغل سپاہی بھاگ گئے۔ لہذا انہوں نے لکن محل کی جانب پیش قدمی کی کسی شخص نے انہیں قطعاً نہیں روکا۔ یہاں تک شاہی محل کی خواتین چپ چاپ ان کا تماشا دیکھتی رہیں۔ حریفوں نے بڑے اطمینان سے قلعہ کا دروازہ توڑا اور اندر وارد ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اندرونی دروازہ کو مسمار کرنا شروع کیا اتنے میں مغل سپاہیوں نے عورتوں کے ایماء سے ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش ہونے لگی، جگہ کافی محدود تھی۔ حریفوں کے بہادر سپاہی جان بحق ہوئے اور اسی عرصہ میں صفدر خاں کی آنکھ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ بھاگا اور نہایت سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں اسی دیوار کی طرف آیا جہاں اسماعیل عادل شاہ موجود تھا وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا اسماعیل عادل شاہ کی والدہ پونجی خاتون نے دوسری جانب سے کھڑے ہو کر صفدر خاں کو پہچان لیا اور بیٹے کو سامنے پڑے ہوئے پتھر کو گرانے کا اشارہ کیا، اسماعیل عادل شاہ نے والدہ کا اشارہ پاتے ہی وہ پتھر نیچے گرا دیا اور اس طرح صفدر خاں کا دماغ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حریفوں نے سردار کی لاش دیکھی اور کمال خاں کے دولت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اسے بھی مردہ پایا پھر معاً وہ لوگ قلعہ سے بھاگ نکلے مغل سپاہیوں نے بھی قلعہ سے باہر آ کر دونوں حریفوں یعنی صفدر اور کمال خاں کے سروں کو ان کے جسم سے علیحدہ کیا اور نیزوں پر رکھ کر سارے شہر میں جلوس نکالا۔

شہر کے مشہور امراء کی فراری

خان جہاں اور عہدۃ الملک وغیرہ شہر کے مشہور امیروں میں شمار ہوتے تھے، انہیں کمال خاں سے بڑا لگاؤ تھا۔ انہیں اس قسم کے حادثہ کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا، اب اس حادثہ کی خبر سن کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ اسی پریشانی کے عالم میں اپنی ساری دھن دولت چھوڑ کر ملک سے کوچ کر گئے۔

یوسف ترک کی میت

اسی دن اسماعیل عادل شاہ نے اپنے بہادر شہید کی میت بڑے جاہ و جلال کے ساتھ اٹھائی اور خود میت کے ساتھ رہا پھر پونجی خاتون کے دیئے ہوئے دس ہزار ہون، دیگر عورتوں کے بارہ ہزار ہون عادل شاہ نے یوسف ترک کے نام پر خیرات کے طور پر تقسیم کیے۔ اس نے یوسف کا مقبرہ مع ایک گنبد تعمیر کرایا اور خدام کا تقرر کر کے شام کے وقت قلعہ میں پہنچا، اس نے زندگی بھر خیرات تقسیم کی اور برسی کے دن وہ خود یوسف ترک کے مقبرے پر جایا کرتا تھا۔

اسماعیل عادل شاہ کا نظام حکومت

تاریخ نویسوں کے قول کے مطابق مذکورہ بالا حادثہ کے دوسرے روز اسماعیل عادل شاہ نے عنان حکومت سنبھالی اور دیوان عام میں رعایا کو بلایا۔ رعایا نے اپنے بادشاہ پر خیرات اتار کر تقسیم کی، فضلا اور علماء کے سرغنہ غیاث الدین شیرازی نے اپنے خاصہ سحر نگار سے حریفوں اور ان کے خیر خواہوں کی شکست، بربادی اور پریشانی کا سارا حال بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کیا اور برق رو پیغمبران نوشتوں کو لے کر دکن کے شاہی درباروں میں پہنچے اس طرح حریف اور اس کے ساتھیوں کی تباہی کا حال ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔

پونجی خاتون کے فیصلے

کمال خاں اور اس کے بیٹے کے خیر خواہوں اور دوسرے باغی قیدیوں کو پونجی خاتون کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ لوگ اپنے کیے کی سزا پاسکیں۔ اس عورت کو پونجی خاتون نے صرف ملک بدر ہونے کی سزا دی اور دوسرے لوگوں کو معاف کیا بلکہ راستے کی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو اس کے ہمراہ بھی کر دیا۔ ان نجومیوں کی بھی مال و دولت اور کچھ مراعات عطا کی گئیں۔ جنہوں نے کمال خاں کی ملامت پیش کی،

کی تھی۔ ان اشخاص کو بھی جاگیریں اور عہدے دیئے گئے جنہوں نے اس موقع میں عادل شاہی خاندان کا ساتھ دیا تھا۔ خوش کلامی آقا سکندر، آقا رومی، مصطفیٰ آقا مقرب خاں کرد، مظفر خاں رودباری، خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی جو پہلے سلخ داری تھے اب عہدہ ہائے امارت سے سرفراز کیے گئے۔ اس طرح انہیں کافی اختیارات و حقوق کا حامل بنا دیا گیا۔ ملکہ نے ان سلخ داروں کو بھی واپس بلانے کی کوشش کی جو کمال خاں کے جو رستم سے گھبرا کر تلنگانہ، برار، گجرات، خاندیش اور احمد نگر چلے گئے تھے۔ ان میں میرزا جہانگیر قی، حیدر بیگ سوہنگ بہادر وغیرہ شامل تھے، پونجی خاتون نے ان کی ڈھارس بندھائی اور انہیں کافی اطمینان دلا کر بلانا چاہا۔

حبشیوں اور مغلوں کا تقرر

جولاری الاصل خسرو ترک نے وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود کو غلام مشہور کر رکھا تھا۔ پونجی خاتون نے بلگواں اور اس کے قرب و جوار کے علاقے اس کے سپرد کیے اور اسے اسد خاں کے خطاب سے نوازا، غلامان کرنی سے تعلق رکھنے والے یوسف کو شہنہ دیوان مقرر کیا گیا۔ پونجی خاتون نے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا جو اس نے حادثہ کے دوران میں کیا تھا کہ وہ صرف مغل اور حبشیوں کو ملازمت نہ دے گی۔ اس نے تمام امراء اور روساء کو حکم دیا کہ مغل اور حبشیوں کو فوج میں کسی عہدے پر فائز نہ کیا جائے کیونکہ عادل شاہی خاندان اور سلطنت کے احیاء کے پیش نظریہ امر ضروری اور لازمی ہے۔ تقریباً بارہ برس تک بغیر کسی رد و بدل کے یہ قانون ملک میں نافذ رہا اس کے باوجود مغل اور حبشیوں نے درخواست کی کہ کم از کم ان کے فرزندوں ہی کو نوکر رکھنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن پونجی خاتون نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی، البتہ افغان اور راجپوتوں کو نوکری کی اجازت دے دی یہ سلسلہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد تک جاری رہا اور اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی۔ کوئی مغل یا حبشی فوج میں نوکر نہیں رکھا گیا نہ کسی نے ایسا کرنے کی جرات کی۔

ان فوجوں کی مدد سے بادشاہ نے بارہا راجاؤں پر حملے کیے اور قرب و جوار کے جاگیرداروں کو پسپا کیا یہاں تک کہ امیر برید اور سلطان جمنی جن کی پچیس ہزار نفوس پر مشتمل فوج نے بیجاپور پر حملہ کیا تھا۔ بادشاہ سے شکست کھا چکے تھے اس کی تشریح اس طرح کی جاسکتی ہے کہ کمال خان کی حیات ہی کے دوران امیر برید نے بیجاپور کے اکثر شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ کمال خاں کے مرنے پر مرزا جہاں گیر حسن آباد اور اس کے پرگنوں کا مالک بن گیا تھا کیونکہ وہ احمد نگر کی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا۔ اور بیجاپور میں ملازمت اختیار کر چکا تھا اس نے نصرت آباد، ساغر اور اکبر کے قلعہ حریفوں سے چھین لیے امیر برید کے چار سو سے زائد بی خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تمام نواحی بستیوں کو دوبارہ سلطنت میں شامل کیا۔ یہ سب کچھ اس نے امیر برید کے بہادر اور جان باز بھائیوں کو قتل کر کے کیا۔ اس عظیم حادثہ نے امیر قاسم برید کو ماہی بے آب کی طرح بے تاب کر دیا۔ محمود جمنی کی ذاتی سفارش اور اپنی تحریر سے حکام دکن کو اتنا متاثر کیا کہ سلطان قلی علی شاہ اور علاؤ الدین کمال شاہ نیز برہان نظام شاہ نے اس کی امداد کے لیے فوراً فوج روانہ کر دی۔

امیر قاسم برید اور اسماعیل عادل شاہ کا مقابلہ

اس فوجی کمک کو لے کر امیر قاسم برید ۸۵۷ھ میں بیجاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور اس نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اس لشکر میں محمود شاہ جمنی بھی موجود تھا مصلحت وقت کے پیش نظر اسماعیل عادل شاہ نے پیش قدمی نہ کی اور وہ تماشائی کی حیثیت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا، لیکن امیر برید کے فوجی بیجاپور کے قریب امیہ پور پہنچے اس امیہ پور کی بنیاد یوسف عادل شاہ ہی نے ڈالی تھی۔ حریف اس کو حراست میں لینا ہی چاہتے تھے کہ اسماعیل عادل شاہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل ایک لشکر کے ہمراہ شہر چھوڑ کر حریفوں پر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر میں زیادہ تر مغل تھے، لہذا بڑی گھسان کی لڑائی ہوئی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا۔ خون ریزی کے بعد امیر برید مع اپنی

فوج کے میدان جنگ سے بھاگ گیا، لیکن محمود شاہ، بھمنی اور اس کا بیٹا احمد شاہ دوران جنگ میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑے تھے لہذا انہیں قید کر لیا گیا۔

اسمعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی گلبرگہ کو روانگی

اسمعیل عادل شاہ نے چاہا کہ سلطان محمود اور شہزادہ دونوں کو بیجاپور لایا جائے جس کے لیے اس نے گھوڑے مع زین اور لگام پیش کیے اس نے یہ بھی چاہا کہ سلطان محمود کو امیر برید سے رہائی حاصل ہو جائے۔ لیکن بادشاہ نے اسمعیل عادل شاہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اس نے بیجاپور آنے کی بجائے اسی جگہ پر اپنے جسم کے زخموں کا علاج کیا۔ یہ زخم میدان جنگ میں گھوڑے سے گرنے پر لگے تھے زخموں کے بھرنے کے بعد سلطان محمود نے اسمعیل عادل سے استدعا کی کہ شہزادہ احمد کی منکوحہ بی بی ستی نوشتہ کو دی جائے اور جشن عشرت بھی منایا جائے اسمعیل عادل شاہ اس بات پر راضی ہو گیا لہذا دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ خواب گاہ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز گلبرگہ میں یہ اہتمام لیا جائے لہذا دونوں گلبرگہ پہنچے جہاں جشن عشرت بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا اور بی بی ستی کو شہزادہ احمد کی تحویل میں دے دیا گیا۔

بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود کو اسمعیل عادل شاہ نے احمد آباد بیدر روانہ کرتے وقت پانچ ہزار مغل بھی ساتھ کر دیئے۔ امیر قاسم برید کو جب یہ خبر موصول ہوئی کہ اسمعیل عادل شاہ اور سلطان محمود دونوں اس کی جان لینے کے لیے وہاں پہنچ رہے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مال و دولت چھوڑ کر خود کو قلعہ میں محبوس کر لیا۔ سلطان محمود بغیر کسی خوف و ہراس کے کچھ عرصہ سے نوشی اور رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اس نے چوکیداروں اور حفاظت کرنے والوں تک کا خیال نہیں کیا۔ شراب پینے، گانا سننے اور ناچ دیکھنے میں کئی دنوں تک خود کو غافل رکھا۔

امیر قاسم برید کا حملہ

اسمعیل عادل شاہ کے احمد آباد بیدر کے قرب و جوار رخصت ہوتے ہی امیر قاسم برید تقریباً تین چار ہزار فوجی خواہوں کے ہمراہ شہر پر چڑھ آیا۔ بڑی آسانی کے ساتھ سحر کے وقت دروازہ تک پہنچا۔ محافظین اور سپاہیوں نے ان کو بخوشی اندرون شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی اور ان کی راہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ ان محافظوں اور دروازہ کے سپاہیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد نہ تو اس قتل ہیں کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کے حکم کی تابعداری کی جائے اور نہ ہی ان میں اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت یا استطاعت ہے۔ پیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی امیر قاسم برید نے چاروں طرف اپنے محافظین کو مقرر کیا اور مددگاروں سے کام لے کر سابقہ عہدے پر جلوہ افروز ہوا۔ صبح کو جب بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اس نے الٹا ہی معاملہ دیکھا لیکن اسے اس کا نہ صدمہ ہوا نہ تعجب کیونکہ وہ امراء سے مرعوب تھا اور وہ ان کی ہر قسم کی بات گوارا کر لینے کا عادی بن چکا تھا اس کو امیر قاسم برید سے جو سامان عیش و طرب اور نگوں نوش مل گیا اسی کو اس نے غنیمت سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی

ہندوستان میں چند برس قبل والی ایران شاہ اسمعیل صفوی کے ایلچی آئے تھے۔ ان ایلچیوں کی آؤ بھٹت، استقبال اور توقیر کرنے میں تہنہ و تہجد اور شاہ گجرات پہلے ہی ایک اچھی مثال پیش کر چکے تھے۔ اور انہیں شاہی تحائف اور ہدیہ وغیرہ سے نواز چکے تھے۔ محمود بھمنی نے اپنے ملک میں انہیں بڑے احترام و وقار اور گرم جوشی کے ساتھ بلایا اور حسب مراتب شہانہ ان کی رخصت چاہتا تھا اس کے برعکس امیر برید اختلاف مذہبی کے سبب شاہ سے متفق نہیں تھا بلکہ وہ شاہ کو اس کے ارادہ کی تکمیل میں روڑا اٹکاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دو

سال تک اپنی اپنے ملک ایران واپس نہ جاسکے۔ مجبوراً انہوں نے ایک نوشتہ اسماعیل عادل شاہ کو روانہ کیا جس کے جواب میں امیر قاسم برید اور محمود بھمنی دونوں کو حکم ملا کہ ایرانی ایلچیوں کی رخصت میں مزید تاخیر کی ضرورت نہیں ان کی خاطر مدارات کے فوراً بعد روانہ ہی کر دینا بہتر ہے۔ امیر برید نے اسماعیل عادل شاہ کے جواب کو نہایت سخت سمجھ کر ایلچیوں کو فوراً رخصت کر دیا۔

اسماعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال

اسماعیل عادل شاہ نے ان ایرانی ایلچیوں کا نہایت گرم جوشی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا اور ایلیہ پور میں شرف باریابی بخشا۔ چونکہ اپنی اور اسماعیل عادل شاہ ایک مذہب کے ماننے والے تھے لہذا اس نے ان کو بڑے شاہانہ ٹھاٹھاٹ سے ایران رخصت کیا روانگی کے وقت بندر مصطفیٰ آباد کے مقام پر ان کی بڑی عزت کی گئی۔ جب والی ایران کو ان تمام باتوں کا علم ہوا تو اس نے اسماعیل عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایک مددگار روانہ کیا جس کے ہمراہ بادشاہ کے لیے نہایت قیمتی شاہانہ تحائف، ایک تلوار اور مرصع کمر بند تھے۔ اس مددگار کا نام امیر ابراہیم بیگ ترکمان تھا۔ اپنے نوشتہ میں والی ایران نے عادل شاہ کے لیے مجد السنت والشمس والاشوک والا اقبال جیسے القاب اور آداب تحریر کیے۔ فارسی زبان میں لکھے ہوئے یہ خطابات اور القاب و آداب اسماعیل عادل شاہ کے لیے مسرت کا باعث بنے اور اب اس نے اپنے آپ کو شاہانہ جملوں کا متحمل سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل

بیجاپور میں جس شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ ایلچیوں کی آؤ بھگت کی گئی اس کو بہ تفصیل بیان کرنا بڑا مشکل ہے چاروں طرف شادیاں بجاوائے گئے۔ ایرانی ایلچیوں کی پوشاک کا خیال رکھتے ہوئے حکم جاری کیا گیا کہ تمام مغل سپاہیوں کو چاہیے کہ وہ سر پر دروازہ شعبہ سرخ پہنیں ورنہ کسی مغل سپاہی کو شرف باریابی نہیں بخشا جائے گا۔ علاوہ ازیں خلاف ورزی کرنے والے یا حکم نہ ماننے والے سے بارہ بکریاں حاصل کی جائیں نیز اس کے سر سے پگڑی اتار کر اسے برہنہ سربازار میں پھرایا جائے گا۔ تاکہ لوگ اس پر لعنت ملامت کریں اور دوبارہ اس قسم کی حرکت سرزد کرنے سے باز رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ اس حکم کی پوری تعمیل میں شر کے اندر کوئی شخص بغیر دروازہ شعبہ سرخ سر پر رکھے نظر نہیں آیا۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی جاری ہوا کہ عید، بقر عید اور دیگر مذہبی تہواروں پر عبادت کرتے وقت خطبات میں والی ایران کی خوش حالی اور درازی عمر کی دعائیں مانگی جائیں۔ یہ سلسلہ سلطنت بیجاپور میں علی عادل شاہ کے عہد کے اواخر تک تقریباً ستر سال تک جاری رہا۔

تاریخ نویسیوں کا خیال

تقریباً ہر تاریخ نویس اس امر سے اتفاق کرتا نظر آتا ہے کہ اسماعیل عادل شاہ بڑا عقل مند، دور اندیش، مردم شناس وقت شناس اور باوقار بادشاہ تھا وہ قریب قریب ہر کام کی تکمیل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا اسی لیے حریفوں پر جلد غالب آ جاتا تھا۔ اس نے تقریباً تمام لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی غالباً ایک مرتبہ جنگ کنہرہ میں جو غیر مسلموں کے درمیان تھی، اپنی سے نوشی کے سبب فریب میں مبتلا ہو گیا اور دھوکا کھا گیا اور اپنے ہوش و حواس کھو دینے کی وجہ سے ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکا۔

جنگ کنہرہ کا حال

دکنی تاریخ نویسیوں کا خیال اس جنگ کے متعلق یہ ہے کہ کنہرہ میں جتنے غیر مسلم حکمران تھے ان کے ظلم و تشدد کو یوسف عادل شاہ نے اپنی بہادری اور شجاعت کے زور سے ختم کیا۔ بت پرستوں کے قبضہ سے اوزد و اب ملک کو نکالا اور اس طرح کنہرہ اور مدگل وراپجور کے قلعے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے۔ بیجاپور کے حکمران کے ظلم و ستم سے اہل ملک پریشان تھے اب انہیں نجات مل گئی۔ جنب یوسف عادل شاہ نے انتقال کیا تو تمام ملک میں قاسم برید اور کمال خاں کی تخریبی کارروائیوں کی خبر عام ہو گئی۔ اس طرح تراج، مدگل اور رائے

چور کے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے غرض تراج نے معاہدوں کے ذریعہ مد گل اور رائے چور کے قلعے اپنی حراست میں لے لیے ان قلعوں پر تراج کا قبضہ ۹۲ھ تک رہا، کیونکہ اس عرصہ میں اسماعیل عادل شاہ کو دکن میں کمال خاں کی سرکشی کی وجہ سے اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کہ وہ اس طرف دھیان دیتا اور تراج سے قلعوں کے متعلق باز پرس کرتا۔ دوسرے عادل شاہ کے پاس کوئی امیر بھی ایسا نہ تھا جس کی مدد سے وہ اس کام کی تکمیل کرا سکتا۔ جب شاہی خاندان کے ہی خواہوں نے امیر قاسم برید کو ملک بدر کیا اور قرب و جوار کے امراء و روساء اسماعیل عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے نزاکت و وقت کے پیش نظر مد گل اور رائے چور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ تراج سے کیا جس کے لیے وہ خود بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

تراج کی جنگی تیاریاں

جب تراج کو اسماعیل عادل کی نیت کا پتہ چلا تو اس نے کچھ فوج کے ساتھ بیجاپور کا رخ کیا اور جلد ہی کرشنا دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ مختصر سے عرصہ ہی میں کنڑ اور اس کے قرب و جوار بلکہ دور دور کے علاقوں کے امراء و حکمران بھی جنہوں نے غائبانہ طور پر تراج کو اپنا سردار تسلیم کر رکھا تھا اس وقت تمام اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو گئے۔ ان سب نے تراج کو اپنی وفاداری 'فرمانروائی' مدد اور تابعداری کا یقین دلایا نتیجہ میں تراج ایک طاقتور فریق بن گیا اور اب اس کی پوری فوج کی تعداد پچاس ہزار سواروں اور چھ لاکھ پیادوں پر مشتمل تھی۔

اسماعیل عادل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ

محمل طور پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسماعیل عادل نے جب یہ دیکھا کہ تراج بہت جلد بیجاپور پہنچ گیا اس نے تمام پانی کے چشموں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور ان کے علاوہ وہ تمام امراء اور حکام جو کبھی دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر اس کے پاس نہیں آئے تھے، اب متحد ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے تو اس (اسماعیل عادل شاہ) نے تراج کے ساتھ معرکہ آرائی کا خیال ترک کر دینا چاہا۔ اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں کسی دوسرے مناسب وقت کا منتظر رہنا پسند کیا لیکن وہ کبھی کیا سکتا تھا۔ جنگ کی تیاریاں مکمل طور پر ہو چکی تھیں، شاہی آلات باہر آچکے تھے اس کے علاوہ کچھ امیروں نے بھی بادشاہ کو جنگ کرنے کے لیے اکسایا لہذا اب وہ دشمن سے مقابلہ کرنے پر مجبور تھا۔ اسماعیل عادل شاہ کی فوج میں اس مرتبہ سات ہزار تاجپوش سوار تھے جن میں اکثریت ان سپاہیوں کی تھی جن کا تعلق دوسرے ملکوں سے تھا۔ بہر حال دریا کے کنارے سب کے خیمے نصب کر دیے۔

بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت

دریا کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد اسماعیل عادل شاہ شاہی خیمہ میں مقیم ہوا اور بغیر کسی خوف و ہراس کے جنگ میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بارش شروع ہوتے ہی شراب نوشی میں مصروف ہو گیا۔ اس عرصہ میں اس کے ایک ہم پیالہ نے شراب نوشی کے لطف کو دوہلا کرنے کے لیے پس پردہ شاہی ایک عمدہ شاعر نہایت سرلی آواز میں سنایا اس شعر کا سنا تھا کہ بادشاہ پردہ سے باہر آیا اس نے فوراً ایک بزم عشرت منعقد کرانے کا فیصلہ کیا غرض مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خوبصورت اور خوب رو معشوق حاضر کیے گئے۔ جن کا حسن انسان کے ہوش و حواس باختہ کر دے علاوہ ازیں باذوق اور شوخ طبع احباب ادھر ادھر تشریف فرما ہوئے۔

دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت

جب شراب اپنا پورا اثر کر گئی اور محفل اپنے شباب کو پہنچ گئی تو اسماعیل عادل شاہ نے دریا پار کرنے کی طرف دھیان دیا۔ ارکان دولت کو طلب کر کے قصبے کے متعلق دریافت کیا۔ جواب ملا کہ چڑے کے خول چڑھے ہوئے قنوں کی تعداد سو ہے باقی کچھ دنوں میں تیار ہو جائیں گے بادشاہ نشہ میں چور تھا ایک ہاتھی، رہنما اور ساحت کا ہمارے کر کے، دریا کے کنارے گھٹنے لگا لیکر، رائے دلا، کی بات کسی

فحص کو نہیں بتائی، یہ دیکھ کر مسلم لشکر بڑا حیران ہوا کیونکہ بادشاہ جنگ کے دوران میں بیشتر اسی ہاتھی پر سوار ہوا کرتا تھا بادشاہ ابھی مشکل سے ایک کوس ہی جانے پایا تھا کہ اس نے تمام سپاہیوں کو سواری کا مقصد ظاہر کیا۔ ساتھ ہی سارے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں پر بیٹھ کر دریا پار آئیں اور چرمیں قفوں پر گھوڑوں کو دریا کے پار لے آئیں، لوگ اس حکم کو سن کر بڑے پریشان ہوئے اس لیے کہ اس زبردست دریا کو پار کرنا ہاتھیوں کے بس کی بات نہ تھی اور یہ قریب قریب ناممکن العمل تھا بایں سبب ہر شخص کنارے کھڑا دریا کو تک رہا تھا بادشاہ تو چونکہ نشہ میں چور تھا اس کی عقل اس وقت قطعاً کام نہیں کر رہی تھی۔ لہذا اس نے اس کام کا آغاز کیا اور دریا میں مع ہاتھی کوڈ پڑا۔ لیکن اپنے جاہ و جلال شاہانہ کے سبب وہ بغیر کسی قسم کے نقصان یا ایذا کے دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

دریا کے پار معرکہ جنگ

بادشاہ کے پیچھے دو سو ہاتھیوں پر سوار بھی دریا پار کر گئے اور دو مرتبہ گھوڑوں کو قفوں میں دریا پار لے گئے۔ کچھ بقیہ فوجی دریا میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حریفوں کا لشکر مقابلہ کے لیے آ پہنچا جو مغل سپاہی اور دوسرے فوجی دریا عبور کر چکے تھے انہوں نے گھوڑوں کی لگائیں ہاتھ میں لیں اور دشمن سے مقابلہ کے لیے بڑھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اول الذکر دو ہزار اور آخر الذکر دو لاکھ پیاوڑوں اور اسی ہزار سواروں کی شکل میں تھے تاہم اسماعیل عادل شاہ معرکہ آرائی میں نہایت عقل مندی اور ہوشیاری سے فوجوں کی تنظیم کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے متحدہ کو کر یلغار شروع کی اور تقریباً دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بیجا نگر کے راجہ کا سپہ سالار مغل سپاہیوں کی تلوار کا نشانہ بنا اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں مغل سپاہی بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ صف آرا ہو کر لڑے لیکن آخر وقت ان کے پاس آلات جنگ ختم ہو گئے۔ جس کے سبب ڈیڑھ ہزار مسلمان میدان میں کام آئے جو فوج بچ گئی وہ جان بچا کر بھاگ گئی، کسی پل کے نہ ہونے کی وجہ سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچنا بڑا مشکل تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ جو مسلمان سپاہی جان بچا کر بھاگے انہوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے اور اس طرح خود بادشاہ کے ہاتھی کو ترسول بہادر اور ابراہیم بیگ میدان جنگ سے نکال کر اپنے آگے آگے لے آئے اور دریا کی طرف چل دیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور اس کا ہاتھی نیز سات تابجوش سوار دوسرے کنارے تک پہنچ گئے، باقی تمام ہاتھی اور گھوڑے دریا میں ڈوب گئے۔

اسماعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری کے بین صلاح مشورہ

تاریخ میں غالباً یہ پہلا زبردست واقعہ ملتا ہے جب کہ ایک حاکم وقت فوج کی طرف سے غافل رہ کر حریفوں سے برسر پیکار ہوا ہو۔ اور اپنے خیر خواہوں اور متعلقین کو موت کے گھاٹ اتروا کر اکیلا بہ وقت تمام دریا پار پہنچا ہو۔ جس اسد خاں لاری کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس سے اسماعیل عادل شاہ نے صلاح مشورہ کیا اور تقاضائے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سوالات کیے۔ اسد خاں لاری نے نہایت مودبانہ انداز میں اس اہم حادثہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب دارالحکومت بیجا پور کو روانہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بات سب پر روشن ہے کہ تمام ہندوستان کے راجاؤں میں بیجا نگر کا راجہ فوجی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے اور کبھی بھی کسی بہمنی بادشاہ نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا اور وسیع ریاست کے پیش نظر اس راجہ کی فوج سے لڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔

اسد خاں لاری کا ایک اور اہم مشورہ

علاوہ متذکرہ مشورہ کے ایک اور مشورہ اسد خاں لاری نے یہ دیا کہ اب تمام ہی خواہوں اور خیر اندیش لوگوں کی رضامندی ہے کہ برہان نظام شاہ بحری کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور تعلقات کو استوار کیا جائے۔ جس کے لیے شادی وغیرہ کا سلسلہ جاری ہو تاکہ دلوں میں گنجائش اور سنینوں میں دوستی کا عزم بیدار ہو۔ بعد ازاں مشترکہ اتحاد و تنظیم کے ساتھ ہانی فتنہ امیر قاسم برید سے باز پرس کی جائے اور اس کو خوب مزہ چکھایا جائے۔ تاکہ قلعہ مدگل اور رائے پور پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو، اس طرح بغیر پریشانی اور تکلیف کے

حریفوں دھوکے بازوں اور فریب دینے والوں سے نمٹا جاسکے گا۔ قصہ مختصر بادشاہ نے عزم کیا کہ تاکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر اس کا قبضہ نہیں ہوتا وہ تمام عیش و عشرت اور آرائش وغیرہ سے بے تعلق رہے گا۔

اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل

اس حادثہ کے بعد سے اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا اور مدگل اور رائے چور کو حراست میں لینے کے وقت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ تا مرگ شراب کی زیادتی سے احتراز برتا کبھی اتنی شراب نوشی نہیں کی کہ ہوش و حواس سے کام نہ لیا جاسکے۔

عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز

اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس خدمت کو انجام دینے کے لیے سید احمد ہروی کا انتخاب کیا گیا جو ایران میں اس سے پہلے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا تھا۔ سید احمد ہروی اور شاہ طاہر میں پہلے سے کوئی مغائرت نہ تھی، ان دونوں میں کافی اتحاد، میل ملاپ اور محبت تھی، لہذا ہروی کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ نظام شاہی کے رسم و رواج کے مطابق تمام اراکین ریاست کے ہمراہ سید احمد ہروی کو خوش آمدید کہا گیا اور اس طرح برہان الملک اور سید احمد ہروی کا تعارف دیگر امراء کی طرح کرایا گیا اور ایک مخصوص ملاقات میں دونوں کی بات چیت ہوئی، کافی عرصہ تک پیام و سلام کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر شاہ طاہر اور سید احمد ہروی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے مدلا پور کے مقام پر دونوں حکمرانوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اب مدلا پور قصبہ کو شولا پور کے نام سے پکارا جاتا ہے اس ملاقات میں دونوں فریقین نے ایک دوسرے سے تعاون اور دوستی کی طرف قدم بڑھایا۔

شاہ طاہر کا استقبال

۱۳۳۰ھ رجب کی چوتھی شب کو اسماعیل عادل شاہ کے مکان پر شاہ طاہر جلوہ افروز ہوئے۔ شاہ طاہر کی آمد سے گھر میں چہل پھل اس کی آرائش و زینت اور بزم کی رونق میں بڑا اضافہ ہوا اسماعیل عادل شاہ اپنے بڑے فرزند کو ساتھ لے کر گھر سے نکلا اور کچھ فاصلہ پر دونوں نے شاہ طاہر کا شاندار استقبال کیا۔ علاوہ ازیں اس بادشاہ کی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کسر باقی نہ رکھی، ہر طرح ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے یہاں تک کہا کہ وہ ایک فقیر کے گھر میں خلیفہ یا پیغمبر کی کیا خاطر تواضع کر سکتا ہے۔ اس نے بڑے عاجزانہ انداز میں شاہ طاہر کو بتایا کہ وہ اس قاتل نہیں ہے کہ ایک مہمان کی اچھی طرح خاطر کر سکے تاکہ محبت اور خلوص میں اضافہ ہو، لیکن شاہ طاہر نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بادشاہ کے اہتمام کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کی بہت ہمت افزائی ہوئی۔

شادی کی رسم

اس محبت میں عقد اور شادی کی بات بھی چھڑ گئی۔ اسماعیل عادل شاہ پہلے ہی سے اس کا خواہاں تھا لہذا اس نے شاہ طاہر کی درخواست قبول کر لی اس طرح عقد کی رسم ادا ہوئی بزم طرب منعقد ہوئی یوسف عادل شاہ کی لڑکی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ بھری سے کر دی گئی۔ دونوں جانب سے ایک دوسرے کو مبارک باد، تحفہ، نذرانہ وغیرہ دیا۔ دوستی، محبت اور اخلاص کے رشتہ کو استوار کیا گیا اور اس کے بعد دونوں اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمنی کا آغاز

اس مشروط نکاح میں ایک شق یہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی رتن خاں سے لیے ہوئے کمال خاں سرنوبت کے ساڑھے پانچ پتے اور شولا پور کا علاقہ مریم سلطان کے جیز میں شاہ طاہر کو دیا گیا مگر اسماعیل عادل شاہ نے اس سلسلہ میں لاپرواہی برتی، نتیجہ یہ ہوا کہ

جس خلوص، ہمدردی محبت اور اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ نکاح کے وقت کیا گیا تھا، بیکار ثابت ہوا اور اس رشتہ نے دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت کی ایک بنیاد ڈال دی جو پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھی۔

اسمعیل عادل شاہ پر فوج کشی

ایک ہی سال بعد برہان نظام شاہ والی برار علاؤ الدین عماد شاہ کی مدد حاصل کر کے اسمعیل عادل شاہ پر چڑھ آیا۔ والی برار کی تائید اور مدد نے حریف کو شولا پور اور قلعہ کی حراست میں کامیابی عطا کی، ساتھ ہی ایک پیامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ اسمعیل عادل شاہ کو علم تھا کہ اب تمام حریفوں کی تعداد چالیس ہزار سواروں پر مشتمل ہے لیکن وہ خود کو خدا کے سپرد کر کے بارہ ہزار مضبوط اور بہادر سپاہیوں کو لے کر حریفوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر بھی جنگ کا آغاز نہ ہو سکا بایں خیال اسمعیل عادل شاہ حریفوں سے تقریباً دو کوس ادھر قیام پذیر ہوا۔ جنگ چالیس یوم جاری رہی لیکن اکتالیسویں دن حریفوں کی مدد کے لیے امیر قاسم برید بھی آدھمکا۔ اب جنگی محاذ بنانے کے لیے برہان نظام شاہ نے سارے لشکر کو ترتیب دیا فوج کے درمیان اپنے آپ کو رکھا۔ امیر قاسم برید اور علاؤ الدین عماد شاہ کو بالترتیب میسرہ اور مہمنہ حوالہ کر دیا۔

اسمعیل عادل شاہ کی جنگی ترتیب و تنظیم

اسمعیل عادل شاہ نے بھی لڑائی کے میدان کا رخ کیا اس نے بھی اپنے آپ کو فوج کے نیچوں بیچ رکھا۔ علاؤ الدین عماد شاہ کے مقابلہ کے لیے اسد خاں لاری کو مقرر کیا اور امیر قاسم برید کے جواب میں ترسوں بہادر کو علاوہ ازیں میسرہ پر فوج کشی کے لیے مصطفیٰ آقا کے ہمراہ ایک ہزار سپاہی اور مہمنہ کے لیے خوش کلامی آقا کے ہمراہ ایک ہزار نیزہ باز سپاہیوں کو مقرر کیا یہ اس وجہ سے کیا کہ حریفوں کا محاصرہ ہونے سے پہلے ان مقامات کا تحفظ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

بعد ازاں دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا نیزہ بازوں نے میدان جنگ کو میدان قیامت بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون کے دریا بہہ گئے امیر قاسم برید، ترسوں بہادر اور علاؤ الدین عماد شاہ اسد خاں لاری کے حملوں کی تاب نہ لاسکے اور دونوں بالترتیب ہند اور برار کی طرف جا نکلے۔ ادھر برہان نظام شاہ اور اسمعیل عادل شاہ کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی کہ خوش کلامی آقا اور مصطفیٰ آقا نے پیش قدمی شروع کی دوسرے نیزہ بازوں کے ہمراہ نظام شاہ، بحری اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ نظام شاہ، بحری کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سپاہیوں کو چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ اسد خاں لاری اس کے تعاقب میں تھا کہ نظام شاہی کے پھریرے پر اسمعیل عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا، علاوہ ازیں نظام شاہی فوج کا بہت سا سامان جنگ اور جنگی آلات مع زر و مال عادل شاہی لشکروں کے ہاتھ آ گیا۔

اسمعیل عادل شاہ کا جشن کامرائی

تاریخ میں عادل اور نظام شاہی خاندانوں کے درمیان یہ سب سے پہلی جنگ تھی، اس جنگ کی بناء شولا پور اور ساڑھے پانچ پتے تھے، دشمن کے لشکر کو تاراج کرنے کے بعد عادل شاہ نے بیجا پور کا رخ کیا جہاں پہنچ کر اس نے ایک محفل جشن طرب کا انعقاد کیا۔ یہ مجلس تقریباً تیس روز تک جشن فتح منائی رہی۔ اس کے بعد مختلف امراء اور معزز عمدہ داروں کو عمدہ عمدہ پوشاک انعام و اکرام عمدہ کمر بند اور خوبصورت گھوڑے بہادری کے صلہ میں دیئے گئے علاوہ ازیں اسد خاں لاری کو پانچ کلاں اور چھ خورد نظام شاہی فیل دیئے۔ بقیہ ہر خاص و عام اور ہر خورد و کلاں کو حسب مراتب مشاہرہ اور وظیفہ وغیرہ کی رقوم میں اضافہ کر کے ان کی ہمت افزائی کی۔ نیز فوج میں خالصہ محلات کی ساری تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم بھی جاری کیا۔

نظام اور عادل شاہی خاندان کے درمیان دو سری جنگ

برہان نظام شاہ نہایت غیور اور حساس حکمران تھا۔ ۹۳۹ھ میں علاؤ الدین عماد شاہ سے میدان جیت کر ایک سال کے بعد ہی اسماعیل عادل شاہ سے بدلہ لینے کے لیے بیجاپور کا رخ کیا اور ساتھ ہی امیر قاسم برید کو بھی اکسایا اور اسے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کر لیا۔ اسماعیل عادل شاہ بھی خاموش نہیں بیٹھا اس نے بھی دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ تقریباً تین کوس چل کر دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں اور اس طرح خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بد قسمتی سے برہان نظام شاہ کا وار خالی گیا اور وہ پھر شکست خوردہ ہو کر فرار ہو گیا۔ خواجہ جہاں دکنی چندے نظام شاہی امراء کے ہمراہ حراست میں لے لیے گئے۔ حریف کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں لاری نے قلعہ پرندہ تک دوڑ لگائی اور حریفوں کے بیس ہاتھیوں کو قبضہ میں لے لیا ان ہاتھیوں میں ایک فیل تخت بھی تھا جس پر برہان نظام شاہ سوار ہوتا تھا۔

اسماعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد

جتنے ہاتھی مال غنیمت میں ہاتھ لگے تھے وہ سب کے سب اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو عطا کیے صرف ایک ہاتھی فیل تخت (مذکورہ بالا) اپنے پاس رکھا۔ اس کا نام اللہ بخش تھا اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو فرزند کا خطاب بھی دیا۔ یہ سال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسماعیل عادل نے والی برار سے اور جان کے قصبہ میں اسد خاں لاری کے ایما پر شرف نیاز حاصل کیا۔ اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ کا عقد والی برار علاؤ الدین عماد شاہ کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد اسماعیل عادل شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ نے دوستی خلوص، اتحاد اور تنظیم کے معاہدے کیے اور دونوں اپنے اپنے ملکوں کو سدھارے۔

برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد

دوسرے سال یعنی ۹۳۵ھ میں برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی نے چڑھائی کر دی، برہان نظام شاہ نے اسماعیل عادل شاہ سے مدد مانگی جو منظور ہوئی۔ اسماعیل عادل شاہ کے چھ ہزار سپاہی اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کی رہنمائی میں نظام کی مدد کے لیے پہنچے بہادر شاہ گجراتی ڈر کر بھاگ گیا۔

امیر قاسم برید کی سازش

امیر قاسم برید نے عادل شاہی امدادی لشکر سے بہادر شاہ کے مقابلے کے دوران میں سازش کی کہ اگر بیجاپور پہنچ کر عادل شاہی لشکر اپنے بادشاہ اسماعیل عادل شاہ کو گرفتار کر لے تو اس کا ملک سب لوگ برابر تقسیم کر لیں گے۔ عادل شاہی لشکر نے بیجاپور پہنچ کر اس کی خبر اسماعیل عادل شاہ کو دی اور امیر قاسم برید کی بدنیتی کا سارا پول کھول دیا۔ اسماعیل عادل شاہ بے حد برہم ہوا اور اس نے معصوم ارادہ کیا کہ وہ امیر قاسم برید سے اس کی باز پرس کرے گا اور اس کو سخت سزا دے گا۔

اسماعیل عادل شاہ کی انتقامی کارروائیاں

اسماعیل عادل شاہ نے ۹۳۶ھ میں ایک کمنہ سال قاصد کے ذریعہ برہان نظام شاہ کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور امیر قاسم برید کی نپاک سازش اور مکروہ عزائم سے اپنی گہری نفرت کا اظہار کیا اس نے صاف صاف برہان نظام شاہ کو بتایا کہ امیر قاسم برید کی گستاخیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں وہ اکثر و بیشتر راجاؤں اور سلطان قلی قطب شاہ سے امداد حاصل کر کے عادل شاہی سلطنت کو نقصان پہنچاتا رہا ہے لیکن اس کے باوجود عادل شاہی خاندان ہمیشہ اس کو معاف کرتا رہا ہے اور اس کی غلطیوں کو نظر انداز کیا ہے اسماعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اس مرتبہ معصوم ارادہ کر چکا ہے کہ امیر قاسم برید کی حرکتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا اور اس کو ایسا مزہ چکھایا جائے کہ وہ آئندہ غلط قدم اٹھانے سے باز رہے۔ مکاروں اور عیاروں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا دانشمندی نہیں ہے، اگر برہان نظام شاہ اس رائے سے اتفاق کریں تو امیر قاسم برید کی گستاخی کا پھل اس کو دیا جائے۔

برہان نظام شاہ کی رضامندی

اسمعیل عادل شاہ نے بہادر شاہ گجراتی کے حملے کے وقت نظام شاہی خاندان کے احیاء کے لیے جو مدد کی تھی، اس نے برہان نظام شاہ کو بڑی حد تک عادل شاہ کا ممنون و مشکور بنا دیا تھا۔ دوسرے بہادر شاہ گجراتی کے حملوں کا خطرہ ابھی لاحق ہی تھا اس کی طرف سے نظام شاہ کو اطمینان نہیں تھا۔ لہذا برہان نظام نے اسمعیل عادل شاہ کی رائے سے قطعی طور پر اتفاق کیا اس نے قاصد سے کہا کہ اسمعیل عادل شاہ کی دل جوئی کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے کرنے کو تیار ہے۔ قاصد کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اس کے بعد قاصد کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ واپس کیا گیا۔

امیر قاسم برید پر چڑھائی

وقت کی نزاکت کے پیش نظر اسمعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار بہادر اور نڈر سپاہیوں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کا رخ کیا امیر قاسم برید خود اپنی کم بینائی اور ضعیف العمری کے سبب کسی دوسری سمت روانہ ہوا لیکن وزیر تمرج بہمنی کی رضامندی سے اپنے بڑے فرزند علی برید اور دوسرے بیٹوں کو قلعہ کا محافظ بنا دیا گیا۔ احمد آباد بیدر پہنچتے ہی اسمعیل عادل شاہ نے قلعہ کو حراست میں لے کر فتح کرنے کی سعی کی اب اسمعیل عادل شاہ نے قلعہ میں داخل ہونے اور مختلف سمتوں کی طرف بڑھنے کی تدبیریں سوچیں، اس طرح اندر داخل ہونے کا انتظام کیا گیا۔

امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں امیر قاسم برید کے متعلقین اور اس کے خیر خواہ سپاہیوں کی بہادری اور جاں بازی کا چاروں طرف شہرہ تھا یہ لوگ شہر سے نکلے اور جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جنگ کے نتیجہ کے بغیر یہ لوگ پلٹ گئے کیونکہ قلعہ کو انہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا، چند لمحوں کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان قلی قطب شاہ کی فوج بریدیوں کی مدد کے لیے پہنچ رہی ہے علی برید نے فوراً ہی پانچ ہزار دکنی فوج بنائی اور تمام آلات و سامان جنگ سے لیس کیا۔ پھر حریف کے مقابلے کے لیے میدان میں کود پڑا۔

بریدیوں کا غرور

علی برید کی والدہ اور امیر قاسم برید کی بیوی کے تین بہادر بھائی تھے ہر بھائی اپنے آپ کو ایک لشکر کے برابر سمجھتا تھا اتفاق سے ایک بھائی کی جب میرزا جہانگیر قتی سے جنگ ہو رہی تھی۔ وہ حسن آباد گلبرگہ کے مقام پر جاں بحق ہو گیا تھا اس طرح دو بھائی رہ گئے تھے آج یہ دونوں بھائی اسمعیل عادل شاہ سے نمٹنا چاہتے تھے دونوں نے یک زبان ہو کر دشمن کو لکارا گویا ان کا یہ نعرہ تھا کہ آج اگر کسی میں طاقت ہو تو ان جیسے نڈر جوانوں کے سامنے آئے اور تنہا مقابلہ کرے۔ اسمعیل عادل شاہ سے نہ رہا گیا اور اس نے زور آزمائی کا تہیہ کیا۔

اسمعیل عادل شاہ کی فتح

اسمعیل عادل شاہ نے مذکورہ دونوں بھائیوں کا دعویٰ سنتے ہی لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا اب وہ ان سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا اسد خاں لاری اور دیگر امراء نے بادشاہ کو ہر چند منع کیا لیکن اسمعیل عادل شاہ نے کسی کی کوئی پروا نہ کی اور میدان جنگ میں کود پڑا دونوں فریقین میں خونریز جنگ ہوئی، نتیجہ میں دونوں بھائی مارے گئے۔ ہر شخص نے داد تحسین کے نعرے بلند کیے۔ اسمعیل عادل شاہ نہایت فاتحانہ انداز میں پلٹا۔

قطب شاہی فوج سے مقابلہ

اسمعیل عادل شاہ جب دشمن پر فتح حاصل کر کے واپس آیا تو دیگر امراء و روضاء اور اسد خاں لاری نے اس کے گھوڑے کی رکاب کو

چوما اور بادشاہ کے سر سے خیرات اتار کر تقسیم کی۔ اسی عرصہ میں قلی قطب شاہ کا لشکر بھی آ پہنچا جس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو مقرر کیا تھا اور بریدیوں کی فوج سے نمٹنے کے لیے سید حسن عرب کو حکم دیا۔ اسد خاں لاری ڈیڑھ ہزار مغل نیزہ بازوں کے ہمراہ قطب شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں میدان جنگ سے مار بھگایا اس کے بعد وہ سید حسن عرب کی جانب رجوع ہوا جو بریدیوں سے برسرِ پیکار تھا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر یہ تیغ کیا اور باقی جو بچ گئے تھے ان کا قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا۔

امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست

اب اسماعیل عادل شاہ، اسد خاں لاری پر اتنا مہربان تھا کہ اسے زیادہ قربت حاصل ہو گئی۔ بادشاہ نے قلعہ کو حراست میں لینے کا ارادہ مستحکم کر لیا اور پوری کوشش جاری رکھی اس نے تمام راہوں پر ناکہ بندی کی امیر برید بے حد پریشان ہوا اور اپنی اس گھبراہٹ میں اس نے والی برار علاؤ الدین شاہ سے فوجی امداد طلب کی۔ عادل شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمود خاں کو جو اس کے بھائی کا لڑکا تھا قاصد بنا کر عماد شاہ کی طرف بھیجا خود امیر قاسم برید کے اگلے پچھلے گناہوں اور گستاخیوں کی معافی کی درخواست کو ذریعہ ملاقات سمجھ کر فوراً احمد آباد بیدر کی جانب روانہ ہوا۔

اسماعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات

عماد شاہ اور اودگیر کے قلعہ کا رخ کرنے کے بجائے عادل شاہ کی قیام گاہ کا رخ کیا اور تقریباً ایک کوس دور ٹھہرا، کیونکہ اسے بہر حال اسماعیل عادل شاہ کی رضا مندی اور خوشی مد نظر تھی۔ جب اسماعیل عادل شاہ کو عماد شاہ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بے حد ممنون ہوا۔ اپنے چند متعلقین اور احباب کو ساتھ لے کر اس کے خیمہ میں بطور میزبان کے گیا اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ علاؤ الدین عماد شاہ نے بھی بادشاہ سے کہا کہ میرے حاضر ہونے کی غرض و غایت دراصل فتح کی مبارک باد پیش کرنا ہے، البتہ امیر قاسم برید نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ شمار میں نہیں آ سکتیں۔ اسماعیل عادل شاہ نے معذوری کا اظہار کیا اور عماد شاہ سے کہا کہ بہتر ہے کہ جب تک جنگ کے دوران میں امیر قاسم سے انتقام نہ لیا جائے وہ قاتل معافی نہیں ہو سکتا۔ جب عماد شاہ نے اسماعیل عادل شاہ کو امیر قاسم برید کے سلسلے میں اس قدر برہم پایا تو اس نے مصلحتاً دوبارہ اس بات کو نہیں چھیڑا۔

امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات

سات یوم تک علاؤ الدین عماد شاہ نے اپنے خیمہ میں اسماعیل عادل شاہ کو ٹھہرایا اور میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں اس نے اسماعیل عادل شاہ کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں اسے شاہانہ تحائف اور ہدیہ وغیرہ پیش کیے۔ جب اس بات کی خبر امیر قاسم برید کو پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ اسماعیل عادل شاہ عماد شاہ پر اتنا مہربان ہے تو اس نے عماد شاہ کی خدمت میں پیش ہونے کا قصد کیا۔ اور حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا، مدد کی درخواست کی اور نہایت ملتجیانہ لہجہ میں عماد شاہ سے کہا کہ وہ اسے اور اس کے بیٹوں کو جتنی جلد ہو سکے قلعہ کے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نجات دلائے۔ علاؤ الدین عماد شاہ نے امیر قاسم کو نجات کا صرف ایک راستہ بتایا اور وہ یہ کہ اسماعیل عادل شاہ کے حوالہ بیدر کا قلعہ کر دیا جائے۔ عماد شاہ کی اس رائے سے امیر قاسم برید نے اتفاق نہیں کیا اور وہ برہم ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف گیا جو عماد شاہ کے خیمہ سے تقریباً ایک کوس پر واقع تھا۔

امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت

امیر قاسم برید جانتا تھا کہ اس کا حریف نہایت مضبوط، دانا اور طاقتور ہے، لیکن اس کے باوجود اس نے بغیر کسی پریشانی اور فکر کے رنگ رلیاں منانا شروع کیں۔ اس کے علاوہ لشکر کے دوسرے سپاہی اور امراء بھی متواتر سفر کرنے اور چوکنے رہنے کی وجہ سے تھک گئے تھے لہذا انہوں نے بھی ان لمحات کو غنیمت جان کر آرام کرنا شروع کیا۔ گنتی کے کچھ سپاہی محافظ کے فرائض انجام دینے کے لیے مقرر

ہوئے بلکہ ان سپاہیوں نے بھی رنگ رلیاں منائیں۔

اسمعیل عادل کا حکم شب خون

اسمعیل عادل شاہ کو جب امیر قاسم برید کے قیام کا حال معلوم ہوا تو اسی دن تاریک شب کو اسد خاں لاری کی رہنمائی میں چند مخلص سپاہیوں کو سپاہ حریف پر شب خون مارنے کا حکم جاری کیا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری امیر قاسم برید کی قیام گاہ کی طرف بڑھا اور اس جگہ کو ساکت و خاموش پا کر اپنے سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے اور شب خون مارنے کا ارادہ ترک کرنے کا حکم دیا۔ چند نڈر اور بہادر سپاہیوں کو امیر برید کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے متعین کیا۔

اسد خاں لاری کی مزید ہدایات

جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امیر قاسم برید اور اس کے جملہ متعلقین مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں جس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ یہ چند نیزے اور شمشیریں اور کچھ پگڑیاں بغیر کسی مزاحمت کے حاصل کر لی گئی ہیں۔ اس کے بعد اسد خاں لاری مورچہ بندی کی طرف مائل ہوا، سپاہیوں کو حریف کی فوج کے ارد گرد لگایا اور خاموش، بے جان، ساکت اور بے آواز رہنے کی ہدایت کی تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ بعد ازاں اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کے خیمہ کا رخ کیا وہاں پہنچ کر دیکھتا کیا ہے کہ چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے، ادھر ادھر شراب کے برتن بکھرے پڑے ہیں اور حریف کا ہر محافظ اور ہر پاسبان مے کے نشہ میں بدست تمام افکار و حادثات سے بے پروا۔ سکون سے خراٹے لے رہے ہیں اسد خاں لاری نے ان لوگوں کو چند محافظین کے حوالہ کیا اور ان کو بغیر قتل کیے ہوئے حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ہوشیار و بیدار ہو کر غل کرنے کی کوشش کرے اسے تہ تیغ کر دو۔ اس کے بعد چند سپاہیوں کے ہمراہ امیر قاسم برید کو زندہ قید کرنے یا پھر قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔

امیر قاسم برید کی قیام گاہ

اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی قیام گاہ کے اندر بیرون خیمہ سے زیادہ عجیب اور مختلف منظر دیکھا کہ اندرونی سپاہی بیرونی لوگوں سے زیادہ خستہ حالت میں ہیں۔ امیر قاسم برید خیمہ کے اندر ایک گوشہ میں پلنگ پر بدست ہاتھی کی طرح پڑا ہے اسے کسی قسم کا ہوش نہیں ہے۔ گویے اور رقص کرنے والے یا تو الٹیاں کر رہے ہیں یا اپنی ہر چیز سے بے پروا اور بدست پڑے ہیں۔

امیر قاسم برید کی گرفتاری

اس حالت میں سب کا خون بہانا نہایت آسان تھا، لیکن اسد خاں نے اپنی ہی خواہوں سے مشورہ کر کے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ طے پایا کہ حریف کو زندہ حالت میں مع چارپائی کے لے جائیں۔ لہذا اس کام کی تکمیل کے لئے چالاک اور بوڑھے حریف امیر قاسم برید کا پلنگ اس کے خیمہ سے باہر لایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک محافظ کی آنکھ کھل گئی وہ چیخا، لیکن اسد خاں لاری کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دکنی اس شخص کو پوٹی والہ کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے ذمہ حفاظت کرنے اور ہوشیار رہنے کا کام تھا۔

اسد خاں لاری کا مشورہ

اپنے لشکر میں پہنچ کر اسد خاں لاری نے اس پورے واقعہ کو بیان کیا نیز یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ابھی آدھی رات باقی ہے اگر شب خون مارا گیا تو غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمان بھی مارے جائیں گے۔ اور نہ معلوم سحر ہونے تک کتنے مسلمانوں کا خون ناحق بہہ جائے۔ جہاں تک مقصد کے پورا ہونے کا تعلق ہے وہ پورا ہو چکا، حریف کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ دوسروں کو قتل کرنے کے بجائے اسی شخص کو اسمعیل عادل شاہ کے حضور میں پیش کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اسد خاں لاری کی یہ بات تمام متعلقین کو پسند آئی اور انہوں نے امیر قاسم برید کے پلنگ کو لے جانے کے لئے کاندھوں پر اٹھالیا۔

امیر قاسم برید کا بیدار ہونا

آدمی دور چلے تھے کہ امیر قاسم برید ہوش میں آگیا اور اس نے خود کو عجیب حالت میں پایا اسے معا خیال آیا کہ اس کا پلنگ بھوت پریت اٹھائے کہیں دور لئے جا رہے ہیں۔ لہذا اس بد بخت نے ٹالہ و فریاد اور رونا شروع کر دیا، لیکن فوراً ہی اسد خاں لاری نے اپنی شکل دکھا کر اس پر ثابت کر دیا کہ اس کا پلنگ جنوں کے قبضہ میں نہیں بلکہ اس کے حریف کے قبضہ میں ہے۔ اسد خاں لاری نے اس کی گرفتاری سے متعلق تمام باتیں اس کو بتائیں اور اس کو نہایت شرمندہ کیا۔ اس نے امیر برید سے کہا کہ اس ضعیف العمری میں دشمن کے قریب خیمہ زن ہو کر مے نوشی کی یہ کثرت بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ امیر قاسم برید اتنا شرمندہ ہوا کہ اس نے زبان سے ایک لفظ کہنا بھی مناسب نہ سمجھا وہ اپنی اس بے وقوفی پر سخت نادم اور شرمندہ تھا۔

دربار اسماعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری

رات کے گذرتے ہی اسد خاں لاری اسماعیل عادل شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ اسد خاں کے اس عظیم کارنامہ سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اسد خاں کی شان میں داد تحسین کے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کئے۔ جس سے اسد خاں کی ہمت افزائی ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو اب کسی قابل محسوس کیا۔ امیر قاسم برید سے اسماعیل عادل شاہ نے باز پرس کی اور اس سے اس کی عیاری، مکاری اور اس ڈھونگ کا سبب پوچھا جس کے جواب میں امیر قاسم برید نے سر تسلیم ختم کر دیا اور زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکالا۔ بعد ازاں امیر قاسم برید کو اسد خاں لاری کی حراست میں دے دیا گیا۔ تاکہ بادشاہ جس وقت بلائے اس وقت امیر قاسم برید کو حاضر کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ اسماعیل عادل شاہ کے حکم سے دوسرے دن دربار میں امیر قاسم برید کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پیش کیا گیا اور کافی دیر تک امیر قاسم برید کو اسد خاں نے بادشاہ کے روبرو دھوپ میں کھڑا کیا۔

امیر قاسم برید کے قتل کا حکم

غالباً کسی قدیم جدید تاریخ میں اس قسم کا عظیم واقعہ نہ ہوا جب کہ ایک بہادر صاحب عزت و جلال تخت کا مالک اپنے خیمہ شاہی سے اتنی بری طرح سے اٹھوایا جائے۔ اور اس کے متعلقہ بھی خواہ، خیر خواہ اور قرب و جوار کے لوگ بہ آسانی اسے آنے دیں اور اپنے عیش و عشرت میں چور ہو کر اپنے بادشاہ کو نکل جانے دیں۔ چونکہ اسماعیل عادل شاہ امیر قاسم برید سے بہت بری طرح ٹالوں تھا لہذا اس نے امیر قاسم برید کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔

قلعہ احمد آباد کی پیش کش

ابھی قتل کرنے والے نے تلواریں میان سے باہر نکالی ہی تھیں اور حریف کے دو ٹکڑے کرنے ہی والا تھا کہ ملزم نے نہایت سلیجیانہ انداز میں گریہ و زاری اور ٹالہ و فریاد کرنی شروع کر دی۔ اور یوسف عادل شاہ سے لے کر اب تک کے اپنے تمام گناہوں کو دہرایا اور پھر ان بادشاہوں کی معافی کی تعریف کی۔ اسماعیل عادل شاہ سے بھی اس مرتبہ اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ احمد آباد بیدر کا قلعہ جسے آج تک کوئی بادشاہ فتح نہ کر سکا۔ عادل شاہی خاندان کے قبضہ میں آجائے گا۔ ساتھ ہی تمام مال و زر اور ذخیرہ سیم و طلا بھی اسماعیل عادل شاہ کی نذر کر دیئے جائیں گے۔ اسماعیل عادل نے اس وعدہ کو قبولیت کا شرف بخشا اور اسے اپنی فتح کا مال غنیمت سمجھا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار

ایک پیغامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید نے اپنے فرزندوں سے درخواست کی کہ وہ قلعہ کو عادل شاہی خاندان کے حوالے کر دینے کے لئے تیار رہیں، لیکن اس کے فرزندوں نے امیر قاسم کو ضعیف العمر، بزدل سپہ سالار، بے وقوف اور قریب المرگ جیسے کلمات کہے اور جواب دیا کہ اس عظیم قلعہ کو حریف کی تحویل میں دینا بے وقوفی ہے۔

قاصد کی روانگی

فرزندوں کا دراصل اپنے باپ کو اس قسم کے جواب دینے سے یہ مقصد تھا کہ وہ جس طرح سے بھی ہو اسیری کے دن گزارے۔ بعد ازاں فرزندوں نے ایک مخلص شخص کو اپنے باپ کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ اختیار دیا کہ وہ باپ سے پوچھے کہ ”اگر بغیر قلعہ حوالہ کئے ہوئے دشمن کی قید سے رہائی ممکن ہے تو ٹھیک ہے۔“

پیغامبر بیٹوں کا پیغام لے کر آتا۔ قانا۔ امیر قاسم برید کے پاس پہنچا اور اس کے بیٹوں اور علی برید کی پریشانی، اضطراب اور قلعہ حوالہ کرنے کی بابت ساری باتیں اس سے بیان کیں۔

امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم

ان تمام باتوں نے امیر قاسم برید کو اطمینان دلا دیا اور اس نے بادشاہ سے اپنے بیٹوں کے قلعہ حوالہ نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن اسماعیل عادل شاہ نے قتل کا دوبارہ حکم جاری کیا۔ ایک آزاد فیل کو اس کے مار ڈالنے اور کچلنے کے لئے تیار کیا گیا جسے دیکھ کر امیر قاسم برید بے حد رویا اور چیخا۔ اور اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اسے اپنے فرزندوں کی اس برج کے قریب مارا جائے۔ جہاں وہ رہتے ہیں تاکہ وہ خود قلعہ کی سپردگی اور اپنی رہائی کے سلسلہ میں فرزندوں سے بات چیت کر کے کوئی آخری فیصلہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کو برج کے قریب پہنچا دیا گیا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں

امیر قاسم برید کے فرزندوں نے جب باپ کو برہنہ حالت میں ہاتھی کی پیٹھ پر بندھا ہوا دیکھا تو ان فرزندوں نے قلعہ اسماعیل عادل شاہ کے حوالے کرنے کی چند شرطیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ اسد خاں لاری کو جس جگہ تجویز کیا جائے خاموش کھڑا رہنا ہوگا۔ اور بریدی خواتین و اطفال سے کسی قسم کی کوئی بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ سراؤں اور خواتین سے سامان اور مال وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ کہ یہ فلاں سامان یا اسباب قلعہ سے کیوں لے جا رہی ہیں۔ اور آخری شرط یہ کہ جس قسم کی پوشاک وہ زیب تن کئے ہوں وہ مع زیورات قلعہ سے نکل جانے کی اجازت ہوگی۔ اسماعیل عادل شاہ نے امیر قاسم برید کے فرزندوں اور علی برید کی ان شرطوں کو سن کر قبول کیا۔

شرائط پر عمل

اسماعیل عادل شاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری دروازہ قلعہ پر مقرر ہوا۔ اور اس بات کا محافظ ٹھہرایا گیا کہ بریدی خواتین، خواجہ سرا اور اطفال جب قلعہ سے باہر نکلیں تو انہیں کوئی شخص کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ اس طرح علی برید نے اپنی خواتین اور خواجہ سراؤں کو پیش بھا اور گراں قدر زیورات، جواہرات اور ہمینہ بادشاہوں کے زمانہ کے منقش اور دریا سامان جنگ، مال و زر اور اشرفیاں وغیرہ دیں اور ہدایت کی کہ وہ ان تمام چیزوں کو نقاب کے اندرونی حصہ میں رکھ کر قلعہ سے نکلیں۔

دربار اسماعیل عادل شاہ

اسماعیل عادل شاہ کے حوالہ جب قلعہ کر دیا گیا تو وہ اسی روز قلعہ میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ خاندان ہمینہ کے تخت و تاج پر جلوہ افروز ہوا۔ بعد ازاں علاؤ الدین عماد شاہ کو اسد خاں لاری اور شہزادہ ملو خاں کے ذریعہ مدعو کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اس کو بلائے کے لئے شہزادہ علی اور عبداللہ کی روانگی کا حکم دیا۔ شہزادوں کے پہنچنے ہی عماد شاہ نے اسماعیل عادل شاہ کی دعوت قبول لی اور وہ ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ وہ عادل شاہی خیمہ کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ خود بادشاہ نے اسے باب قلعہ تک خوش آمدید کہا اور اس کی آمد سے بزم کی زینت میں اضافہ کیا۔

جواہرات کی تقسیم

بعد ازاں اسماعیل عادل شاہ نے قلعہ کے تمام بیش بہا ذخائر سیم و طلا، گراں قدر طلائی ظروف، عمدہ ہیرے، جواہر، موتی، بہترین پوشاک لباس اور نقد بارہ لاکھ ہون علاؤ الدین عماد شاہ کی خدمت میں پیش کئے تاکہ وہ اپنی طبیعت کی چیزیں ان میں سے منتخب کرے۔ لیکن علاؤ الدین عماد شاہ نے صرف ایک منقش عنبر چڑ کا انتخاب کیا اور ہاتھ بڑھا کر اٹھالیا۔ بعد ازاں اسماعیل عادل شاہ کے حکم سے اسد خان لاری نے تین لاکھ ہون علاؤ الدین عماد شاہ کے نوکروں کو بانٹ دیئے۔ علاوہ ازیں ملو خاں، انو خاں، عبداللہ و ابراہیم شہزادوں کو بھی ایک لاکھ ہون تقسیم کئے گئے۔ ان میں سے جتنا ایک کے حصہ میں آیا تقریباً اتنے ہی ہون بادشاہ کے حکم سے اسد خان لاری نے بھی لئے۔

زائرین اور دیگر امراء کو انعامات

سید علی عقیل کو پچاس ہزار ہون کرپائے معلیٰ اور دوسرے مقدس مزارات کے زائرین کو تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے۔ بیجاپور اور فوج کے دیگر علماء و فضلاء کے لئے سید احمد ہروی کو پچاس ہزار ہون کا عطیہ دیا۔ اس کے بعد فقراء و غریاء کی امداد کے لئے بارہ ہزار کی رقم صرف کی گئی۔ پھر بھی جو رقم بچ گئی وہ سب کی سب سپاہیوں اور فوج کے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس طرح اسماعیل عادل شاہ نے اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی نہیں بچائی۔ ساری رقم تقسیم کر دی اور خود خالی ہاتھ بزم سے اٹھ گیا۔

مولانا شہید شاعر قتی کے لئے رقم

اس عرصہ میں گجرات میں اپنے وقت کے مشہور و معروف عالم و فاضل شاعر مولانا شہید قتی تشریف فرما تھے۔ اپنے کلام کے سبب شاہی دربار میں ان کی بڑی توقیر و تعظیم ہوا کرتی تھی۔ لہذا اس مرتبہ بھی اسماعیل عادل شاہ نے مولانا سے جس قدر رقم وہ اٹھا سکیں اٹھالینے کو کہا، لیکن مولانا مسافت طے کر کے آئے تھے لہذا تھکان کی وجہ سے ان میں پہلی جیسی جان نہیں تھی۔ بادشاہ سے مولانا نے فرمایا کہ وہ یہاں آ کر آدمے رہ گئے۔ جب گھر سے گجرات کے لئے روانہ ہوئے تھے اس وقت آج سے دو گنی طاقت ان کے جسم میں موجود تھی۔ اگر اس وقت بندہ پرور خزانے میں سے رقم اٹھالینے کا حکم جاری کرتے تو کیا بات تھی۔ اسماعیل عادل شاہ مولانا کی ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور اس نے مولانا سے کہا کہ جتنی دولت آپ اٹھا سکیں لے جانے کی اجازت ہے۔ قتی شاعر کی مرضی اور دلی خواہش بھی یہی تھی لہذا انہوں نے زمین کو چوما اور بڑی خوشی کے ساتھ دو دفعہ پچیس ہزار طلائی ہون حاصل کر لئے۔

امیر قاسم برید کے قصور کی معافی

مذکورہ واقعہ دراصل دلیل ہے اس بات کی کہ اسماعیل عادل شاہ کس قدر فیاض، نازک مزاج اور خوش اخلاق و خوش گفتار واقع ہوا تھا۔ اس بزم میں اسماعیل عادل شاہ کی عنایتیں اور نوازشیں اپنے پورے شباب پر تھیں لہذا اسماعیل عادل شاہ نے علاؤ الدین عماد شاہ کی سفارش پر امیر قاسم برید کی ساری غلطیوں کو معاف کر دیا۔ نیز دربار میں امراء کی صف میں اس کو نمایاں جگہ مرحمت فرمائی۔ احمد آباد بید کے علاوہ ساری جائیداد جن میں ادوگیر، کیمیاں اور دیر نیہ پر گئے بھی شامل ہیں امیر قاسم برید کو دوبارہ عطا کیں۔ ساتھ یہ شرط لگائی کہ وہ بادشاہ کے تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ رہے گا اور بیجا نگر کے غیر مسلم حاکم کے قبضہ میں جو مدگل اور راپچور کے قلعے ہیں ان کو عادل شاہی فوج کی مدد سے فتح کرے۔ اسی طرح قلعہ ماہور کو قبضہ میں لے کر علاؤ الدین عماد شاہ کے حوالے کر دے۔

قلعہ راپچور کی فتح

بعد ازاں دونوں حکمران علیحدہ ہوئے۔ اسد خان لاری کے مشورہ سے احمد آباد بید کو مصطفیٰ خاں شیرازی کے حوالے کر دیا گیا۔ جس کو اسماعیل عادل شاہ نے منظور کر لیا۔ چونکہ قمران کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کے فرزند رام راج سے بیجا نگر کے والی اور اس کے قرب و جوار کے امراء ناخوش تھے اور رام راج کا حکومت کو تسلیم نہ کر سکتے تھے۔

جنگ وجدل بنا رہا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کے لئے یہ اچھا موقع تھا لہذا انہوں نے متحد ہو کر راجپور کے قلعہ پر چڑھائی کر دی۔ کرشنا دریا کو بڑی آسانی سے پار کیا اور قلعہ پر قابض ہو گئے۔ اس قلعہ کو سترہ برس سے غیر مسلم اپنی حراست میں لئے ہوئے تھے۔

جشن فتح و نصرت

اس جشن کو منعقد کرنے کا وعدہ پہلے ہی سے اسماعیل عادل شاہ نے کیا تھا۔ اب قلعہ فتح ہو جانے کے بعد ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا گیا اور شراب نوشی شروع ہوئی۔ اس بزم میں اسد خاں لاری کو بھی اسماعیل عادل شاہ نے خود اپنے ہاتھ سے تین جام بھر کر پیش کئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ اسماعیل عادل شاہ سے علاؤ الدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی سفارش کی اور درخواست کی کہ حضور اس کو بھی بزم میں شریک کرتے تو اچھا ہوتا۔ بادشاہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور امیر قاسم برید کو طلب کیا گیا۔ پھر اسے بھی اس محفل میں خاص جگہ دی گئی اور شراب پیش کی گئی، بادشاہ نے اس پر کہا ”دابعہم کلبہم“ (ان میں سے چوتھا کتا ہے) کا محل یہی ہے۔ بادشاہ کے جیلے کو سن کر عماد شاہ لطف اندوز ہوا کیونکہ وہ صاحب فہم شخص تھا۔ البتہ امیر قاسم برید کی سمجھ میں بادشاہ کا یہ لطیفہ نہ آسکا اور وہ عماد شاہ کے تبسم پر رنجیدہ ہوا بلکہ رونے لگا۔ امیر قاسم برید کے رونے نے اسماعیل عادل شاہ کو بہت زیادہ متاثر کیا اور اس نے امیر قاسم برید سے مشفقانہ لہجہ میں کہا کہ جب وہ بیجا پور جائے گا تو احمد آباد بیدر اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اسماعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی

اس علاقہ میں اسماعیل عادل شاہ تقریباً تیس یوم تک رہا اور تمام امور سے فارغ ہو کر دوسری جگہ کا قصد کیا۔ اپنے قیام کے دوران میں اسے کئی مرتبہ یہ خبر موصول ہوئی کہ بہادر شاہ گجراتی دکن کے علاقہ پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ لہذا اسماعیل عادل شاہ نے ماہور پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اس طرح وہ بیجا پور کی طرف چلا اور عماد شاہ نے برابر کی راہ لی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ راستے میں اسماعیل عادل شاہ علاؤ الدین عماد شاہ کے دولت خانے پر جلوہ افروز ہوا۔ میزبان نے نہایت خندہ پیشانی سے مہمان کا استقبال کیا اور ہیرے اور جواہرات کی کشتیاں اس کی خدمت میں پیش کیں۔

عماد شاہ بحیثیت مہمان

کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اسماعیل عادل شاہ کے یہاں عماد شاہ نے قیام کیا۔ مہمان کی خاطر تواضع کے لئے بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ دو ہزار مغلوں کی فوج نے مع تمام آلات جنگ عماد شاہ کو سلامی دی۔ پھر اسماعیل عادل شاہ نے عماد شاہ کو بتایا کہ اسے جو حصہ اپنے والدین سے حاصل ہوا ہے یا حکومت کے دوران پایا ہے یہی فوج کے جوان ہیں۔ ان میں ہر سپاہی اپنے وقت کا رستم اور اسفندیار سے زیادہ بہادر اور شجاع ہے۔ علاؤ الدین عماد شاہ اس فوج کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسماعیل عادل شاہ سے اس نوجوان اور بہادر فوج کی بے حد تعریف و توصیف کی اور کہا کہ اگر اس کے پاس بھی اس طرح کے سپاہی ہوتے تو وہ کاہے کو ماہور کا قلعہ نکل جانے دیتا۔

امیر برید کی سرکشی

جب امیر برید نے ۹۸۳ھ میں گھروں اور قلعہ کی چابی اسماعیل عادل شاہ کو ارسال نہیں کی تو اس نے قلعہ قندھار اور کلیان پر چڑھائی کرنے کا خیال ظاہر کیا اور اس طرح سراپردہ شاہی اور دہلیز کو بیجا پور سے باہر روانہ کر دیا۔ ادھر برہان نظام شاہ کے پاس امیر قاسم برید کا قاصد پہنچا تاکہ وہ اس کو مدد کے لئے اکسائے۔ برہان نظام شاہ نے ایک پیغامبر کے ذریعہ اسماعیل عادل شاہ سے سفارش کی کہ وہ بیجا پور ہی میں رہے اور چونکہ امیر قاسم برید نے مسافت کے درمیان اسے بہت آرام دیا ہے لہذا اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دے اس سے شاید ممنون و مشکور ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسماعیل عادل شاہ نے اپنے جواب میں برہان نظام شاہ کو صاف صاف لکھا کہ اس نے فتح قلعہ ماہور کے دوران کبھی نظام سے اس قسم

کی استدعائیں کی، مگر اب مجھے تمہاری بات منظور ہے۔ لہذا اس طرح سے اسماعیل عادل شاہ نے اپنے خیال کو ملتوی کر دیا۔ پھر بھی اتنا ضرور لکھا کہ ان دنوں موسم سرما کا آغاز ہے۔ گھر میں طبیعت گجراتی ہے، سلطنت کی سرحدیں ملاحظہ کرنے کا خیال پختہ ہے، خاص طور پر شولا پور اور تھارگ۔ لہذا ایسی صورت میں کوئی سرحد پر متعین تمہارا رکھیں یا ملازم اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی شک، کوئی شبہ، کوئی تردد یا کوئی خوف پیدا نہ کرے۔

برہان نظام شاہ کا مشورہ

بہادر شاہ گجراتی کی جانب سے برہان نظام شاہ کو کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آپ کو صاحب چتر کہلواتا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اسماعیل عادل شاہ کو جواب دیا کہ اسے اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے اور بیجاپور میں آرام کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ برار اور احمد آباد بیدر کے علاقے بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیے ہیں۔ لہذا اسماعیل عادل شاہ کو حال اور مستقبل کو ماضی کی طرح سمجھنا بیکار ہے۔ لہذا تمام باتوں پر قیام اور آرام کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

اسماعیل عادل شاہ کا کوچ

اسماعیل عادل شاہ کو برہان نظام شاہ کا جواب بہمن علی میں ملا کیونکہ وہ بیجاپور چھوڑ چکا تھا۔ اس جواب کو پڑھتے ہی وہ بعد ادا یگی نماز روانہ ہو گیا۔ اگلے روز بعد دوپہر اسماعیل عادل شاہ نے اپنے ہمراہ چالیس پیادے اور چار سو مغل سپاہی لئے اور تندرگ دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا یہ دریا قریب ہی بہتا ہے۔ بعد ازاں برہان نظام شاہ کے قاصد کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی نیز اس سے تاکید کی گئی کہ تمام گذری ہوئی باتیں نظام شاہ سے دہرائے تاکہ اسماعیل عادل شاہ اب کے پھر دلاوری کے مقام جنگ کی طرح اس جنگ میں اپنی نیزہ بازی، تلوار اور تیروں کر کر شے ظاہر کرے۔

برہان نظام کی جنگ کی تیاریاں

پچھلی شکست کا انتقام لینے کے خیال سے برہان نظام شاہ نے اپنی دولت کا بیشتر حصہ آلات جنگ خریدنے پر صرف کیا اور امیر قاسم برید کی حمایت حاصل کی۔ یہاں تک اسے اپنا شریک کار بنا کر اسماعیل عادل شاہ کی مملکت کی سرحد کا رخ کیا۔

نظام اور عادل شاہی جنگ

ادھر اسماعیل عادل شاہ بارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ نظام شاہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اسد خاں لاری کی رہنمائی میں اسماعیل عادل شاہ نے اپنے تمام سپاہیوں کو مقرر کیا۔ اور اس کے بعد میدان جنگ فریقین کی آزمائش گاہ بن گیا غالباً اس سے پیشتر تاریخ میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی۔ جب تک سپاہیوں کے پاس سامان جنگ اور دلوں میں عزم، لڑائی برابر جاری رہی اور کشت و خون کا بازار گرم رہا آخر کار ایک حکمران جیتا اور دوسرا ہارا۔ یہی دستور کائنات ہے، نظام شاہی خاندان کا نامی گرامی امیر میدان جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کا نام خورشید خاں تھا اور عادل شاہی خاندان کو فتح نصیب ہوئی۔ برہان نظام شاہ سارا سامان جنگ جو کام آنے سے بچ رہا تھا، وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور اس نے اس نازک وقت میں احمد نگر کا رخ کیا، اس کی فوج کے ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ اسماعیل عادل کے ہی خواہوں کے ساتھ لگا۔

عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی

یہ جنگ دونوں خاندانوں کے درمیان آخری آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد ازاں دونوں فریقوں میں کوئی جنگ یا کسی قسم کا مقابلہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ملک کے بعض بارسوخ اشخاص نے دونوں خاندانوں کے درمیان دوستی کا ہاتھ ملوایا۔ اور اس طرح دونوں حکمران سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور عہد کیا کہ علاؤ الدین عماد شاہ، قلی قطب شاہ کے علاقوں کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے عادل

شاہی اور نظام شاہی خاندان ایک دوسرے سے مدد و معاون، شریک کار اور ہمدرد ہو جائیں۔
ننگنڈہ پر عادل شاہی حملہ

۹۳۰ھ میں اسماعیل عادل شاہ اور امیر قاسم برید نے باہم مل کر تلنگانہ کا رخ کیا، تلنگانہ کا مشہور قلعہ جس کا نام ننگنڈہ ہے۔ سب سے پہلے اسماعیل عادل شاہ کی حراست میں آیا۔ ادھر سلطان قلی قطب شاہ نے نزاکت وقت کے پیش نظر گوکنڈہ کو نہیں چھوڑا وہ اگرچہ جنگ کے میدان میں نہیں آیا، لیکن قلعہ کے لوگوں کی حفاظت اور ان کی مدد کے لئے اس نے سواروں اور پیادوں کی ایک اچھی تعداد روانہ کر دی۔ اس کے باوجود اسد خاں لاری قلعہ کے محافظوں اور رہنے والوں سے جنگ کرتا اور ہر دفعہ فتح حاصل کرتا رہا۔
اسماعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی

جنگ کرتے کرتے محافظین قلعہ ننگنڈہ بے حد پریشان ہوئے، ممکن تھا کہ چند روز میں قلعہ عادل شاہی فوج کے اختیار میں ہوتا، لیکن بد قسمتی سے یا پھر حکم الہی سے اسماعیل عادل شاہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسماعیل عادل شاہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر اس نے امیر برید اور اسد خاں لاری دونوں کو طلب کیا۔ چونکہ دونوں اس کے ساتھ قلعہ فتح کرنے میں مصروف تھے۔ لہذا ان دونوں سے بادشاہ نے اپنی طویل علالت، کمزوری اور وہاں کی موسمی خرابی کے سلسلہ میں گفت و شنید کی۔ اور طے کیا کہ مذکورہ دونوں امراء تلنگانہ کی جنگ میں مصروف رہیں اور بادشاہ خود حسن آباد گلبرگہ کا رخ کرے تاکہ وہاں طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر دوبارہ تلنگانہ کا ارادہ کرے۔

اسماعیل عادل شاہ کا انتقال

مزید برآں امراء نے بادشاہ کو پاکی میں بٹھا کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا، مگر صفر کی سولہ تاریخ ۹۳۱ھ بروز بدھ اسماعیل عادل شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی لڑائیوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اسماعیل عادل شاہ کے انتقال کی خبر اسد خاں لاری نے کسی کو نہ ہونے دی اور اس کی موت کو صیغہ راز میں رکھا۔ بادشاہ کے مردہ جسم کو پاکی میں رکھ کر اس پر نقاب ڈال دی۔ جب دن کا اجالا ختم ہوا اور چاروں طرف تاریکی چھا گئی تو اسد خاں لاری نے اس کی لاش کو قصبہ کو کی بھیج دیا۔ جہاں وہ اپنے والد مرحوم کی قبر کے برابر جگہ پاسکے۔ بعد ازاں اسد خاں لاری نے پرانے کہنے مشق اور تجربہ رکھنے والے امراء خاص طور پر امیر قاسم برید وغیرہ کو طلب کیا اور دو یوم کے بعد ان پر سارا راز افشا کیا۔

جانشین کا انتخاب

اسماعیل عادل شاہ کی موت کے بعد شہزادہ ملو خاں سے اس کا بھائی شہزادہ ابراہیم بہت براہم تھا اس کے علاوہ دیگر امراء روساء کی اکثریت اس کی ہم نوا تھی۔ اسد خاں لاری نے غیر علاقہ میں کسی جانشین کا انتخاب مناسب نہ سمجھا لہذا اس نے وقت کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انفرادی طور پر ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ بتایا کہ یہ وقت بڑا نازک ہے اور یہاں فیصلہ کرنا دانش مندی نہیں۔ بہتر ہوگا کہ حسن آباد کلبہ میں جہاں حضرت خواجہ سید گیسو بندہ نواز کا مزار ہے، پہنچ کر ان سے کوئی فیض حاصل کریں اور جانشینی کا معاملہ صاف کریں۔ تمام شہزادے اس بات سے متفق ہوئے اور گوکنڈہ کے قلعہ کو خیرباد کہا۔ ہر شہزادے کو اپنی عقل مندی سے کام لے کر حسن آباد گلبرگہ روانہ لیا۔ جہاں سارے شہزادے پہنچ گئے، حالانکہ اسد خاں لاری شہزادہ ابراہیم کے بادشاہ بنانے کے حق میں تھا، مگر وقت یہ تھی کہ شہزادہ ملو خاں اسماعیل عادل شاہ کا بڑا فرزند تھا۔ اور خود اپنی حیات میں اسماعیل عادل شاہ نے اسے نامزد کر دیا تھا۔ اس بات سے مجبور ہو کر اسد خاں لاری نے ملو خاں کو اسماعیل عادل شاہ کا جانشین مقرر کیا اور مرجع کے قلعہ میں شہزادہ ابراہیم کو نظر بند کر دیا گیا تاکہ کسی قسم کا کوئی

امیر سید ہروی کا بیان

اسماعیل عادل شاہ کی سخاوت، رحم دلی، فیاضی اور جواں سالی کی بابت امیر سید ہروی نے لکھا ہے کہ اسماعیل عادل شاہ اپنی مذکورہ صفات کے سبب اس قابل نہ تھا کہ وہ آمد و خرچ میں توازن برقرار رکھ سکتا۔ اسماعیل عادل شاہ اپنے حریفوں، سرکشوں، قصور کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور ان کی مکاریوں، عیاریوں، جیلوں، بمانوں اور گستاخیوں کو عام طور پر نظر انداز کرنے کا قابل تھا۔ بہترین لباس اور عمدہ غذا کھانے کی عادت تھی گھنیا، لچر اور فحش باتوں سے نفرت کرتا اور کوشش کرتا کہ اس کی صحبت میں علماء و فضلاء زیادہ رہیں۔ وہ اہل فن اور اہل علم کی قدر کرتا تھا، موسیقی اور شاعری کے فن کو بہت پسند کرتا، خود شعر کہتا۔ اس کا تخلص وفائی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دکنی بادشاہوں میں کوئی بادشاہ شاعری کے اعتبار سے اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اسماعیل عادل شاہ کا کلام جتنا پاکیزہ اور دلچسپ ہے اس کی مثال دوسرے دکنی بادشاہوں کے کلام میں نہیں ملتی۔



Gul Hayat Institute

ملو عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ

ملو خاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی

مرنے سے پیشتر اسماعیل عادل شاہ نے اس کا اظہار کر دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد ملو خاں کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ اسماعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد اس کی اس خواہش کو اسد خاں لاری نے پورا کیا اور ملو عادل شاہ کو بادشاہ بنایا۔ ملو عادل شاہ کے بادشاہ بن جانے کے بعد اسد خاں لاری اپنے علاقہ کو روانہ ہوا۔ اور بادشاہ کی حفاظت کے لیے ملکہ پونجی خاتون یعنی اسماعیل عادل شاہ کی والدہ کو چھوڑا۔

ملو خاں کی رنگ رلیاں

اسد خاں لاری کے جانے کے بعد ملو خاں نے اپنے آپ کو آزاد پایا لہذا اس نے جی کھول کر رقص اور رقص کی محفلوں کا انعقاد شروع کیا۔ چونکہ ملو خاں نوجوان تھا، دنیا کی اونچ نیچ اور نشیب و فراز سے ناواقف تھا لہذا بہت جلد جوانی کی غلط حرکتوں اور بری عادتوں کا شکار ہو گیا۔ اس نے شب و روز نازیبا حرکات سرزد کرنی شروع کیں اور بعض ایسے کام کیے جو بادشاہوں کو زیب نہیں دیتے۔ کسی ایسی کام کی جانب توجہ مبذول نہیں کی جسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاسکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بہت جلد اس سے بدظن اور برہم ہو گئی۔

ایک نیا شوق امر پرستی

علاوہ دیگر نازیبا حرکتوں کے ملو خاں نے ایک ایسی حرکت بھی شروع کی جو اس کے لیے بالکل نئی تھی یعنی وہ اپنی کم سنی کے شوق میں خود کو ایک آمر بادشاہ سمجھنے لگا اور خوبصورت لڑکوں کا اجتماع اس کے لیے تسکین کا باعث ہوا۔ اس کو یہ عادت اس حد تک بڑھی کہ علاقے کے شریف باعزت اور مشہور خاندانوں کے لڑکے اس کی صحبت میں طاقت کے زور سے پہنچنے لگے اور ان کے والدین کو ان سے زبردستی چھڑایا جانے لگا۔

امر پرستی اور ملو خاں کا ظلم و ستم

یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ملو خاں کو عادل شاہی تاج پوش دیوان یوسف ترک کا لڑکا پسند آ گیا۔ اور اس نے اس لڑکے کو طلب کیا لیکن شہنہ دیوان نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ملو خاں نے حکم جاری کیا کہ سرکاری سپاہی زبردستی اس لڑکے کو حاضر کریں اور کوئی شخص بھی جو اس حکم کی مخالفت کرے یا اس کی تعمیل میں روڑے اٹکائے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شہنہ دیوان بھی ان امراء میں تھا جنہیں عادل شاہی خاندان نے تاج پہنایا تھا، لہذا اس نے بادشاہ کے ملازمین اور سپاہیوں کو بادشاہ کے خلاف اکسایا اور بغیر کسی خوف یا خطرے کے اپنے متعلقین کو لے کر شہر سے نکلا اور اپنے علاقہ قصبہ گھورہ کا رخ کیا۔ یوسف ترک کے لڑکے کے معاملہ نے اتنا طول کھینچا کہ کاؤ آہنگر کی کہانی تازہ ہو گئی۔ علاقہ کے دوسرے باعزت اور شریف اشخاص نے اس کی حمایت کی۔

ملو خاں کے خلاف شاز شمیم

ملو عادل شاہ کی دادی پونجی خاتون کو اپنے نوجوان پوتے کی بری عادات کا بڑا افسوس ہوا۔ اور اسے سخت تکلیف پہنچی، لہذا پونجی خاتون نے مہم ارادہ کیا کہ کسی طرح ملو عادل شاہ کا تختہ الٹ کر اس کی بادشاہت کا خاتمہ کیا جائے۔ اور اس کی جگہ شہزادہ ابراہیم کو بادشاہ بنایا جائے۔ اس طرح اسد خاں لاری کو ملو خاں کی تمام حرکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یوسف شہنہ نے ایک معتبر اور مخلص دوست کے ذریعہ ننگون اسد خاں لاری کی جاگیر تک یہ خبر پہنچائی مئی۔ اسد خاں لاری پہلے ہی تمام حالات سے واقف تھا اس نے جواب دیا کہ اس نے قصد بیجا پور

میں رہنا پسند نہیں کیا، کیونکہ بادشاہ کے اعمال کو وہ بری نظر سے دیکھتا تھا۔ لہذا ننگوان کو قیام گاہ بنایا اس نے یوسف شخہ کو یہ بھی لکھا کہ وہ پونجی خاتون کا کہا پورا کرے اور عادل شاہی خاندان کی عزت، آبرو اور اس کے وقار کو صدمہ نہ پہنچنے دے۔ اسد خاں لاری سے اتفاق کرتے ہوئے یوسف شخہ نے شہر کا رخ کیا۔

ملو عادل شاہ کی معزولی

پونجی خاتون کے فرمان کے مطابق یوسف شخہ نے دو سو سپاہی ہمراہ لئے اور بیجاپور کا رخ کیا وہاں پہنچ کر اس نے بے دھڑک قلعہ ارک میں قدم رکھ دیا۔ چونکہ ارمانع آیا، لیکن یوسف شخہ کی تلواریں کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس طرح یوسف شخہ نے ملو خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور پونجی خاتون کی رضا کے مطابق بادشاہ اور اس کے برادر انو خاں کی آنکھوں میں گرم گرم سلاخیں پھروادیں اس طرح شہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی تخت پر بٹھایا گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ ملو خاں کی حکمرانی کا عرصہ صرف چھ ماہ اور چند یوم ہے۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ

شجاعت اور بہادری

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا دلیر اور جاں باز بادشاہ تھا وہ اپنی طاقت، بہادری اور دلیری کے باعث کسی شخص کو نظر میں نہیں لاتا تھا اور طوفان کی مانند تمام ناہموار موجوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا رہتا تھا اس کا غصہ اور عتاب بھی اس کی دلیری، بہادری اور طاقت کی مانند کونے کونے میں مشہور تھا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے وقت سے تادم مرگ جنگوں، معرکہ آرائیوں اور حریفوں پر چڑھائیوں میں مصروف رہا۔

تبدیلی مذہب

غیر مصدقہ طور پر اس بات کا پتہ چلا ہے کہ نظام شاہی لشکروں سے اسماعیل عادل شاہ نے اپنے عہد میں دس مرتبہ جنگ کی۔ کسی دفعہ بھی اس نے فوج کو میدان جنگ میں تنہا روانہ نہیں کیا، خود فوج کے ہمراہ لڑتا اور اپنی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرتا۔ اس کے باوجود بد قسمتی سے وہ صرف دو مرتبہ نظام شاہی فوج کو شکست دے سکا۔ ایک دفعہ قصبہ میں اور دوسری مرتبہ خان کے مقام پر۔ ابراہیم عادل شاہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا جس نے اپنے والدین اور خاندان کے مذہب کو چھوڑا اور دوازدہ امام کے بجائے امام ابو حنیفہؒ کی پیروی اختیار کی۔

نئے احکامات

بادشاہ نے امامیہ فرقہ کے سارے رسوم اور اطوار بدل دیے اور ایک ایسا حکم جاری کیا جس کی رو سے کوئی شخص تاج سرخ دوازدہ گوشہ سر پر نہیں پہن سکتا تھا۔ اس وقت فرقہ امامیہ کے افراد اس کو پہننا باعث صداقت سمجھتے تھے، خوش کلامی آقا، شجاعت خاں کرد اور اسد خاں لاری کے علاوہ تمام باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے امراء کو معزول کر دیا۔ اور ان کے بجائے دکنیوں اور حبشیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ عماد شاہی اور نظام شاہی کنہوں کی روش اختیار کی گئی اور کورہ روایت کا تقرر ہوا۔ اس طرح سلطنت کے اراکین نے صرف چار سو ملازمین کو بحال رکھا اور باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے تین ہزار خواص ملازمین کی تعداد صرف چار سو رہ گئی۔ اس سے پہلے ہمیشہ ان کی تعداد تین ہزار رہی تھی۔

پیرانے قوانین کا اخراج

جن ملازموں کو برطرف کیا گیا ان لوگوں نے مجبوراً احمد نگر اور گجرات دکن کا رخ کیا، علاوہ ازیں ابراہیم عادل نے فارسی کی بجائے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا۔ اسماعیل عادل شاہ اور یوسف عادل شاہ کے زمانے کے سارے قوانین ختم کیے اور برہمنوں کا مرتبہ بڑھایا۔ علاوہ ازیں راجہ رام راج سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے پیغامبر کو تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھ کر روانہ کیا۔ مزید برآں مغل سرداروں کی خاصی تعداد اس کی ہمت افزائی اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اس کے پاس آگئی۔ بیجا نگر کی مسجد تعمیر کرانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ان مغل سرداروں کی دل جوئی اور ہمت افزائی ہو سکے۔

بیجا پور کی فتح

بیجا پور کا حکمران ایک کرسی پر قرآن پاک کو رکھ کر مغلوں کو اس کا واسطہ دلاتا اور اپنی فرماں روائی کے خیال سے اس کی عزت کرتا۔

تخت نشینی کے ایک سال بعد ہی ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور اس کو فتح کر کے دم لیا۔

بیجاپور کا حال

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بیجاپور کا حاکم جس کا خاندان تقریباً پچھلی سات صدیوں سے اس پر حکومت کرتا رہا تھا انتقال کر گیا۔ تو اس کے فرزند نے عنان حکومت سنبھالی، جوانی ہی کے دنوں میں وہ بھی انتقال کر گیا۔ بعد ازاں اس کے چھوٹے بھائی نے اس کی جگہ لی، لیکن بد قسمتی سے وہ بھی زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کے تین ماہ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا گیا اس عرصہ میں بیجاپور کے راجہ کا مددگار تمرج نامی ایک امیر کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ لہذا جب وارث سلطنت سن شعور کو پہنچا تو تمرج نے اسے بھی زہر دے کر مار ڈالا۔ ایک اور لڑکے کو وارث بنا کر سلطنت کا حاکم مقرر کیا، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ تمرج دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

رام راج کا عروج

تمرج کی خالی جگہ اس کے فرزند ارجمند رام راج نے پر کی۔ اس کا ازدواجی رشتہ سیورائے کے فرزند کی بیٹی کے ساتھ قائم ہوا۔ اب چونکہ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بڑی حد تک اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہو چکا تھا، لہذا اس نے اس عرصہ میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ اور اپنے مزاج میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر لیا، اب وہ آزاد ہونے کی جستجو میں منہمک رہتا۔ امراء اور رؤساء نے اس کی آمرانہ حکومت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے احتراز کیا، اس طرح اس کی خود مختار ریاست قائم نہ ہو سکی۔ تنگ آ کر رام راج نے شاہی خاندان کے ایک فرزند کو راجہ بنایا اور مسمی بھوج نرمل راج کو وزیر اعظم کے عہدے پر فائز کیا۔ رشتہ میں یہ شخص فرزند کا خالو تھا اور اس کا دماغی توازن بھی برقرار نہیں تھا۔ حقیقت میں وہ اسم بامسمی تھا اس طرح رام راج نے کسمن راجہ کی تربیت دیکھ بھال اور اس کی نگرانی کا سارا کام بھوج نرمل کے ایما پر اسی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سے تمام جابر اور مکار امراء و رؤساء کا خاتمہ ہو گیا اور رام راج نے اپنی ہوشیاری اور عقل مندی سے یہ سارا کام کیا۔

رام راج کی سرگرمیاں

اب رام راج نے اپنے ایک غلام کو عزت بخش کر کسمن راجہ اور سلطنت بیجاپور کا تحفظ اس کے حوالے کیا اور خود ان راجاؤں پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا جو اس کے بوڑھے ہوئے اقتدار کو کم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کچھ راجہ اس کا نشانہ بن گئے، یہاں تک کہ ایک قلعہ کی حراست میں اتنا مصروف ہوا کہ کافی عرصہ تک اس کو فتح کرنے کی غرض سے سارا مال و زر پانی کی طرح بہاتا رہا۔ اس نے غلام کو پچاس ہزار ہون ارسال کرنے کا حکم جاری کیا۔ غلام حکم کی تعمیل میں قلعہ کے دروازہ کو کھول بیٹھا۔ رام راج کی آنکھیں قلعہ میں دولت کے انبار دیکھ کر چندھیا گئیں وہ خود پر قابو نہ پاسکا اور علی الاعلان راجہ کا مخالف اور باغی ظاہر کر دیا۔ غلام نے بھوج نرمل کو اپنا شریک کار اور رازدار بنایا اور تخت و تاج نیز مال و دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر تدبیریں سوچنے لگا۔ رام راج کے تمام مخالفین جو اس سے ڈرتے تھے کسمن راجہ کے معاون بن گئے۔ اس طرح بیجاپور میں ایک عظیم اجتماع ہو گیا، لیکن بھوج نرمل نے غلام کو ناقابل اعتماد اور رام راج کا رفیق سمجھ کر قتل کر دیا اور خود حاکم بن بیٹھا۔

رام راج اور بھوج نرمل کے درمیان معاہدہ

جب رام راج نے معاملہ کو طول ہوتے ہوئے پایا تو اس نے چاہا کہ بھوج نرمل کے ساتھ جھگڑوں کو ختم ہی کر دیا جائے۔ اس غرض سے اس نے کچھ بااثر اشخاص کو صلح کرانے کے لیے منتخب کیا۔ جنہوں نے یہ شرط پیش کی کہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر رام راج قابض رہے گا اور دار الخلافہ بیجاپور رائے زادہ ہی کے پاس رہے گا۔ رام راج اس فیصلہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا لہذا اس نے کچھ نہ کہا اس طرح تمام

راجاؤں نے اپنے اپنے علاقوں کی راہ لی۔ بھوج نزل کے خلاف رعایا کا اقدام

رائے زادہ کا سر پھرا اور وہ خود مختاری کا خواب دیکھنے لگا اور اس نے ظلم کا پیشہ اختیار کیا اس نے بھانجے کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ نزل نہایت مغرور ہو گیا اور علاقہ کے ہر خاص و عام، ہر خورد و کلاں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص اس سے نالاں ہو کر رام راج کا دم بھرنے لگا، یہاں تک کہ رام راج کو چڑھائی کرنے پر اکسایا۔

ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بھوج نزل کو جب ان تمام باتوں کی خبر پہنچی تو اس نے عمدہ تحائف اور چھ لاکھ ہون ایک ایلچی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ کی بارگاہ میں پہنچائے۔ تاکہ وہ اس کی درخواست قبول کرے اور مدد دے۔ ادھر رام راج نے بھی قصد کیا کہ وہ ایک ایک لاکھ ہون قدم قدم پر بچھا دے گا اور بادشاہ کو راضی کرے گا۔ ۹۴۲ھ میں ابراہیم نے بیجا نگر کا رخ کیا۔

رام راج کی عیاری

جب رام راج کو یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ چڑھائی کرنے والا ہے تو اس نے ایک چال چلی۔ اور وہ یہ کہ اپنے ایک نوشتہ میں اس نے بھوج نزل کو اپنی آئندہ وفاداری کا یقین دلایا اور اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا، نیز یہ بھی تحریر کیا کہ مسلمانوں کے اس علاقہ میں آجانے سے ہندوؤں کی ساری عبادت گاہیں اور مکانات ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور ہمارے اطفال خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اس وقت بھی اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں گے جس طرح شاہان ہمنیہ کے دور میں لگ گئے تھے لہذا بہتری اسی میں ہے کہ ایک تجربہ کار ضعیف العمر ایلچی ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ بادشاہ کی واپسی کے لیے کوشش کر سکے پھر سدا میں آپ کا فرمانبردار اور خادم رہنے کا اقرار کرتا ہوں۔

بھوج نزل کا فریب کھانا

چونکہ بھوج نزل ایک کم فہم انسان تھا بڑی آسانی سے رام راج کی چالوں میں پھنس گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہندو مذہب کی رسوم کے مطابق معاہدے ہوئے اور ابراہیم عادل شاہ سے واپسی کی درخواست گزاری۔ ساتھ ہی بھوج نزل نے چالیس لاکھ ہون بادشاہ کو بھیجے۔ ابراہیم عادل شاہ کی مقصد براری میں کیا کمی رہ گئی تھی جو وہ واپس نہ ہوتا۔ وہ بھوج نزل کی مدد کے لیے اور رقم وصول کرنے کے لیے آیا تھا دونوں کی تکمیل پر واپس ہو گیا۔

رام راج کی چڑھائی

ابراہیم عادل شاہ دریائے کرشنا کو پار بھی نہ کر پایا تھا کہ اپنے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ کر رام راج نے مثل برق و باد بیجا نگر کا رخ کیا۔ شہر میں جو محافظین، سپاہی اور نوکر چاکر تھے انہیں یا تو خوف زدہ کیا یا پھر کوئی فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر کے انہیں بھوج نزل کے خلاف کر دیا۔ ان کو مشورہ دیا کہ کسی نہ کسی صورت سے بھوج نزل کو قید کر کے اس کے حوالے کر دیا جائے اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ بھوج نزل کو تیغ کر کے رائے زادہ کا بدلہ لے۔ بھوج نزل نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مجبور اور تنہا پا کر گھوڑوں کے پیر کاٹ دینے کا فرمان جاری کیا اور لیل کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ صدیوں پرانے شاہی مال و دولت کے ذخیروں کو راکھ بنا دیا جائے۔

راجہ کے ان احکامات کی پوری پابندی کی گئی۔ محافظین نے جیسے ہی باب اشہر واکیا بھوج نزل نے اپنی تلوار سے خود کشی کر لی۔ اس طرح رام راج نے نہایت اطمینان کے ساتھ بیجا نگر کی گدی سنبھالی اور اس کا کوئی سد راہ نہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم

جب ان تمام واقعات کی اطلاع ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے قلعہ اودنی پر چڑھائی کرنے کے لیے اسد خاں لاری کا انتخاب کیا اور ساری فوج کو اس کے اشارہ پر چلنے کا حکم دیا۔ اسی عرصہ میں رام راج کے بھائی یکنادری نے کافی تعداد میں سوار اور پیادے جمع کیے اور اسد خاں لاری سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا۔ اسد خاں لاری نے حریفوں کو حراست میں لینے کے بجائے ان سے ملنا چاہا، آخر ایک سخت قسم کی جنگ ہوئی اور اسد خاں لاری کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ حریفوں نے سات کوس تک اسے نہیں بخشا برابر تعاقب کرتے رہے۔

اسد خاں لاری کا شب خون مارنا

جب رات ہوئی اور اجالا بالکل ختم ہو گیا تو یکنادری، اسد خاں لاری کی فوج سے ایک کوس دور خیمہ زن ہوا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن شکست کھا چکا ہے، آرام کی نیند سو گیا۔ اسد خاں لاری نے چار ہزار مسلح ہمدان سپاہیوں کے ہمراہ دشمن کے لشکر پر شب خون مارا، کافی دیر تک ہندو اپنا بچاؤ کرتے رہے لیکن مجبوراً مسلمانوں کے زبردست حملے سے بچنے کے لیے بھاگ نکلے۔ اسد خاں لاری نے حریف کے تمام ہاتھیوں اور اس کے بال بچوں کو گرفتار کر لیا، بعد ازاں اسد خاں لاری اس میدان میں قیام پذیر ہوا اور یکنادری اس کے لشکر سے چھ کوس دور خیمہ زن ہوا اس کے بعد یکنادری نے ایک نوشتہ جنگ کے تمام واقعات رام راج کو تحریر کیے تاکہ وہ اس کی امداد کر سکے۔

رام راج کا مشورہ

رام راج نے یکنادری کو اس کے خط کے جواب میں لکھا کہ اسے ہر صورت اسد خاں لاری کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے یا پھر دوستی کا ہاتھ بڑھانا بہتر ہے تاکہ اس کے قبضہ سے بال بچوں کو نکالا جاسکے۔ یکنادری نے رام راج کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک پیغام بر کے ذریعہ اسد خاں لاری سے دوستی کرنے کی پیش کش کی۔ اسد خاں لاری نے ان تمام واقعات کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو دی اور اس کی رضا کے مطابق یکنادری سے صلح کر لی بعد ازاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیجاپور روانہ ہو گیا۔

یوسف شحنے کی سازش

یکنادری کے جو گھوڑے اور ہاتھی اسد خاں لاری کے قبضہ میں آ گئے تھے، ابراہیم عادل شاہ نے ان سب کو اسد خاں لاری کو تفویض کیا اور اس طرح اس کی عزت و آبرو میں اضافہ ہوا۔ یوسف شحنے وکیل سلطنت کے علاوہ دوسرے فرائض بھی انجام دیتا تھا، لہذا اس سے اسد خاں لاری کی قدر و منزلت اور عزت و آبرو نہ دیکھی گئی اور دل دہی دل میں کڑھنے لگا، لہذا اس نے تنہائی میں ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں لاری کے خلاف اکسایا اور اس کی برائیاں کرنے لگا۔ ادھر بادشاہ کو بھی اسد خاں لاری کی وفاداری اور نیک نیتی پر شبہ ہوا، اس کے خیال میں اسد خاں لاری شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نظام شاہی خاندان سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی بدگمانی ہوئی کہ کہیں اسد خاں لاری قلعہ ننگوان کو نظام شاہ کے حوالے نہ کر دے اور اس کا غلام ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنے کی باہم گفتگو

ابراہیم عادل شاہ نے کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی اور یوسف شحنے کے اقوال و اطوار کو دل و جان سے قبول کر لیا۔ دونوں میں مشورہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو کس طرح علیحدہ کیا جائے۔ یوسف شحنے نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اسد خاں لاری کو علی شہزادہ کے ختنہ کی تقریب میں مدعو کیا جائے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ یہی ایک تدبیر ہے جو اس سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ اتفاق سے یہ ہمید کھل گیا اور اسد خاں لاری پہلے سے زیادہ چوکنا ہو گیا۔ جب ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر کے عدم شرکت اختیار کی۔

اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر

بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے پھر یوسف شحنے سے صلاح مشورہ کیا اور طے پایا کہ اسد خاں لاری کو اسی کے احباب اور ہمدردوں کے ذریعہ زہر دے دیا جائے۔ اس کے ساتھیوں کو اکسایا جائے کہ وہ اسے زہر دے کر ہلاک کر دیں۔ اتفاق سے بادشاہ کی یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی اب دوسری تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ ننگوان کے قرب و جوار کے علاقہ میں یوسف ترک کو جاگیر دی جائے اور وکیل سلطنت کے عہدے سے ہٹا کر جاگیر دار بنا دیا جائے۔ اسی طرح سے یوسف ترک کو اسد خاں لاری کے زندہ گرفتار کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اسد خاں لاری بڑا ہوشیار، باشعور اور تجربہ کار انسان تھا اس نے بہت زیادہ محتاط رہنا اختیار کیا، ایک روز اسد خاں لاری نے باغ کی تفریح کرنے کا ارادہ کیا یہ مقام ننگوان سے چھ میل دور واقع ہوا تھا، اسد خاں لاری نے اپنے ہمراہ گنتی کے سپاہی لیے اور باغ کی سیر کرنے کو روانہ ہوا۔

اسد خاں لاری اور یوسف شحنے کے درمیان جنگ

رواگی کے وقت اسد خاں لاری نے ایک حبشی غلام کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چار سو نوجوانوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے، جب یوسف شحنے کے بھی خواہوں نے اسے خبر دی کہ اسد خاں لاری اکیلا باغ کی سیر کو گیا ہے تو اس نے اپنے ہمراہ دو ہزار کاشکر لیا اور اسد خاں پر چڑھائی کر دی۔ اس طرح باغ کا صحن جنگ کا میدان بنا اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی، اسد خاں لاری نہایت ہوشیاری سے حریف کو کچلنے کی سعی کر رہا تھا، بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

اسد خاں لاری کی فتح

اسد خاں لاری حریف کے لشکر سے بڑی دلیری کے ساتھ لڑتا رہا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دیتا رہا۔ یہ لڑائی اتنے زبردست پیمانہ پر ہوئی کہ بہت سے سپاہی کام آئے۔ پھر بھی میدان اسد خاں لاری کے ہاتھ رہا اور اسے فتح حاصل ہوئی، یوسف شحنے جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال

ابراہیم عادل شاہ نے حالات کو بگڑتے دیکھ کر اسد خاں لاری کی دل جوئی شروع کی اس نے یوسف ترک کو گرفتار کر کے اسد خاں لاری کے حوالے کیا اور کہا یوسف ترک کو اس کی گستاخی کی جو سزا اسد خاں لاری چاہے دے سکتا ہے۔ اسد خاں لاری بادشاہ کی چالاکي سمجھ گیا اس نے بادشاہ کو مطلع کیا یوسف ترک کو معاف کیا جائے۔ بعد ازاں یوسف ترک کو اسد خاں نے گھوڑے اور پوشاک وغیرہ مرحمت فرما کر روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کا انکشاف

جب اس معاملہ کی خبر برہان نظام شاہ کو ملی تو اس نے بھرے دربار میں پھر یہی فرمایا کہ اسد خاں لاری کا یہ خیال تھا کہ وہ عادل شاہی علاقے فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں شامل کر دے گا۔ لہذا یہ وقت چڑھائی کرنے کے لیے بہت غنیمت ہے اسی عرصہ میں برہان نظام شاہ ۹۳ھ میں امیر قاسم برید کا شریک کار بن گیا۔ اور احمد نگر کا رخ کیا ادھر خواجہ جہان دکنی اور امیر قاسم برید پرندہ کے قریب پہنچ گئے اور پیش قدمی شروع کر دی۔

اسد خاں لاری کی تدبیریں

نظام شاہی بھی خواہوں نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پر گئے جن پر زین خاں قابض تھا اور جو عادل شاہی سلطنت میں شامل تھے اپنے قبضہ میں لے کر خواجہ جہان دکنی کے غلاموں کے حوالے کر دیئے۔ ادھر برہان نظام شاہ نے ننگوان پر چڑھائی کر دی اسد خاں لاری کو اس

کی خبر نہیں تھی۔ برہان نظام شاہ کے مددگار چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے جس سے برہان نظام شاہ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ اب اس نے عادل شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنا اپنا شعار بنا لیا۔ ابراہیم عادل شاہ میں حریفوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی لہذا وہ حسن آباد گلبرگہ کی سست روانہ ہو گیا۔

اسد خاں لاری کی وفاداری

علی محمد بدخشی کو اسد خاں نے قاصد بنا کر والئی برار علاؤ الدین عماد کے پاس بھیجا تاکہ وہ تمام حالات سے عماد شاہ کو آگاہ کرے اور اسے ابراہیم عادل شاہ کی مدد کرنے کے لیے مجبور کرے۔ اگر وہ راضی ہو تو اسد خاں لاری بھی اس سے بادشاہ کی بدگمانی دور کرانے کے لیے درخواست کرے گا۔ ابھی یہ خط پہنچا ہی تھا کہ خود بادشاہ بھی عماد شاہ کے دولت خانہ پر آگیا اس کے بعد ہی عماد شاہ روانہ ہو گیا۔

اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات

برہان نظام شاہ نے ارک کے سارے مکانوں کو نذر آتش کر دیا کیونکہ وہ قلعہ ارک بیجاپور کو حراست میں لیے ہوئے تھا۔ برہان نظام شاہ نے اپنے ہمراہ امیر قاسم برید کو لیا اور حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ کچھ دور ہی گیا تھا کہ اسد خاں لاری اس سے پچھڑ کر عماد شاہ کے لشکر میں پہنچ گیا اور عماد شاہ سے یوسف شخہ کی برائیاں کرنے کی عادت اور اپنے خلاف اکسانے کی حقیقت بیان کی یعنی یوسف شخہ نے بادشاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری گستاخ ہے اور وہ دشمن سے جا ملا ہے ظاہر ہے بادشاہ بدگمان ہوا اب موقع ملا ہے کہ عماد شاہ اسد خاں کی صفائی بادشاہ سے کرائے اور حقیقت حال سے آگاہ کرے بادشاہ کو بدگمانی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ امیر قاسم برید اور نظام شاہ کے ننگوان کے قریب پہنچنے سے بادشاہ نے یوسف شخہ کا بیان صحیح سمجھا کہ حریف اسد خاں لاری کے ایما سے حملہ آور ہوئے ان تمام وجوہات نے اسد خاں لاری کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور وہ کچھ عرصہ کے لیے حریفوں کی صف میں جا کھڑا ہوا تاکہ اس کی جاگیر برقرار رہے یہ صحیح بیان اسد خاں کی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح

اجلائیوں سمجھتے کہ علاؤ الدین عماد شاہ بے تکلف اسد خاں لاری کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس سے اسد خاں لاری کا پورا بیان اسی طرح سنا دیا جس طرح اسد خاں سے اس نے خود سنا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو بادشاہ نے معاف کر دیا اس طرح اسد خاں لاری کی برائیاں کرنے والوں کا سارا راز بادشاہ پر افشا ہو گیا۔ بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ اسد خاں لاری سے بغل گیر ہوا اور اس کی عزت و جاہ میں مزید اضافہ کیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگ

بادشاہ نے دونوں ہی خواہوں یعنی عماد شاہ اور اسد خاں لاری کے مشورے سے برہان نظام شاہ اور اس کے ہمدرد امیر قاسم برید پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا دونوں حریفوں نے عادل شاہی لشکر سے جان بچا کر پرگنہ بیڑ کی راہ لی۔ اس کے بعد ہی عماد شاہ اور ابراہیم عادل شاہ نے بلاگھاٹ دولت آباد کا رخ کیا کیونکہ وہاں ٹھہرنا ان کے نزدیک سود مند نہ تھا۔ عادل شاہی فوج اور عماد شاہ نے اس علاقہ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کیا۔

امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح

اسی عرصہ میں امیر قاسم برید بیمار ہوا اور مر گیا، بلاگھاٹ اور دولت آباد میں اس کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ اس کے بعد شاہ طاہر نے بیچ میں پڑ کر دونوں خاندانوں کے درمیان مشروط طور پر صلح کرادی شرط یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کو شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنہ نظام شاہ سے واپس ملیں گے اور مستقبل میں آپس میں کوئی جنگ نہ ہوگی غرض دوستی کے بعد فریقین نے اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی۔

برہان نظام شاہ کا حملہ

ایک سال کے بعد ۹۵۰ھ میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی علاؤ الدین عماد شاہ کی لڑکی راجہ سلطان کے ساتھ ہو گئی۔ ساڑھے پانچ رتن خانی پرگنوں کے نکل جانے سے برہان نظام شاہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا اس کی زندگی شب و روز اجیرن ہو گئی۔ اسی عرصہ میں ابراہیم عادل شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ کے درمیان تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے نظام شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کے حریفوں کو اکسانے کا اچھا موقع ملا۔ اس نے جمشید قلی قطب شاہ اور رام راج کو اپنا راز دار بنایا ان کے علاوہ اپنی عیاری اور مکاری سے اس نے خواجہ جہاں دکنی اور علی برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ بلکہ دونوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں

برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو حراست میں لے لیا۔ پانچ پرگنوں اور سرحدی علاقوں پر قابض ہوا اور خوب لوٹا۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست پر شکست کھائی۔ ادھر نظام شاہ کے ایماء پر قلی قطب شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور پرگنہ کاکسی کو مرکز بنا کر گلبرگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری طرف رام راج قلعہ ہنکر کو گھیرے ہوئے تھا اس کا برادر یکنادری ایک بھاری فوج کے ساتھ قلعہ رانچور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا۔ یہ سب کچھ نظام شاہ کے اشارے پر ہو رہا تھا۔

اسد خاں لاری کی طلبی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے آپ کو جب چاروں طرف سے گھرا ہوا پایا اور اسے اپنے بے دست و پا ہونے کا احساس ہوا تو بے حد متفکر اور مضطرب ہوا۔ فوراً ہی ننگوان سے اسد خاں لاری کو طلب کیا تاکہ اس سے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ اسد خاں لاری نے تمام واقعات حاضرہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب کچھ صرف ایک حریف برہان نظام شاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ دراصل عادل شاہی خاندان کا سب سے بڑا حریف وہی ہے، بقیہ امراء تو اس کے اشاروں پر ناپتے ہیں، ان کی علیحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا برہان نظام شاہ کا کام تمام کیا جائے تاکہ تمام ذیلی امراء سے بھی چھٹکارا مل سکے۔

اسد خاں کا مشورہ

اسد خاں لاری نے مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ کی مخالفت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان پانچ پرگنوں کو اس کے حوالے کر دیا جائے، جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ بعد ازاں رام راج کو ایک ہمدردی اور پیار بھرا خط تحریر کیا جائے اور اس کے علاوہ قرب و جوار کے دوسرے راجاؤں کو شاہانہ تحائف اور خوبصورت ہدیہ وغیرہ پیش کیے جائیں۔ اس نوشتہ اور تحائف و ہدیہ کو لسان قاصدوں کے حوالے کیا جائے جو محلہ اشخاص تک پہنچائیں۔ رام راج کا اس وقت ہر طرف طوطی بول رہا ہے اور دوسرے راجا تھوڑی سی پیش کش پر عادل شاہی حکومت کے طرف دار ہو جائیں گے۔ خاص طور پر رام راج کو اپنے حریفوں کی جانب سے ابھی ہر طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے وہ بہت جلد بادشاہ کا معاون و مددگار بن جائے گا۔ ان لوگوں سے اطمینان ہو جانے پر جمشید قلی قطب شاہ سے نمٹنا آسان ہے۔

قلی قطب شاہ پر حملہ

اسد خاں لاری کے مذکورہ مشورے سے ابراہیم عادل شاہ نے پورا پورا اتفاق کیا اور اسی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حق میں اسد خاں لاری کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ اور اس نے ایک بہادر اور جان باز لشکر کو اسد خاں لاری کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ قلی قطب شاہ کی سرکشی کو کچل دیا جائے۔ موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی اسد خاں لاری نے قلعہ کاکنی کو گھیر لیا اور جب سرما کے دن آئے تو اس کو فتح کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات

اب اسد خاں لاری انکر کی طرف بڑھا۔ قلی قطب شاہ شکست کے خوف سے تلنگانہ بھاگ گیا، اس کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں نے گھوڑے دوڑائے، دو مرتبہ قطب شاہی لشکر پر فتح حاصل کی۔ مجبوراً قلی قطب شاہ کو گوکنڈہ کے قلعہ کے قریب و جوار میں اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کی۔ اس کے باوجود جنگ کا فیصلہ قطب شاہی لشکر کے حق میں نہ ہو سکا، قطب شاہیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس جنگ میں دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے لڑنے کا موقع ملا۔ اسد خاں لاری اور جشیہ قلی قطب شاہ نے ایک دوسرے پر تلواروں اور نیزوں سے وار کیے، اول الذکر غالب آیا آخر الذکر نے سخت چوٹ کھائی وہ بری طرح مجروح ہوا، تادم مرگ اس کو اس چوٹ کا ملال رہا، وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اس کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ کامرانی حاصل کرنے کے بعد اسد خاں لاری نے بیجاپور کا رخ کیا اور اپنی طبیعت کے مطابق تمام امور انجام دیئے۔

برہان نظام شاہ کی شکست

جنگ کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اطمینان کا سانس لیا اور چاروں طرف سے خود کو محفوظ پا کر امراء کو ان کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے واپس کر دیا۔ ۹۵۱ھ میں رام راج کے ایماء پر برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ پر حملہ آور ہوا۔ حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ابراہیم بھی اپنی فوج کے ہمراہ جوابی کارروائی کرنے کی غرض سے بیورہ نہر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ دریا کے کنارے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے تصرف میں تھا، لہذا دو تین مہینے تک ابراہیم عادل شاہ کی فوج دو سرے کنارے نہ پہنچ سکی۔ مجبوراً ابراہیم عادل شاہ نے برکھارت میں دریا عبور کیا۔ اور دونوں طرف سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم ہونے لگی، نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی گزشتہ جنگوں کے برخلاف عادل شاہی لشکر کو فتح اور کامرانی حاصل ہوئی اور مال غنیمت میں فیل اور اسپ ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا غرور

بادشاہ کو فتح کیا حاصل ہوئی اس نے لوگوں سے بدسلوکی شروع کر دی، اس کا دماغ عرش معلیٰ پر پہنچ گیا۔ ایک شب بے نوشی کے عالم میں بدست برہان نظام شاہ کے قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا، اسے برا بھلا کہا اور نہایت تلخ گلائی کی۔ علاوہ ازیں معمولی معمولی باتوں پر اس نے امراء اور معزز ارکان سلطنت کو معزول اور برطرف کرنا شروع کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

برہان نظام شاہ ۹۵۲ھ میں علی برید کے علاقوں پر حملہ آور ہوا، اودگیر اور قندھار، اوسہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ علی برید کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کے حوالے کرنے پر رضامند ہوا مگر شرط لگائی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی برید کی پیش کش قبول کی اور نہایت فخریہ انداز میں علی برید کو کمک پہنچانے کے لیے سوار ہوا۔ آدھا سال گزر گیا صرف دو دفعہ جنگ کی، مگر حریفوں کو کامیابی حاصل ہوئی، ابراہیم عادل شاہ کے غرور نے اس کے سارے آلات جنگ دشمن کے حوالے کر دیئے۔ ابراہیم عادل شاہ کو اپنی شکست کا سبب امراء اور اراکین سلطنت کی باہمی دشمنی میں نظر آیا اس طرح اس نے ستر مسلمانوں اور چالیس ہندو برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں

رعایا ابراہیم عادل شاہ کی بے جا حرکتوں سفاکانہ اعمال اور ظلم و استبداد سے تنگ آ گئی۔ اکثر لوگوں نے اس کے برادر شاہزادہ عبد اللہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن اس کام کی تکمیل سے پیشتر یہ راز ابراہیم عادل شاہ پر فاش ہو گیا۔ اب اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا اور اس طرح ایک بڑی تعداد اس کے ظلم کا شکار ہو گئی۔ شاہزادہ عبد اللہ بڑی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے بیجاپور کو چھوڑ کر بندر کوہ

پہنچا یہاں اس نے نصرانیوں کے ذریعہ بادشاہ سے جان بچائی عیسائیوں نے بڑے چاؤ اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ شہزادہ عبد اللہ کی ناز برداریاں کیں۔

اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

تقریباً انہی دنوں ابراہیم عادل شاہ بغیر کسی خاص وجہ کے اسد خاں لاری کی طرف سے پھر مشکوک ہو گیا اور اسے اپنی تمام ناکامیوں کی جڑ قرار دیا۔ یہاں تک کہ اسد خاں لاری سے اس نے خط و کتابت تک بند کر دی اور موسمی پھل وغیرہ جو تحفہ کے طور پر اسے ارسال کرتا تھا وہ بھی بند کر دیئے۔ اس وقت اسد خاں لاری نے نلگوان سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنی نیک نیتی اور نمک خواری کی حقیقت بادشاہ پر واضح کر سکے اور اپنے آقا کو خوش دیکھ سکے۔

اسد خاں لاری کا خط

اسد خاں لاری نے بادشاہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کے ساتھ مختلف قسم کے بیش بہا اور گراں قدر تحائف اور ہدیہ نویل اور نو گھوڑے ارسال کیے۔ نوشتہ چونکہ اسد خاں لاری نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا تھا لہذا اس کا لب لباب یہ تھا کہ چند مکار، عیار اور فریب خورہ اور خود غرض لوگوں نے میری جانب سے حضور کو جو بدگمان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی خطائیں شمار کی جائیں تو کئی گنی ہوں گی مگر جو قصور مجھ سے وابستہ کیے گئے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہیں۔ ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ بادشاہ کی شان میں زبان و لب اس قسم کی جنبش نہیں کر سکتے۔ نلگوان میں کافی عرصہ قیام کرنے اور حضور کی ریاست میں قدم نہ رکھنے کا مقصد حریفوں، مکاروں اور خود غرض انسانوں کی یورش سے بچنا تھا۔ میرا یہ اقدام عیاروں کو پسند نہیں آیا انہوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنائے۔ اور میری دور اندیشی کو نمک حرامی کے مترادف ٹھہرایا۔ اگر حضور کی رضا ہو تو ابھی قدم بوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ اور حریفوں اور خود غرضوں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرا سکتا ہوں۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر بادشاہ اسد خاں لاری کو از سر نو بحال کرنا چاہتا تھا اور اس کی طرف سے بدگمانی کو ختم کرنے کا متمنی تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اسد خاں لاری کے ہی خواہوں اور ہمدردوں کو نلگوان پہنچائے لیکن فوراً شہزادہ عبد اللہ کی سرکشی ظہور پذیر ہوئی اور اس طرح ابراہیم عادل شاہ اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔

شہزادہ عبد اللہ کے قصے کی تفصیل

اپنے برادر کے ظلم و ستم اور اس کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر شہزادہ عبد اللہ بندر کوہ پہنچا جہاں اس کی پشت پناہی کے لیے عیسائیوں نے کافی اہتمام کیا اور اس کا شاندار استقبال کیا۔ بیجاپور کے رہنے والوں کے اشارے پر شہزادہ نے قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ سے تعلقات استوار کیے اور بھائی سے بدلہ لینے کے لیے ان سے مدد چاہی۔ ان حکمرانوں کو اسد خاں لاری اور ابراہیم عادل شاہ کی شکلوں سے پہلے ہی سے نفرت تھی۔ لہذا دونوں ابراہیم عادل شاہ کو تخت سے اتارنے اور شہزادہ عبد اللہ کو اس کا جانشین بنانے کے لیے راضی ہو گئے، لہذا دونوں نے اپنے علاقوں سے بیجاپور کا رخ کیا ان حکمرانوں نے عیسائیوں کو ایک پیغامبر کے ذریعہ آگاہ کیا کہ فوراً شہزادہ عبد اللہ کو روانہ کریں تاکہ اسے ابراہیم عادل شاہ کا جانشین بنایا جاسکے۔ عیسائیوں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

اسد خاں لاری سے درخواست

قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ دونوں نے بالاتفاق ایک قاصد اسد خاں لاری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ ان حکمرانوں کے ارادے سے اسے آگاہ کرے۔ نیز یہ بھی بتائے کہ ابراہیم عادل شاہ اب حد سے تجاوز کرنے لگا ہے۔ خود اسد خاں لاری اس سے بیزار ہے

ایسی صورت میں اسد خاں لاری کو ابراہیم عادل شاہ کی معزولی اور شہزادہ عبد اللہ کی تخت نشینی کے ارادے سے اتفاق کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہونے پر اسد خاں لاری کو بادشاہ کا اتالیق مقرر کیا جائے گا۔

اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی

اسد خاں لاری پیغامبر کی زبانی حالات سے آگاہ ہوا تو اسے اس پر سخت غصہ آیا مگر کیا کرتا۔ قاصد کو قتل کرنا خلاف فطرت تھا۔ غرض برہان نظام شاہ کو یقین ہو گیا کہ اسد خاں لاری کی حمایت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس عرصہ میں اسد خاں کی علالت کا حال عام ہوا برہان نظام شاہ نے ایک ہندو برہمن تاجا کو خفیہ طور پر کافی روپیہ دیا اور نلگوان روانہ کیا۔ تاکہ وہ قلعہ داروں کو اکسائے اور اسد خاں کے انتقال کے بعد قلعہ بہ آسانی نظام شاہ کے تصرف میں آجائے۔ اسد خاں کو دوران علالت ہی میں اس بات کی خبر ہو گئی، اس نے اس برہمن کو منع ستراشی اور غدار لوگوں کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام

اسد خاں لاری کی اس وفاداری کی خبر تقریباً ہر شخص کو گوش گزار ہوئی، لہذا کچھ اشخاص نے شاہ زادہ عبد اللہ کی حمایت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ اسد خاں لاری جب اپنی صحت یابی اور علاج سے مایوس ہو گیا تو اس نے ایک نوشتہ کے ذریعہ ابراہیم عادل شاہ کو بلانے کی درخواست کی۔

اسد خاں لاری کا انتقال

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی درخواست قبول کی، وہ ۹۵۶ھ میں اسد خاں کی طرف چلا، وہاں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اسد خاں لاری کا انتقال ہو گیا۔ پھر بھی نلگوان جا کر بادشاہ نے مرحوم کے متعلقین کو تلقین، تسلی اور تشفی دی اور بہت سی عنایتوں سے نوازا البتہ اس کا سارا مال و زر خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عیسائیوں نے شہزادہ عبد اللہ کے بھی خواہوں کے دل شکستگی اور پریشان حال دیکھ کر اسے بندر کوہ بھیجا۔ قطب شاہ اور نظام شاہ اور ان کے بھی خواہ اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے۔

اسد خاں لاری کی خوبیاں

اسد خاں لاری بڑا ذہین و متین اور تجربہ کار اور کمنہ مشق آدمی تھا۔ اسے امراء سلطنت اور امور حکومت کی انجام دہی پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس میدان کا وہ تنہا پہلوان تھا، دیگر علاقوں کے حکمرانوں کے علاوہ بیجا نگر کے حاکم تک نے اس سے راہ و رسم رکھی اور دعا سلام کے ساتھ ساتھ خط و کتابت اور تحائف کا سلسلہ قائم کیا۔ اس کی عزت، شہرت، ملکیت، رقم اور قیمتی اشیاء کا تخمینہ شمارت باہر ہے۔ اس کے روزانہ کھانے کا خرچ سو مرغوں پچاس بکروں اور سو من چاول پر مشتمل تھا۔ دکن میں آج بھی اس کی ایجاد کردہ چیزیں مثلاً قبا اور زریں، خنجر شہرت عام رکھتی ہیں۔ سوائے اسد خاں کے کسی شخص نے اس سے قبل ہاتھی کی پشت پر زین نہیں رکھی اور نہ گھوڑے کی طرح منہ میں لگام دے کر ہاتھی کو قابو میں کیا، لیکن یہ جانور اتنا سرکش ہے کہ بغیر لوہا استعمال کیے ہوئے نہیں دیتا، لہذا اسد خاں کی یہ اختراع نہ عام ہو سکی اور نہ زیادہ عرصہ چل سکی۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ برابر کا دوست بنانے کی غرض سے ابراہیم عادل شاہ نے اپنی دختر مسماۃ مانی بی بی کی شادی علی برید سے کر دی تھی۔ ادھر برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان چند خوش گفتار قاصدوں نے دوستی کرا دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تحائف اور ہدیہ وغیرہ ارسال کر کے محبت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

رام راج کی چال

جب اس کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے بیجاپور میں مقیم نظام شاہی قاصدوں سے باز پرس کی انہوں نے ڈر کر بیجا نگر کا رخ کیا۔ رام راج سے شکایت کی کہ ابراہیم عادل شاہ انہیں قتل کرنے پر تلا ہوا ہے اس لیے کہ وہ بیجا نگر کے غیر مسلموں کو متحد کر رہے تھے لہذا بڑی پریشانیوں سے یہ شہر نصیب ہوا ہے۔ رام راج بڑا حساس انسان تھا اس بات کو سنتے ہی طیش میں آگیا فوراً برہان نظام شاہ کو خبر دی کہ علی برید نے اپنے والد کے افعال کے مخالف چل کر ابراہیم عادل شاہ سے دوستی کی، لہذا اس سے اس کی باز پرس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور قلعہ کلیان پر قبضہ کرنا چاہیے اس مقصد کی تکمیل کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر کو ہمراہ لے کر برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو گھیر لیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی

ابراہیم عادل شاہ بھی اہالی قلعہ کی حفاظت کے لیے بیجاپور سے نکل کر نظام شاہی فوج سے تقریباً دو کوس دور قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام شاہ نے صرف قلعہ کی حراست کو کافی جانا، جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ ابراہیم عادل نے قیام گاہ کے چاروں اطراف میں ایک دیوار تعمیر کرائی اور ترکی امراء کو نظام شاہ کی فوج کے جواب میں ترتیب دیا۔ ترکی امراء دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی جواں مردی اور بہادری کے لیے شہرت رکھتے ہیں، نظام شاہی فوج بیماری اور قحط میں مبتلا ہو گئی، وہ یہاں تک پریشان ہو گئی کہ احمد نگر کا رخ کرنا مناسب اور غنیمت سمجھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

نظام شاہی حکومت کے متعلق جو تحریریں معرض وجود میں آئی ہیں ان کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ عید الفطر کے دن ابراہیم عادل شاہ کے متعلقین عید کے خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ انہیں حریفوں کی طرف سے بالکل اطمینان تھا معاہدہ دشمن کے امراء خاص طور پر سیف عین الملک وغیرہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور تباہ بربادی میں منہمک ہو گئے۔ دشمن کے حملہ نے عادل شاہی لشکر کے حوصلے پست کر دیئے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بادشاہ عید کا غسل کر رہا تھا کپڑے زیب تن کرنے سے پیشتر سراپردہ کے باہر آگیا۔ اسی روز برہان نظام شاہ نے سپاہیوں کو ترتیب و تنظیم کی اور کلیان کے حصار کی جانب بڑھا اس مرتبہ اس نے معمم ارادہ کیا کہ اگر حصار والوں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دیا تو وہ تمام لوگوں کو قتل کر دے گا۔ قلعہ کے لوگ پہلے ہی سے ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے دل شکستہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ کو نظام شاہ کے حوالے کر دیا، اس طرح برہان شاہ کی عید کی خوشیاں تین گنا بڑھ گئیں۔

قلعہ پرندہ کی فتح

ابراہیم عادل شاہ نے ہاتھیوں اور توپ خانوں کو حریف کے حوالے کر کے اس کے ملک کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں سے چار لاکھ ہون وصول کیے اور ملک کو خوب لوٹا۔ بعد ازاں وہ قلعہ پرندہ گیا، وہاں اس نے قلعہ کا پھانک کھلا پایا، فوراً قلعہ میں قدم رکھا، خواجہ جہاں دکنی کے بھی خواہوں کو مار بھگایا، خود قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل نے ایک مشہور و معروف جواں سال بہادر باشندہ دکن کو قلعہ کا محافظ مقرر کیا اور خود بیجاپور پہنچا۔

دکنی باشندے کا فرار

مذکورہ قصہ کا حال جب خواجہ جہاں دکنی اور برہان نظام شاہ پر آشکارا ہوا تو انہوں نے قلعہ کا رخ کیا، ابھی قلعہ کا پھانک بیس کوس دور تھا کہ بہادر دکنی باشندہ ڈر کے مارے قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور سیدھا بیجاپور پہنچا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

شاہ جمال الدین الجو کا بیان

برہان نظام شاہ کے عہد کے واقعہ نویس شاہ جمال الدین الجو نے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ کہ جب باشندہ دکن کو برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی کی آمد کا حال معلوم ہوا تو وہ بے حد پریشان اور مغموم ہوا۔ اس نے فرار کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اپنی گھبراہٹ اور پریشانی کی خبر کسی شخص کو نہ ہونے دی۔ ایک شب قیام گاہ میں آرام کر رہا تھا کہ کانوں میں مچھروں کی بھن بھن کی صدا گونجی۔ وہ اس کو نظام شاہی فوجی باجے کی صدا سمجھ بیٹھا اور اس طرح فرار ہوا کہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ دروازہ تک کھلا رہ گیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ

ابراہیم عادل شاہ نے ڈرپوک باشندہ دکن کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود قلعہ پر دوبارہ تسلط جمانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بادشاہ کا یہ راز برہان نظام شاہ پر ظاہر ہو گیا اس نے رام راج کو مطلع کرنے کے لیے اپنے ایک ہم پیالہ و ہم نوالہ کی خدمت حاصل کی۔ اس کے ذریعہ رام راج کو اطلاع دی۔ دونوں میں بات چیت کے بعد طے ہوا کہ راجپور میں آئندہ پروگرام بنایا جائے۔ ۹۵۹ھ میں رام راج نے اپنے ہمراہ ایک جفاکش اور بہادر سپاہیوں کا گروہ لیا۔ اور راجپور کی طرف بڑھا، ادھر برہان نظام شاہ بھی اپنے ہی خواہوں سپاہیوں اور مال و اسباب کے ساتھ ابراہیم عادل کے علاقہ کو پار کرتا ہوا بیجاپور پہنچا اور اس کے راجہ سے ملاقات کی۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ مدگل اور راجپور کو فتح کر کے شولاپور کو حراست میں لے لیا جائے۔

رام راج اور نظام شاہ کا عروج

رام راج اور نظام شاہ دونوں نے قلعہ راجپور کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ مدگل کے قلعہ کے لوگوں نے خود خوف زدہ ہو کر قلعہ کی چابی رام راج کے پاس بھجوا دی۔ بعد ازاں اس قلعہ کو رام راج نے چند معتد اشخاص کے حوالے کیا۔ خود اپنے برادر کے ساتھ سپاہیوں کی بہت کافی تعداد کی اور حکم دیا کہ وہ برہان نظام شاہ کا ہاتھ قلعہ شولاپور کی فتح میں بٹائے۔ بلکہ فتح کر کے اس کے حوالے کر دے، بعد ازاں وہ اپنے علاقہ کی سمت روانہ ہو گیا، برہان نظام شاہ نے رام راج اور اس کے سپاہیوں کی معاونت سے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا اس کے بعد برہان نظام شاہ نے بھاری اور جنگی توپوں کے استعمال سے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ دوبارہ قلعہ کی چار دیواری کھینچوائی اور ضروری مرمت کرا کے اسے معتد امیر کے تصرف میں دے کر خود احمد نگر پہنچا۔

برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور نظام شاہی خاندانوں کی دوستی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد امراء کی کوششوں نے پھر نظام اور عادل شاہی خاندانوں میں صلح کرا دی۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ دونوں سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور باہمی مشوروں اور معاہدوں کے بعد اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

سیف عین الملک کا تقرر

کچھ ہی عرصہ کے بعد دونوں خاندانوں میں پھر حریفانہ چشمک شروع ہو گئی۔ خواجہ جہاں دکنی جس نے حسین نظام شاہ کے خوف سے بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ کی پشت پناہی اختیار کر لی تھی۔ قلعہ شولاپور کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ رام راج اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک دوسرے سے دوستی پیدا کر لی۔ ابراہیم عادل شاہ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے برہان نظام شاہ کے سپہ سالار عین الملک کو طلب کیا اور اس سے چند وعدے کیے۔ یہ سپہ سالار ان دنوں برہان عماد شاہ والی برار کا مہمان تھا اور نظام کے خوف اور ڈر سے بھاگ کر وہاں روپوش ہو گیا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا عمدہ سیف عین الملک کو بخشا اور اس کو سیف الدولہ القاہرہ عضد السلطنت الباہرہ امیر الامراء سیف عین الملک کا خطاب عطا کیا۔ نیز بان، مائن، تنکری اور رائے باغ کی جائیداد اس کے نام کی۔

شنزادہ علی اور قلعہ شولاپور

ابراہیم عادل شاہ نے دیگر عطیات کے علاوہ سیف الملک کو نقدی سے بھی مستفیض کیا۔ اسی عرصہ میں بادشاہ کو خیال آیا کہ شنزادہ علی کو جو ان دنوں اسی کا مہمان تھا خواجہ جہاں دکنی کے ارادے کے مطابق کیوں نہ احمد نگر کا حاکم مقرر کرے تاکہ شولاپور کا حصار بہ آسانی فتح ہو سکے۔ غرض بہادر جواں مرد سپاہیوں کا لشکر تیار کیا گیا۔ نظام شاہ کے دو ہزار سپاہی جو جان بچا کر حسین نظام شاہ کے ہاں سے ہجرت کر آئے تھے۔ شنزادہ علی کے ہمراہ کیے گئے اور اس طرح یہ جرار لشکر بیجاپور سے روانہ ہو کر سرحد کی طرف بڑھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام

ابراہیم عادل شاہ نے برہان نظام شاہی امراء و وزراء اور رؤساء کو چند نوشتوں کے ذریعہ حسین نظام شاہ کے خلاف اکسایا، انہیں بڑے بڑے سبزیباغ دکھائے تاکہ وہ سب علی بن برہان نظام شاہ کو اپنا حاکم مان لیں۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ کی یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور اس کے نوشتوں نے ایک بھی امیر یا رکن سلطنت کو حسین نظام شاہ کے خلاف نہیں اکسایا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں

جب حسین نظام شاہ تمام حالات حاضرہ سے آگاہ ہوا تو اس نے برہان عماد شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ بعد ازاں اس کے سپاہیوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھ آیا۔ اس دفعہ ابراہیم عادل شاہ پچھلی روایات کو نظر انداز کر کے فیاضی کی طرف مائل ہوا اس نے جڑ کھول کر چھ لاکھ ہون تمام سپاہیوں میں بانٹ دیئے۔ تنہا سیف عین الملک کے سہارے جنگ کرنے پر مائل ہوا۔ بعد ازاں سرحد کا رخ کر دوئوں طرف کی فوجیں شولاپور کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں اس مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا گیا۔

طرفین کی فوجی تنظیم

ابراہیم عادل شاہ نے فوج کی اس طرح تنظیم کی کہ عین الملک کنعانی اور انکس خاں کو مہمنہ اور پور خاں اور امام الملک کو میسرہ حوالہ کیا، خود خاصہ خیل کے لشکر کے ساتھ بیچو بیچ میں کھڑا ہوا سیف الملک کو ہراول لشکر بنایا، ادھر حسین نظام شاہ نے بھی فوجی تنظیم کی ہراول میں خاں زماں، بحر خاں اور خلاص خاں کے نام آتے ہیں جن کا تعلق عماد شاہی لشکر سے رہا۔ علاوہ ازیں فوج کے آگے آتش بازی کا سمان لگایا گیا۔

سیف عین الملک کا غلبہ

سیف عین الملک نے اپنی دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنے کے لیے معاہدہ حریفوں کا رخ کیا تاکہ وہ بادشاہ کی عنایات کا کچھ بوجھ ہلکا کر سکے اس طرف اس نے ایک ہی وار میں توپ خانہ نظام شاہی کو قبضہ میں کر لیا اور ہراول لشکر جس کی بہادری اور شجاعت کا دور دورہ چرچا تھا کو کھلتا ہوا فوج کے درمیان پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ فیل مست نامی ہاتھ پر سوار تھا اس نے آگے بڑھ کر سیف عین الملک پر دھاوا بول دیا۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے وہ مہمان کی جنگ ہوئی کہ تاریخ میں کم ہی نظر آتی ہے اس خون ریز معرکہ میں ایک فریق کا جانی نقصان شمار سے باہر ہے۔

نظام شاہی فوج کی تازہ کمک

نظام شاہی فوج کے تمام سپاہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے تھے کہ نظام حسین شاہ کے کچھ امراء جن میں رستم خاں دکنی، جہانگیر خاں حبشی اور غنفر خاں شیرازی قابل ذکر ہیں، وہاں آگئے یہ تمام امراء میسرہ میں جنگ کر رہے تھے لیکن وہاں سے شکست کھا کر یہاں آئے تھے۔ نظام شاہی فوج کی تازہ کمک نے نظام شاہیوں کے حوصلے بڑھا دیئے ادھر ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے کسی طرف سے کوئی

آواز نہیں آئی۔ سیف عین الملک نے تنہا جب یہ منظر دیکھا تو اس کے قدم ڈمگانے لگے اس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ جب وہ دشمن کو فتح یاب ہوتا دیکھتا تو خود میدان جنگ میں کھڑا ہو جاتا اس مرتبہ بھی اس نے یہی کیا وہ گھوڑے سے زمین پر کودا اور کھڑا ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

سیف الملک دشمنوں کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ یا تو عادل شاہی فوج فتح حاصل کرے گی یا سب کی سب قتل ہو جائے گی۔ گویا اس کا مقصد کھڑے ہونے سے ”مار دیا مر جاؤ“ کے مصداق کے مطابق تھا۔ ایک بدخواہ نے ابراہیم عادل شاہ کے سیف کے جنگ کے میدان میں کھڑے ہونے کے خلاف کان بھرے اور ایک قصہ گھڑ کر سنایا۔ وہ یہ کہ سیف عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر دشمن کے ہاتھ سے پان کھایا گویا دشمن سے اس نے وعدہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کو قید کر کے اس کے حوالے کرے گا۔

ابراہیم عادل شاہ اور سیف عین الملک کی روانگی

ابراہیم عادل شاہ نے بجائے اس کے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا اپنا رخ بیجاپور کی طرف کیا اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔ سیف عین الملک تنہا دشمن کے لشکر سے لڑ رہا تھا اور بہت جلد ان پر فتح حاصل کرنے والا تھا کہ اسے بادشاہ کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اس نے بھی میدان جنگ کو یونہی چھوڑ دیا بعد ازاں اس نے صلابت خاں کو ایک کپڑے میں لپیٹا، صلابت خاں اس کا بھانجا تھا اور اس نے ایک گہرا زخم کھایا تھا اس کے بعد سیف الملک نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی

سیف عین الملک بادشاہ کا تعاقب اس لیے کر رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو بھاگنے سے روکے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اسے آمادہ کرے۔ سیف عین الملک کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ابراہیم عادل شاہ کو مزید غلط فہمی پیدا ہوئی اسے یقین ہو گیا کہ سیف اسے قید کرنے کے لیے تعاقب کر رہا ہے۔ لہذا اس نے چلنے کی رفتار اور زیادہ بڑھائی یہاں تک کہ بیجاپور پہنچ گیا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام

ابراہیم عادل شاہ کے چند لمحوں بعد ہی سیف بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ پھر اس نے ایک معتمد شخص کے ذریعہ بادشاہ تک اپنی بے دست و پائی اور وفاداری کا حال پہنچایا اور درخواست کی کہ حضور کچھ نقد روپیہ خرچے کے لیے مرحمت کریں۔ کیونکہ خادم سرکاری ڈیوٹی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف کی وفاداری

ابراہیم عادل شاہ اپنی تباہ و بربادی اور بدنامی کا سبب سیف عین الملک ہی کو سمجھتا تھا۔ لہذا بادشاہ نے اسے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی، جواب میں لکھ دیا کہ بادشاہ کو سیف جیسے ناکارہ ملازم کی ضرورت نہیں، کہیں اور تشریف لے جائیں۔ چونکہ سیف عین الملک کی کوئی خطا نہ تھی، اس کا جرم صرف یہی تھا کہ اس نے میدان جنگ میں عادل شاہی فوج کی کمان سنبھالی اور آخری لمحہ جنگ تک وفادار رہا۔ بادشاہ کا جواب پا کر بے حد متحیر ہوا اس نے دوبارہ بادشاہ سے اپنی وفاداری چھ سواغرا کی قربانی اور تمام مال و زر کی بربادی کا یقین دلایا نیز دوسری جگہ جانے اور کسی دوسرے ملک میں ملازمت کرنے کے بارے میں بھی اس نے اپنا فیصلہ بادشاہ تک پہنچایا۔ سیف الملک کی مذکورہ بالا تمام باتیں حقیقت پر مبنی تھیں۔ اس کے باوجود ابراہیم عادل شاہ کو ان کا یقین نہیں آیا اور اب بھی وہ سیف الملک کی کوئی تازہ چال سمجھا، بایں سبب اس نے قاصد کے گالوں پر تھپڑ رسید کیا اور دربار سے نکال دیا۔

سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ

مجبوراً سیف عین الملک نے دوسرے لوگوں کی طرف رجوع کیا۔ بعض باشعور، عقل مند اور تجربہ کار اشخاص سے مشورے کیے۔ فتح اللہ خاں، مرزا بیگ شیتانی، عالم خاں اور میر تقی خاں انجو وغیرہ نے یہی کہا کہ بادشاہ سے اب کسی قسم کی امید رکھنا عقل مندی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ولایت مان کے لوگوں سے خریف کالگان وصول کیا جائے اور اس سے اشیائے ضروری خرید کی جائیں۔ بادشاہ کی جانب سے جب کوئی مزاحمت ہوگی تو آئندہ کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے گی۔ سیف الملک نے ان آراء سے اتفاق کیا اور بیجاپور کے قریب پہنچا۔ ابراہیم عادل شاہ کو حقیقت سے آگاہی ہوئی، ایک امیر کے ہمراہ پانچ ہزار سپاہی لیے تاکہ وہ سیف کی سرکشی کچل دیں۔

عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ

شاہی امیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر نہرمان کے ایک کنارے ہی پر آیا تھا کہ صلابت خاں نے عین الملک سے مشورہ کیے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔ شاہی امیر اور اس کے متعلقین صلابت خاں کے دار نہ سہ سکے، لہذا میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرح صلابت خاں کے ہاتھ گھوڑے اور شاہی ہاتھی لگ گئے۔ اس واقعہ نے سیف عین الملک کے حوصلے اور بڑھادیئے اب وہ خریف ہی نہیں رنج کی فصل کالگان بھی رعایا سے وصول کرتا اور خرچ کر لیتا۔

سیف الملک کی فتوحات

مقبوضہ علاقوں کے علاوہ سیف الملک نے کلہر و مرج وغیرہ کے علاقے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اس مرتبہ ابراہیم عادل شاہ نے دس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل ایک فوجی لشکر کی کمان دلاور خاں حبشی کے ہاتھ میں دی اور کافی آلات جنگ سے لیس کیا۔ یہی وہ دلاور خاں حبشی ہے جسے بعد میں وکیل السلطنت کے عہدے سے سرفراز کیا گیا تھا۔ صلابت خاں اور سیف عین الملک دونوں نے طے کیا کہ حوالی حسن آباد گلبرگہ کو جنگ کا میدان بنایا جائے۔ یہی ہوا اسی مقام پر ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے بری طرح شکست کھائی۔ دلاور خاں حبشی نے بری طرح مجروح ہوا تھا، چار کوس تک پیچھا کیا گیا علاوہ ازیں عادل شاہی سپاہیوں کی کثیر تعداد موت کے گھات اتار دی گئی، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی خاصی تعداد ہاتھ آئی، آلات اور دیگر سامان جنگ بھی قبضہ میں آیا۔ غرض سیف الملک اور صلابت نے جتنی تکلیف اور پریشانیاں اور صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ ان سب کا معاوضہ انہیں دشمنوں کے سامان مال و زر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کی شکل میں مل گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو از سر نو اپنی فوجی تنظیم کرنی پڑی، انہیں اپنی عزت، دولت اور طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مصروف کار ہونا پڑا۔ سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کو دواپہ، سہ اسپہ توپ خانہ اور پانچ ہزار بہترین سوار ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ جنگ

اب کے ابراہیم عادل شاہ نے توپ خانہ بہت سے ہاتھی اور پچیس ہزار سواروں پر اپنا فوجی لشکر ترتیب دیا، بعد ازاں خود سیف عین الملک کی سرکشی کو کچلنے کے لیے نہرمان کے قریب خیمہ زن ہوا۔ یہاں پہنچ کر اسے سیف عین الملک کے ساتھیوں کا علم ہوا، جو قصبہ مان میں قیام پزیر تھے کسی دوسری جگہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ کچھ عرصہ نہرمان کے قریب ٹھہرا سیف عین الملک جو بادشاہ سے آمنیں نہیں مانا چاہتا تھا بلکہ متمنی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو مرتب کر کے فرار ہو جائے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس بات سے غلط اندازہ لگایا وہ سمجھا کہ سیف الملک مغلوب ہو گیا۔ ادھر سیف الملک نے جنگ کی تیاری شروع کی اور اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم کے ذریعہ جنگ کا نعرہ لگاتا رہا۔ دشمنوں کے خیموں کے قریب جائے اور بغیر کسی لڑائی کے پلٹ آئے۔ تین دن تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا عادل شاہی سپاہی پورے پورے دن یونہی مسلح گھوڑوں پر سوار رہتے اور رات کو دن کی تکان سے چور قیام گاہوں کی طرف پلٹے آئے۔ یہ تھے وہ عین الملک نے جب معمول اپنے سپاہیوں کی صف آرائی کی اور دشمنوں کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ ابراہیم

عادل شاہ کے سپاہی اس روز بھی روزانہ کی طرح عین الملک کی چہل قدمی سمجھ بیٹھے، ہراول فوج کو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دے رہے تھے۔ عین الملک کے حملہ کی مددگاری کر کے عادل شاہی لشکر کو ہوشیار کر رہے تھے، مگر ایک سپاہی نے بھی ان کی بات نہیں سنی اور نہ ہی مسلح ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کے حملے کا یقین عادل شاہی فوج کو آگیا۔ بادشاہ بغیر کسی فوجی ترتیب و تنظیم کے سیف الملک سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آگیا۔

ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ

سیف عین الملک مقابلہ کرنے اور معرکہ آرائی کے خیال سے قدرے خوف زدہ ہوا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، ان لوگوں نے کہا۔ ”جس لشکر کے ساتھ چتر شاہی ہو اس سے معرکہ آرائی نہ کرنی چاہیے۔“ اس موقع پر مرتضیٰ خاں الجوانے (جو ایک باوقار سید تھا اور سیف عین الملک جس کا بہت عقیدت مند تھا) کہا۔ ”چتر شاہی کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ جو جنگ میں حصہ لے کر دشمن کو تباہ و برباد کرے۔ ایسی بے جان چیز کا احترام کرنا بالکل بے معنی ہے۔“ عین الملک کے لشکریوں نے اس کو فال نیک تصور کیا اور حریف سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عین الملک کے پانچ ہزار سوار ایک جگہ جمع ہوئے، انہوں نے عادل شاہی سپاہ اور میسرہ پر نگاہ دوڑائی۔ جس جگہ چتر شاہی موجود تھا، انہوں نے وہیں حملہ کر دیا، راقم الحروف مولف کتاب ہذا نے میرزا بیگ نامی ایک لشکری سے جو اس جنگ میں شریک تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ابراہیم عادل شاہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عادل شاہی فوج کے سپاہی اس حملہ سے حواس باختہ ہو گئے۔ اور بغیر کچھ سوچے سمجھے میدان جنگ سے فرار ہونے لگے۔

عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ

ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ اس کے شاہی چتر، ہاتھی، توپ خانہ اور تمام شاہی ساز و سامان پر عین الملک کا قبضہ ہو گیا۔ عادل شاہی حکومت میں سخت انتشار ہوا۔ عین الملک نے تودہ میں جو بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر ہے قیام کر کے ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ عین الملک کے لشکری روزانہ شہر کے باہر جاتے اور لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے۔ یہ لشکری غلے اور چارے پر قبضہ کر لیتے اور اسے شہر میں نہ جانے دیتے۔

رام راج کی مدد

ابراہیم عادل شاہ نے مجبور ہو کر رام راج کی طرف امید دارانہ نگاہوں سے دیکھا تاکہ دشمن کی چہرہ دستیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ اس نے سات لاکھ ہون رام راج کے پاس بھیجے۔ رام راج نے اپنے بھائی تنکنادری کی نگرانی میں ایک لشکر جرار کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید میں بیجاپور پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ تنکنادری کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی، اس نے اپنے لشکر کے ہر فرد کو احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے کی تلقین کی۔

شب خون

تنکنادری نے ہر لشکری کو حکم دیا کہ ڈھائی گز لمبی لکڑ پر کپڑا لپیٹ کر رکھے اور اسے تیل سے بھگوئے۔ جب شور و غوغا بلند ہو تو اس وقت تمام مشعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک کو اس امر کی بالکل اطلاع نہ ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر سے دو ہزار چیدہ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور صلابت خاں کے ساتھ شب خون مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ بیجاپور کی فوج بیجاپور سے تین کوس کے فاصلے پر پہنچی اور عین الملک نے شب خون مارا۔ جب وہ آہستہ آہستہ دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچا تو تمام لشکریوں نے پہلے سے سوچی ہوئی تجویز کے مطابق مشعلیں روشن کر دیں اور رات کو دن بنا دیا۔

سیف الملک کی پریشانی

بیجا نگر کے سپاہیوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور پتھر لکڑی تیر و تفنگ وغیرہ سے کام لے کر کچھ ہی دیر میں دشمن کے ان گنت سپاہیوں کو موت سے ہم کنار کر دیا۔ سیف عین الملک اور صلابت خاں بہت پریشان ہوئے وہ بڑی مشکلوں سے اس مصیبت سے نکلے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اس افرا تفری کے عالم میں وہ اپنی لشکر گاہ کا راستہ بھول گئے اور ایک دوسری طرف جا نکلے۔ عین الملک کے لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوا اور وہ راستہ بھول کر ادھر ادھر بکھر گئے۔

عین الملک کا فرار

جب تین پہر رات گزر گئی اور عین الملک کی کوئی خبر نہ ملی تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اس کے تمام لشکری بڑے پریشان ہوئے اور مایوس ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو عین الملک اپنی لشکر گاہ میں پہنچا لیکن وہاں کیا رکھا تھا؟ تمام لشکری جا چکے تھے، مجبوراً عین الملک نے راہ فرار اختیار کی اور مان کے راستے سے نظام شاہی ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ دو سو سپاہی تھے جو کسی نہ کسی طرح اس سے آ ملے تھے، عین الملک کے تفصیلی حالات، نظام شاہی واقعات کے ساتھ بیان کیے جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری

اس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوا۔ بواسیر، انٹریوں کی خرابی اور دوران سر جیسے امراض اسے لاحق ہوئے۔ بادشاہ نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، مایوس ہو کر اس نے اپنے قابل طبیبوں اور حکیموں کو قتل کروا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیجا پور کے تمام طبیب جلا وطن ہو گئے اور دوا فروشوں نے اپنی دکانیں بڑھا دیں۔

انتقال

ابراہیم عادل شاہ متواتر دو سال تک بیمار رہا۔ اس کی صحت کی دیوار آہستہ آہستہ گرتی چلی گئی اور آخر کار ۹۵۶ھ میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اسے قصبہ کوکی میں شیخ حبیب حیدر پہلوی کے احاطے میں اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اولاد

ابراہیم کی اولاد کچھ زیادہ نہ تھی اس نے صرف دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں کے نام شنزادہ علی اور شنزادہ طہماسپ تھے۔ علی باپ کا جانشین ہوا اور طہماسپ مشہور عادل شاہی فرماں روا ابراہیم عادل شاہ ثانی کا باپ ہے۔ بیٹیوں کے نام بانی بی بی اور ہدیہ سلطانہ تھیں اول الذکر کی شادی علی برید سے ہوئی اور دوسری مرتضیٰ نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

ابراہیم عادل شاہ نے چوبیس سال سے کچھ زیادہ عرصے تک حکومت کی۔

ابوالمنظر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

شونی طبیعت

مورخین کا بیان ہے کہ علی عادل شاہ بچپن ہی کے زمانے سے ذہین و فہیم تھا اس کی طبیعت میں شونی اور تیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب وہ سن شعور کو پہنچا تو ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ نے ایک مجلس میں اس بات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اتنی توفیق دی کہ میں نے باپ اداد کے مذہب کو ترک کر کے حضرت امام اعظمؒ کا مذہب حق اختیار کیا۔ اور شیعہ مذہب کی تمام رسوم کو اس طرح مٹایا کہ اب ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔

مذہبی رجحان

علی عادل شاہ بھی اس مجلس میں موجود تھا باپ کی بات سن کر اس کی چلبلی طبیعت باز نہ رہ سکی اس نے فوراً کہا ”اگر اسلاف کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے۔ تو پھر تمام بیٹوں کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔“ ابراہیم کو شنراوے کے اس جواب پر بہت غصہ آیا۔ اور پوچھا ”تمہارا مذہب کیا ہے؟“ علی نے جواب دیا۔ ”اس وقت تو میرا وہی مذہب ہے جو آپ کا اس کے بعد خدا ہی جانے کیا صورت پیش آئے۔“ ابراہیم نے اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا کہ علی مذہب شیعہ رکھتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد اس کے استاد خواجہ عنایت اللہ شیرازی کی تعلیم کا اثر ہے۔ ابراہیم نے علماء سے فتویٰ لے کر خواجہ شیرازی کو قتل کر دیا۔

شنراوہ علی جب جوان ہوا تو اس وقت ملائح اللہ شیرازی المعروف ”بخار“ اس کا استاد تھا۔ اتفاق سے فتح اللہ امامیہ مذہب کا پیرو تھا لیکن وقتی مصلحتوں کے پیش نظر حنفی مذہب بن گیا تھا۔ اس وجہ سے علی عادل شیرازی کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کی بے انتہا عزت کرتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں کے ایک گروہ نے اپنے آقا کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی اور چاشنی گیر کے ذریعہ ابراہیم کو زہر کھلانے اور اس کی جگہ اس کے بھائی شنراوہ عبد اللہ کو تخت پر بٹھا کر شیعہ مذہب کو رواج دینے کا ارادہ کیا۔ چاشنی گیر پکائی مذہب تھا اس نے اس سازش میں شرکت نہ کی۔ ابراہیم کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اس نے تمام مجرموں کو مناسب سزائیں دیں۔

شنراوہ عبد اللہ کا فرار

ابراہیم عادل شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا بھائی شنراوہ عبد اللہ بالکل بے گناہ ہے، لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف سے بدگمان رہا۔ عبد اللہ نے اس بدگمانی کو اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھا ایک بار جب کہ ابراہیم قلعہ پنالہ کی سیرو تفریح میں مشغول تھا عبد اللہ ایک بہت بڑی رقم لے کر بندر کوڈہ کی طرف فرار ہو گیا۔

احتیاطی تدابیر

یہ علی عادل شاہ کی جوانی کے آغاز کا زمانہ تھا ابراہیم کو اس کی طرف سے بھی کچھ بدگمانی ہوئی لہذا اسے مع اس کے استاد کے قلعہ مرج میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نگران سکندر خاں کو یہ ہدایت کہ وہ شنراوہ کی پوری طرح حفاظت کرے اور اسے شیعوں سے ملنے جلنے نہ دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد کامل خاں دکنی (جو اسماعیل عادل شاہ کا پروردہ تھا) دونوں ہی شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ ان

دونوں نے علی عادل کی بہت خدمت کی اور اس کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

علی عادل کی شیعیت پسندی

جس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ بیمار ہوا اور سب لوگوں پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ مرض بادشاہ کی جان لیے بغیر نہ چھوڑے گا اس زمانے میں علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کے عقیدے کے مطابق اذان دیتا۔ جب کبھی کسی وجہ سے شہزادہ خود منبر پر نہ جاتا تو وہ کامل خاں کو اس کام پر مقرر کرتا کہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق اذان دے۔

شہزادہ طہماسپ کی شیعیت

ابراہیم عادل شاہ کو بیماری کے زمانے ہی میں ان واقعات کا علم ہوا۔ شہزادہ علی کی طرف سے اس کا دل مکدر ہو گیا اور اس نے شہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا، لیکن ابراہیم کو یہ اطلاع بھی ملی کہ طہماسپ بھی اپنے بھائی علی کی طرح شیعہ مذہب کا قائل ہے۔ یہ جان کر اسے اور بھی صدمہ ہوا اور بے حد رنجیدگی کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا۔ ”میں جان بوجھ کر ایک شیعہ کے ہاتھ میں خلق خدا کی باگ کس طرح دے سکتا ہوں۔“

علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ نے علی کی طرح طہماسپ کو بھی ننگوان کے قلعے میں قید کر دیا۔ اور امور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا، جب ابراہیم کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو معتبر اور دانش مند اراکین سلطنت نے محمد کشور خاں کو جو بعض پرگنوں کا لگان وصول کرتا تھا کثیر رقم کے ساتھ علی عادل کے پاس روانہ کیا کشور نے قلعہ مرج کے قلعہ دار سکندر خاں کو لکھا۔ ”ابراہیم عادل شاہ کی زندگی اب آخری منزل پر آگئی ہے اور آج کل ہی میں اس کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس بات کا خطرہ ہے کہ بادشاہ نے خانگی ملازم اور قلعہ ننگوان کے آس پاس کے جاگیردار شہزادے طہماسپ سے ساز باز کر کے کوئی ہنگامہ بپا نہ کریں، بہتر یہی ہے کہ علی عادل شاہ کو چتر شاہی کے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ قلعہ مرج میں قیام کرے اور وہاں کے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں۔ جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہو جائے تو شہزادہ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ پایہ تخت کی طرف روانہ ہو جائے۔“

علی عادل شاہ کی قلعہ مرج سے روانگی

سکندر خاں کو کشور خاں کا یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اس نے شہزادہ علی کو اپنے داماد کامل خاں دکنی کے ساتھ مع تمام لوازم شاہی کے قلعہ سے روانہ کر دیا۔ کشور خاں جلد از جلد شہزادہ علی کی خدمت میں پہنچا اور وہ روپیہ جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا اسے شہزادے کے حوالے کر دیا۔ علی عادل نے کشور خاں کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کیا۔ کشور بڑی احتیاط اور دانش مندی سے لوگوں کو شہزادے کے گرد جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لشکروں کی آمد

علی عادل نے کمال خاں دکنی کو امیر الامراء کے عہد پر سرفراز کیا۔ علی عادل کی روانگی کی خبر ملک میں چاروں طرف پھیل گئی اور اطراف و نواح کے لشکر یکے بعد دیگرے علی عادل کے گرد جمع ہونے لگے۔ پایہ تخت سے بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے ان گنت سپاہی علی عادل کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور علی عادل شاہ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔

علی عادل شاہ کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے بیجاپور پہنچنے ہی تمام امراء اور اراکین دولت جلد از جلد اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر سے صدقے

اتارے گئے۔ کشور خاں کے باغ میں جو بیجاپور سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے، علی عادل کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ شہر کے باشندوں، سیدوں اور قاضیوں وغیرہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی۔

قصبہ شاہ پور کی بناء

علی عادل نجومیوں کی مقرر کردہ مبارک گھڑی میں بیجاپور میں داخل ہوا اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شہر کے باہر جس جگہ علی عادل کی تاج پوشی کی رسم عمل میں آئی تھی، وہاں اس نے قصبہ آباد کیا اور اس کا نام ”شاہ پور“ رکھا۔ علی نے مذہب کے معاملہ میں اپنے اجداد یوسف عادل شاہ اور اسماعیل عادل شاہ کی تقلید کی اور تخت نشینی کے روز بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا، مسجدوں میں، اذانیں دی جاتی تھیں ان میں ”علی ولی اللہ“ کے الفاظ کا اضافہ کیا۔

علماء اور فضلاء کی عزت افزائی

علی عادل شاہ نے ایرانیوں کو وظائف دے کر انہیں حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بغیر کسی اندیشے اور روک ٹوک کے اپنا کام جاری رکھیں۔ عالموں اور فاضلوں وغیرہ کی بہت قدر دانی کی اور انہیں اعلیٰ عہدوں سے نوازا۔ اس نے قابل اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت ہی جلد بیجاپور میں ایران و توران اور دیگر ممالک کے اعلیٰ لوگ بہت بڑی تعداد میں آکر جمع ہو گئے اور شہر جنت کا نمونہ بن گیا۔

سخاوت

علی عادل کو جو خزانہ ترکے میں ملا تھا اس میں ڈیڑھ کروڑ ہون تھے۔ اس نے یہ تمام رقم کچھ ہی عرصہ میں لوگوں میں تقسیم کر دی۔ علی عادل کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خوانِ نعمت سے ہر چھوٹا بڑا اور امیر و غریب فیض یاب ہوتا تھا۔ اہل شہر کی ضروریات کو اس نے بہ حسن و خوبی پورا کیا کوئی حاجت مند کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

عدل و انصاف اور وسعت سلطنت

اس دور سعید میں ظلم و ستم کا نشان تک نہ رہا۔ چاروں طرف عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔ علی نے رعایا کے دل کو اس طرح قابو میں کیا کہ ممالک مقبوضہ کے محاصل پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے۔ علی جنگ و جدل کے بہت خلاف تھا، وہ اس قسم کی حرکتوں کو انسان اور انسانیت کی تباہی کا سبب سمجھتا تھا، اس نے کبھی کسی سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور دکن کے فرماں رواؤں اور رعایا کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے راجپور، ورنگل، مدگل، کلیانی، شولاپور، ادونی، دھارور اور چندر کوئی کے قلعے مع پرگنات کے اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کسی سے جنگ نہ کی اور نہ ہی کوئی ہنگامہ و شورش پیا ہوئی یہ سب اس کے حسن سیاست کا فیض تھا، واضح رہے کہ علی عادل سے پہلے یہ قلعے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوئے تھے۔

علم و فن سے دلچسپی

علی عادل نے اپنے استاد سے کافیہ، متوسط اور علم کلام کی چند کتابیں پڑھیں۔ دیگر علوم میں بھی اس نے کافی مہارت حاصل کی۔ خوش نویسی سے بھی اسے طبعی لگاؤ تھا۔ خطِ ثلث، نسخ اور رقع میں وہ بہت اچھی طرح لکھتا تھا، اپنے کتبوں کے نیچے اپنا نام وہ اس طرح لکھتا تھا ”کتبہ علی صوفی قلندر“ علی عادل بے غا، درویش صفت، صوفی منش، صاحب ذوق اور خوش نظر تھا۔

عشق پیشگی

اسے عشق و محبت سے بھی گہری دلچسپی تھی اہل علم کے ساتھ ساتھ اس کی محفل میں حسینانِ دلربا اور پری و شان قیامت انداز کا جھگمکا

بھی رہتا تھا۔ اس کو یہ شعر بہت پسند تھا اور اکثر پڑھتا رہتا تھا {

مائیم و ہمیں زمزمہ عشق فضائی
پیدا است کہ دیگر بچہ خورسند تو آں بود

رام راج سے دوستی

تخت نشینی کے پہلے ہی سال علی عادل شاہ کی خواہش تھی کہ شولا پور اور کلیان کے قلعوں کو نظام شاہی عاملوں سے آزاد کروالے۔ علی نے رام راج کے پاس کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کیے۔ محمد حسین اصفہانی کو احمد نگر روانہ کر کے وہاں کے فرمانروا سے اچھے مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ رام راج نے علی عادل شاہ کے سفیروں کی بہت آؤ بھگت کی۔ اور جب یہ سفیر واپس ہوئے تو ان کے ساتھ اپنے ایک معتبر شخص کو بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے علی عادل شاہ کو تخت نشینی کی مبارک باد پیش کرے۔

حسین نظام شاہ کی ناراضگی

حسین نظام شاہ نے علی عادل شاہ کے سفیر محمد حسین اصفہانی سے اچھا برتاؤ نہ کیا، نہ تو اسے خوش آمدید ہی کیا اور نہ ہی اس کی آؤ بھگت کی نیز اس نے علی عادل کو تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لیے اپنا کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس نے رام راج اور علی عادل کے مراسم کی خوشگوار سی کو پسند نہ کیا اور اس معاملے میں ناراضگی اور رنجیدگی کا اظہار کیا۔

رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت

علی عادل شاہ نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ اس کے باپ کے عہد حکومت میں جو بدعنوانیاں ہوئی تھیں ان کا مناسب طریقے پر تدارک کیا جائے۔ علی نے رام راج سے دوستانہ مراسم میں بڑی وسیع القلبی سے کام لیا۔ جب رام راج کا ایک چیتا بیٹا فوت ہوا تو علی عادل نے کشور خاں کی رائے پر عمل کیا اور جرات و دلیری سے کام لے کر سو سواروں کے ساتھ جن میں کشور خاں بھی شامل تھا تعزیت کے لیے بیجا نگر روانہ ہوا۔ رام راج کے دربار میں پہنچ کر علی عادل نے راجہ سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور وہ لباس جو علی اپنے ہمراہ لے گیا اسے پہنا دیا۔

رام راج کی بدتمیزی

رام راج کی بیوی جو اجیرائے کی نسل سے تھی، اس نے علی عادل سے پردہ نہیں کیا اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہا۔ رام راج نے تین دن تک علی عادل کی مہمان داری کی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ جب علی عادل رخصت ہونے لگا تو راجہ نے بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ یہ کام اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے سپرد کیا، علی عادل کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی، اس نے رام راج سے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا، لیکن مصلحتاً اس وقت خاموش ہو رہا اور کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔

حسین نظام شاہ کے نام علی عادل کا پیغام

۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ بیجا پور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ ”یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کلیان اور شولا پور کے قلعے عادل شاہی خاندان سے متعلق ہیں۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد حکومت میں سلطنت میں خرابی پیدا ہوئی۔ اور یہ قلعے نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گئے، اگر آپ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اچھے مراسم کے خواہاں ہیں تو یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیجئے۔ اگر دونوں قلعوں کی واپسی ممکن نہ ہو تو صرف کلیان کا قلعہ ہی واپس کر دیں بے حد ممنون ہوں گا۔“

کلیان اور شولا پور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ

شاہ حسین انجو نے جو حسین نظام شاہ کا مصاحب تھا۔ اس بات کی بہت کوشش کی کہ کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اس کی بات نہ مانی گئی۔ یہ معاملہ طول کھینچتا گیا، نہایت یہاں تک پہنچی کہ عادل شاہ نے سید علی نامی ایک شخص کو قاصد بنا کر حسین نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس مضمون کا ایک خط لکھا:

ایسے اہم اور ضروری امور میں جنگ یا غفلت سے کام لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ عاقبت اندیشی اور انجام جہی کو مد نظر رکھ کر یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیں تو ہم میں خوشگوار دوستانہ مراسم پیدا ہو جائیں گے۔ بصورت دیگر آپ یقین کیجئے کہ میرا لشکر آپ کی رعایا اور آپ کے ملک کا برا حال کر دے گا اور ایک فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا۔

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی

حسین نظام شاہ یہ خط پڑھ کر بہت غصے میں آیا اور اس نے علی عادل کے بارے میں ایسی باتیں زبان سے نکالیں کہ جن کا بیان کرنا تہذیب و متانت کے منافی ہے۔ یہ جواب پا کر علی عادل کو بھی بہت تاؤ آیا، اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ بدل دیا پہلے زرد تھا اب نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ اختیار کر لیا۔ اور حسین نظام شاہ کو یہ پیغام دیا ”اگر تم میں ہمت ہے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔“

علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر

بات یہ ہے کہ دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک فرمان روا کا نشان دوسرا اختیار نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرتا ہے اس کا مقصد فتنہ و فساد برکھانا ہوتا ہے۔ حسین نظام شاہ علی عادل شاہ کی اس کارروائی سے بہت پریشان ہوا اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔

فتنہ و فساد

پرنہ سے جنیر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک تباہی و بربادی کا بازار گرم ہو گیا۔ بیجا نگر کے ہندو ایک عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے، خوب جی کھول کر ظلم و ستم کیے اور اس شہر کے لوگوں کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدوں اور قرآنوں تک کو نذر آتش کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو اس فتنے کو فرو کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر اور دیگر امراء سے مشورہ کرنے کے بعد قلعہ کلیان علی عادل شاہ کے حوالے کر دیا۔ جنگ ملتوی ہو گئی اور رام راج اور علی عادل اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ پر لشکر کشی

حسین نظام شاہ نے بی بی جمال کی شادی قطب شاہ کے ساتھ کر دی۔ علی عادل شاہ نے یہ خبر سن کر محمد کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجا نگر بھیجا اور رام راج سے مدد طلب کی۔ رام راج فوراً پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا لشکر جہاز لے کر بیجا پور کی طرف روانہ ہوئے۔

قطب شاہ کا فرار

قطب شاہ نے بڑی ہمت و مردانگی سے کام لیا اور نظام حسین شاہ سے قول و قرار کے باوجود اس کے لشکر سے آدھی رات کے وقت بھاگ نکلا۔ اور علی عادل سے آملا جب صلح ہوئی تو حسین نظام شاہ قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پا کر بہت حیران و پریشان ہوا۔ اب اس نے زیادہ دیر اس مقام پر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد نگر کا محاصرہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور ملک کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ نے پایہ تخت اور قلعے کو مضبوط و مستحکم کیا اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور اپنے کئی امراء کو شہر کے اطراف میں روانہ کیا ان امراء نے آس پاس کے تمام دیہاتوں کو تھس تھس کر دیا اور کہیں آبادی و خوشحالی کا نام و نشان نہ رہا۔

قتل و غارت گری

بیجانگر کے ہندوؤں نے بھی کچھ کم ظلم نہ ڈھائے انہوں نے آبادی کو قتل کیا عمارتوں کو آگ لگا دی، مسجدوں میں گھس کر ان کی بے حرمتی کی انہیں اصطبلوں میں تبدیل کر دیا، مسجدوں کی چھتیں اور دیگر اشیاء جو لکڑی کی بنی ہوئی تھیں انہیں نذر آتش کر دیا اسی دوران میں بارش ہو گئی۔ راستے کچھڑ اور دلدل سے بھر گئے اس وجہ سے غلے کے آنے میں تاخیر ہو گئی۔ لشکر میں غلہ ضروریات کے مطابق موجود نہ رہا۔ قطب شاہ چوری چھپے حسین نظام شاہ کی طرف داری کرتا تھا۔ وہ غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان اہل قلعہ کو پہنچا دیتا تھا اور اہل قلعہ کے حوصلوں کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔

کشور خاں کا مشورہ

علی عادل شاہ نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اس نے رام راج کو بھی متعدد خطروں سے آگاہ کیا۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے باہمی مشورے کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ علی عادل شاہ اور رام راج یہاں سے روانہ ہوئے ابھی دونوں نے سفر کی پانچ چھ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ کشور خاں نے علی عادل سے علیحدگی میں کہا۔ ”یہ قوت شولا پور کے قلعے کے محاصرے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اگر اب قلعہ فتح ہو گیا تو رام راج قلعے پر قابض ہونے کی خواہش کرے گا ایسے عالم میں تم کچھ نہ کر سکو گے۔ رام راج قلعہ شولا پور کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی لالچ کی نظر سے دیکھے گا۔ اس وقت ہمیں قلعہ شولا پور کی فتح کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ اور رام راج کی مدد سے نلدرک میں ایک الگ قلعہ تعمیر کرنا چاہیے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس قلعہ کی وجہ سے شولا پور کو تسخیر کر لینا چاہیے۔“

قلعہ شاہ درک کی تعمیر

علی عادل شاہ نے کشور خاں کے اس مشورے کو بہت پسند کیا اس نے رام راج کو نلدرک کی طرف چلنے پر مجبور کیا، اور یہ دونوں فرمانروا وہاں جا پہنچے۔ نلدرک میں پرانے زمانے میں مندو کے راجہ تل نے اپنے بیٹے کے لیے جس جگہ محل بنوایا تھا وہ جگہ قلعہ کی تعمیر کے لیے منتخب کی گئی۔ اس جگہ قدیم محل کے آثار اس وقت تک باقی تھے، موسم برسات ہی میں اس قلعے کی دیواریں اینٹ اور پتھر سے بنائی گئیں اور اس کا نام ”قلعہ شاہ درک“ رکھا گیا۔ اس قلعے کی تعمیر کے بعد تینوں فرماں روا رام راج، قطب شاہ اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے، علی عادل بیجاپور واپس آیا۔

رام راج کی عاقبت نااندیشی

اسی سال رام راج نے بہت عاقبت نااندیشی سے کام لے کر چند ایسی باتیں کیں جن کی وجہ سے علی عادل شاہ کا دل اس کی طرف سے ٹھن ہو گیا۔ رام راج کے برے اعمال اس کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے اور اسے اپنے گناہوں کی بہت بڑی سزا ملی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں رام راج اور اس کے ہم مذہبوں کی حالت دگرگوں ہو گئی اور ان کے خون سے زمین سرخ ہو گئی اس اجمال کی تفصیل ذیل کی طور میں پیش کی جاتی ہے۔

معادے کی خلاف ورزی

پہلی مرتبہ جب علی عادل شاہ، حسین نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں سے پریشان ہوا تو اس نے رام راج سے مدد طلب کی تھی۔ علی عادل اور رام راج میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیجا نگر کے ہندو اپنی پرانی دشمن کی وجہ سے مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ رعایا کے جان و مال پر دست درازی نہ کریں گے اور مسلمانوں کی عزت پر کوئی حملہ نہ کریں گے، لیکن ہندوؤں نے اس وعدہ کو فراموش کر کے احمد نگر میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے قتل کیا، مال و اسباب کو لوٹا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، مسجدوں کی بے حرمتی کی، علی عادل شاہ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بہت رنجیدہ ہوا، لیکن اس وقت کچھ نہ بولا کیونکہ اس موقع پر خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

رام راج کا تعصب اور غرور

اس سفر سے واپسی کے بعد رام راج کا غرور اور تعصب اپنے کمال کا پہنچ گیا۔ وہ مذہب اسلام سے سخت نفرت کرنے لگا۔ اس کے تعصب کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دربار میں کسی مسلمان سفیر کو داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اگر کبھی وہ کسی مسلمان سفیر کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا تو پھر اس کو کھڑا رکھتا تھا۔ اس بے چارے کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوتی تھی، سواری کے وقت مسلمان سفیروں کو وہ اپنے ساتھ بہت دور تک دوڑاتا تھا اور کافی دیر کے بعد ان کو سوار ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب رام راج، علی عادل شاہ کے ساتھ احمد نگر سے نندرک کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت ہندو لشکری مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان کی طرف نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی

رام راج کی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا گیا وہ ان کے علاقے میں پہنچا اور مسلمانوں کے مقبوضات پر دست درازی کا ارادہ کیا۔ اس نے تنکنادری کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ علی عادل شاہ اور قطب شاہ کے ممالک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں فرمانروا اس سال حسین نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے خائف تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اپنے ممالک کے کچھ حصے رام راج کے حوالے کیے اور بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ اس سے صلح کر لی۔

قلعہ پور کل میں بغاوت

علی عادل شاہ نے ابٹکر اور ناگری کوپ کے علاقے اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کندہ، پانگل اور دکنوز کے علاقے رام راج کی تحویل میں دے کر اپنے آپ کو بچایا۔ اسی زمانے میں ڈیپائی نے قلعہ پور کل المعروف بہ پونکتی میں علم سرکشی بلند کیا ڈیپائی کا گھر قلعے کے اندر تھا، وہ دعوت اور جشن کے بہانے سے اپنے بہت سے حواریوں کو قلعے کے اندر لے گیا۔ ان حواریوں اور بعض اہل قلعہ کی اعانت سے ڈیپائی نے قلعہ دار کو قتل کر دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے بیجا نگر کی قربت اور رام راج کے خوف سے اس قلعے کو ڈیپائی کے قبضے سے واپس لینے میں قدرے تاخیر سے کام لیا اور مناسب موقع کا انتظار کرتا رہا۔

ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ

دوسرے سال جب قصبہ تور کلی جس قلعہ شاہ درک (نندرک) پوری طرح مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ تو علی عادل شاہ نے ہندوؤں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی نے اپنے امراء اور اراکین سلطنت کو طلب کیا۔ ملک کے دانشور اور صاحب فہم امراء محمد کشور خاں اور ابو تراب شیرازی نے جو ہر معاملے میں بادشاہ کے راز دار تھے عرض کیا۔

کشور اور شیرازی کی رائے

”حضور کی رائے ٹھوس، جامع اور مناسب ہے اس پر مزید غور و فکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ تاہم چونکہ حضور نے ہم سے مشورہ طلب کیا ہے اور اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم فرمایا ہے، اس لیے بعد ادب گزارش ہے کہ اس قدم کے اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں۔ رام راج کے لشکر کی کثرت اور اس کی روز افزوں قوت روز روشن کی طرح واضح ہے اس کا ملک چھ بندر گاہوں، ان گنت قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے، اسکے جاہ و جلال کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہوا ہے، ایسے راجہ سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہماری رائے میں اس وقت حضور کو حسین نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہیں اور اس سے دشمنی ترک کرنا چاہیے۔“

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش

علی عادل شاہ کو اپنے مشیروں کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے ان دونوں کی قوت فیصلہ کی بہت تعریف کی نیز محمد کشور خاں کو اس معاملے میں مختار کل بنادیا۔ کشور نے سب سے پہلے ایک قاصد علی عادل شاہ کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا اور اس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ابراہیم تو پہلے ہی سے بیجا نگر والوں سے جلا بھنا بیٹھا تھا اس نے علی عادل اور حسین نظام شاہ میں دوستانہ مراسم پیدا کرنے اور قلعہ شوالا پور جو بنائے فساد تھا حسین نظام شاہ سے علی عادل کو واپس دلوانے کا وعدہ کیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات

ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور ایک عظیم المرتبت فرد تھا۔ بیجا پور بھیجا تھا کہ اردستانی علی عادل شاہ سے ملے اور پھر وہاں سے احمد نگر جا کر صلح اور میل جول کی گفتگو کرے۔ اردستانی بیجا پور پہنچا، علی عادل شاہ سے ملاقات کی، اسے اپنے ارادے پر پختہ پا کر، اردستانی احمد نگر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حسین نظام شاہ سے ملاقات کی اور تنہائی میں اس سے کہا:

”سلاطین ہمنیہ کے عہد حکومت میں جب کہ تمام ملک دکن پر ان کی حکومت تھی کبھی مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں فتح حاصل کرتے تھے اور کبھی بیجا نگر کے ہندو، مسلمانوں پر غالب آتے تھے۔ ہمنی سلاطین عام طور پر بغیر کسی نتیجے کے ہی جنگ موقوف کر دیتے تھے اور بیجا نگر کے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ اب دکن کا ملک کسی ایک حکمران کے تابع نہیں ہے بلکہ چند حکمرانوں میں تقسیم ہو چکا ہے، اس لیے دانش مندی اسی میں ہے کہ تمام مسلمانوں فرمانروا ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں، باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ رام راج کی روز افزوں قوت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کرناٹک کے تمام فرمانروا اس کے تابعدار ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان فرمانرواؤں کا ایک دوسرے سے کشیدہ رہنا بالکل بے جا ہے۔“

شاہی خاندانوں میں شادیوں کی تجویز

حسین نظام شاہ، سید اردستانی کی حق گوئی اور بے بیاکی سے بہت خوش ہوا اور اس کی معقول رائے کی بے حد تعریف کی۔ سید اردستانی نے احمد نگر کے امراء قاسم بیگ حکیم تبریزی، ملا عنایت اللہ قزوینی کے ساتھ بات چیت کی اور دونوں سلطنتوں میں قربت کے مسئلے کا جائزہ لیا، ان لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا۔ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی کی شادی سلطان علی شاہ سے کر دے اور اپنی بیٹی کو جینہ میں شوالا پور کا قلعہ دے دے۔ اسی طرح علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ سے بیاہ دے اس طرح دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد یہ تینوں حکمران آپس میں مل کر رام راج پر حملہ کریں اور اس کی بد اعمالیوں کی سخت سزا دیں۔

چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں

مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ ملا عنایت اللہ اپچی بن کر بیجاپور آیا۔ احمد نگر میں جو عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں مضبوط و مستحکم کیا گیا۔ ایک ہی دن دونوں طرف شادی کی محفلیں آراستہ کی گئیں۔ چاند بی بی بیجاپور آگئی اور ہدیہ سلطان کو احمد نگر روانہ کر دیا گیا۔ یہ شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں طرفین نے خوب جی کھول کر جشن مسرت منعقد کیے۔

رام راج کی تباہی کا ارادہ

ان امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علی عادل شاہ نے راجپور اور مدگل کے قلعوں اور اہلکاروں کے پرمنوں کو دشمن کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے علی عادل نے رام راج کے پاس اپنا قاصد بھیجا، لیکن رام راج قاصد سے بہت بری طرح پیش آیا اور اسے بیجا نگر سے باہر نکال دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر علی عادل شاہ کو بہت طیش آیا اور اس نے حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ہمراہ اس راجہ کو تباہ و برباد کرنے کا مہم ارادہ کر لیا۔

مسلمان حکمرانوں کی بیجا نگر پر لشکر کشی

۹۷۲ھ میں یہ چاروں فرمانروا بیجاپور کے قریب ایک جگہ جمع ہوئے اور ۳ جمادی الاول ۹۷۲ھ کو بیجا نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے یہ لوگ دریائے کرشنا کے کنارے بالنگوٹھ کے مقام پر پہنچے۔ یہ علاقہ علی عادل شاہ کے قبضے میں تھا، یہاں اس نے اپنے ہمراہی فرماں رواؤں کی دوبارہ دعوت کی، علی عادل شاہ نے تمام ممالک مخدومہ میں پیغام بھیج کر غلہ اور ضرورت کی دوسری تمام اشیاء منگوا لیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

رام راج کی جنگی تیاریاں

بیجا نگر کے راجہ کو جب مسلمان بادشاہوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بالکل پریشان نہ ہوا۔ اس نے ان حکمرانوں سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھا اور اپنے بھائی تراج کو بیس ہزار سواروں، پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کے لشکر جرار کے ساتھ دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کرنے کے لیے جلد از جلد روانہ کیا۔ تراج کے بعد رام راج نے اپنے میٹھلے بھائی تنکنادری کو بڑے تزک و احتشام اور مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے ساحل و بیا پر قبضہ کر لیا اس وجہ سے مسلمانوں کے لیے دریا کے پار اترنا مشکل ہو گیا۔ آخر میں رام راج خود بھی آس پاس کے راجاؤں اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ دشمن کی طرف روانہ ہوا۔

دریائی راستے کی تلاش

مسلمان بادشاہوں نے ایک جماعت کو دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے پانی میں اتارا، ان لوگوں نے تیس چالیس کوس تک دریا میں چلنے کے بعد دو تین راستے ایسے دریافت کیے، جہاں دریا کم گہرا تھا۔ ان لوگوں نے بتایا جس جگہ دریا کا پانی کم ہے اور جہاں سے ہمارا لشکر دریا کو پار کر سکتا ہے اس کے بالکل سامنے دوسرے کنارے پر ہندوؤں کی فوج کھڑی ہوئی ہے، ہندوؤں نے ایک دیوار بنا کر اس میں انواع و اقسام کی آتش بازیاں لگا رکھی ہیں۔

ایک قابل عمل تجویز

اس صورت حال کے پیش نظر مسلمان فرماں رواؤں کو بہت تشویش ہوئی انہوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈنے کے لیے آپس میں صلاح و مشورہ کیے آخر کار انہوں نے یہ طے کیا۔ ہمیں یہ خبر اڑانی چاہی کہ ہم نے ایک اور گھاٹ دریافت کر لیا ہے اس جگہ سے ہمارے لشکر کے دو تین گروہ باری باری کوچ کریں، یہ دیکھ کر دشمن دھوکے میں آ جائے گا اور ہمیں سر راہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جگہ سے کوچ کر جائے گا اور اصل گھاٹ کو خالی کر دے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی اصلی جگہ پر آکر جلد از جلد دریا کو عبور کر لیں گے۔

ہندوؤں کی بے احتیاطی

مسلمانوں نے اسی تجویز پر عمل کیا اور دریا کے کنارے کنارے سفر کرنے لگے۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کسی اور گھاٹ کا سراغ مل گیا ہے وہ بطور احتیاط اپنی جگہ چھوڑ کر دریا کے کنارے، مسلمانوں کے مقابل چلنے لگے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کی رضائی تھی کہ رام راج کا خاندان تباہ و برباد ہو اور حکومت اس کے خاندان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے۔ اس لیے ہندوؤں نے احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور اپنی فوج کا کوئی حصہ اصل گھاٹ پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے نہ چھوڑا۔

مسلمانوں کے لشکر کا دریا کو عبور کرنا

مسلمانوں نے جب اپنی تجویز کو کامیاب دیکھا تو انہوں نے اصل گزر گاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کے راستے کو صرف بارہ گھنٹے میں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج ابھی تک نہ پہنچی تھی مسلمانوں کی ایک جماعت بڑے سکون کے ساتھ گھاٹ سے اتری، اس کے بعد مسلمانوں کا سارا لشکر گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آگیا۔ صبح ہوتے ہی یہ لشکر رام راج کی فوج کی طرف روانہ ہوا۔ جو یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھی اگرچہ اس صورت حال سے ہندوؤں کو پریشانی ہوئی، لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور ساری رات جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

مسلمان لشکر کی ترتیب

دوسرے روز مسلمان بادشاہوں نے بھی بارہ اماموں کے علم بلند کیے۔ اور اپنے لشکر کو درست کرنے لگے علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کو میسرہ دیا گیا۔ مہنہ اور قلب بالترتیب علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کو دیئے گئے جنگی ہاتھیوں کو جا بجا متعین کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ راجہ بیجا نگر نے اپنے لشکر کو درست کیا اور لشکریوں کو آئندہ کے انعامات اور دل خوش وعدوں سے بھلا پھلا کر لڑنے پر آمادہ کیا۔

ہندو لشکر کی ترتیب

ہندو لشکر کا مہنہ تراج کے سپرد تھا اور ابراہیم قطب شاہ کے مقابلے پر کھڑا ہوا۔ تنکناوری میسرہ پر متعین تھا، لہذا وہ عادل شاہ کے بالمقابل کھڑا ہوا، رام راج قلب لشکر کو سنبھالتے ہوئے تھا اس لیے وہ حسین نظام شاہ کے سامنے آیا۔ راجہ اپنے ساتھ دو ہزار ہاتھی اور ایک ہزار راجہ توپ خانہ لے کر میدان جنگ میں آیا تھا۔ دوپہر کے وقت وہ اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر لڑنے کے لیے نکلا۔ راجہ کے ساتھیوں نے اسے ہر چند سنگھاسن پر سوار ہونے سے بہت روکا، لیکن وہ نہ مانا اور کہا۔ ”یہ تو لڑکوں کی لڑائی ہے بھلا اس میں گھوڑے پر سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے دشمن ابھی سامنے سے فرار ہو جائے گا۔“

معرکہ آرائی

فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہو گئی، ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر تلوار آزمائی کرنے لگے۔ لڑائی کا انداز پٹھانوں کا تھا کہ کبھی ہندوؤں کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کا۔ بیجا نگر کے سپاہی بار بار پچاس ہزار بان اور تفنگ مسلمانوں پر چالتے۔ اور ہندو سوار پوری طاقت سے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو جاتے۔ کہ دفعتاً حسین نظام شاہ کے حسن تدبیر سے رام راج کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

رام راج کی دریا دلی

رام راج کا خیال تھا کہ مسلمان جنگ سے پہلو تھی کر کے میدان جنگ سے فرار ہو جائیں گے لیکن جب معاملہ اس کے برعکس نکلا تو وہ خوفزدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ کے حکم کے مطابق اس کے چاروں طرف روپے 'اشرافیوں اور موتیوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ راجہ نے دوران جنگ میں یہ روپے اور اشرافیاں بغیر کسی حساب کے اپنے امراء اور لشکریوں میں تقسیم کرنا شروع کیں۔

ہندوؤں کا جوش و خروش

رام راج نے اعلان کر دیا کہ جو سپاہی کامیاب و کامران ہو کر میرے پاس آئے گا وہ مال و دولت سے سرفراز کیا جائے گا۔ دکن کے سپاہی یہ اعلان سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام کے لالچ میں پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ تمرانج اور تنکنادری وغیرہ نے مسلمانوں پر ایک شدید حملہ کیا۔ اس حملے سے مسلمانوں کے سینہ اور میسرہ میں پریشانی پھیل گئی، میدان جنگ میدان حشر بن کر رہ گیا۔

حسین نظام شاہ کی بہادری

یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان بادشاہوں پر مایوسی نے غلبہ کر لیا اور ان کے ارادے متزلزل ہونے لگے مگر حسین نظام شاہ نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ چاروں طرف دشمن کا غلبہ تھا اور اس کی طرف سے ہزاروں بان اور تنگ چھوٹ رہے تھے۔ لیکن حسین نظام شاہ بغیر کسی خوف و خطر کے آگے بڑھا تاکہ دشمن پر حملہ کرے۔ مسلمانوں کے مایوس سپاہیوں نے نظام شاہی علم کو بلند دیکھا تو وہ فوراً نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف گرائے جائیں۔ اور وہ خود شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر بڑے وقار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔

ہندوؤں کے لشکر کا انتشار

حسین نظام شاہ کے حملے سے رام راج کے لشکر میں سخت پریشانی پھیل گئی۔ رام راج جو اسی برس کا بوڑھا تھا حواس باختہ ہو کر دوبارہ سنگھاسن پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا، سنگھاسن کے پاس پہنچ کر لوگوں کو پامال کرنے لگا۔ وہ کنار جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ایسے خوفزدہ ہوئے سنگھاسن کو مع رام راج کے زمین پر پھینک کر بھاگ گئے۔ رام راج میدان جنگ میں بے یار و مددگار پڑا رہا۔ کچھ لمحوں بعد فیل بان کی نظر سنگھاسن پر پڑی ایسا خوبصورت سنگھاسن دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔

رام راج کا قتل

قریب ہی ایک برہمن کھڑا تھا وہ رام راج کا قدیم نمک خوار تھا اس نے فیل بان سے درخواست کی۔ "اس سنگھاسن پر راجہ رام راج سوار ہے، تم اس کے لیے گھوڑا لا دو تو راجہ تمہیں بہت انعام و اکرم دے گا۔" فیل بان نے جونہی راجہ کا نام سنا خوشی سے اس کا دل اچھلنے لگا۔ اس نے فوراً راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ لیا اور جلد از جلد حسین نظام شاہ کے توپ خانہ کے افسر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ رومی خاں نے رام راج کو گرفتار کر لیا اور حسین نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ نظام شاہ نے اسی وقت راجہ کو قتل کر دیا اور اس کا سر جسم سے علیحدہ کر کے میدان جنگ میں پھینک دیا۔

ہندوؤں کا قتل

ہندو لشکریوں نے جب راجہ کے سر کو دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان گنت ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں تین لاکھ ہندوؤں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن صحیح روایت کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ ہے۔ میدان جنگ سے لے کر انانگندی کے مقام تک جو بیجا نگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے سارا میدان ہندوؤں کی لاشوں سے بھر گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔

مال غنیمت

مسلمانوں فرماں رواؤں نے اس فتح پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں کے مال غنیمت میں سے کوئی چیز سپاہیوں سے نہ لی جائے۔ جو چیز جس سپاہی کے ہاتھ آئی ہو اسی کو عطا کر دی جائے۔ اور اس سلسلے میں اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔ اس فتح کی اطلاع چاروں طرف بھیجوا دیں گئیں۔ مسلمانوں نے بیجا نگر کے نواح تک کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا اور اکثر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ عالم دیکھ کر رام راج کے بھائی تنکنادری نے جو میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش تھا۔ مسلمانوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی سے جان کی امان کا طلب گار ہوا۔ اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی پر گئے اور قلعے واپس کر دیئے اور حسین نظام شاہ کو بھی راضی کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے بعد قتل و غارت گری سے ہاتھ اٹھالیا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

تمراج کا حاکم انانگندی مقرر کرنا

دوران جنگ ہی میں تمراج نے علی عادل شاہ کے دامن لطف و کرم میں پناہ لی اور یہ عرض کیا ”تنکنادری نے اس قدر قوت اور اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اب وہ رام راج کا جانشین ہو گیا ہے۔ تمام ملکی امراء اس کی حمایت کرنے لگے ہیں“ اس صورت حال کے پیش نظر یہ مناسب ہے کہ انانگندی اور اس کے مضافات کی حکومت مجھے عطا کی جائے۔ علی عادل شاہ نے تمراج کی درخواست منظور کر لی اور اسے انانگندی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ نیز تنکنادری کو لکھا ”تمراج میرے حکم کے مطابق انانگندی پر حکومت کرنے کے لیے آ رہا ہے لہذا تم اس سلسلہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کرنا اور اس علاقے کی حکومت اس کے حوالے کر دو۔“

ہندوؤں کی خستہ حالی

تنکنادری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ علی عادل شاہ کے حکم کے خلاف ورزی کرتا، لہذا مجبوراً اس نے انانگندی کا علاقہ تمراج کے سپرد کر دیا اور یوں تمراج بھی صاحب تخت ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ علاقہ تمراج کے خاندان کے زیر حکومت ہے۔ بیجا نگر کا علاقہ تنکنادری کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ چونکہ ان دونوں خاندانوں کے پاس اب بہت تھوڑا ملک باقی رہ گیا ہے اس لیے لوازم حکمرانی ذرا مشکل ہی سے انجام پاتے ہیں۔ کرناٹک کے دوسرے حصوں پر امراء نے قبضہ کر رکھا ہے، الغرض پورے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔

علی عادل شاہ کی فتوحات

متذکرہ بالا جنگ کے بعد پھر کبھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ وہی طوائف الملوکی اور ہندوؤں کی بد حالی ہے جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ علی عادل شاہ نے بنکا پور کے قلعے کو مع حصار چندر کونی کے اپنے آخری زمانے میں فتح لیا۔ یہ قلعہ ساطین، ہمنیہ کے زمانے میں بھی فتح ہو چکا تھا۔ ادوئی کا قلعہ بھی علی عادل شاہ نے اپنی حکمت عملی سے تسخیر کر لیا، ان کے علاوہ اس نے جو دیگر ممالک فتح کیے ان کا بیان کسی مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

بیجا نگر اس وقت تک (یعنی ۱۰۲۳ء تک) ویران اور برباد پڑا ہوا ہے تنکنادری کی اولاد نے مصلحتاً اس کو آباد کرنے کی طرف توجہ

نہیں کی اور نلگنڈہ کو اپنا پایہ تخت بنا رکھا ہے۔

رام راج کو ۹۷۲ھ میں قتل کیا گیا تھا راقم الحروف فرشتہ کے والد ماجد مولانا غلام علی استر آبادی نے اس کے قتل کا مصرع تاریخ بطریق حمید اس طرح موزوں کیا ہے

”نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج“

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حسین نظام شاہ بحری نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مرتضیٰ اس کا جانشین ہوا۔ علی عادل شاہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اٹاکندی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ تراج کی قوت میں اضافہ ہو اور وہ نلگنڈہ پر مستقل حکومت قائم کرے۔ اور اس کے بعد علی عادل شاہ تراج کی مدد سے بیجاپور کو فتح کر لے۔

شکناوری کو علی عادل شاہ کے اس ارادے کا علم ہو گیا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خوزہ ہمایوں کو لکھا ”حسین نظام شاہ نے یہ علاقہ مجھے عطا کیا تھا اب علی عادل شاہ اسے میرے قبضے سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مجھے اپنا ہی خواہ سمجھ کر میری مدد فرمائیں گے اور مجھے علی عادل شاہ کے فتنے سے نجات دلائیں گے۔“

مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ

خوزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورے سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجاپور پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اٹاکندی کا خیال ترک کیا اور واپس بیجاپور آیا کچھ دنوں تک شہر کے آس پاس علی عادل اور مرتضیٰ نظام میں لڑائی ہوتی رہی اور پھر مرتضیٰ واپس احمد نگر آیا۔

برار پر حملہ

۹۷۳ھ میں خوزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے باہمی اتحاد و اتفاق سے برار پر حملہ کیا یہ حملہ موسم برسات میں کیا گیا۔ علی عادل برار کی حدود کو تباہ برباد کر کے واپس آیا۔ اس نے بیجاپور میں ایک قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا۔ یہ قلعہ محمد کشور خاں کی زیر نگرانی تین سال کے عرصے میں مکمل ہو گیا۔

علی عادل اور نظام شاہی سلطنت

خوزہ ہمایوں کی حکمرانی اور مرتضیٰ نظام شاہ کے لشکر کے انتشار و مخالفت کی وجہ سے نظام شاہی حکومت کی شان و شوکت باقی نہ رہی تھی۔ علی عادل نے یہ صورت حال دیکھ کر احمد نگر کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسد خاں لاری اور محمد کشور خاں کو منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی ۹۷۵ھ میں علی عادل نے کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سلطنت کی طرف روانہ کیا۔ کشور خاں نے جرات و مردانگی سے کام لے کر کئی نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پرگنہ بیسر کے قصبہ کج تک کے علاقے کو فتح کیا اور جو نظام شاہی امراء کے سامنے آئے شکست دی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگ کی تیاری

کُشور خاں نے بیسر کے پرگنوں میں ایک مستحکم و مضبوط قلعہ تعمیر کروایا تاکہ دوسرے علاقوں کو آسانی سے فتح کیا جاسکے۔ اس نے اس قلعہ کا نام ”دارور“ رکھا۔ کشور خاں نے اس قلعے کو اسلحہ اور دیگر سامان سے آراستہ کیا۔ اس نواح کے باشندوں سے دو سال کا لگان وصول کیا اور پھر دیگر علاقوں کو فتح کرنے کی غرض سے تیاری کرنے لگا۔ اسی دوران میں مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی والدہ خوزہ ہمایوں کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کیا اور کشور خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار

۹۷۷ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی طرف بڑھا۔ کشور خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے قلعے کو پوری طرح مستحکم اور فوج کو مرتب کیا۔ عین الملک انکس خاں اور نور خاں (جنہیں علی عادل شاہ نے کشور خاں کی مدد کے لیے بھیجا تھا) کو کشور خاں نے ساتھ لیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کا انتظار کرنے لگا۔ یہ امراء کم ہمتی و بزدلی یا کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بغیر لڑائی کیے ہوئے بھاگ گئے اور کشور خاں کو یہ پیغام دیا۔ ”ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ سے جنگ کریں۔ اس لیے ہم لوگ تم سے جدا ہو کر پایہ تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس اقدام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ اس طرف نہ آئے اور ہمارے تعاقب میں احمد نگر کی طرف نہ روانہ ہو۔“

کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ

مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی سرکوبی کو سب سے اولین اور ضروری فرض سمجھتا تھا، لہذا اس نے کشور خاں ہی کی طرف رخ کیا، کشور خاں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مرتضیٰ کا مقابلہ کیا، مرتضیٰ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ قلعہ کو فتح نہ کرے گا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا، قلعہ سے مرتضیٰ کے لشکر پر بہت آتش بازی کی گئی، لیکن اس جواں سال حکمران کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

کشور خاں کی موت

مرتضیٰ نظام شاہ کے مغل سپاہی اہل قلعہ پر تیر برساتے رہے۔ کشور خاں جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا، اتفاق سے ایک تیر اسے لگا اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔ کشور کے ساتھیوں نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو انہوں نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا اور بھاگ گئے۔ مرتضیٰ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح وہ تمام پر گئے بھی جو علی عادل کی حکومت میں شامل ہو گئے تھے مرتضیٰ نے واپس لے لیے۔

عین الملک اور نور خاں کا تعاقب

خواجہ میرک دبیر اصفہانی جو نظام شاہی افواج کا سردار اور آخر میں ”چنگیز خاں“ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے عین الملک اور نور خاں کا تعاقب کیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر کے نواح میں طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خواجہ میرک اصفہانی کامیاب و کامران ہوا عین الملک قتل اور نور خاں گرفتار ہوا اور ان کا آدھا لشکر پریشان اور خستہ حال ہو کر بیجاپور واپس آیا۔

علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ

اس سے عادل شاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچا اور اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ اور انہیں دنوں علی عادل شاہ کو کودہ کی فتح اور نصاریٰ کی تباہی و بربادی کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس مہم پر بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور اس کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔

قلعہ ادونی کی تسخیر کا خیال

علی عادل نے پھر شاہ ابوالحسن بن شاہ طاہر کے مشورے اور ہدایت کے مطابق قلعہ ادونی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ بڑا مستحکم اور مضبوط تھا یہاں تک کہ سلاطین ہمنیہ بھی اسے کبھی فتح نہ کر سکے تھے۔ علی عادل شاہ نے انکس خاں کو آٹھ ہزار سواروں اور پیادوں اور بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ ادونی کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعے پر رام راج کے امیر کا قبضہ تھا جس نے اپنے مالک سے غداری کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر رہا تھا۔

حاکم ادونی کی پریشانی

قلعہ ادونی کے حاکم نے انکس خاں کا مقابلہ کیا۔ اس نے دشمن سے کئی بار لڑائی کی، لیکن ہر بار شکست کھائی اس وجہ سے وہ غلہ اور دیگر سامان بہم پہنچا کر قلعہ بند ہو گیا۔ انکس خاں نے محاصرہ کر لیا، یہ محاصرہ ایک عرصے تک جاری رہا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار حاکم قلعہ اس صورت حال کا مقابلہ نہ کر سکا، اس نے پریشان ہو کر انکس خاں سے جان کی امان طلب کی اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔

قلعہ ادونی کی فتح

قلعہ ادونی ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کا حصار بہت ہی وسیع اور عظیم الشان ہے اس میں کئی خوبصورت چشے اور بلند عمارات ہیں۔ ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے ہر زمانے میں اس قلعے کے استحکام کی طرف بہت توجہ کی۔ شیورائے کے اسلاف میں سے ہر راجہ نے اپنے عہد حکومت میں یہاں ایک حصار کا اضافہ کیا، یہاں تک کہ جب قلعہ فتح ہوا تو اس وقت اس کے گیارہ حصار تھے۔ اس وجہ سے قلعہ کو سبایط نقب اور توپ وغیرہ سے فتح کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن تھا۔ صرف ایک ترکیب تھی یعنی طویل محاصرہ، انکس خاں نے اسی پر عمل کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔ اس قلعہ کی تسخیر ایک عظیم الشان کامیابی تھی علی عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ

اس کے بعد علی عادل شاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ابوالحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی کوششوں سے علی عادل اور مرتضیٰ نظام الملک نے سرحد پر ملاقات کی۔ ان دونوں حکمرانوں میں یہ طے پایا کہ مرتضیٰ نظام شاہ برار پر قابض ہو جائے اور علی عادل شاہ بیجا نگر کے ان پرگنوں پر قبضہ کرے جو وسعت کے لحاظ سے برار کے برابر ہوں، اس اقدام سے مقصد یہ تھا کہ ایک بادشاہ دوسرے سے زیادہ علاقے پر حکمران نہ ہو۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

۹۸۱ھ میں علی عادل شاہ نے طور کل کے قلعے پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ مختلف معرکہ آرائیوں میں یہ قلعہ رام راج کے قبضے سے نکل کر ایک معمولی لشکری کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ علی عادل شاہ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً پانچ چھ ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا اس وجہ سے اہل قلعہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ کے لشکر کی ایک توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ اب کچھ عرصے کے لیے قلعہ محفوظ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے اس واقع کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ شاہ ابوالحسن کی غفلت کا نتیجہ ہے لہذا ابوالحسن کو معزول کر کے مصطفیٰ خاں اردستانی کو (جو رام راج کے قتل کے بعد ملازمت میں آ گیا تھا) میر جملہ اور وکیل السلطنت بنایا گیا اور تمام اہم امور اس کے سپرد کر دیئے گئے۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے قلعہ طور کل کو فتح کرنے کی بے انتہا کوشش کی اور دو ماہ کے اندر اندر اہل قلعہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ اب سوائے اطاعت کے کوئی اور چارہ کار نہیں ہے تو وہ امان کے طالب ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ دینکتی، بسانی اور ان کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو قید کر کے عادل شاہی لشکر کے سپرد کر دیں تو انہیں امان دے دی جائے گی، اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اس کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا۔ اور خود مع اپنے مال و اسباب و اہل و عیال کے قلعے سے باہر چلے گئے۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو طرح طرح کے مظالم سے قتل کیا اور قلعے کی حکومت اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کر دی۔

قلعہ داروا کی فتح

اس کے بعد علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کے مشورے کے مطابق قلعہ داروا پر چڑھائی کی۔ یہ کرناٹک کا ایک مشہور قلعہ ہے جو اس زمانے میں رام راج کے امیر کے قبضہ میں تھا۔ یہ امیر ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنکنادری اور بھیم راج کو بھیجا کرتا تھا اور اس طرح اس نے اچھی خاصی قوت حاصل کر لی تھی۔ علی عادل شاہ نے پورے چھ ماہ تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ مصطفیٰ خاں کی تدبیروں سے یہ قلعہ بھی مسخر ہوا اور اہل قلعہ طالب امان ہوئے۔

قلعہ بنکا پور پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے سات ماہ تک اس علاقے میں قیام کیا اور یہاں کے باغیوں اور مفسدوں کو ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد قلعہ بنکا پور کی فتح کے ارادے سے سفر اختیار کیا گیا۔ اس قلعے کا حاکم بلب وزیر تھا، جو رام راج کا تنبول بردار تھا اور اس کے قتل کے بعد اس قلعے پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ چندر کوئی اور قلعہ جرہ کے راجہ اس کے باج گزار تھے۔ بلب کو جب علی عادل شاہ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا، اس نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ لشکر مسلمانوں کو تنگ کرے اور آگے نہ بڑھنے دے۔

بلب کا خط تنکنادری کے نام

بلب نے رام راج کے بیٹے تنکنادری کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ ”میں اپنے آقا کی وفاداری سے منحرف ہو کر سخت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہے اس لیے معافی کا خواست گار ہوں۔ اس وقت میری حالت سخت تشویش ناک ہے۔ علی عادل شاہ قلعہ بنکا پور کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے خدا را آپ میری پچھلی غلطیاں معاف فرمائیں اور خود ادھر تشریف لائیں یا اپنے کسی فوجی افسر کو بھیج کر میری مدد کریں تاکہ میں مسلمانوں کے دست ظلم سے محفوظ رہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال خراج کی رقم داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔ اور آپ کے حلقہ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔“

تنکنادری کا جواب

تنکنادری نے بلب کو یہ جواب لکھا ”تیری بغاوت اور نمک حرامی نے دوسرے لوگوں کو بھی سرکشی اور مخالفت پر ابھارا اور تیری ہی وجہ سے سارا ملک ہمارے قبضہ سے نکل گیا۔ اس وقت میرے پاس صرف بلکندری اور چندا کری کے شہر ہیں، باقی تمام علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ میری حالت یہ ہے کہ میں خود اپنی حفاظت بھی بڑی مشکل سے کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں تیری مدد کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ تجھے میں یہ مشورہ دوں گا کہ تو اپنی زر پرستی اور کجوسی سے کنارہ کشی کر اور زر و جواہر کو کام میں لا ہو سکتا ہے کہ دولت کی وجہ سے مسلمان تجھ سے صلح کر لیں۔“

”اگر دولت کی وجہ سے صلح نہ ہو سکے تو پاس کے راجاؤں سے مراسم پیدا کر اور ان کو خوش کر تاکہ یہ راجے تیرے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو پریشان کریں۔ یہ انتظام بھی کر کہ تیرے سپاہی مسلمانوں کے لشکر میں خفیہ طور پر گھس جائیں اور قتل عام کریں۔ میں اس سلسلے میں دوسرے راجاؤں کے نام احکام جاری کر رہا ہوں اور انہیں تیری مدد کے لیے تاکید کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے تم سے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو بہتر ہے۔ ورنہ بنکا پور کے قلعے کے بعد باقی تمام قلعے ہاسانی مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں گے۔“

ہندوؤں کی محاسمانہ کارروائی

یہ جواب پالر بلب قدرے مایوس ہو گیا تاہم اس نے تنکنادری کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے بیرہ اور چندر کوئی کے راجاؤں سے ساتھ تعلقات پیدا کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنایا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو تھس نہس

کریں۔ ہندوؤں نے اپنی خاصانہ کارروائی شروع کر دی اس وجہ سے علی عادل شاہ کے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہو گئی۔ ہر روز رات کے وقت فوج کے کسی نہ کسی حصے پر ہندو چوروں کی طرح حملہ کرتے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرتے۔

ہندوؤں کا دستور جنگ

اس سلسلے میں ہندوؤں کو خاصی کامیابی ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے سپاہی ذرا سی چیز کے لالچ میں جان تک کی بازی لگا دیتے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے آپ کو دشمن سے بچانے کا طریقہ بھی خوب آتا تھا یہ اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل مل لیتے تھے اس وجہ سے دشمن با آسانی ان پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ یہ لوگ موقع پا کر دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں کو کنارے سے موت کے دامن میں سلا دیتے تھے۔

جادوگری

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی بڑے ماہر ہیں۔ ان کا سب سے مشہور جادو یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو نذر آتش کرتے ہیں وہاں کی راگھ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں جب ضرورت پڑتی ہے تو اس راگھ پر منتر پڑھ کر کسی گھریا خیمے میں ڈال دیتے ہیں اس سے اہل مکان یا اہل خیمہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی جن لوگوں پر یہ جادو کیا جائے اگر وہ کسی وجہ سے بیدار ہو جائیں اور جادو کرنے والوں کو دیکھ بھی لیں تو بھی ان کی حالت عجیب و غریب ہوتی ہے۔ وہ نہ کوئی بات زبان سے نکال سکتے ہیں اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر

قصہ مختصر علی عادل شاہ کے لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان مراجعت کرتے کہ مصطفیٰ خاں نے انہیں ہمت دلائی اور بھاگنے سے منع کیا نیز چوروں اور قحط کو روکنے کی تدابیر اختیار کیں۔ مسلمانوں کے لشکر میں برکی امیر بھی تھے یہ لوگ غیر مسلم تھے اور ہمت و جرات میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے زمانے سے لے کر علی عادل شاہ کے عہد حکومت تک یہ لوگ امیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ ان لوگوں کو ہندوؤں کے مقابلے پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن غلہ اور دیگر سامان کی آمد کا راستہ بند نہ کر سکے۔

اس کے علاوہ آٹھ ہزار پیادوں کو بھی اسی خدمت پر متعین کیا گیا کہ وہ لشکر کی حفاظت کریں۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن کے چور جب مسلمانوں کے لشکر میں آئیں اور جس حصے پر حملہ کریں یہ وہاں پہنچ جائیں نیز لشکر کے باہر جو شخص بھی نظر آئے اسے تہ تیغ کر دیں۔ اس حکم کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے سپاہیوں نے اپنے لشکر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔

دشمن کے سپاہیوں نے اپنے معمول کے مطابق مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنا شروع کیا۔ جب یہ چور لشکر میں آتے تو مسلمان پیادے فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے چور انہیں دیکھ کر بھاگ نکلتے تب مسلمان سپاہی انہیں قتل کر دیتے۔ مصطفیٰ خاں کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور مسلمانوں کو چوروں سے نجات ملی۔ وہ راستے جو پہلے ان چوروں کی وجہ سے بند تھے اب کھل گئے اور مسلمانوں کو غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان بہ آسانی ملنے لگا۔

معرکہ آرائیاں

قصہ مختصر یہ کہ ایک سال تک برکی امراء اور بلب کے بیٹے کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ روزانہ میدان کارزار گرم ہوتا اور طرفین کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور خوب جی کھول کر لڑائی میں حصہ لیتے تھے ہندو بھی جرات و بہادری کا مظاہرہ کرنے میں کم نہ تھے وہ بھی آتش بازی اور دیگر طریقوں سے مدافعت کرتے رہے۔

اہل قلعہ کی اطاعت

اسی دوران بلب وزیر کے بیٹے کا اس کی طبعی موت سے انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے اہل قلعہ بڑے پریشان ہوئے، بلب کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی۔ جب محاصرے کو ایک سال تین مہینے گزر گئے تو آس پاس کے راجہ جو بلب کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی پریشان ہوئے اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اہل قلعہ نے علی عادل شاہ سے جان کی امان طلب کی۔ بادشاہ نے ان کا معروضہ قبول کیا اور ان کی خواہش کے مطابق ایک عہد نامہ لکھ کر انہیں بھجوا دیا۔

قلعہ بنکا پور پر عادل شاہی قبضہ

جس روز اہل قلعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ خالی کر کے رخصت ہونے والے تھے مصطفیٰ خاں احتیاطاً اپنے خاصہ کے لشکر کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے لشکری اپنے مال و اسباب اور بال بچوں کے ساتھ قلعے سے نکل گئے اور کرناٹک کے ادھر ادھر بکھر گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند خاص امراء کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ موزن نے شیعہ مذہب کے مطابق اذان دی اور ایک بڑے مندر کو مسمار کر کے مسجد میں تبدیل کیا گیا۔ حصول ثواب کی خاطر علی عادل شاہ اور مصطفیٰ خاں نے مسجد کے بنیادی پتھر اپنے ہاتھوں سے رکھے۔

مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی

اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اسے خلعت خاص عطا کیا۔ یہ وہ خلعت تھا جو اس سے پہلے اسد خاں اور کشور خاں کے علاوہ اور کسی کو نہ ملا تھا۔ اس علاقے کے بہت سے گاؤں اور دیہات مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں شامل کر دیئے۔ مصطفیٰ خاں نے رفتہ رفتہ بادشاہ کو اپنا ایسا والد و شیدا بنا لیا کہ علی عادل شاہ نے سلطنت کے تمام امور اسی کے سپرد کر دیئے۔ یہاں تک کہ اپنی انگوٹھی بھی اسی کو دے دی نیز اسے حکم دیا گیا کہ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے سے کام لے، بادشاہ کی ہدایت کا انتظار نہ کرے۔

جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ

چار ماہ کے عرصہ میں قلعہ بنکا پور پورے طور پر علی عادل شاہ کے قبضے میں آ گیا وہاں کی تمام رعایا بخوشی اس کے حلقہ اطاعت میں آ گئی۔ علی عادل نے خود اسی قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار، خزانہ، توپ خانہ اور دیگر لوازم لشکر کشی عطا کر کے جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔

حاکم جرہ کی اطاعت

مصطفیٰ خاں قلعہ جرہ کے قریب پہنچا قلعے کے حاکم ۲۰ روپے ٹائیک نے بڑی عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کیا اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ لیا۔ یہ راجہ بنکا پور کی لڑائی کے دوران مصطفیٰ خاں کو تحفے اور ہدیے وغیرہ بھیج کر اپنی نیاز مندی کا اظہار پہلے بھی کر چکا تھا اس لیے مصطفیٰ خاں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔ اس کی صلح کی درخواست منظور کی اور خراج کی رقم وصول کر کے آگے بڑھا۔ یہاں سے مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کی طرف رخ کیا۔

قلعہ چندر کونی کی فتح

چندر کونی کے راجہ نے عاقبت نااندیشی سے کام لیا وہ صلح پر راضی نہ ہوا اسے اپنی قوت، قلعہ کی مضبوطی اور جنگلوں کی کثرت پر بڑا فائدہ تھا اس لیے اس نے مصطفیٰ خاں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفیٰ خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور برکی امیروں کو ان غیر مسلموں

کے مقابلے کے لیے نامزد کیا گیا جو آس پاس کے علاقوں سے چند رکونی کے باشندوں کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے 'مسلمانوں نے دس ماہ تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا' قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضروریات کی رسد بند کر دی 'آخر کار ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ فتح ہو گیا واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ قلعہ کبھی مسلمانوں سے مسخر نہ ہوا تھا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

مصطفیٰ خاں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد علی عادل شاہ کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ علی عادل بہت خوش ہوا اور اس نے اس قلعے کی سیر کا ارادہ کیا۔ بنکاپور سے وہ چند رکونی پہنچا اور کچھ دن قلعے میں بڑے عیش و عشرت سے گزارے اور یہاں کے لوگوں کو بہت پسند کیا۔ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اس نے اپنی مر مصطفیٰ خاں کے حوالے کی اور اسے چند رکونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو یہ ذہن نشین کرا دیا کہ اگر بیجاپور سے اہل دیوانی کوئی فرمان اطاعت تمہارے پاس چند رکونی میں بھیجیں تو تم اپنی ذاتی رائے سے کام لینا اگر تم اس فرمان کو واجب التعمیل سمجھو تو میری مر لگا دینا ورنہ پھاڑ کر پھینک دینا۔

مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام

دوسرے سال مصطفیٰ خاں نے علی عادل شاہ کو ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ ”پرانے زمانے میں چند رکونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا جب یہ قلعہ حوادث زمانہ سے مسمار ہو گیا تو بعد کے راجاؤں نے قلعے کی تعمیر کے لئے پہاڑ کے دامن میں جگہ منتخب کی اور یہیں پر قلعہ تعمیر کیا۔ میری رائے یہ ہے کہ قلعے کی تعمیر کے لئے مناسب جگہ پہاڑ کے اوپر ہی ہے۔ اس لئے اگر حضور یہاں تشریف لا کر بذات خود معائنہ فرمائیں اور میری رائے کو پسند کریں تو پھر نیچے کا قلعہ مسمار کر کے پہاڑ کے اوپر ہی قلعہ بنایا جائے۔

چند رکونی میں نئے قلعے کی تعمیر

یہ خط وصول کرنے کے بعد علی عادل شاہ اپنے چند خاص درباریوں کے ہمراہ چند رکونی پہنچا۔ اس نے مصطفیٰ خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور پہاڑ کے اوپر قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر ننگوان کی راہ سے واپس بیجاپور آگیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک سال کے اندر اندر نیا قلعہ تیار کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس پر دوبارہ چند رکونی کا سفر اختیار کیا۔ نئے قلعے کو اس نے ملاحظہ کیا اور مصطفیٰ خاں کی محنت اور جفاکشی سے بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ کا عزم کروڑ

اسی زمانے میں مصطفیٰ خاں نے چند رکونی کے قریبی قلعے کروڑ کے راجہ شکر نایک کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا اور اسے اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا۔ شکر نایک نے اس پیغام کو قبول کیا اور علی عادل شاہ کی قدم بوسی کے لئے چند رکونی میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو اپنے ملک کی سیر کی دعوت دی۔ بادشاہ نے یہ دعوت قبول کی۔ اس نے اپنا لشکر تو چند رکونی میں چھوڑا اور خود مصطفیٰ خاں اور اس کے پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ کروڑ کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کروڑ کی اطاعت

کروڑ کا قلعہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں واقع ہے جہاں ہر چہار طرف درخت ہی درخت ہیں۔ راستہ بہت ہی تنگ ہے، کہیں کہیں تو یہ عالم ہے کہ ایک وقت میں ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ نہیں۔ یہ صورت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے ساتھی خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اپنے اراکین سلطنت سے مشورہ کرنے کے بعد کروڑ کی حکومت شکر نایک کے سپرد کی اور خود چند رکونی واپس آگیا۔

مصطفیٰ خاں نے بڑی دانش مندی سے کام لیا اور شکرناک سے کہا۔ ”بادشاہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہارے اور اس علاقے کے دوسرے قلعوں پر قبضہ کر لے۔ میں نے بڑی منت سماجت سے اسے تمہارے علاقے سے واپس کیا ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً خراج وینا قبول کر لو نیز دوسرے راجاؤں کو بھی اس کے لئے راضی کر لو تاکہ میں بادشاہ کو سمجھا کر لشکر کشی کے ارادے سے باز رکھوں۔“

دوسرے راجاؤں کی اطاعت

شکرناک نے فوراً بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور دوسرے حکمرانوں یعنی ارب سب نایک حاکم قلعہ چند جیرہ، بہرہ دیوی حاکم قلعہ کنار آب، جلوی حاکم قلعہ ساحل ممان اور بندر باسلور، بالکو اور بادکلا کے راجاؤں کو علی عادل شاہ کی اطاعت قبول کرنے اور خراج ادا کرنے کی نصیحت کی۔ ان سب لوگوں نے شکرناک کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون علی عادل شاہ کو بطور نذرانہ پیش کیے۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اس نواح کے تمام راجہ مشترکہ طور پر ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون شاہی خزانے میں داخل کرتے رہیں گے۔

سالانہ رقم کی ادائیگی

علی عادل شاہ نے ان تمام راجاؤں کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں ان راجاؤں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ مقررہ رقم ساڑھے تین لاکھ ہون ہر سال ادا کی، اس کے علاوہ یہ راجہ پوشیدہ طور پر مصطفیٰ خاں کی بھی خدمت کرتے رہے اور اسے ہر سال تیس ہزار ہون اور موتی، یاقوت اور زبرجد وغیرہ پیش کرتے رہے۔

بہادر رانیاں

کہا جاتا ہے کہ اس علاقے کے تمام راجے اور رانیاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور بادشاہ نے ان سب کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا تو دیول اور جلوی نامی رانیوں کو زنانہ خلعت پیش کئے گئے۔ ان بہادر عورتوں نے زنانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا۔ ”اگرچہ ہماری ظاہری صورت عورتوں کی سی ہے لیکن ہم اپنی تلوار کے سہارے جو جو ہر مردانگی سمجھا جاتا ہے۔ اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کرتی ہیں۔“ علی عادل شاہ کو ان رانیوں کی گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں مرصع تلواریں، تازی گھوڑوں اور مردانہ خلعت سے نوازا گیا۔

ان دونوں عورتوں نے ایک عرصے تک اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کی۔ ان علاقوں میں یہ دستور ہے کہ عنان حکومت عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، ان رانیوں کے شوہر طبقہ امراء میں سے ہوتے ہیں اور وہ دیگر امراء کی طرح رانیوں کی خدمت کرتے ہیں، ان شوہروں کو حکومت و سلطنت کے نظم و نسق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

الغرض جب اس علاقے کے تمام حکمرانوں نے بادشاہ کی اطاعت کر لی تو علی عادل شاہ نے بندری پنڈت کو جو قوم کا برہمن اور خاندان عادل شاہی کا قدیم اور وفادار نمک خوار تھا، ان علاقوں کا دیوان مقرر کیا۔ مصطفیٰ خاں کو ان ممالک کا بااختیار حاکم مقرر کیا گیا، وکالت کا منصب اور میر بھنگلی کا عہدہ افضل خاں شیرازی کو ملا اور پھر علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا۔

ننگنڈہ کی تسخیر کا ارادہ

مصطفیٰ خاں کی سرشت میں وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی ہمیشہ یہی خواہش رہی تھی کہ اس کے آقا کی سلطنت میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی جائے اس مقصد کے پیش نظر اس نے اپنے معتبر امیر علی خاں نامی کو علی عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے ننگنڈہ کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی۔ ننگنڈہ، کرناٹک کا ایک تخت تھا جسے مصطفیٰ خاں کا قاصد بادشاہ کو لے کر آیا۔ یہاں تک کہ وہ

کیونکہ اس کی خود اپنی بھی یہی خواہش تھی۔ لہذا اس نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔
تکناوری کا فرار

علی عادل شاہ بڑی شان و شوکت سے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے قلعہ ادوئی کا معائنہ کیا اور پھر آگے بڑھا۔ جب بادشاہ بیجاپور کے قریب پہنچا تو مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امراء کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں سے عادل شاہی لشکر ننگنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ تکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہذا اسے جب عادل شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ اپنے مال و دولت ہاتھیوں اور دیگر قیمتی سامان کو ساتھ لے کر چند ریکی کی طرف فرار ہو گیا۔ اس نے قلعے کو اپنے ایک خاص مقرب کے حوالے کر دیا۔

اہل شہر کی خستہ حالی

علی عادل شاہ ننگنڈہ پہنچا اس نے پہلے تو شہر کے مختلف حصوں اور قلعے کو اپنے امراء میں تقسیم کیا اور پھر ہرایہ کے لئے علیحدہ علیحدہ مورچل مقرر کیا۔ تین مہینے تک عادل شاہی لشکر سرگرم عمل رہا، اہل شہر تک غلہ پہنچنے کے تمام راستے بند تھے عین ممکن تھا کہ شہر والے بادشاہ سے امان کے طالب ہو کر قلعہ کو عادل شاہ کے سپرد کر دیتے کہ تکناوری کو ان حالات کا علم ہو گیا اس نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ ہاتھی ہندیاہتم نایک کے پاس بھیجے۔ ہندیاہتم عادل شاہ کے برکی امراء کا ایک بڑا سردار تھا۔ یہ رشوت اس لئے بھیجی گئی تھی کہ ہندیاہتم اپنے آقا سے غداری کرے اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مورچل سے فرار ہو جائے۔

برکی امراء کی غداری

ہندیاہتم نے تکناوری کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ سے غداری کی اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کو نقصان پہنچا کر علیحدہ ہو گیا۔ دوسرے روز چار دیگر برکی امراء نے بھی ہندیاہتم کے اکسانے پر بادشاہ کی مخالفت کی اور اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ہندیاہتم سے جا ملے۔ یہ لوگ چوری اور ڈاکہ زنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے اپنے اس فن کا مظاہرہ کیا اور عادل شاہی لشکر کو پریشان کرنے لگے، غلہ اور چارہ چرانے میں ان لوگوں نے بڑی مستعدی دکھائی۔ اس صورت حال کے پیش نظر علی عادل اور مصطفیٰ خاں محاصرہ سے دستبردار ہو گئے اور بیکانگر کے قریب جا پہنچے۔

علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو بیکانگر ہی میں اس نواح کے انتظامات کے لئے چھوڑا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ برکی امراء نے علم بغاوت بلند کر کے اپنے اپنے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو بیکانگر کی سرحد پر واقع ہیں تو اس نے مرتضیٰ خاں آبخو کو ان پرگنوں کا جاگیردار مقرر کر دیا نیز اسے تین ہزار تیر انداز سواروں اور دکنی و حبشی امراء کے ساتھ برکیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے روانہ کیا۔

برکیوں سے جنگ

سیف عین الملک کے قتل کے بعد مرتضیٰ خاں علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں امراء کے طبقے میں شامل ہو گیا تھا۔ مرتضیٰ اور برکی غداروں کے درمیان کئی بار لڑائی ہوئی، ان لڑائیوں میں طرفین کے بے شمار سپاہی کام آئے۔ ایسا گھمسان کارن پڑا کہ غالب و مغلوب میں تمیز کرنا دشوار ہو گیا۔ اس صورت حال دیکھ کر مصطفیٰ خاں نے جو بیجاپور میں مقیم تھا، علی خاں کو علی عادل شاہ خاندان کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا۔ ”اپنے لشکر کو چوروں کے مقابلے پر بھیجنا“ دانش مندی سے دور ہے بہتر یہی ہے کہ باغیوں کو کسی ہمانے سے بیجاپور میں طلب کیا جائے اور پھر ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے۔

علی عادل شاہ کی تدبیر

علی عادل شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے اسی پر عمل کیا۔ بادشاہ نے راسو پنڈت کو جو ایک برہمن تھا اپنے چند قابل اعتبار اشخاص کے ہمراہ باغیوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ باغیوں کو سمجھا بجا کر کسی طرح بیجاپور لے آئیں۔ ہندیانائیک نے اپنے گروہ کا بیجاپور جانا خلاف دانش مندی سمجھا اس نے ایک مجلس مشاورت منتقل کی، جس میں تمام برکی سرداروں، سروپ نائیک، رائے ہوج مل دیونائیک اور تم نائیک وغیرہ نے شرکت کی۔

ہندیانائیک کے خیالات

ہندیانائیک نے برکی امراء کو خطاب کیا اور کہا جب سارا کرناٹک بادشاہ کے قبضے میں آنے والا تھا اور واقعات و حالات کے پیش نظر پورے یقین سے یہ کہا جاتا تھا کہ کرناٹک کی حکومت رام راج کے خاندان سے نکل کر علی عادل شاہ میں منعقد ہو جائے گی تو ہم نے اس وقت عادل شاہ کی مخالفت کی اور علم بغاوت بلند کیا۔ ہم نے بادشاہ کے راستے کا سنگ گراں بن کر اس کو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے سے روکا ہے۔ بادشاہ کی نظر میں ہمارا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے مجھے یقین نہیں ہے کہ بادشاہ ہمیں معاف کر دے گا۔ اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ مسلمان ہمیں دھوکا دے کر بیجاپور لے جانا چاہتے ہیں اور پھر وہاں ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

باغیوں کی بیجاپور میں آمد

برکی امیروں نے ہندیانائیک کی باتوں کو قابل التفات نہ سمجھا اور جلد از جلد تیار ہو کر بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہندیانائیک نے ان کا ساتھ نہ دیا اور ننگنڈہ چلا گیا۔ اور وہاں تنکنادری کی ملازمت اختیار کر لی، بیجاپور میں سب سے پہلے جو اترائے پہنچا، بادشاہ نے اسے خلعت اور منصب امارت سے سرفراز کیا۔ یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی اور تمام باغی یکے بعد دیگرے بیجاپور میں آنے لگے۔

باغیوں کا قتل

جب تمام باغی بیجاپور میں جمع ہو گئے تو علی عادل شاہ کی آتش انتقام بھی بھڑک اٹھی۔ اس نے جو ترائے کی آنکھوں میں سلاخیاں پھردا دیں۔ بھوج مل نائیک دیونائیک اور تم نائیک کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر قتل کیا گیا۔ ان کی لاشوں کو تختوں پر ڈال کر سارے شہر میں پھرایا گیا، الغرض اس طرح مصطفیٰ خاں کے مشورے سے علی عادل شاہ نے باغیوں کو ختم کیا۔

شنزادہ ابراہیم کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے گھر میں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے بھائی کے بیٹے شنزادہ ابراہیم بن طھاسپ کو ماہ شوال ۹۸۷ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اسی مہینے شنزادہ ابراہیم کی رسم ختنہ عمل میں آئی اور ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز شنزادہ کا ختنہ ہوا تھا۔ اس رات رسم کے مطابق شنزادے کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں پھرایا گیا۔ شہر کی سڑکوں پر دونوں طرف آتش بازی کے درخت اور گولے وغیرہ آویزاں کئے گئے اتفاق سے بارود میں آگ لگ گئی اس وجہ سے تقریبات سو آدمی مارے گئے، لیکن خداوند تعالیٰ کے کرم سے شنزادہ ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

علی عادل شاہ کا کردار

علی عادل شاہ بہت ہی عالی ظرف انسان تھا۔ وہ ہر خاص و عام کو اپنے لطف و کرم سے خوش رکھتا۔ اس کا عہد حکومت بھی کے لئے موجب خیر و برکت تھا۔ ملکوں اور قلعوں کی تسخیر اور حبشی و برکی امیروں کی سرزنش کے بعد وہ کبھی تو خلوت میں آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور کبھی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو کر رعایا کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچتا۔ وہ تمام اچھی اور اعلیٰ عادات و خصائل کا

مجموعہ تھا ان سب کے ساتھ حسن پرستی اور جمال دوستی اس کا شیوہ تھا۔

جمال دوستی

اسے خوبصورت خواجہ سراؤں اور غلاموں کو جمع کرنے کا بہت شوق تھا ایک مرتبہ علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا۔ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو نہایت ہی حسین اور خوبصورت خواجہ سراہیں، تم فوراً ان خواجہ سراؤں کو میرے پاس روانہ کر دو۔“ امیر برید نے چند دن تک ٹال مٹول کی اور خواجہ سراؤں کو علی عادل شاہ کے پاس روانہ نہ کیا۔

انہیں دنوں مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے امیر علی برید پر حملہ کر دیا۔ برید علی عادل شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ برید اس سے متاثر ہوا اور اس نے وہ دونوں حسین خواجہ سرا جن کو علی عادل نے طلب کیا تھا۔ بید رست بیجاپور بھیج دیئے۔

وفات

یہ دونوں خواجہ سرا جب بیجاپور پہنچے ان کو اپنے یہاں آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو ایک خواجہ سرا کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے علی عادل شاہ کا کام تمام کرنے کا ارادہ کر لیا جس روز یہ دونوں خواجہ سرا شاہی حضور میں پیش ہوئے۔ اسی رات متذکرہ بالا خواجہ سرا نے علی عادل شاہ کو چاقو سے قتل کر دیا۔ یہ حادثہ ۲۳ صفر ۹۸۹ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اس کا مادہ تاریخ ”ظلم دید“ سے برآمد ہوتا ہے، ملا رضائی مشدی نے علی عادل شاہ کا بہت ہی غم انگیز اور جان گداز مرثیہ لکھا۔ ملک کے تمام امیر اور جملہ اراکین سلطنت اس سانحہ دل شکن سے بے حد افسردہ ہوئے۔

تجسیر و تکفین

بادشاہ کے مصاحبوں اور ندیموں مثلاً مرتضیٰ خاں، شاہ فتح اللہ شیرازی، شاہ ابوالقاسم النجو وغیرہ اور سادات و علماء جن میں میر شمس الدین اصفہانی بھی شامل تھے۔ بادشاہ کی تجسیر و تکفین میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ کو شہر کے اندر ایک نمایاں جگہ پر دفن کیا گیا اس کا مزار اب ”روضہ علی“ کے نام سے مشہور ہے۔

علی عادل شاہ کی سخاوت

علی عادل شاہ کے قتل کے دوسرے روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے (جو علی عادل شاہ کا جانشین ہوا) دونوں خواجہ سراؤں کو قتل کروا دیا۔ علی عادل کے عہد حکومت کی کئی عمارتیں اب بھی باقی ہیں (مثلاً بیجاپور کی جامع مسجد، شاہ پور کا تالاب) علی عادل بہت ہی سخی اور وسیع القلب انسان تھا۔ اس کے باپ ابراہیم عادل اول نے اپنے پیچھے ایک کروڑ طلائی ہون بے شمار قیمتی جواہرات اور قیمتی ہیرے چھوڑے تھے۔ علی عادل نے یہ تمام خزانہ نیز اپنے عہد کی تمام دولت ایران، توران، عرب، روم اور دوسرے ملکوں کے عالموں، فاضلوں اور مستحقین میں تقسیم کر دی۔

شہنشاہ اکبر کے سفیر

جس وقت علی عادل شاہ کا انتقال ہوا اس وقت شاہی خزانے میں صرف وہی رقم تھی جو آخر زمانے میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے کرناٹک سے حاصل ہوئی تھی۔ اور کچھ نہ تھا بلکہ اس رقم کا بڑا حصہ مستحقین میں تقسیم کیا جا چکا تھا۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں شہنشاہ اکبر کے دو سفیر مختلف اوقات میں بیجاپور آئے۔ علی عادل نے ان دونوں کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ اکبر کا پہلا سفیر حکیم علی گیلانی تھا جو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف لے کر واپس ہوا، دوسرا حکیم عین الملک تھا یہ ان دنوں بیجاپور ہی میں مقیم تھا جب بادشاہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا اس لئے عین الملک بغیر کسی تحفے ہی کے واپس اکبر کے پاس چلا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی

تحت نشینی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اگرچہ تحت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن اس کی ذہنی صلاحیت عمر کے لحاظ سے کہیں زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام اراکین سلطنت کو بڑی خوش اسلوبی سے اپنا بنالیا۔ درباریوں نے بادشاہ پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کیں اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ دکانداروں نے اپنی دکانوں کو طرح طرح کے ریشمی کپڑوں سے آراستہ کیا۔ ہندوستان کے دستور کے مطابق مٹی کے برتنوں میں روپے بھر بھر کر بادشاہ پر نچھاور کئے گئے۔ ابراہیم نے ابتدائی عمر ہی میں سپہ گری کے فن میں کمال حاصل کیا۔ قرآن ختم کیا اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ الغرض اس نے اپنی نو عمری کے زمانے کو عام نو عمروں کی طرح بفضولیات میں صرف نہ کیا۔

کامل خاں دکنی

ابراہیم کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں چند درباریوں نے اقتدار حاصل کر کے سلطنت کے تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چونکہ امراء کا تذکرہ اس قابل ہے کہ اس کتاب میں درج کیا جائے۔ لہذا مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور عادل شاہی امیر کامل خاں دکنی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسر اقتدار آیا۔ اس نے قلعہ مرچ کی تسخیر کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور تمام ملکی و سیاسی امور کا مختار ہو گیا۔

کامل خاں کا اقتدار

کامل خاں دکنی نے اپنے اعتباری مقربین کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد مقرر کیا۔ قلعے کے تھانیدار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اس نے بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ علی عادل شاہ کی بیوی چاند بی بی کو سونپا۔ بدھ اور جمعہ کے علاوہ ہر روز وہ ابراہیم کو شاہی محل سے نکال کر دربار میں لاتا اور تمام لوگوں کو بادشاہ کے حضور میں آنے کا موقع دیتا۔ اور بڑی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ تمام امور سلطنت کو انجام دیتا۔

غرور کا نشہ

دو ماہ تک تو کامل خاں دکنی کا یہی انداز رہا، لیکن بعد میں نشہ اقتدار جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بولا۔ وہ اپنی قوت پر نازاں ہو کر عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے چاند بی بی سے بھی بے ادبی کی۔ چاند بی بی 'کامل خاں کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکی اور اس نے غصہ میں آکر حاجی کشور ولد کمال خاں کو یہ پیغام بھیجا۔ "کامل خاں دکنی اب منصب وکالت کے قابل نہیں رہا میری خواہش ہے کہ یہ خدمت اب تم سنبھال لو" لہذا جس طرح بھی ممکن ہو کامل خاں کو ٹھکانے لگاؤ۔ اس معاملے میں عجلت سے کام لینا اگر ذرا بھی تاخیر ہوگئی تو پھر کامل خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گی۔ اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

کشور خاں کا ہنگامہ

حاجی کشور خاں کو جب یہ پیغام ملا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، اس نے چار سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لیا اور سبز محل کی طرف روانہ ہوا، میں کامل خاں دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کشور خاں نے قلعے کے اندر پہنچ کر قلعے کا دروازہ اندر کی طرف سے بند کر لیا

اور تھانیدار کو قید کر لیا۔ بعد ازاں وہ سبز محل کی طرف بڑھا، کامل خاں کو ان تمام حالات کی خبر نہ تھی۔ اسے جب کشور خاں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے شاہی حرم سرا کی طرف بھاگا اسے خیال تھا کہ چاند بی بی اس کی جان کی حفاظت کرے گی۔ کامل خاں کو اس کے چند وفاداروں نے بتایا کہ یہ سب کچھ چاند بی بی کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ لہذا اس سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

کامل خاں کی پریشانی

کامل خاں کو یہ سن کو بہت حیرت ہوئی لہذا اس نے چاند بی بی سے مدد طلب کرنے کا خیال ترک دیا اور دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ قلعے کے دروازے پر حاجی کشور خاں نے قبضہ کر رکھا ہے تو وہ شاہی محل کے پیچھے کی قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا اور نیچے چھلانگ دی۔ وہ پانی سے بھری ہوئی خندق میں گرا اور تیرتا ہوا پار اتر گیا یہاں سے وہ شہر میں چلا گیا، چونکہ ابھی اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے لہذا اہل شہر نے اسے نہ پہچانا۔

گھر کا راستہ

کامل خاں دکنی قلعہ ارک کی خندق کے قریب باغ دروازہ امام تک گیا پھر درختوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا حصار شہر پر جا پہنچا یہ حصار بارہ گز اونچا تھا۔ حصار سے نیچے اترنے کے لئے اس نے یہ اہتمام کیا کہ اپنی پگڑی، شال اور کمر بند کو ایک دوسرے سے باندھ کر ایک کندھی بنالی اور اس کا ایک سرا دیوار کے کنگرے سے باندھ کے نیچے اتر گیا اور اسی پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں اپنے گھر میں جو شہر سے باہر تھا جا پہنچا۔ سبز محل سے لے کر گھر تک پہنچنے میں کسی شخص نے اس کی مدد نہ کی گھر پہنچ کر کامل خاں دکنی یہاں سے فرار ہو جانے کی تیاری کرنے لگا۔

کامل خاں دکنی کا قتل

حاجی کشور خاں اور اس کے ساتھیوں کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کامل خاں دکنی ایسی برق رفتاری سے کام لے کر محل سے فرار ہو جائے گا۔ پہلے تو انہوں نے کچھ دیر تک اسے قلعے ہی میں تلاش کیا آخر کار انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ حصار سے نیچے اتر کر اپنے گھر جا چکا ہے۔ ان لوگوں نے ایک جماعت کو کامل خاں کے گھر کی طرف بھیجا کہ اس کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ کامل کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے اپنی تمام دولت اور نقد رقم کو ساتھ لیا اور سات آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا ہو گا کہ کشور خاں کے آدمیوں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھی اسے بچانے کی کوشش نہ کریں اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور اس کے تمام مال و اسباب اور دولت وغیرہ کو لوٹ لیا۔

کشور خاں کا اقتدار

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے تمام امور سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی کے مشورے کے مطابق بڑی مستقل مزاجی سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا سرنوبت ہنزاد ملک ترک پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر عادل شاہی سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ کشور خاں نے فوراً بادشاہ کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حکم کے مطابق عین الملک، آکس خاں اور دوسرے حبشی امراء اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہنزاد ملک ترک کے مقابلے کے لئے روانہ کیا گیا۔

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ

یہ تمام امراء شاہ درک کے قریب پہنچے اور چند روز اس جگہ قیام کیا۔ بعد ازاں نظام شاہی لشکر پر حملہ کرنے کے لئے جو پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا، آگے بڑھے۔ جب ہنزاد ملک کو عادل شاہی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا اور جنگ کی

تیا ریاں کرنے لگا طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو کامیابی ہوئی اور نظام شاہی فوج میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔

عادل شاہی لشکر کی فتح

جو امراء شریک جنگ تھے انہوں نے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ سارے شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی، تمام کوچوں اور بازاروں میں شربت تقسیم کیا گیا۔ کشور خاں نے اس خوشی میں چاند بی بی کے حکم کے مطابق تمام امیروں کو خلعت عطا کیا، الغرض عادل شاہی لشکر کی کامیابی بھی کے لئے مبارک ثابت ہوئی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ

اس کے بعد کشور خاں نے چاند بی بی کے مشورے اور ہدایت کے مطابق امراء کے نام احکام جاری کئے کہ نظام شاہی لشکر کے جو ہاتھی انہیں ہاتھ لگے ہوں وہ شاہی اصطبل میں داخل کر دیئے جائیں۔ امراء نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ چاند بی بی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے جس میں اصل حقیقت بیان کی جائے نیز چاند بی بی سے یہ درخواست کی جائے کہ کشور خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ مصطفیٰ خاں کو مقرر کیا جائے۔

امراء کے مشورے

بعض امراء نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ملک ہنزا کی شکست کی خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بذات خود لڑنے کے لئے اس طرف آ رہا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ فی الحال خاموش رہیں اور نظام شاہ کے فتنے کو دبا کر خود پایہ تخت میں حاضر ہوں اور چاند بی بی کی رائے کے مطابق اس معاملے کو طے کریں۔

مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش

کشور خاں کو کسی نہ کسی طرح امراء کے ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے چاند بی بی کے توسط سے مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر شاہی مہر لگا کر ایک شخص محمد امین نامی کے ہاتھ مرزا نور الدین محمد کے پاس روانہ کر دیا۔ مرزا نور الدین محمد مشہدی سید تھا، ایک لڑائی میں وہ گرفتار ہوا اور پھر مصطفیٰ خاں کی عنایت سے شاہی امراء کے گروہ میں داخل ہو گیا تھا۔ کشور خاں نے مرزا نور الدین کو پیغام دیا کہ۔ ”مصطفیٰ خاں کو فوراً قتل کر دو۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کی تمام جاگیر اور مال و دولت کا مالک تمہیں بنا دیا جائے گا۔“

مرزا نور الدین کی احسان فراموشی

مرزا نور الدین نے کشور خاں کا پیغام سنتے ہی مصطفیٰ خاں کے تمام احسانات کو فراموش کر دیا۔ اور محمد امین کو قلعہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ اہل قلعہ کو پیغام بھیجا۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مصطفیٰ خاں نے اہل قلعہ کو قتل کر کے قلعہ کو نایک کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز اس کی خواہش ہے کہ بغاوت و سرکشی سے کام لے کر جاگیر پر قبضہ کر لے۔ اس وقت تمہارا یہ فرض ہے کہ تمام شاہی فرمان کے مطابق عمل کرو اور مصطفیٰ خاں سے بالکل نہ ڈرو۔ اس کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

مصطفیٰ کا قتل

محمد امین شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے مصطفیٰ خاں کو یہ اطلاع دی کہ میں ایک انتہائی ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہوں۔ مصطفیٰ خاں نے محمد امین کی بات کا اعتبار کر لیا اور اسے ایک عمدہ اور آرام دہ مکان میں ٹھہرایا۔ محمد امین نے مصطفیٰ خاں کو کہلوایا کہ آج اس وقت رات ہے اس لئے میں شاہی فرمان صبح کے وقت دیوان عام میں پڑھ کر سناؤں گا۔ رات کو جب سب لوگ سو گئے تو امین

نے ٹانگ اور دوسرے تمام راجاؤں کو مصطفیٰ خان کے قتل کے لئے راضی کر لیا۔ صبح کو جب مصطفیٰ خان نماز اور تلاوت قرآن سے فارغ ہوا تو ان خالموں نے اسے قتل کر دیا۔

ایک قابل نجومی

کہا جاتا ہے کہ بنکاپور میں ایک بوڑھا نجومی تھا جو ہمیشہ صبح پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا۔ وہ آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات دو تین سال پہلے ہی بتا دیا کرتا تھا۔ بنکاپور کے قلعے کے بارے میں بھی اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب یہ قلعہ مصطفیٰ خان نامی ایک امیر کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ مصطفیٰ کو جب اس نجومی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے نجومی کو بلوا کر اس سے اپنا زانچہ بنوایا اور اپنے آئندہ حالات کے بارے میں استفسار کیا۔

پیشین گوئی

پہلے تو نجومی نے کچھ بتانے سے انکار کیا، لیکن جب مصطفیٰ خان نے بے حد اصرار کیا تو اس نے کہا۔ ”ستاروں کی چال سے یہ ثابت ہے کہ قلاں سال میں پایہ تخت کا ایک مشہور امیر سازش کر کے تمہیں اسی محل میں قتل کر دے گا، لیکن وہ امیر خود بھی چین نہ پائے گا اور پایہ تخت سے فرار ہو کر تلنگانہ میں پناہ گزیں ہو گا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھوں مارا جائے گا، نجومی کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی اور تمام لوگ اس کے کمال کے قائل ہو گئے۔

کشور خاں کی تباہی کی داستان

کشور خاں کی تباہی و بربادی کی داستان یہ ہے کہ جب مصطفیٰ خان کے قتل کی خبر بیچاپور پہنچی تو چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا کیونکہ مصطفیٰ خان سید زادہ تھا اور چاند بی بی سید زادوں کا بہت احترام کرتی تھی۔ اس وجہ سے چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا، اور چاند بی بی کو کشور خاں سے نفرت ہو گئی اور اسے نہایت سخت الفاظ میں یاد کرنے لگی۔ کشور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے پہلے تو چشم پوشی کی اور بعد ازاں چاند بی بی پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو سلطنت کے تمام رازوں سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اور اسے عادل شاهی سرحد پر قبضہ کرنے کے لئے اکساتی رہتی ہے۔

چاند بی بی کے خلاف سازش

کشور خاں نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چاند بی بی کے خلاف بھڑکایا اور یہ مشورہ دیا کہ چاند بی بی کو کچھ عرصہ کے لئے قلعہ ستارا میں قید کر دینا چاہئے۔ جب نظام شاهی جگنوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو اسے شاهی محل میں واپس بلایا جائے۔ ابراہیم اپنی کم عمری کی وجہ سے بالکل مجبور تھا، سلطنت کی معاملات میں اس کی رائے کی کوئی خاص وقعت نہ تھی، کشور خاں اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سخت بے قرار تھا۔ چاند بی بی شاهی حرم سے باہر نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اس کے علاوہ محل کی بوڑھی عورتیں اور قدیم خواجہ سرا بھی چاند بی بی کو زبردستی باہر لے جانے میں مانع آتے تھے۔

چاند بی بی کی نظربندی

کشور خاں نے جب یہ دیکھا کہ چاند بی بی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تو اس نے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاهی محل میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ چاند بی بی کو زبردستی اٹھا لائیں۔ ان لوگوں نے کشور خان کے حکم کی تعمیل کی اور چاند بی بی کو بہ جبر شاهی محل سے نکال کر ایک پاکی میں بٹھا دیا اور یوں وہ قلعہ ستارا میں لے جا کر نظربند کر دی گئی۔

میاں بدو کی سپہ سالاری

کشور خاں نے اپنی اس ناشائستہ حرکت کو اپنی بہت بڑی کامیابی گردانا اور پہلے سے بھی زیادہ غرور و تعصب سے کام لینے لگا۔ اس نے میاں بدو نامی ایک شاہی امیر کو جو اس کا مقرب خاص تھا، امراءے سرحد کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ایک بہت بڑے لشکر، ہاتھیوں اور گھوڑوں کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امراء نے جب میاں بدو کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس کے استقبال کے لئے آئے اور اسے بڑی عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لائے۔

کشور خاں کی تجویز

میاں بدو ایک سمجھدار، دانش مند، تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا۔ اس نے آککش خاں اور عین الملک سے بہت سے وعدے وعید کئے اور انہیں کشور خاں کا ہی خواہ بنالیا۔ اس کے بعد وہ دیگر امراءے لشکر کو مغلوب کرنے کی تجویزیں سوچنے لگا۔ کشور خاں نے میاں بدو کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ لشکر کے امراء اپنی قوت پر بہت نازاں ہیں اور بادشاہ کی اطاعت سے کسی حد تک منحرف ہیں، جس طرح بھی ہو سکے تم انہیں قید کر لو۔ اور شاہ ورک کے قلعے میں نظر بند کر دو اور ان کے گھوڑے اور ہاتھی بارگاہ شاہی میں روانہ کر دو۔ ان تمام امور کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے عمل کرنا۔

بدو میاں کا منصوبہ

بدو میاں خود کسی حد تک حریص انسان تھا اور وہ سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواہاں تھا۔ اس نے کشور خاں کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کر لیا اور حمید خاں اور اخلاص خاں کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے گھر پر دعوت کے بہانے بلا کر گرفتار کرنے کی تجویز سوچی۔ امراء کے گروہ کو بدو میاں کے ارادے کا علم ہو گیا انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے یہ طے کیا، پہلے تو بدو میاں کو ہی دعوت کے بہانے قید کیا جائے۔ اور پھر پایہ تخت میں پہنچ کر کشور خاں کا خاتمہ کیا جائے، بعد ازاں نظام شاہیوں سے مقابلہ کر کے ان کے ہنگامے کو ختم کیا جائے۔

بدو میاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے یہ مشہور کیا کہ بیجاپور سے خبر آئی ہے کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اسی خوشی میں اس نے ایک جشن عیش و عشرت منعقد کیا۔ اور بدو میاں کو اپنے گھر پر مدعو کیا، اس نے چند ہاتھی بھی فراہم کر دیئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ان کو بدو میاں کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرے گا۔ بدو میاں، اخلاص خاں کے جال میں پھنس گیا اور اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر آیا۔ اخلاص خاں نے بھی اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے دیگر امراء کے لئے سوچ رکھا تھا۔

امراء کا عزم بیجاپور

میاں بدو کو گرفتار کرنے کے بعد ان حبشی امراء نے بیجاپور کو سفر اختیار کیا یہ سب کچھ چونکہ انتہائی عجلت میں ہوا تھا۔ اس لئے امراء کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ عین الملک اور آککش خاں ایک دوسرے راستے سے اپنی جاگیروں کی طرف روانہ ہو گئے، کشور خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی، اگرچہ وہ ان حبشی امراء سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا، تاہم ظاہری طور پر اس نے مقابلے کے لئے تیاری شروع کر دی۔

کشور پر لعنت ملامت

کشور خاں نے بادشاہ کی دلجوئی کے لئے ایک بہت بڑا جشن عیش و عشرت اپنے مکان پر منعقد کیا اور بادشاہ کو بھی وہاں لے کر آیا۔ اس

نے بادشاہ کی خدمت میں طرح طرح کے گراں قدر تحفے پیش کئے، لیکن اس طریق کار کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ جب شہر میں لگتا تو عام لوگ یہاں تک کہ عورتیں بھی اس کو لعنت ملامت کرتیں اور یہ کہتیں ”یہی وہ بد بخت کشور خاں ہے جس نے مصطفیٰ خاں کے سے عالی نسب انسان کو قتل کروایا“ یہی وہ سیاہ کار ہے جس نے انتہائی بے ادبی کے ساتھ چاند بی بی کی قید کر رکھا ہے۔“

کشور خاں کو اس بات کا پورا پورا اندازہ ہو گیا کہ ساری رعایا اس سے نفرت کرتی ہے۔ جب اسے یہ علم ہوا کہ حبشی امراء بیجاپور سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں تو وہ بادشاہ کو شکار کے بہانے شہر سے باہر لے گیا۔ کالا باغ میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا، پھر کشور خاں نے بادشاہ سے کہا آج بڑی گرمی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آج شکار کا ارادہ ملتوی کیا جائے۔ حضور تو شہر میں تشریف لے جائیں، میں ذرا شاہ پور کے بازاروں میں گھوم پھر آؤں اور سیر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

کشور خاں کا قتل

بادشاہ قلعہ ارک میں چلا آیا۔ کشور خاں چار سو سواروں اور بے شمار دولت ساتھ لے کر اپنے ہال بچوں سے علیحدہ ہو کر احمد نگر کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کیں اور نظام شاہی سرحد تک راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔ اس طرح حبشی امیروں کے ہاتھ سے نجات پائی نظام شاہی امراء کشور خاں کے حالات سے واقف تھے اور وہ اس کو اچھا آدمی نہ سمجھتے تھے، اس وجہ سے وہ احمد نگر میں قیام نہ کر سکا اور قطب شاہی پایہ تخت کو لکھنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا، یہیں ایک شخص نے اس سے مصطفیٰ خاں کا انتقام لیا۔ کشور خاں مارا گیا اور اس طرح بخوبی متذکرہ بالا کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

اخلاص خاں کا اقتدار

سرحدی فوج کے تینوں امراء بیجاپور پہنچے انہوں نے شاہی ملازمت اختیار کی اور خلعت فاخرہ سے نوازے گئے۔ ان میں اخلاص خاں حبشی کو وکیل السلطنت مقرر کیا گیا، ملکی و مالی امور اس کی نگرانی میں آگئے۔ اسی دوران میں چاند بی بی شاہی فرمان کے مطابق قلعہ ستارا سے محل میں واپس آگئی۔ اخلاص خاں نے حسب دستور بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ چاند بی بی کے سپرد کیا۔ افضل خاں شیرازی کو پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں اسی عہدے پر فائز تھا۔ پنڈت برہمن کو صدر محاسب بنایا گیا۔

اخلاص خاں نے رفتہ رفتہ چاند بی بی کے دل میں اپنے لئے جگہ پیدا کر لی اور غریبوں کو شبک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا۔ کشور خاں کی طرح اس نے بھی غریبوں پر ظلم ڈھانے شروع کئے۔ اس کو یہ وہم پیدا ہوا کہ غیر ملکی امراء کی وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو پنڈت کو قتل کیا اور فتح اللہ شیرازی، ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ کو بیجاپور سے خارج البلد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حمید خاں اور دلاور خاں کی مدد سے سلطنت کی مہمات کو انجام دینا شروع کر دیا۔

اخلاص خاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے عین الملک کو پایہ تخت میں طلی کا شاہی فرمان بھجوا دیا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں عین الملک بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ اخلاص خاں نے چند مقربین کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ عین الملک نے جب یہ دیکھا کہ اخلاص خاں کے ساتھ صرف گنتی کے چند لوگ آئے ہیں تو اس نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور پایہ زنجیر کر کے انہیں ساتھ لے کر بادشاہ سے ملنے کے لئے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ دروازہ اللہ پور تک ہی پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بعض شاہی ملازمین نے دستور خاں تھانیدار کو اس جرم میں قتل کر دیا ہے کہ وہ عین الملک سے ملا ہوا ہے۔

یہ سن کر عین الملک بہت پریشان ہوا اس نے گرفتار شدہ امراء کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور فوراً واپس ہو گیا۔ مقصود خاں نامی ایک شاہی غلام نے ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ ابھی شہر سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ مقصود خاں کے ہاتھ وہ ہاتھی لگ گئے جن پر اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو عین الملک نے پایہ زنجیر کر کے بٹھار کھاتھا مقصود خاں نے ان ہاتھیوں کو روک لیا اور شہر سے باہر نہ جانے دیا۔ اس نے فوراً مقید امراء کو ہاتھیوں سے اتارا اور ان کی زنجیروں کو کاٹ دیا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عین الملک اپنی جاگیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

طوائف الملوکی

عین الملک نے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور انہیں حبشیوں کی اطاعت کرنے سے منع کر دیا جو دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تھے۔ اس وجہ سے پایہ تخت میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نظام شاہی حکام جو موقع کے منتظر تھے انہوں نے اس طوائف الملوکی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عادل شاہی علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

ہزاد ملک جو شکست کھا کر 'عادل شاہی علاقے سے کچھ فاصلے پر مقیم تھا۔ اس نے اس طوائف الملوکی اور انتشار کی خبر سنی اس نے ہزار کے امیر امراء 'مرتضیٰ خاں کو ساتھ لیا اور پھر معرکہ آرائی کے لئے آیا۔ ۹۸۹ھ میں فرمان روائے تلنگ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد علی شاہ بہت چھوٹی عمر میں اس کا جانشین ہوا۔ محمد علی قطب شاہ نے اپنے امراء کے مشورے سے نظام شاہیوں سے مل کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پرمنوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ

مرتضیٰ نظام نے سب سے پہلے ہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کی معاونت میں شاہ درک کا قلعہ فتح کیا۔ بعد ازاں اس نے قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ جلد از جلد گوکنڈہ سے شاہ درک پہنچ گیا اور ہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن نے تین اطراف سے قلعے پر توپیں اور منجنیقیں نصب کیں۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی اور یہ لوگ قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس قلعے کے تھانیدار محمد آقائے بڑی بہادری اور جرات کا ثبوت دیا۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے دشمن کی مدافعت کی اسے یہ معلوم تھا کہ بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ اس لئے وہاں سے کسی قسم کی مدد لینا مشکل ہے، لیکن اس نے پھر ہمت سے کام لے کر دشمن کو اپنے آپ پر غالب نہ آنے دیا وہ روزانہ آلات آتش بازی سے نظام شاہی اور قطب شاہی افواج کے سپاہیوں کو ہلاک کرتا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ نے محمد آقا کو بھلانے پھسلانے کی بہت کوشش کی اس سے آئندہ کی ترقی کے وعدے کئے اور اپنے آقا سے غداری کرنے کے لئے کہا، مگر اس نمک حلال نے جواب دیا کہ "میرے آقا نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ قلعہ میرے حوالے کیا ہے، میں اس کی عنایت سے بہت خوش ہوں اگر آج میں بددیانتی سے کام لے کر یہ قلعہ آپ کے حوالے کر دوں تو کل خدا اور خلق کے سامنے میری یہ تذلیل ہوگی وہ بیان سے باہر ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ کی جائے اور مجھے اپنے آقا کا بیجا وفادار سمجھا جائے۔"

قطب شاہ نے جب تھانیدار کی یہ مستقل مزاجی دیکھی تو بہت حیران ہوا۔ محاصرے کے چار مہینے گزر گئے جب اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بادشاہ نے مرزا اسماعیلی کو بہت برا بھلا کہا۔ کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس طرف آنے کی ترغیب دی تھی۔ ہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو محاصرے کی طوائف سے تھک کر وہ بھی قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور یہ کہا "ہمیں محاصرے سے دست بردار ہو کر

یہاں سے کوچ کر دینا چاہئے۔ اس وقت بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے اگر ہم لوگ وہاں پہنچ کر کوئی ہنگامہ پیا کریں تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

بیجاپور پر دشمن کی یورش

قلی قطب شاہ تو یہاں سے رخصت ہونے کا بہانہ ڈھونڈھ ہی رہا تھا اس نے جب دوسروں کو اپنا ہم خیال پایا تو دوسرے ہی روز وہ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ شاہ درک سے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان لوگوں نے چالیس ہزار لشکریوں کی زبردست جمعیت کے ساتھ بیجاپور کے پاس پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ پایہ تخت میں اس وقت صرف دو تین ہزار لشکر خاصہ کے سوار موجود تھے۔ دشمنوں نے اپنے خیمے نصب کر دیئے اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔

معرکہ آرائیاں

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عادل شانی سپاہیوں اور قطب شانی و نظام شانی لشکر میں لڑائی بھی ہوا چاہتی تھی۔ حبشیوں نے قلعے میں پناہ لی اور اسے مضبوط و مستحکم کیا۔ حریف کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے اس کا پلہ بھاری ہوتا رہا۔ اسی دوران میں بارش ہو گئی اور قلعے کی دیوار میں گز کے قریب گر گئی۔ بادشاہ نے فرمان بھیج کر عین الملک کنعانی اور آکشی خاں کو طلب کیا یہ دونوں چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور آئے اور دروازہ اللہ پور کی طرف مقیم ہو گئے۔

عین الملک کا سید مرتضیٰ سے مل جانا

چونکہ عین الملک اور آکشی خاں حبشیوں کی طرف سے خطرہ تھا اس لئے وہ سید مرتضیٰ سے مل گئے۔ قلی قطب شاہ اور ہزاد الملک نے صبح کے وقت قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، لیکن سید مرتضیٰ نے ایسا نہ کرنے دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ہزاد الملک سے آزرده خاطر تھا اس سے عادل شاہیوں نے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد قلعے کی دیوار کے شکستہ حصے کو از سر نو تعمیر کر لیا۔ سلطنت کے اکثر امراء اور اراکین حبشیوں سے ناراض تھے اور ان کی کسی بات پر کسی عمل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

حبشیوں کی حکومت سے علیحدگی

حبشیوں کو اس صورت حال کا علم ہو گیا انہوں نے چاند بی بی سے کہا کہ ”ہم لوگ غلام ہیں“ اس لئے اراکین دربار اور اشراف ملک ہم سے آزرده خاطر ہیں۔ اور ہماری حکومت ناپسند کرتے ہیں اس وقت دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہوا ہے اس لئے عادل شانی خاندان کی بھی خواہی اسی میں ہے کہ عنان حکومت اشراف اور عالی خاندان امراء کے سپرد کر دی جائے تاکہ باہمی چپقلش اور فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔

شاہ ابوالحسن کا امیر جملہ مقرر ہونا

چاند بی بی نے حبشیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور انہیں کے مشورے کے مطابق شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو امیر جملہ مقرر کیا گیا۔ سید ابوالحسن نے اپنا عمدہ سنبھالتے ہی دشمنوں کے دفع کی تدابیر کو عمل میں لانا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے برکیوں کے نام فراہم بھیج کر انہیں بیجاپور میں طلب کیا۔

سید ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام

سید مرتضیٰ، شاہ ابوالحسن کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا۔ ابوالحسن نے اس تعلق کا فائدہ اٹھا کر سید مرتضیٰ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ ”ابراہیم عادل شاہ اپنی قوت عسکری طاقت اور اقبال کے لحاظ سے دشمنوں سے بہت آگے ہے اسے مغلوب کرنا کوئی آسان کام نہیں

ہے، تم قطب شاہ اور ہزاراد الملک کو یہ اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ بادشاہ کی مختصر سی فوج کو دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ابھی تھوڑے ہی عرصے میں ممالک محروسہ سے بے شمار لشکری پایہ تخت کے آس پاس جمع ہونے کے لئے یہاں چلے آئیں گے۔“

شاہ ابوالحسن نے سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا۔ ”برکی امراء جو علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں خوف کی وجہ سے پایہ تخت میں آتے ہوئے گھبراتے تھے اور بیجا نگر چلے گئے تھے انہیں طلبی کا شاہی فرمان بھجوا دیا جا چکا ہے۔ اور وہ اس طرف آنے ہی والے ہیں، ایسی صورت میں تمہارے لئے یہاں رہنا تو کیا یہاں سے فرار ہو جانا بھی انتہائی مشکل ہو جائے گا۔“

سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرف داری

سید مرتضیٰ اپنی ماتحتی کی وجہ سے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں سے کبیدہ خاطر تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ قلی قطب شاہ اور ہزاراد الملک اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں۔ شاہ ابوالحسن کا خط ملنے کے بعد وہ عادل شاہیوں کا طرفدار ہو گیا اور اس نے اس سلسلے میں فہمیلی اقدامات بھی اٹھانے شروع کئے۔ سب سے پہلے تو اس نے عین الملک اور آئکس خان کو سمجھایا اور ان سے کہا۔ ”اپنے برابر کے لوگوں سے ناراض ہو کر اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ غداری اور نمک حرامی کرنا شرفاء کا کام نہیں ہے۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے بادشاہ کی مخالفت کرو اور اس کے دشمنوں کے ملازمین میں داخل ہو جاؤ۔ اس وقت بیجا پور میں حبشیوں کے ہاتھ اقتدار نہیں رہا، اب شاہ ابوالحسن تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس پر اعتماد کرو اپنے آقا کی اطاعت کا دم بھرو۔“

عادل شاہی سلطنت کا استحکام

عین الملک اور آئکس خاں نے اس مشورے کو مناسب و موزوں سمجھا اور رات کے وقت چپکے سے کوچ کر کے دروازہ اللہ پور کے قریب اپنی پہلی جگہ پر مقیم ہو گئے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کا اظہار کیا۔ اسی طرح دوسرے امراء بھی اس خبر کو سن کر بیجا پور میں جمع ہونے لگے۔ برکی امراء بھی جوق در جوق اس طرف آنے لگے، الغرض شاہ ابوالحسن کی خوش اسلوبی اور حسن اخلاق سے تھوڑے سے عرصے ہی میں بیجا پور میں بیس ہزار سوار جمع ہو گئے اور سلطنت کی بنیادیں از سر نو مضبوط و مستحکم ہو گئیں۔

دشمن کی واپسی

بادشاہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے برکی امراء نے دشمن کو سیدھے راستے پر لانا شروع کیا۔ ان لوگوں نے بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کے لشکر میں قحط پڑ گیا۔ دشمن نے قلعہ شاہ درک کی طرح بیجا پور کے محاصرے سے بھی خفت اٹھائی۔ ابراہیم عادل شاہ صلح کے لئے راضی نہ ہوا۔ دشمن نے جب یہ صورت حال دیکھی تو واپسی کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ اپنے لشکر کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں فتح و شادمانی کا ڈنک بجائے۔ ہزاراد الملک اور سید مرتضیٰ نے دوبارہ شاہ درک کی طرف جانے کی سوچی تاکہ اس علاقے کو فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں داخل کر لیں لیکن ان لوگوں کو جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ شاہ درک جانا اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور کلہر اور مرج کے راستے سے آبادیوں کو ویران و برباد کرتے ہوئے احمد نگر چلے گئے۔

قطب شاہ نے اٹھائے راہ میں اپنے ایک امیر شاہ سید ذہیل استرآبادی کو مصطفیٰ خاں کو خطاب سے نوازا اور اسے ایک زبردست لشکر دے کہ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کے ایک حصے کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد قطب شاہ گو لکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ گو لکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اخلاص خاں کے مشورے سے دلاور خاں حبشی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ دشمنوں کے مرکزی مقام گلبرگہ کی طرف روانہ کیا۔

قطب شاہیوں کی شکست

دلاور خاں بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے دشمن کے مقابلے پر اپنی فوج کو آراستہ کر کے بازار جنگ گرم کر دیا۔ طرفین میں تلواریں چلنے لگیں عادل شاہیوں نے بہت ہی جرات و استقلال کا مظاہرہ کیا قطب شاہی لشکر کو اس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور دلاور خاں حبشی فتح یاب ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی

اس معرکے میں دلاور خاں کے ہاتھ بہت مال غنیمت آیا۔ قطب شاہیوں کے ایک سو پندرہ بڑے ہاتھی، نظام شاہیوں کے ہاتھ لگے۔ لوگ دنیا کے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جو واقعات ظہور میں آئے ان کی وجہ بادشاہ کی اقبال مندی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ دشمن کے چالیس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعہ بیجا نگر کا محاصرہ کرنا، شہر میں ان کے مقابلے میں صرف دو تین ہزار سپاہیوں کا ہونا، ایک سال تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد دشمن کا ناکام و نامراد لوٹنا، قطب شاہی ہاتھیوں اور دیگر سامان کا ابراہیم عادل شاہ کے ہاتھ لگنا۔ یہ سب کچھ بادشاہ کے اقبال کی برکت نہیں تو اور کیا ہے۔

دلاور خاں کا خواب

متذکرہ بالا کامیابی کے بعد دلاور خاں کا دماغ عرض پر چڑھ گیا اور وہ میر جھنگی کے منصب پر فائز ہونے کے خواب دیکھنے لگا، اس نے قلعہ ارک کے تھانیدار حیدر خان پر چوری چھپے یہ ارادہ ظاہر کر دیا۔ اسے آئندہ کی ترقیات اور وعدوں سے اپنا بنایا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے جلد از جلد بیجا پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

اخلاص خاں کی غفلت

دلاور خاں جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا بیجا پور کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ اللہ پور میں قیام کیا، یہاں سے اس نے اپنے مخصوص مقربین کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ان کے توسط سے اخلاص خاں کی خوب خوشامد کی۔ اخلاص خاں نے غفلت سے کام لیا اور دلاور خاں کو کمزور سمجھ کر قلعے کی کوئی حفاظت نہ کی اور اسے پیغام بھیجا۔ ”مجھے جب بھی موقع ملے گا میں بادشاہ سے تمہارے متعلق گفتگو کروں گا اور پھر اجازت لے کر بارگاہ سلطانی میں پیش کروں گا۔“

دلاور خاں کا فتنہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں کو اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلے سے کہیں زیادہ امید ہو گئی۔ ایک روز اخلاص خاں سلطنت کے کاموں سے فارغ ہو کر آرام کے لئے بستر پر لیٹا تھا۔ دلاور خاں کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی اس نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے بیٹوں، سات سو سواروں اور پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ وہ جلد از جلد قلعہ ارک میں پہنچا جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی اور بعد ازاں اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے جلد از جلد قلعے میں اپنے ہی خوابوں اور ساتھیوں کو مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔

دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ

اسی اثناء میں اخلاص خاں کی آنکھ کھلی اور اسے تمام حالات کا علم ہوا۔ اس نے فوراً تین چار ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور حیدر خاں کی مدد سے قلعے کے دروازے بند کر لئے اور دشمن کی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی یہ لڑائی کچھ اس قسم کی تھی کہ کبھی تو اخلاص خاں کا پلہ بھاری

ہوتا اور کبھی دلاور خاں کا، لیکن جانی نقصان زیادہ اخلاص خاں کا ہی ہوا۔ شام تک اس کے تقریباً پچاس ساٹھ سپاہی مارے گئے، اس کے برعکس اہل قلعہ کا صرف ایک ہی سپاہی کام آیا۔

قلعے کا محاصرہ

سورج ڈوبنے کے بعد اخلاص خاں اپنے گھر چلا آیا۔ اس نے بلبل خاں کو قلعے کے محاصرے اور اہل قلعہ کے لئے غلہ لے جانے کی راہوں کو مسدود کرنے پر مقرر کیا۔ بلبل خاں پہلے مصطفیٰ خاں کا ملازم تھا اور اب اخلاص خاں کے خدمت گاروں میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے قلعے کا محاصرہ قائم رکھنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا، تقریباً ایک ماہ تک یہی عالم رہا اور دوست دشمن سبھی نے بلبل کی جرات و ہمت کی تعریف کی۔

دلاور خاں نے چوری چھپے اپنا ایک آدمی بلبل خاں کے پاس بھیجا اور اسے خوبصورت وعدوں سے بہلا پھسلا کر اپنا حلیف بنالیا۔ اخلاص خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بلبل خاں کی جگہ ایک دوسرے حبشی کو مقرر کیا اور خود حسب سابق اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ بلبل خاں کا دلاور خاں سے مل جانا خاصے کے لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو پسند آیا اور وہ بھی اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر دلاور خاں سے جا ملے۔

اس وجہ سے دلاور خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل قلعہ کا لشکر بلبل خاں کی سرکردگی میں قلعے سے باہر نکل کر اخلاص خاں کے لشکر کا مقابلہ کرتا اور انہیں پسپا کر کے غلہ اور دیگر سامان ضرورت قلعے کے اندر لے آتا۔ الغرض اس طریق کار پر عمل کر کے اہل قلعہ نے محاصرے کی تکالیف سے نجات حاصل کی اور ان کو قدرے سکون نصیب ہوا۔

خانہ جنگی

پورے چار ماہ تک یہی افرا تفری کا عالم رہا۔ شہر کے کوچہ و بازار میں خانہ جنگی ہوتی، طرفین کے سپاہی مارے جاتے لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلتا۔ اس صورت حال سے تمام امراء اور ساری رعیت تنگ آگئی۔ بلبل خاں نے بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ اس نے بہت سے امراء کو اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کر لیا اور یہ امیر اپنی اپنی جاگیروں کی طرف چلے گئے۔ اب اخلاص خاں اکیلا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اس کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ اس نے بیجاپور سے چلے جانے کو اپنی توہین سمجھا اور اپنے گھر میں مقیم رہا۔

دلاور خاں کا غلبہ

آخر کار دلاور خاں نے اپنے قابل اعتبار سپاہیوں کو اخلاص خاں کے گھر بھیجا یہ سپاہی اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ دلاور خاں نے اخلاص خاں کی قدیم عنایات کو بالکل فراموش کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔ دلاور خاں نے نامی گرامی امراء سے مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا ہمدرد اور دوست بنالیا۔ اس نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے بادشاہ کے مصاحبین میں شامل کیا۔

دلاور خاں کے بیٹے

دلاور خاں کا بڑا لڑکا معزز امراء کے گروہ میں شامل ہوا اور بادشاہ کو قرآن پاک، گلستان سعدی اور بوستان سعدی کی تعلیم دینے پر مقرر لیا گیا۔ دوسرے لڑکے کمال خاں کو سرنوبت کا منصب ملا۔ وہ چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار ہوا، تیسرا لڑکا خاں بھی امراء شاہی میں شامل ہوا اور بادشاہ کا پاسبان خاص مقرر ہوا، چوتھا لڑکا عبدالقادر قلعہ ارک کا تھانیدار بنایا گیا چونکہ عبدالقادر کی عمر بہت تھوڑی تھی لہذا اس کی طرف سے یہ فریضہ رومی خاں کو سونپا گیا۔

ظلم و ستم

دلاور خاں نے بلبل خاں کو زندہ ہوا جینا بنا کر ملکہ امراء میں شامل کر لیا۔ دلاور خاں نے اسے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے ایک لاکھ

غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ ہلقی تمام لوگوں کو جن سے اسے خطرہ تھا خارج البلد کر دیا۔ اخلاص خاں نے اپنے زمانہ اقتدار میں شاہ ابوالحسن کو ایک قلعہ میں نظر بند کر رکھا تھا۔ دلاور خاں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا لہذا اس نے اسی عالم اسیری میں شاہ صاحب کی آنکھوں میں سلائیاں پھروادیں۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بعد میں ان کو شہید بھی کروا دیا۔

حاجی نور معززین شہر میں سے تھا۔ وہ علی عادل شاہ کا رازدار بھی تھا۔ دلاور خاں کو اس سے بھی خطرہ پیدا ہوا۔ لہذا اسے معزول کر دیا گیا اور اس کا درجہ ایک معمولی لشکری کے برابر کر دیا۔ دلاور خاں نے چاند بی بی کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا۔ اور اس کی قوت کو پہلے سے کہیں کم کر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ کوئی خیر خواہ یا ہمدرد اس کے پاس پہنچنے نہ پائے۔ دلاور خاں نے قلعہ اردنی کے تھانیدار پر بھی ظلم ڈھایا اسے تھانیداری کے عہدے سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی آنکھیں نکلوادیں۔

مذہب اہل سنت کا رواج

دلاور خاں نے ملک سے شیعہ مذہب کے اقتدار کو ختم کر دیا اور اہل سنت کے مذہبی احکامات کو صادر کیا۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر وہ ہر لحاظ سے خود مختار ہو گیا اور بغیر کسی کی مخالفت کے خطرے کے بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکومت کے امور سرانجام دینے لگا۔

راجگان مالابار کی سرزنش

مالابار کی راجاؤں نے مصطفیٰ خان کے بعد عادل شاہی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا تھا۔ اس وجہ سے دلاور خاں نے ۹۹۸ھ میں بلبل خاں کو ان راجاؤں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اسی سال مرتضیٰ نظام شاہ کے وکیل السلطنت صلابت خاں ترک سے بات چیت کر کے دلاور خاں نے نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات پیدا کئے۔

نظام شاہی سے اچھے تعلقات

مرتضیٰ نظام شاہ نے ابراہیم عادل کو محبت آمیز خطوط روانہ کئے اور اپنے بیٹے میراں شاہ حسین کی شادی بادشاہ کی بہن خدیجہ سلطان المعروف بہ ”راجہ جیو“ سے کرنے کی درخواست کی۔ اسی سال احمد نگر کے معزز امراء و اراکین سلطنت قاسم بیگ ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد نقی وغیرہ میراں شاہ حسین کی شادی کے لئے بیجاپور آئے۔ خدیجہ سلطان کی شادی کر دی گئی اور اسے احمد نگر روانہ کر دیا گیا۔

شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی

چاند بی بی اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی بے حد خواہاں تھی۔ لہذا وہ شہزادی خدیجہ کے ساتھ احمد نگر روانہ ہو گئی۔ جب قاسم بیگ، میرزا محمد نقی اور دیگر امراء احمد نگر، ابراہیم عادل شاہ سے انعامات و خلعت وغیرہ حاصل کر کے شاہ پور روانہ ہو گئے تو ۹۹۳ھ کے آخر میں خدیجہ سلطان بھی احمد نگر پہنچ گئی۔ اور اسے میراں شاہ حسین کے محل میں داخل کیا گیا۔ شہزادی کے بیجاپور سے جو امراء شیخ قاسم عرب نجفی، اور غیاث بیگ قزوینی الخطاب بہ چنگیز خاں وغیرہ آئے تھے۔ احمد نگر سے کامیاب و کامران واپس ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کو بھی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے امراء بیجاپور کی ایک جماعت کو اس مقصد کے لئے حیدر آباد جو بھاگ نگر کے نام مشہور ہے روانہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی، چاند بی بی سے جو اپنے بھائی محمد قلی قطب شاہ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی تھی شادی کرنا چاہتا تھا۔ امراء بیجاپور کا گروہ، جو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں روانہ ہوا تھا۔ جب قطب شاہی علاقے میں پہنچا تو اس کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا۔

جشن عشرت

ہمراے بیجاپور جب حیدر آباد کے قریب پہنچے تو قطب شاہی امراء ان کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لائے۔ اور بہت اعلیٰ درجے کے مکانات میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ شادی کی بات چیت شروع ہوئی قطب شاہیوں نے ابراہیم کا پیغام قبول کر لیا اور جشن عشرت منعقد کر کے شہزادی کا عقد کر دیا گیا۔

رنگ میں بھنگ

مرتنی نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عقد ان کے مشورے کے بغیر کیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں نے محمد قلی قطب شاہ کی شکایت کی، قلی قطب شاہ اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا بہت ادب و لحاظ کرتا تھا لہذا اس نے اپنی بہن کو رخصت کرنے میں تامل کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو وہ بہت غصے میں آیا اور اس فتنے کو دبانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

نظام شاہیوں پر لشکر کشی

ابراہیم نے فوراً اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا جب تمام لشکری اور امراء جمع ہو گئے تو بادشاہ ۹۹۵ھ میں شہر سے روانہ ہوا۔ چونکہ یہ بادشاہ کی پہلی لشکر کشی تھی اس لئے اراکین سلطنت اور امراء دربار نے بادشاہ پر اشرفیاں نبھا کر کیں۔ دلاور خاں کی رائے کے مطابق، عالم خاں نے نظام شاہی سرحد میں قدم رکھا۔

صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری

عالم خاں قلعہ دنیہ کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔ عادل شاہی لشکر نے قلعے کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شولاپور کلیان اور شاہ درک سے لڑائی کا سامان منگوا دیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ اس ہنگامے کا سبب صلابت خاں ہے تو وہ بہت برا فروختہ ہوا۔ پہلے بھی صلابت خاں، مرتضیٰ نظام شاہ کی مرضی کے خلاف بہت سی باتیں کر چکا تھا۔ اس بار مرتضیٰ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو قید کر دیا اور اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی عطا کیا۔

قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا

ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا رویہ بہت شریفانہ اور ہمدردانہ ہے۔ نیز قاسم بیگ نے بھی کئی پر خلوص خطوط ابراہیم کی خدمت میں روانہ کئے تو بادشاہ نے نظام شاہی سلطنت پر لشکر کشی کے خیال کو ترک کر دیا اور قطب شاہی ملک کی طرف واپس ہو گیا۔ قطب شاہیوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ محمد قلی قطب شاہ کو جب ابراہیم کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے جلد از جلد اپنی بہن کو ۹۹۶ھ میں مع سلمان جیز اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ مصطفیٰ خاں استر آبادی، مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے شہزادی کے ساتھ آیا۔

جشن عروسی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تمام امراء اور درباریوں کو ملک جہاں ہمیشہ قلی قطب شاہ کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور اس کے بعد وہ بھی روانہ ہوا اور ملکہ کو اپنے لشکر میں لے آیا۔ چار روز تک لشکر میں میٹھ و عشرت کا ہنگامہ بپا رہا اس کے بعد بادشاہ نے درک کا رخ لیا یہاں شاہی خدمت کاروں نے جشن عروسی کا اہتمام کیا اور پورے ایک مہینے تک میٹھ و عشرت کی مجالس گرم رہیں۔

انعام و اکرام

اسی زمانے میں بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدمت گزاروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد بادشاہ پایہ تخت میں آیا اور مصطفیٰ خاں استر آبادی کو بہت سے گراں قدر تحفے اور ہدیے (دو بڑے ہاتھی، چودہ چھوٹے ہاتھی، بارہ ہزار ہون، ایک کمر بند، ایک دستار مرصع اور بہت سا دیگر قیمتی سامان) دے کر رخصت کیا۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کے زمانے تک ملکہ جہاں نے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن میں دونوں لڑکیاں اور ایک لڑکا خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہے۔

احمد نگر کی حالت

سطور بالا میں لکھا جا چکا ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ نے صلابت خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی پر فائز کیا۔ قاسم بیگ بہت ہی نیک طبع اور اعلیٰ کردار کا انسان تھا۔ وہ کبھی کسی کو پریشان نہ کرتا تھا اور ہر شخص سے محبت اور خلوص سے پیش آتا تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر کم عقل اور پست مزاج لوگ سلطنت کے معاملات میں دخل دینے لگے اور صاحب اقتدار بن گئے۔ ان لوگوں نے امراء اور اراکین سلطنت پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو قید کیا اور باقی جو امراء رہ گئے انہیں شہ بدر کر دیا۔

رذیلوں کی خوش طالعی

مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کے کاموں سے دلچسپی نہ لیتا تھا اس پر تو ہر لمحہ دیوانگی و جنون کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے اس نے ان رذیلوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی۔ بادشاہ کی اس غفلت اور بے خبری سے ان موقع پرستوں نے فائدہ اٹھا کر بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لئے۔ اس سبب سے خاندان نظام شاہی کی تمام رونق رخصت ہو گئی سارا وقار خاک میں مل گیا۔

باپ بیٹوں کی دشمنی

مرتضیٰ نظام شاہ اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کا جانی دشمن تھا۔ ان دنوں وہ اس کی دشمنی میں اور زیادہ سرگرم ہو گیا اس کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ مرتضیٰ نے اپنے ایک قابل اعتبار امیر اسماعیل خاں دکنی کو میراں حسین شاہ کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ سلطان حسین شیرازی کے بیٹے میرزا خاں کو جو ان دنوں قاسم بیگ کا قائم مقام تھا۔ ان حالات کا علم ہوا اس نے شاہی اطاعت کا خیال دل سے نکال کر مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول کر کے میراں حسین شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کر لیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں

چونکہ یہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بڑی حد تک مشکل تھا۔ اس لئے میرزا خاں کو عادل شاہی امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے کی ضرورت پڑی۔ میرزا خاں نے اس مقصد کے پیش نظر اپنا ایک قابل اعتماد دلاور خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ چونکہ میرزا خاں کا پیغام میراں حسین شاہ اور خاندان نظام شاہی دونوں ہی کی بقا سے وابستہ تھا۔ اس لئے بادشاہ نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کر لیا اس کے بعد دلاور خاں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

ابراہیم کا سفر احمد نگر

۹۹۶ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کا سفر اختیار کیا۔ وہ آہستہ خرامی سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچا۔ میرزا خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے احمد نگر کے امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر بادشاہ سے تمام تعلقات منقطع کر لئے اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں شہزادہ میراں حسین شاہ مرتضیٰ نظام کے حکم سے قید و بند کی سختیاں جھیل رہا تھا۔

میراں حسین شاہ کی تخت نشینی

میرزا خاں نے شہزادہ میراں حسین شاہ کو قلعے سے نکالا اور اپنے ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ ادھر ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی شہر کی طرف روانہ ہوا تاکہ لوگ مرتضیٰ نظام شاہ کے ساتھ مل کر شہزادہ میراں حسین شاہ کی تخت نشینی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ جس روز ابراہیم نے احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر بمقام ماتور قیام کیا اسی روز میراں حسین شاہ نے احمد نگر میں داخل ہو کر اپنے باپ کو قید کر لیا اور خود اس کی جگہ تخت نشین ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل

ابراہیم نے میراں حسین شاہ کو مبارکباد دی اور اس سے نیز اپنی بہن سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں اچانک یہ اطلاع ملی کہ میراں حسین شاہ نے کم عقلی اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو سخت مصائب و آلام میں جھونکا اور بعد میں اسے قتل کر دیا گیا۔

اس قتل کا سبب یہ تھا کہ میرزا خاں نے جو اس تمام ہنگامے کی بنیاد تھا۔ میراں حسین شاہ سے کہا تمہارے باپ نے ایک عرصے تک حکومت کی ہے اور بہت سے ممالک کو فتح کیا ہے۔ اس لئے جب تک مرتضیٰ زندہ رہے گا تمہیں بادشاہت راس نہ آئے گی۔ میراں حسین شاہ، میرزا خاں کے دام فریب میں آگیا اور اس نے ابراہیم عادل شاہ سے جو اس کا بھی خواہ تھا مشورہ کئے بغیر ہی اپنے باپ کو تلوار کے گھٹ اتار دیا۔ ابراہیم کو یہ خبر سن کر بہت دکھ ہوا اور اس نے میراں حسین شاہ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین کے نام

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے حسین کرد کو میراں حسین کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا۔ ”میں لشکر لے کر اس طرف اس مقصد سے آیا تھا کہ حکومت کی باگ ڈور تمہارے سپرد کر دوں اور تمہارے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ امور سلطنت انجام دے سکو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا کا خوف دل سے نکال کر اپنے باپ کو تہ تیغ کر دیا ہے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو مرتضیٰ نظام کو میرے سپرد کر دیا ہوتا یا اس بیچارے کو اندھا کر کے اس کے خوف سے نجات حاصل کر لی ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ اس مظلوم کا خون رنگ لائے گا اور تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے۔ خیر جو ہوا سو ہوا میں اس وقت تم سے کوئی باز پرس نہیں کرنا چاہتا اور معاملے کو خدا پر چھوڑتا ہوں۔ تاکہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔“

مالا بار کے راجاؤں کی نافرمانی

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ اپنے ملک کو واپس آگیا۔ بیجاپور پہنچ کر ابراہیم عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ مالا بار کے راجے خراج کی رقم ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ اور عادل شاہ کے عہد حکومت میں مصطفیٰ خاں اردستانی کے توسط سے جو رقم مقرر ہوئی تھی۔ اس کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے بلبل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس علاقے کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان نافرمان راجاؤں کو راہ راست پر لائے۔ اور تین سال کا خراج اکیس لاکھ پچاس ہزار ہون وصول کرے۔

میراں حسین شاہ کا قتل

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میراں شاہ حسین نظام شاہ کے ہارے میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو کچھ کہا تھا ایک سال بعد ہی پیش آیا۔ مالا خاں مہدوی نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ اس نے حسین نظام کو قتل کر دیا اور سارے ملک میں مہدوی مذہب جاری کر دیا۔ اس نے غیر ملکی باشندوں سے بڑی نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا۔ جب ان امور کی خبریں بیجاپور میں پہنچیں تو ابراہیم عادل شاہ نے نظام شاہی خاندان

کی اصلاح اور دوسرے ضروری کاموں کی تکمیل کا ارادہ کیا۔

بادشاہ کا عزم احمد نگر

۹۹۷ھ میں ابراہیم دلاور خاں کی رائے سے احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بلبل خاں اور فوج کے دوسری افسروں کے نام طلبی کے احکامات جاری کئے اور انہیں تاکید کی کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ نظام شاہی حدود میں داخل ہو۔ تمام امراء اپنے لشکروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب شاہی سواری قلعہ شاہ درک کے قریب پہنچی تو بادشاہ نے دلاور خاں کے مشورے سے تقریباً ایک مہینے تک اس علاقے میں قیام کیا۔ اس دوران میں بلبل خاں حبشی کا لشکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ دلاور خاں نے یہ سوچا کہ اگر بلبل خاں کا زیادہ انتظار کیا گیا تو جمال خاں مہدوی اس دوران میں اور زیادہ قوت حاصل کرے گا۔ لہذا وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمال خاں مہدوی کا سامنا

جمال خاں کو جب ابراہیم عادل شاہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ پندرہ ہزار سواروں کا لشکر جرار لے کر مع اسماعیل نظام شاہ کے قصبہ اسی کے قریب بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ اس زمانے میں برسات کی جھڑی لگی ہوئی تھی اس وجہ سے طرفین میں سے کسی نے بھی جنگ کی ابتدا نہ کی، میں دن اسی عالم میں گزر گئے۔ جمال خاں مہدوی سخت پریشان ہوا اور اس نے صلح کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے اس نے چند آدمیوں کے توسط سے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی اور اس سے اپنے ملک کو واپس چلے جانے کے لئے کہا۔ جمال خاں نے اس سلسلے میں بڑی منت وزاری سے کام لیا اس لئے بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح

بادشاہ نے جمال خاں سے کہا کہ اگر میری بہن کی پاکی مع حسین نظام شاہ کے بغل بہا کے میرے پاس پہنچ جائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جمال نے یہ شرط تسلیم کر لی اور فوراً خدیجہ سلطان کی پاکی مع پچھتر ہزار ہون کے ابراہیم کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جس روز بادشاہ وہاں سے کوچ کرنے والا تھا اسی روز بلبل خاں حبشی بھی اپنے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا اس موقع پر بلبل کا آنا بے کار تھا کیونکہ طرفین میں صلح ہو چکی تھی۔

بلبل خاں کی بہادری

بلبل خاں کی بہادری اور جرات کی سارے ملک میں شہرت ہو رہی تھی اس نے وہ تمام نقد رقم اور غلہ جو راجگان مالابار سے بطور لگان اور خراج وصول کیا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کیا۔ بلبل خاں نے تھوڑے ہی عرصے میں مالابار کے راجاؤں سے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا اور اس کے لئے وہ بادشاہ کی زبان سے تحسین و آفرین کا کلمات سننا چاہتا تھا، لیکن دلاور خاں کی مخالفت کی وجہ سے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور اس کی تمنا شکنہ تکمیل رہی۔

بلبل خاں کی توہین

بلبل خاں اپنے ساتھ جو چیزیں لے کر آیا تھا۔ جو ہیروں نے دلاور خاں کے اشارے پر ان کا بہت کم اندازہ لگایا جو چیز دس ہزار ہون کی تھی۔ اس کی قیمت ایک ہزار ہون بتائی گئی۔ اس طرح تمام اشیاء کی قیمتوں کا تعین اصل سے بہت کم کیا گیا اور پھر مالابار کے راجاؤں سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے، بقیہ رقم کا تقاضا کیا گیا۔ اس ساری کارروائی کا یہ مقصد تھا کہ بلبل خاں کی توہین کی جائے۔

دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش

ایک روز کا ذکر ہے کہ دلاور خاں بادشاہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا کہ بلبل خاں آیا۔ بلبل

خاں کے ہاتھ میں رومال تھا وہ بادشاہ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور رومال سے کھیاں ہٹانے لگا۔ دلاور خاں نے بڑی نفرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر انتہائی اہانت آمیز لہجے میں کہا۔ ”جس بادشاہ کے حکم کے خلاف عمل کرنے کی آسمان کو بھی مجال نہیں ہے تم نے کس طرح بادشاہ کے فرمان کو ٹالا۔ جب بادشاہ نے تمہیں طلب کیا تھا کہ تمہیں چاہئے تھا کہ تمام کام چھوڑ کر فوراً شاہی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔“

بلبل خاں کا بیان صفائی

بلبل خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے۔ لہذا اس نے جواب دیا۔ ”بادشاہ کے قدموں کی خاک کی قسم! میں نے حکم شاہی کی سروسو خلاف ورزی نہیں کی۔ میں نے اپنی مرضی سے مالابار میں قیام نہیں کیا میری کیا بساط ہے جو میں شاہی فرمان کی تعمیل نہ کروں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب مجھے شاہی فرمان ملا اس وقت میں کرناٹک میں تھا اور وہاں کے راجاؤں کو زیر کر کے خراج کی رقم وصول کرنے میں مصروف تھا۔ اگر میں خالی ہاتھ وہاں سے روانہ ہو جاتا یا وہ راجے فرمان کے مضمون سے واقف ہو جاتے تو میری ساری محنت ضائع ہو جاتی اور اتنی بڑی رقم شاہی خزانے میں داخل نہ ہوتی۔“

”اس کے علاوہ تمام لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس علاقے کے جنگلوں میں ہمارے لشکر کو بے انتہا مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان وجوہ کی بنا پر کچھ عرصے تک وہاں قیام کرنا ناگزیر تھا، مگر دلاور خاں! تم اپنی تو کہو، تم نے کیوں بلاوجہ بادشاہ کو تلنگانہ کے سفر کی زحمت دی جب کہ تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ مالابار کے لشکر کے بغیر گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا، اگر تم پندرہ روز تک اور ہمارا انتظار کر لیتے اور ہم سب مل کر نظام شاہی علاقے پر حملہ کرتے تو مجھے یقین ہے کہ احمد نگر کے بہت سے قلعے اور پرگنوں عادل شاہی قبضے میں آ جاتے۔ اگرچہ شاہی بارگاہ میں میرا تاخیر سے پہنچنا بغیر معقول وجہ کے نہیں ہے مگر میں پھر بھی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے نیک دل آقا سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قدیم نمک خوار اور غلام کی خطا معاف کر دے۔“

بلبل خاں کی عزت افزائی

بلبل خاں کا یہ مدلل اور طویل جواب سن کر دلاور خاں غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا وہ دل ہی دل میں کڑھا اگر اس کے بس میں ہوتا تو بلبل خاں کو وہیں قتل کر دیتا، لیکن وہ اس وقت شاہی مجلس میں تھا اور شاہی مجلس کے آداب ایسی بد تمیزی کی اجازت نہ دیتے تھے۔ دلاور نے اپنے غصہ کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور بڑی نرمی سے بلبل کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ سے درخواست کی، ”بلبل خاں حضور کے خاندان کا پانا نمک خوار ہے اس لئے اس کی خطا معاف کی جائے۔“ بادشاہ نے دلاور خاں کی درخواست قبول کی اور بلبل کو خلعت فاخرہ سے نوازا۔ جب شاہی مجلس برخاست ہو گئی تو دلاور خاں، بلبل کو اپنے ساتھ گھر لایا وہاں اس کی بہت خاطر تواضع کی اور کہا کہ ”میں ایک بار تمہیں اپنی زبان سے اپنا جینا کہہ چکا ہوں اگر سیاسی و ملکی امور میں تم سے سختی کے ساتھ پیش نہ آؤں گا تو لوگ یہ کہیں گے میں اپنے بیٹے کی رعایت کرتا ہوں۔“ الغرض اس طریقے سے دلاور خاں نے بلبل خاں کو مطمئن کر دیا۔ بعد ازاں اس نے راجگان مالابار کے متعلقین کو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے، طرح طرح کے انعامات سے سرفراز کر کے واپس بھیجا۔

بلبل خاں کی نظربندی

اب انیم مادل شاہ مانی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا برہان پور پہنچا۔ دلاور خاں اپنے مد مقابل بلبل خاں کی عظمت و شہرت سے دل ہی دل میں بہت زیادہ خائف ہوا اور کچھ بے بنیاد الزامات کی بناء پر اسے نظربند کر دیا۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد دلاور خاں نے اخلاص خاں کو سبز خاں، مہاراجا اپنا ہم راز بنایا۔ بلبل خاں کی آنکھوں میں سلاخیاں پھروا دیں۔ دلاور کی یہ حرکت بادشاہ کو سخت ناگوار گزری آخر کار ایک وقت یہ بھی آیا کہ وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میراں حسین شاہ نے اپنے باپ کو قتل کیا اور پھر اس جرم کی سزا میں اسے خود بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اس کے بعد اسماعیل برہان شاہ بن حسین نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں ملک میں چاروں طرف سے تلے ہوئے اور فتنہ و فساد کا ایسا بازار گرم ہوا کہ الاماں والحفیظ۔ ایسا انقلاب آیا کہ شریف اور ذلیل میں کوئی فرق نہ رہا ملک کی حالت تباہی کے کنارے تک پہنچ گئی۔ جمال ممدوی نے بد معاشوں کو اپنا رفیق بنایا اور سارے ملک پر قابض ہو گیا۔

برہان شاہ کا ارادہ

برہان شاہ ولد اسماعیل شاہ کو (جو اس سے پہلے اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے فرار ہو کر شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچ گیا) یہ معلوم ہوا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک کسمن بچہ بٹھایا گیا ہے۔ برہان شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور دہلی کی فوج کو ساتھ لے کر دکن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بعد ازاں اس نے اپنی رائے بدل دی اور اکبر اعظم سے عرض کیا۔ ”میں اگر دہلی کی فوج کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو احمد نگر کے امراء میرے خلاف ہو جائیں گے اس لئے یہی بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی احمد نگر جاؤں اور امراء سے ساز باز کر کے اپنے موروثی ملک پر قبضہ کر لوں۔“

اکبر نے برہان شاہ کی درخواست قبول کر لی اور کہا اگر تم اپنے ملک پر قبضہ کر لو تو پھر برابر کا علاقہ ہمارے حوالے کر دینا بالکل اسی طرح جس طرح ۹۸۱ھ میں تغل خاں نے یہ علاقہ ہمارے حوالے کر دیا تھا۔ برہان شاہ نے یہ شرط مجبوراً منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ برہان نے دکن کی سرحد پر پرگنہ ہنڈیا میں کچھ دنوں تک قیام کیا۔ وہ اکبر کی طرف سے اس پر گننے کا جاگیردار تھا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں

برہان شاہ نے سب سے پہلے برہان پور اور اسیر کے حکمران علی خاں کے مشورے سے خواجہ نظام استر آبادی کو احمد نگر کے امراء کے پاس بھیجا۔ خواجہ استر آبادی لباس تبدیل کر کے قلندروں کا سا حلیہ بنا کر روانہ ہوا۔ تاکہ احمد نگر کے امراء اور سرداران لشکر سے برہان نظام شاہ کی مدد کا وعدہ لے۔ خواجہ ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اپنی آمد کا مقصد ظاہر کیا۔ احمد نگر کے امراء میں سے بعض نے برہان کی مدد کا وعدہ کیا اور بعض نے انکار کیا۔ جن امیروں نے مدد کا وعدہ کیا۔ ان میں جمائگیر خاں حبشی بھی تھا۔ وہ برار اور خاندیس کے قرب وجوار کے پرگنوں کا جاگیردار تھا اور مذہب ممدویہ کے مروج ہونے کے بعد جمال خاں کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔

جمائگیر خاں حبشی، خواجہ نظام استر آبادی سے بے حد خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی۔ اس نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ استر آبادی کے چلے جانے کے بعد جمائگیر خاں نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سے قیمتی تحفے تحائف دے کر برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس کو جلد از جلد احمد نگر آنے کا پیغام دیا۔

جمائگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ

برہان نظام بڑے امن و اطمینان سے برار کی سرحد میں داخل ہوا اور جمائگیر خاں کی قیام گاہ کے قریب پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ جب برہان اور جمائگیر میں ملاقات ہوئی تو دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و خستہ حال ہو کر جس راستے سے برار میں آیا تھا اسی راستے سے واپس ہنڈیا چلا گیا۔

برہان اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت

برہان شاہ نے راجہ علی خاں کے نام ایک خط لکھ کر اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور جمال خاں کے ذریعے اور اپنے موروثی ملک پر قبضہ کرنے کے بارے میں اس سے مشورہ طلب کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم شہنشاہ اکبر سے عسکری مدد حاصل کرو گے تو دکن

کے تمام فرماں روا تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور جمال خاں ممدوی کی مدد کریں گے۔ اس صورت میں معاملہ طول پکڑ جائے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زیادہ مدت درکار ہو۔ میرے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ میں جمال خاں سے جنگ کروں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تمہیں ابراہیم عادل شاہ ثانی سے رجوع کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری ضرورت مدد کرے گا۔

برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام

برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں کی نصیحت پر عمل کیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چند خطوط لکھے اور چند تیز رفتار قاصدوں کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کئے۔ یہ نامہ بر ۹۹۸ھ میں ربیع الاول کے آخر میں بیجاپور پہنچے اور راقم الحروف ”فرشتہ“ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ راقم الحروف اسی ماہ کے شروع میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہوا تھا۔ ان خطوط میں سے ایک خط میرے نام تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام

تمام راہیں مسدود ہیں اور سارے راستوں پر دشمن کا قبضہ ہے اس لئے میں نے اپنے قاصدوں کو اس راستے سے روانہ کیا ہے تم میرے وفادار مخلص اور ہمدرد ہو جس طرح بھی ممکن ہو یہ خط ابراہیم عادل شاہ کے ملاحظے کے لئے پیش کرنا اور اس کا جواب جلد از جلد لے کر روانہ کرنا، راقم الحروف ان قاصدوں کو ساتھ لے کر دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے تمام داستان بیان کی۔

ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

دلاور خاں نے وہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے، بادشاہ نے ان خطوں کو پڑھا اور برہان شاہ کی مدد کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس نے اسی وقت ان خطوں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے حوالے کیا اور ان کو واپسی کی جازت دی۔ دو تین روز کے بعد ہی بادشاہ نے ملک میں تیز رفتار قاصدوں کو دوڑایا اور جب برار کی فوج جمع ہو گئی تو شاہی جلوس نکلا گیا اور بیجاپور سے چھ کوس کے فاصلے پر بہمن علی کے مقام پر ٹکرا انداز ہوا۔

شاہ ورک کو روانگی

بادشاہ نے ربیع الثانی ۹۹۸ھ میں جمعرات کے روز برہان نظام کی مدد اور جمال خاں ممدوی کا قلع قمع کرنے کے لئے شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اس مقام پر پہنچ کر بادشاہ نے چند روز سیر و تفریح میں گزارے، بعد ازاں برار کے امراء اور شرفاء کے نام بڑے پر خلوص خطوط لکھے، جن کا نفس مضمون یہ تھا۔

”میں نے خداوند تعالیٰ کی فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بات کا تہیہ کیا ہے کہ احمد نگر کے تخت پر اسماعیل کی بجائے برہان نظام شاہ کو بٹھاؤں۔ اگرچہ ان دونوں میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے، لیکن اسماعیل شاہ کسن ہے، دوسرے باپ کی موجودگی میں بیٹے کا تخت پر بیٹھنا پٹھ عجیب سی بات ہے اس لئے تم سب پر لازم ہے کہ میری رائے کی مخالفت نہ کرنا اور برہان نظام شاہ کی وفاداری و اطاعت کا دم بھرتا۔“

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے چند قاصد ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کو چند خطوط دیئے۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ حضور کی آمد سے ہمیں جس قدر خوشی ہوئی ہے دشمنوں کو اس بات کا اتنا ہی غم ہے۔ حضور کی لشکر کشی سے جو فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برار کے امراء خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے ساتھی جلد از جلد ہم تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ احمد نگر سے چند قاصد آئے ہیں اور انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جمال خاں ممدوی سفر کی تیاری کر چکا ہے اور

اسمعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برار کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اس وجہ سے امراء برار اپنے علاقے کو خطرے میں چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے سے معذور ہیں اگر آپ دو تین منزل اور آگے بڑھیں تو جمال خاں آپ کے ڈر سے احمد نگر سے نکلنے اور برار پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دے گا اور پھر امراء برار آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی وارا سنگ کو روانگی

ابراہیم شاہ نے اس مشورے کو معقول اور مناسب سمجھا اور اسی پر عمل کرتے ہوئے شاہ درک سے رخصت ہوا اور برار کے سرحدی مقام وارا سنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے برہان نظام شاہ اور راجہ علی خاں کو پیغام بھیجا کہ میں نے تمہاری رائے کے مطابق پیش قدمی کی ہے اور برار کے امیروں کے نام خطوط روانہ کر دیئے ہیں کہ وہ برہان نظام شاہ کی اطاعت اور فرمان برداری کو اپنا شعار بنائیں۔ اب تم لوگوں کا یہ فرض ہے کہ فوراً برار کی سرحد پر پہنچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پاس بلاؤ میں بھی جمال مہدوی کی سرزنش کے بعد تم سے آملوں گا۔

جمال خاں مہدوی کی تدابیر

جمال خاں مہدوی کو ان تمام حالات سے آگاہی ہو گئی وہ بڑا جری اور دانش مند تھا۔ اس نے دشمن کی دونوں جماعتوں کی تباہی کا منصوبہ بنایا اور برار کے سپہ سالار سید احمد الملک مہدوی کو خط لکھا کہ ”آس پاس کے تمام فرماں روا دو وجوہ کی بناء پر مجھے تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک سبب تو سمات ملکی ہیں۔ جو خالص دنیاوی امر ہے اور دوسرا سبب مہدوی مذہب کی نشر و اشاعت ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مہدوی مذہب کو جسے میں نے بے حد محنت سے رائج کیا ہے دنیا میں باقی نہ رہنے دیں اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مردانگی اور ہم مذہبی کا یہ تقاضا ہے کہ تم امراء برار کو سنبھالے رکھو اور انہیں برہان سے ساز باز نہ کرنے دو نیز برہان کو برار میں داخل نہ ہونے دو۔ راجہ علی خاں تمہاری مخالفت کرے گا تم اس کی پروا نہ کرنا۔ تم اس کے ساتھ باقاعدہ جنگ کر کے اسمعیل نظام شاہ کی وفاداری و بی خواہی کا ثبوت دینا۔ اس کے بعد عنقریب ہی دلاور خاں سے صلح کر کے میں بھی تمہاری طرف آؤں گا۔“

جمال خاں کی وارا سنگ کو روانگی

اس کے بعد جمال خاں مہدوی نے دلاور خاں کے نام ایک خط لکھا اور اس سے صلح کی درخواست کی۔ اگرچہ اس سلسلے میں اس نے بہت پر زور انداز بیان اختیار کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ جمال خاں نے شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے اور روپے کی مدد سے اس نے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ اس نے اسمعیل کو ساتھ لیا اور جنگ کے ارادے سے احمد نگر سے وارا سنگ کی طرف روانہ ہوا۔

صلح کی ناکام کوشش

جمال خاں عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر ٹھہرا۔ اس نے صلح کی بات چیت کے لئے دوبارہ دلاور خاں کے پاس قاصد روانہ کئے۔ دلاور خاں نے پہلی بار کی طرح اس مرتبہ بھی اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر جمال خاں اپنے انجام کا تصور کر کے کانپ کانپ گیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں کے چند ساتھیوں نے عاقبت نااندیشی سے کام لے کر اس سے کہا۔ جمال خاں کا یہ ارادہ ہے کہ وہ مہدویوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر میدان جنگ سے فرار ہو جائے۔ اور ایک جنگل میں چھپ جائے۔ دلاور خاں کی بد نصیبی کے اس نے اس بات کا یقین کر لیا اور جمال خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ بہتک نامی ایک امیر اتفاقاً جمال خاں سے ناراض ہو کر عادل شاہی لشکر سے آ ملا۔ وہ بیٹر کے راستے سے روانہ ہو کر برہان نظام شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ جمال خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے سمجھا کہ اب اس کے تمام امیر اسی طرح ایک ایک کر کے دشمن سے جا ملیں گے۔

جمال خاں کی پریشانی

اس خیال سے جمال خاں بہت پریشان ہوا اس نے فوراً اپنی قیام گاہ سے کوچ کیا اور ایک ایسی جگہ چلا گیا جو پانی اور پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ یہ جگہ فوجی نقطہ نظر سے بہترین تھی۔ دلاور خاں کو اس کے جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع دی دلاور خاں یہ سمجھ کر کہ جمال خاں نے بھاگنے کے ارادے سے کوچ کیا ہے۔ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر جمال خاں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ قدم بادشاہ کی اجازت کے بغیر اٹھایا۔

دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی

دلاور خاں نے اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر یہ بھی نہ سوچا کہ اس کے پاس سامان جنگ کافی ہے کہ نہیں۔ جب وہ اپنے دشمن سے دو تین کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اسے دور سے ہی خیمے دکھائی دیئے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ یہاں نظام شاہی لشکر مقیم ہے اور کسی نے کہا یہ عادل شاہی فوج کے خیمے ہیں۔ دلاور خاں اسی شش و پنج میں تھا کہ مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں جگہ پر مقیم ہے اور یہ خیمے اسی کے ہیں۔

احساس ندامت

یہ سن کر دلاور خاں ٹھٹھک گیا۔ اس نے فوراً آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے سفر پر بہت نادم ہوا وہ چاہتا تو باسانی واپس ہو سکتا تھا لیکن اپنے غرور کی وجہ سے اس نے ایسا نہ کیا اور اسی جگہ لشکر انداز ہوا۔ دلاور نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب وہ لشکر جو اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تھا۔ اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ دشمن سے جنگ کرے۔ اسی اثناء میں بادشاہ کا ایک قاصد دلاور خاں کے پاس آیا اور اسے ابراہیم عادل شاہ ٹانی کا پیغام دیا چونکہ تم نے جنگ کی تیاری پوری طرح نہیں کی ہے۔ اس لئے آج کے دن جنگ نہ کرنا۔ جب تم اچھی طرح تیاری کر لو پھر دشمن کو چھیڑنا اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔

دلاور خاں کی ہٹ دھرمی

دلاور خاں نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل نہ کیا اسے تو ہاتھیوں اور سپاہیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی قوت کا بڑا غرور تھا۔ اس نے بادشاہ کے قاصد سے کہا۔ ”تم میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں بہت جلد جمال خاں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں لا رہا ہوں۔“ اس کے بعد دلاور خاں جنگ کی تیاریاں کرنے لگا اس نے بڑی مشکل سے اپنے خستہ حال اور بے ترتیب لشکر کو اس جگہ سے ہٹایا اور دشمن کے سامنے ڈٹ گیا۔

جنگ کی تیاریاں

دلاور خاں نے پانچ چھ ہزار ترک سپاہیوں کو دشمن کی فوج کے پیچھے متعین کر دیا تاکہ نظام شاہی امراء اپنے ہاتھیوں اور خزانے کو میدان جنگ سے باہر نہ لے جاسکے۔ نیز مددوی جماعت کے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قتل کرنے کی کوشش کی جاسکے۔ جمال خاں نے جب یہ دیکھا کہ فرار کے تمام راستے بند ہیں تو اس نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا۔ ۵ جمادی الاول کو جمال خاں دلاور خاں کے سامنے ڈٹ گیا

جنگ کا آغاز

طرفین ایک دوسرے سے متعمم کتھا ہو گئے اور بڑے زور و شور سے لڑائی شروع ہو گئی۔ عادل شاہی امراء عالم خاں اور عین الملک کتفانی و فیہ نے اس موقع پر میدان جنگ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ دلاور خاں سے بہت زیادہ ناراض ہے

کیونکہ ایک تو اس نے بلبل خاں کو اندھا کر دیا تھا۔ دوسرے بادشاہ کی اجازت کے بغیر جنگ شروع کر دی تھی۔ یہ امراء اس بہانے سے کہ اب شکست یقینی ہے میدان جنگ سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

دلاور خاں کا فرار

ان امیروں کے چلے جانے کے بعد دلاور بے سہارا ہو گیا۔ اس موقع پر جمال خاں اور خداوند خاں جیسی نے دلاور خاں پر حملہ کیا جس کے پاس اس وقت دو سو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر دلاور خاں نے میدان جنگ میں نصر نامناسب نہ سمجھا اور سات اشخاص کے ہمراہ جن میں سے ایک راقم الحروف فرشتہ بھی تھا راہ فرار اختیار کی۔

دلاور خاں کو اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ عالم خاں اور عین الملک جیسے بہادر شکست کا بہانہ بنا کر میدان جنگ سے فرار ہوئے ہیں۔ اور اب بادشاہ کے پاس داراسنگ کی طرف جا رہے ہیں تاکہ دلاور خاں کی تباہی و بربادی کا سامان کریں۔ دلاور خاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتے لگا۔ اس سے قبل کہ متذکرہ بالا امراء بادشاہ کے پاس پہنچتے دلاور خاں داراسنگ پہنچ گیا۔ چونکہ دشمن کے تعاقب کا خوف تھا اس لئے دلاور خاں نے بادشاہ کو ساتھ لیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات سفر کرنے کے بعد صبح کے وقت وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ ورک

جمال خاں کامیاب و کامران ہوا ایسی فتح اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اس نے دلاور خاں اور اس کے لشکر کے تین سو باقی گرفتار کئے اور بڑی شان و شوکت سے داراسنگ پہنچا اور وہیں نصر۔ راقم الحروف فرشتہ جو اس معرکے میں شریک تھا زخم کھانے کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا۔ لہذا وہ داراسنگ ہی میں مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے ساتھ شاہ ورک نہ گیا اسے مندویوں نے گرفتار کر لیا اس فقیہ بے نوائے بڑی منت و سماعت کے بعد ان لوگوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تمام عادل شاہی امراء اور فوجی سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے وہاں یہ خبر گرم ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام شاہ کا حلیف ہو گیا ہے۔ اور برار کے امراء بھی ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم کے مطابق برہان نظام شاہ کے گرد جمع ہو کر احمد نگر پر لشکر کشی کرنے والے ہیں۔ جمال خاں کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے داراسنگ میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے طے کیا کہ برار پہنچ کر راجہ علی خاں سے جنگ کرے گا۔ علی خاں کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مندوی امراء کو قلعہ اسیر میں قید کر دیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کو خطوط لکھ کر جمال خاں کو تباہ و برباد کرنے پر رضامند کر لیا۔

جمال خاں کا تعاقب

بادشاہ نے جمال خاں کا قلع قمع کرنے کا معمم ارادہ کر لیا اس نے لشکر اور سلمان جنگ کی دیکھ بھال کے بعد جمال خاں کے تعاقب میں شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اسی کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد قصبہ پاتری میں پہنچ گیا۔ اسی مقام سے جمال خاں کے لشکر تک صرف آٹھ روز کی مسافت تھی۔ جمال خاں بادشاہ کے تعاقب سے خوف زدہ ہو کر بے تماشا بھاگتا چلا گیا۔ اس نے راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔

ترکی لشکریوں کی روانگی

ابراہیم شاہ نے آٹھ ہزار ترکی سپاہیوں کو اپنے لشکر سے علیحدہ کر کے جمال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ یہ لشکر جلد از جلد دشمن کے پاس پہنچ کر تمام راستوں کو مسدود کر دے۔ اور کوئی ضرورت کی چیز مثلاً غلہ اور چارہ وغیرہ اس کے پاس پہنچنے نہ دے۔ نیز دشمن کو اس انداز سے تنگ کرے کہ برہان نظام اور راجہ علی خاں بڑی آسانی سے اسے مغلوب کر سکے۔

دلاور کی تباہی کا ارادہ

ان لشکریوں کو روانہ کرنے کے بعد بادشاہ نے ایک دریا کے کنارے خیمے لگائے، یہ بہت ہی پر فضا اور دلکش مقام تھا۔ اس لئے بادشاہ نے یہاں چند روز تک قیام کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ دلاور خاں کو بادشاہ کے اس فیصلے سے اختلاف تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ اس مقام سے کوچ کرے اور کات روینگر تک کسی جگہ نہ ٹھہرے۔ بادشاہ کو دلاور خاں کی بے ادبی ناگوار گزری اور اس نے دلاور کو تباہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ تمام امراء دلاور خاں کے تابع فرمان تھے اس لئے بادشاہ اس سلسلے میں ان سے کوئی مدد نہ لے سکتا تھا۔ لہذا اس نے اس کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دینے کا ارادہ کیا۔

عین الملک کا مشورہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے دو ہندوؤں کو (جو ایک عرصے تک اس کی والدہ کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور جنہیں کوئی نہ پہچانتا تھا) چوری چھپے عین الملک کنعانی کے پاس روانہ کیا اور اسے دلاور خاں سے اپنی بیزاری کی تفصیل بیان کی۔ عین الملک بہت ہی عقل مند اور مدبر امیر تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر حضور دلاور خاں سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں تو ہم جان نثاروں کو حکم دیا جائے کہ اسے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے۔ انہیں دونوں ہندوؤں کی معرفت بادشاہ اور عین الملک میں یہ طے ہوا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ دلاور خاں سو رہا ہو عین الملک لشکر میں چلا جائے۔ اس کے بعد عین الملک، دو امیروں، آنکس خاں اور علی خاں کو ساتھ لے کر دلاور خاں پر حملہ کر دے۔

تجویز پر عمل

بادشاہ نے اس تجویز کو بہت ہی موزوں اور مناسب خیال کیا۔ ۱۳۔ رجب ۹۹۸ھ کو آدھی رات کے وقت بادشاہ اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا اس نے اپنے دل کی بات کسی سے بیان نہ کی اور کنش دار خاں نامی ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ خاصہ کا ایک گھوڑا جلد از جلد لے آئے۔ یہ غلام گھوڑا لینے کے لئے گیا۔ جلوداروں کے سردار نے گھوڑا دینے سے انکار کیا اور کہا کہ دلاور خاں کے حکم کے بغیر گھوڑا نہیں دیا جاسکتا۔ غلام نے یہ جواب سنتے ہی جلودار کے منہ پر تھپڑ مارا وہ سہم گیا اور سمجھ گیا کہ معاملہ دگرگوں ہے، اس نے فوراً کئی گھوڑے لا کر حاضر کر دیئے۔

بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ بادشاہ کی دایہ کا بیٹا الیاس خاں اس رات سرنوبت تھا۔ اس نے جو بادشاہ کو آدھی رات کے وقت ایسے عالم میں دیکھا تو وہ فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور عرض کیا ”حضور! یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے آخر اس تیاری کی وجہ کیا ہے؟“ بادشاہ نے جواب دیا۔ یہ موقع گفتگو کا نہیں ہے تم اس وقت فوراً میرے ساتھ چلو معاملہ خود بخود تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ الیاس خاں اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ جو تعداد میں سو سے بھی کم تھے بادشاہ کے ساتھ ہولیا۔

بادشاہ بڑے لشکر سے علیحدہ ہو کر عین الملک کی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ جس وقت بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی تو لشکر خاصہ کے سپاہی اور بادشاہ کے اہل مجلس فوراً مسلح ہو گئے۔ ان میں راقم الحروف فرشتہ بھی شامل تھا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

دلاور خاں کی عیش پرستی

دلاور خاں جس کی عمر اسی سال سے زیادہ تھی وہ ایک دکنی لڑکی کے حسن و جمال کا فریفتہ ہو چکا تھا اس وقت وہ اپنے خیمے میں اسی ماہ جنین کے ساتھ مصروف عیش و نشاط تھا۔ جب بادشاہ رات گئے عین الملک کے لشکر کی طرف جانے لگا تو دلاور خاں کے مجنوں نے اسے مالت سے مطلع کیا۔ دلاور اور اس کا بیٹا اسی وقت جنگ کے ارادے سے تیار ہوئے اور سارے لشکر کے ساتھ نکلے۔

کے ہمراہ بادشاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں کو یہ توقع تھی کہ لشکر خاصہ کے سپاہی اور دیگر امراء پہلے کی طرح بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر دلاور خاں کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور اسی کے احکام پر عمل کریں گے اور یوں دلاور خاں تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے گا۔

عین الملک کی زمانہ سازی

جب دلاور خاں بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اپنے مقرب خاص کو عین الملک کے پاس بھیجا اور اسے دلاور خاں کی مدافعت کا حکم دیا۔ عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کے فرمان کی اطاعت کی لیکن چوری چھپے دلاور خاں کو یہ پیغام دیا۔ ”بادشاہ اچانک ہمارے پاس آ گیا ہے اور ہم لوگ مجبوراً اس کی اطاعت کا دم بھر رہے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ ہم تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں گے۔“

دلاور خاں پر قاتلانہ حملہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں نے اپنی فوج اور لڑکے کو کچھ فاصلے پر چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں اور ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اس سے کہا۔ ”آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ رات کے وقت سراپردہ شاہی سے نکلتے خیر جو ہوا سوا ہوا۔ اس وقت یہی بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ واپس روانہ ہوں۔“ بادشاہ نے انتہائی غصے میں کہا۔ ”اس گستاخ کو کون سزا دینے کے لئے تیار ہے؟“ یہ سنتے ہی اور بک خاں نامی لشکر خاصہ کا ایک سپاہی آگے بڑھا اس نے دلاور خاں پر تلوار کا ایک وار کیا اگرچہ یہ ضرب کاری نہ تھی تاہم دلاور خاں نے گھبرا کر اپنا گھوڑا پیچھے ہٹا لیا۔

دلاور خاں کا فرار

اوزبک خاں نے تلوار کا ایک وار کرنا چاہا، دھتتا۔ دلاور خاں کا گھوڑا بدک اٹھا اور وہ زمین پر گر گیا دلاور کے لشکر کے ایک مہابت نے فوراً اپنا ہاتھی دلاور اور شاہی لشکر کے درمیان کھڑا کر دیا تاکہ دلاور موقع پا کر کسی دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ دلاور خاں کے لشکر پر بادشاہی رعب و جلال کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے شمار سپاہی خوف زدہ ہو کر اس سے علیحدہ ہونے لگے۔ دلاور نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ خود بھی میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا لہذا وہ راستے میں کسی جگہ قیام کئے بغیر ہی احمد آباد، بیدر پہنچ گیا۔

الغرض اس طرح بادشاہ نے دلاور خاں کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کی اس نے عین الملک اور دیگر امراء کو باوجود ان کے متذکرہ بلا جرم کے غلعت فاخرہ سے نوازا اور آئندہ کے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنی مجلس میں آیا۔ جہاں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مذہب کا معاملہ

دلاور خاں حنفی المذہب تھا۔ اس ملک میں مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو متروک قرار دے کر اہل سنت والجماعت کے طریقوں کو رواج دیا اور چار یاروں کا خطبہ جاری کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ بھی حنفی المذہب تھا، مگر بعضوں کا کہنا ہے ابراہیم اپنے باپ اور چچا مہلسپ شاہ اور علی عادل کی طرح شیعہ تھا۔ ابراہیم کا شیعہ ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے لوگ تبدیلی مذہب کر کے شیعہ ہو گئے اور مسجدوں میں شیعوں کے دستور کے مطابق اذانیں ہونے لگیں۔

حنفی مشرب ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جو لوگ میری تقلید کے خیال سے شیعہ ہوئے ہوں۔ انہیں سخت سزا دی جائے، لیکن بعد میں ایسے لوگوں کو معاف کر دیا گیا، لیکن بادشاہ انہیں، شرمندہ کرنے کے لئے ”شعان مصلحتی“ کے لقب سے یاد کرتا تھا۔

برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل

آج تک بیجاپور میں چاروں خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ یوسف عادل شاہ کے عہد حکومت کی طرح بارہ اماموں کے نام بھی خطبے میں شامل ہیں۔ اسی زمانے میں جبکہ بادشاہ مذہبی معاملات میں گھرا ہوا تھا اور خطاکاروں کو سزا دینے کے درپے تھا اسے برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں مددوی کے قتل کی خبر ملی۔ تمام لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ برہان نظام شاہ کو تہنیت نامہ بھیجا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بیجاپور آگیا۔ یہاں اس نے حکومت کا انتظام اس طریقے سے کیا کہ سبھی لوگ اس کی قابلیت کے معترف ہو گئے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات

اب ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تفصیلی حالات بیان کئے جاتے ہیں جو اسپ شاہ بن ابراہیم عادل شاہ اول کی چار اولادیں تھیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے، بیٹے ابراہیم اور اسماعیل تھے اور بیٹی خدیجہ سلطان (میراں حسین نظام شاہ کی بیوی) اور ثانی بی بی (محمد برید شاہ کی بیوی) تھیں۔ شہزادہ ابراہیم اپنے چچا علی عادل شاہ کی وصیت کے مطابق تخت و سلطنت کا وارث ہوا اور سارے ملک میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا۔

بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسماعیل کے نام

ابراہیم کے تخت نشینی کے وقت شہزادہ اسماعیل کی عمر تین سال کی تھی وہ اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو دلاور خاں حبشی نے جو ان دنوں وزیر سلطنت کے عہدے پر فائز تھا اسے بلگوان کے قلعہ میں قید کر دیا حبشیوں کا ہنگامہ اور دلاور خاں کا اقتدار جب ختم ہوا تو بادشاہ نے اپنے ایک خاص درباری کو شہزادہ اسماعیل کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ ”میں اب تک تمہارے دیدار سے محروم ہوں۔ اگرچہ تمہیں دیکھنے کی تمنا میرے دل میں ہر وقت چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ مگر میں کچھ ایسا مجبور ہوا کہ اس تمنا کو پورا نہ کر سکا۔ تم اصل حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔ اس لئے مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اب اس وقت تم یہ کرو کہ اس قلعے میں عیش و عشرت سے زندگی گزارو۔ ساقی اور شراب کے ساتھ علوم فنون سے بھی دلچسپی لو، خاص طور پر علم تاریخ اور فن شاعری کے مطالعے سے اپنی نظر میں وسعت اور اپنے ذہن میں کشادگی پیدا کرو۔ سواری اور چوگان بازی کی بھی عادت ڈالو۔ الغرض غم و الم کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دو۔ جب سلطنت کے چند اہم اور ضروری کام طے پا جائیں گے تو میں تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔

شہزادہ اسماعیل کا خیال

اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے کوتوال اور تھانیدار کے نام بھی احکام جاری کئے کہ شہزادہ اسماعیل کے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی جائے۔ بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کی مٹی شہزادے کو آزاد کر دیا گیا اس قلعے میں ہر چار طرف گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ پابندی اگر تھی تو صرف اتنی کہ وہ قلعے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ بادشاہ ہر مہینے ایک ہزار ہون شہزادے کے اخراجات کے لئے روانہ کرتا۔ نیز گراں قدر تحفے تحائف اور انواع و اقسام کے پھل بھی بھیجتا تاکہ شہزادے کی دلجوئی ہوتی رہے، عیدوں اور دیگر تقریبات مسرت کے موقع پر بادشاہ شہزادے کو ضرور یاد کرتا۔

بھائی کی محبت

راقم المروف مورخ فرشتہ نے بارگاہ شاہی کے مقرب خاص اور خزینہ دار احمد خاں سے یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں قلعہ بلگوان کے بہترین آدم پیش کئے۔ ان آدموں کو دیکھ کر بادشاہ نے پوچھا۔ ”کیا یہ آدم شہزادہ اسماعیل کے پاس بھی بھیجے

گئے ہیں؟“ اس جواب میں عرض کیا گیا۔ ”چونکہ درختوں میں پہلی مرتبہ پھل آیا ہے اس لئے فی الحال حضور کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں شہزادے کی خدمت میں بھی ارسال کئے جائیں گے۔“

بادشاہ نے اس جواب کو معقول نہ سمجھا اور فوراً وہ آم شہزادے کے پاس بلکوان بھیجا اور یہ کہلا بھیجا ”بلکوان میں جو پھل پیدا ہوں ان پر پہلے تمہارا حق ہے اس لئے یہ آم تمہیں بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد جب آم درختوں سے اتریں تو مجھے بھیجا دینا۔ نیز بادشاہ نے قلعہ بلکوان کے تھانیدار کو حکم دیا کہ ”جو پھل پیدا ہو وہ پہلے شہزادے کی خدمت میں پیش کیا جائے اور بعد میرے پاس روانہ کیا جائے۔ الغرض بادشاہ نے ہمیشہ اپنے بھائی سے محبت اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ شہزادہ اسماعیل بڑے عیش و عشرت سے قلعہ بلکوان میں زندگی بسر کرتا رہا اور اسے کبھی کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑی۔

شہزادہ اسماعیل کی بغاوت

شہزادہ اسماعیل کو خدا جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے بھائی کی محبت کی قدر نہ کی اور مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کی ترغیب سے بادشاہ کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے ۷۔ رمضان المبارک ۱۰۰۲ھ کو بادشاہ کے خلاف علم سرکشی بلند کیا اور کھلم کھلا مخالفانہ کارروائیاں کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور ہنگامہ پروروں کی سازش کا بھیہد کھلا تو اس نے سب سے پہلے شہزادہ اسماعیل کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔

بادشاہ کا خط اسماعیل کے نام

ابراہیم نے اسماعیل کو لکھا ”مجھے تمہاری مخالفانہ کارروائیوں کا علم ہوا ہے، تم اگر یہ روش چھوڑ دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ خداوند تعالیٰ جس کو سلطنت و تخت سے سرفراز کرتا ہے وہ ایسے ہنگاموں سے کبھی نہیں ڈرتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ملک دکن کا بہترین حصہ میرے قبضے میں ہے۔ اور یہاں کے تمام باشندے اور امراء دل و جان سے میرے فرماں بردار ہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ، مجھے خوف ہے کہ کہیں معرکہ آرائی میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑے اور تمہاری بد قسمتی تمہیں ناکام و نامراد بنائے۔“

بادشاہ نے یہ خط اپنے ایک قتل اعتماد امیر شاہ نور عالم کے ہاتھ روانہ کیا جو شیخ المشائخ حضرت قطب عالم جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھا۔

برہان نظام شاہ اور اسماعیل میں ساز باز

شاہ نور عالم بادشاہ کا خط لے کر بلکوان پہنچا۔ شہزادہ اسماعیل خط پڑھ کر سیدھے راستے پر نہ آیا اس نے نور عالم کو گرفتار کر کے بادشاہ کو بہت برا جواب لکھ بھیجا اور پھر بغاوت اور خروج کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ اسماعیل نے پہلے تو برہان نظام شاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ برہان نظام شاہ تو پہلے ہی وقت اور موقع کا خطر تھا اس نے فوراً مدد کا وعدہ کر لیا اور جواب دیا۔ ”اگر تمہارا کام مناسب اور ٹھیک طریقے سے انجام پائے تو تم بجا پور کے بڑے بڑے امیروں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا بنا لو خصوصاً عین الملک کنعلنی سے گہرے مراسم پیدا کرو۔ کیونکہ وہ امیر الامراء اور بلکوان کے قریبی علاقے کا جاگیردار ہے اگر یہ امیر تمہارا حلیف ہو گیا تو پھر دوسرے امراء بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔“

عین الملک اور اسماعیل میں مراسم

شہزادہ اسماعیل، برہان نظام شاہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ عین الملک کنعلنی ان دنوں قصبہ بیگڑی میں مقیم تھا۔ شہزادے نے اس سے اور اس کے منہ بولے بیٹے آنکس سے تعلقات پیدا کئے اور ان دونوں کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ عین الملک یہ چاہتا تھا کہ معاملہ طول کھینچے اور اسماعیل بلکوان کو اپنا دارالسلطنت بنا کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ تاکہ ایک ہی سلطنت میں دو حکمرانوں کی حکومت قائم ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ کا اسماعیل کی سرزنش کے لئے فوج روانہ کرنا

عین الملک بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی رفاقت کا دم بھرتا تھا، لیکن باطن اس کی تمام ہمدردیاں شہزادہ اسماعیل کے ساتھ تھیں۔ اس نے اسماعیل کو یہ پیغام بھیجا کہ ”جب سلطنت کی تمام مہمات انجام پا جائیں گی تو میں چند امراء کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کو شاہ نور عالم کی گرفتاری کی خبر ملی وہ بہت طیش میں آیا اور فوراً الیاس خاں سرنوبت کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ بلگوان کی طرف روانہ کیا تاکہ شہزادہ اسماعیل کے ہنگامے کو فرو کیا جاسکے۔

قلعہ بلگوان کا محاصرہ

الیاس خاں نے بلگوان پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا، اسماعیل میں مقابلے کی ہمت نہ تھی لہذا وہ قلعہ بند ہو گیا۔ الیاس نے قلعے کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ عین الملک بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق بلگوان پہنچا اور ظاہری طور پر اس نے بھی قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ وہ چوری چھپے اہل قلعہ کو غلہ اور ضرورت کا دیگر سامان پہنچاتا رہا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہو گیا اور اس نے عین الملک کی طلبی کا فرمان جاری کر دیا۔

عین الملک کی طلبی کا فرمان

اس فرمان میں لکھا تھا کہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ان دنوں سب سے اہم مسئلہ قلعہ بلگوان کی فتح ہے۔ تم چونکہ سپہ سالار ہو اس لئے اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ لہذا تم جلد از جلد شاہی بارگاہ میں پہنچ جاؤ تم جو تدبیر بتاؤ گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ اور امور کے متعلق بھی تم سے بات چیت کرنی ہے۔

عین الملک کا بیجا پور پہنچنا

عین الملک نے بڑی خندہ پیشانی سے شاہی فرمان کا استقبال کیا اور جلد از جلد پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ بادشاہ کو اپنی طرف سے مطمئن رکھے۔ عین الملک اپنے چند خاص الخاص رفیقوں کے ہمراہ شاہی بارگاہ میں پہنچ گیا اور اس نے چند غیر مسلم مقربین شاہی کو روپیہ پیسہ دے کر اس کام پر نامزد کیا کہ وہ ہر وقت بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف کرتے رہیں۔

بادشاہ کا نقطہ نظر

ابراہیم عادل شاہ ثانی اگرچہ عین الملک کی حرکات اور اس کی مکاریوں سے پوری طرح واقف تھا، لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے غصے کا اظہار ہوتا۔ زمانہ ماضی میں عین الملک نے بادشاہ کی جو خدمت کی تھی، ابراہیم کے دل میں اس کی بہت قدر تھی۔ اس وجہ سے بادشاہ نے نرمی اور لطف و کرم سے کام لے کر عین الملک کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ اس قسم کے سلوک سے عین الملک تادم ہو کر اپنے دل سے نمک حرامی اور غداری کے خیالات کو دور کر دے گا۔

عین الملک شاہی دربار میں

عین الملک کی آمد کے بعد بادشاہ نے اپنا دربار وسیع پیمانے پر آراستہ کیا، تمام امراء اور عسکری سردار کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے۔ شان و شوکت کا یہ عالم دیکھ کر عین الملک قدرے سہم گیا اور اس نے تین چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بعد ازاں شاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تخت شاہی کے پاؤں کو چوم کر بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

شاہی عنایات عین الملک پر

بادشاہ لی نگاہوں نے عین الملک کے خوف و ہراس کو بھانپ لیا لہذا کچھ دیر تک دو سروں سے ہاتھیں کرتا رہا۔ اور پھر عین الملک کی

طرف متوجہ ہوا، بادشاہ نے اس سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں اور اسے خلعت فاخرہ کمر بند، خنجر مرصع، اسپ تازی اور ایک چابک سے سرفراز کیا۔ جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے بعد عین الملک کو اپنی جاگیر میں واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت وہ اپنے پرگنہ بکری کی طرف روانہ ہو گیا۔

عین الملک کی روش

عین الملک نے بادشاہ کے لطف و کرم اور اس کے بہترین سلوک کا کوئی خیال نہ کیا اور حسب سابق اسماعیل کی دوستی کا دم بھرتا رہا اور اہل قلعہ کو چوری چھپے غلہ اور دیگر سامان ضرورت پہنچاتا رہا، عین الملک کی یہ حرکت سب پر ظاہر ہو گئی۔ اتفاق سے انہیں دنوں بیجاپور کا کوٹوال حیات خاں (جو کہ دکن کے ایک ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتا تھا) الیاس خاں کو بارود اور ضرورت کی دوسری اشیاء پہنچانے کے لئے بلکوان گیا ہوا تھا۔ واپسی پر وہ قصبہ بکری میں مقیم ہوا اور اس نے عین الملک کی دعوت کی۔

حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی

حیات خاں کی زندگی گھنیا قسم کے لوگوں میں گزری تھی اور وہ ان سے بازاری باتیں کرتا رہتا تھا۔ عین الملک کو اس نے ایسا ہی فحش سمجھا اور اس سے بہت ہی سطحی قسم کی گفتگو شروع کی۔ عین الملک کو اس رذیل کی اس ناشائستہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اسے سخت ست کیا۔ حیات خاں بھی آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے عین الملک کو کھلے لفظوں میں غدار اور حرام خور کہا۔

حیات خاں کی گرفتاری

حیات خاں نے عین الملک کو اس طرح مخاطب کیا۔ ”میں ایک ضروری کام کے لئے بلکوان گیا تھا اور اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں مجھے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ جن سے تمہاری غداری اور نمک حرامی کا ثبوت ملتا ہے۔“ حیات خاں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ عین الملک خوفزدہ ہو۔ اس کو روپیہ پیسہ دے دلا کر خوش کرے لیکن عین الملک اب اس مرحلے سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ اس کا معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی غداری اب کوئی راز نہیں رہی۔ لہذا اس نے نرمی اور ملائمت کو بلائے طاق رکھ کر حیات خاں کو گرفتار کر لیا۔

عین الملک کی علانیہ بغاوت

اس کے بعد عین الملک نے برسر عام بادشاہ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور اپنی طاقت پر ناز کرنے لگا۔ اس نے فوراً قرب وجوار کے حاکموں کو خطوط لکھے اور انہیں شہزادہ اسماعیل کی اطاعت کی ہدایت کی۔ ان حاکموں میں سے اکثر نے خفیہ طور پر اطاعت کا وعدہ کیا۔ قلعہ مرج کے باشندوں نے سرمایہ نامی تھانیدار قلعہ کو معزول کر دیا اور اسماعیل کی اطاعت کا کھلے بندوں اعلان کیا۔

عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام

عین الملک نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی شکایت کی گئی تھی اور یہ پیغام دیا گیا تھا کہ ”تمام قلعے اور قصبے شہزادہ اسماعیل کے قبضے میں آ گئے ہیں اور اس علاقے کے تمام امراء اور پایہ تخت کے سارے معزز اشخاص نے شہزادے کی وفاداری کا عہد کر لیا ہے سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ شہزادے کے سر پر چڑشاہی رکھ کر بیجاپور کا سفر اختیار کیا جائے۔ لیکن یہ عظیم اقدام آپ کی امانت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حضور اپنے کرم سے کام لیں تو یہ کام بڑی عمدگی سے انجام دیا جاسکتا ہے۔ شہزادے کے ہاتھ میں حکومت آگئی تو وہ سب کے لئے باعث رحمت ہوگا۔ کامیابی کے بعد ہم بطور شکریہ کے شاہ درک اور شولاپور کے قلعے اور تمام سرحدی پرگنوں کے نذر کریں گے۔“

عین الملک کی خوشی

برہان نظام شاہ کے پاس جب خط پہنچا تو اس نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تمام احسانات کو فراموش کر کے شہزادے کی مدد کا وعدہ کر لیا۔ اور اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا، عین الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، اس نے فوراً وہ لشکر جو الیاس خاں کی مدد کے لئے بلگوان بھیجا تھا واپس بلا لیا۔

ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ

اسی دوران میں ملابار کے ہندوؤں نے ایک ہنگامہ پکڑا۔ انہوں نے قلعہ چند کوئی کو جسے علی عادل شاہ نے تسخیر کیا تھا، اپنے قبضے میں کر لیا۔ ان غیر مسلموں کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ انہوں نے بنگاپور میں بھی تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری

الیاس خاں قلعہ بلگوان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا وہ بھی دوسرے امراء کی طرح بادشاہ کا مخالف تھا۔ اس کے جی میں خدا جانے کیا آئی کہ سوچے سمجھے بغیر ہی بیجاپور چلا آیا۔ پایہ تخت میں اس کی آمد سے سخت کھرام مچا، ہر شخص خوفزدہ ہو گیا عین ممکن تھا کہ پایہ تخت میں بھی ایک طوفان بد تمیزی پکڑتا کہ بادشاہ نے دانش مندی اور فراست سے کام لے کر الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو جو دشمن سے ملے ہوئے تھے، گرفتار کر لیا۔ اور انہیں ایک تنگ و تاریک قید خانے میں ڈال دیا۔

بادشاہ نے چاروں طرف امراء کے نام فرمان روانہ کئے اور انہیں بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کچھ ہی عرصے میں پایہ تخت میں بے شمار سپاہی جمع ہو گئے۔ بڑے امراء میں عالم خاں دکنی جو ابھی تک بادشاہ کا مخلص و فادار تھا۔ پچاس سواروں کے ساتھ سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عین الملک نے بلگوان کے قرب و جوار کے امراء کو جب ان جگہوں پر موجود نہ پایا تو اس نے آنکس خاں کی ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریاں تیز کر دیں۔

اسمعیل چتر شاہی کے سائے میں

آنکس خاں نے ان گنت روپیہ صرف کر کے دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کا ایک زبردست لشکر جمع کر لیا اور اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر بلگوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنکس خاں نے شہزادہ اسمعیل سے ملاقات کی اور برہان نظام شاہ کی آمد کی امید میں شہزادے کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

باغیوں کی سرزنش کا انتظام

ابراہیم عادل شاہ ثانی کو جب ان حالات کی خبریں پہنچیں تو اس نے فوراً حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر کیا اور اسے ربیع الثانی کے مہینے میں امراء اور منصب داروں کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب حمید خاں عسلاپور پہنچا تو عین الملک اور اس کے ساتھیوں نے اسے شہزادہ اسمعیل کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حمید خاں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے کہا تھا۔ حمید خاں نے باغیوں کی بڑی عزت کی اور عین الملک کو کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑائی کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میرا ارادہ شہزادہ اسمعیل کی اطاعت و وفاداری کا اظہار کرنا ہے۔ اگر شہزادہ برہان نظام شاہ کی آمد سے پہلے ہی قلعے سے باہر نکل کر چتر شاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت کا اظہار کروں گا۔

عین الملک کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے۔ اس نے حمید خاں کی بات مان لی اور برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر (جو قلعہ پرندہ کے قرب و جوار میں پہنچ چکا تھا) شہزادے کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے ایک بہت بڑے میدان میں ملاقات کی۔

حمید خاں اور اس کے ساتھیوں نے عین الملک اور شہزادے کے استقبال میں بڑے تکلف اور خوش اسلوبی سے کام لیا۔

عین الملک کا بڑا بیٹا عالی خاں بہت سمجھ دار اور عاقبت اندیش تھا۔ وہ اپنے باپ کو ہمیشہ بادشاہ کی مخالفت سے منع کیا کرتا تھا اس نے حمید خاں اور اس کے ساتھیوں کی نیت کو بھانپ لیا۔ اسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کے ظاہری غلوں کی ترہ میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ عالی خاں نے عین الملک کو حمید خاں کے فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش کی، لیکن عین الملک کو یقین نہ آیا اور اس نے عالی خاں کے بیان کو خود غرضی و مطلب پرستی پر محمول کیا۔

عین الملک کا قتل

ربیع الثانی کی ۱۸ تاریخ کو جمعہ کے روز بیکری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ عین الملک کے حکم کے مطابق فرش اور قالین بچھا کر مجلس کو سجایا گیا۔ شہزادہ اسماعیل، حمید خاں کے بارے میں تحقیق حال کئے بغیر ہی شراب نوشی اور کانا سننے میں مشغول ہو گیا۔ حمید خاں کچھ اور ہی سوچے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے توپچیوں کو اشارہ کیا اور شہزادے کے لشکر پر گولہ باری ہونے لگی۔ عین الملک نے اس موقع پر فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن سہیل خاں خواجہ سرا کے حملے نے اس کے لشکر کو تھس تھس کر دیا، عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ سہیل خاں نے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔

شہزادہ اسماعیل کی گرفتاری

اس کے بعد سہیل خاں نے شہزادے کے لشکر کی طرف رخ کیا۔ شہزادے نے عالی خاں اور آنکس خاں کے پاس پہنچ جانے کا ارادہ لیا تاکہ ان دونوں کے ساتھ برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور بعد میں جنگ کی باقاعدہ تیاری کر کے میدان جنگ میں آئے۔ شہزادہ اسماعیل پر شراب کانشہ طاری تھا اس لئے گھوڑے کو دوڑاتے وقت وہ زمین پر گر گیا۔ سہیل خاں کے سپاہیوں نے فوراً اسے گرفتار کر لیا۔

شہزادے کا قتل

شاہی ملازموں نے عین الملک کا سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کیا اس کو رسی سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ تمام لوگ اسے دیکھنے کے لئے دور دور سے آئے الغرض ایک ہفتے تک یہی عالم رہا۔ شہزادہ اسماعیل کو سہیل خاں کے سردار خانجی بن شجاعت خاں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد ازاں سہیل خاں اور اعتماد خاں وغیرہ امراء عادل شاہی بیجاپور پہنچے اور انہوں نے بارگاہ شاہی میں حاضری دی۔ اسی روز عین الملک کے سر کو ایک توپ کے دھانے پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

نمک حراموں کا قتل

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ مزج کے تھانیدار مسی مالک کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ تمہارے قلعے میں سترہ عدد غدار اور نمک حرام نظر بند ہیں انہیں جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے سر پایہ تخت روانہ کر دیئے جائیں۔ قلعے کے تھانیدار نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور سترہ قیدیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے تہ تیغ کر دیا اور ان کے سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کر دیئے۔

انعام و اکرام

جب سرکشوں اور باغیوں کو خوب اچھی طرح نیست و نابود کر دیا تو پھر بادشاہ نے ہر چہار طرف سے مطمئن ہو کر اپنے وفادار اور جان نثار امراء اور ملازمین کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ عالم خاں کو مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا گیا اور اسے دو ہزاری امراء کے طبقے میں داخل کیا گیا۔ سہیل خاں کو (جس نے اپنی بہادری کا بروقت مظاہرہ کر کے دشمن کو پامال کیا تھا خلعت عطا کیا گیا۔ نیز اس کے عہدے میں اضافہ کیا گیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

یہ تمام واقعات دشمنوں کے لئے بڑی اذیت دہ تھے خاص طور پر برہان نظام شاہ بہت پریشان تھا کیونکہ اس نے عادل شاہی خاندان کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ قلعہ ہرنندہ کے نواح سے احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ نواز خان کے حالات

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ راقم الحروف فرشتہ پر خان والا شان شاہ نواز خاں کے لئے بے پناہ احسانات ہیں۔ اس تاریخ کی تالیف کے زمانے میں اس نے جس طرح راقم الحروف پر احسانات کئے ان کا تقاضا ہے کہ ہندوستان کے فرماں رواؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ نواز خاں کے حالات بھی درج کئے جائیں۔

خواجہ علاؤ الدین محمد شیرازی اپنے زمانے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ شیراز کے حاکم اور معززین شہر ان سے بہت لگاؤ رکھتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ خواجہ معین الدین، خواجہ معزالدین عنایت اللہ اور خواجہ ہدایت اللہ، یہ تینوں علم و فضل کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

علم و فضل

خواجہ شیرازی کو علم منطق و حکمت سے بہت دلچسپی تھی انہوں نے اس سلسلے میں بہت کمال حاصل کیا۔ کئی کتابیں لکھیں جو آج بھی شائقین علم کے لئے بہترین رہنما ہیں۔ جن دنوں خواجہ فتح اللہ شیرازی کو علی عادل شاہ نے ہندوستان آنے کی دعوت دی، خواجہ شیرازی نے سفر ہندوستان کا ارادہ کیا، وہ سمندر کے راستے بیجاپور آئے کچھ دنوں یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مشہور شہروں برہان پور، مندو، اجین، آگرہ، دہلی اور لاہور وغیرہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

زیارات مقامات مقدسہ

اس کے بعد ہندوستان کے تحفے تحائف لے کر وہ شیراز واپس گئے۔ کچھ مدت بعد انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے میں بغداد میں قیام کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کے روضہ مبارک کی زیارت کی پھر سامرہ پہنچے۔ اور حضرت امام تقی اور امام حسن عسکری کے روضوں کی زیارت کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نجف اشرف میں پہنچے اور حضرت علیؑ کے روضہ پاک پر جبہ سائی کی اور مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔ حضرت محمد صلعم کے آستانہ مبارک پر حاضری دینے کے بعد اپنے وطن شیراز میں واپس آ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ صاحب کو پھر شوق سیاحت نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ۹۹۷ھ میں ملا نیگیی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ کے ہمراہ براستہ بندر خروان بذریعہ کشتی بند چنول پہنچے۔ کچھ دنوں تک یہاں کے عالموں اور فاضلوں کا فیض صحبت اٹھا کر بیجاپور پہنچے۔

ان دنوں بیجاپور میں دلاور خاں وکیل السلطنت تھا۔ خواجہ صاحب اس کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور انہیں اپنے خاص ندیموں میں شامل کر لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں انہیں عادل شاہی قاصد کی حیثیت سے برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ بادشاہ ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان کے عہدے میں ترقی دی گئی۔

۱۰۰۲ھ میں انہیں بادشاہ کی طرف سے محمد قلی شاہ کے پاس حیدرآباد میں جو کہ بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے بھیجا گیا کہ کچھ اہم کام کر لے۔ بادشاہ نے اس کام کو بھی بڑی اچھی طرح انجام دیا انہیں دنوں بلکوان کا فتنہ اٹھا اور بادشاہ نے علم بغاوت باندھ دیا۔ اس زمانے میں بہار میں ملک جیتے بڑے امیر نے بادشاہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور دوسرے امراء

نے خفیہ طور پر بادشاہ کے مخالفین کا ساتھ دیا۔ خواجہ صاحب نے بادشاہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔

مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات

انہوں نے اس ہنگامہ خیز زمانے میں بادشاہ کی بھی خواہوں کو بڑے بڑے عہدے اور انعامات اور مخالفین کو سخت ترین سزائیں دلوائیں۔ اسی زمانے میں انہوں نے راقم الحروف فرشتہ، مصنف کتاب ہذا کو اپنی عنایات کا مرکز بنایا اور بادشاہ کی مجلس میں حاضری کا موقع دیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے مجھ سے بات چیت کی اور مشہور تاریخ ”روئے الصفا“ کا ایک نسخہ جو بہت اعلیٰ خط میں لکھا ہوا تھا عطا کیا۔ خلعت سے سرفراز کیا نیز عہدے اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بادشاہ نے راقم سے فرمایا ”اب تک ہندوستانی حکمرانوں کے حالات میں کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگرچہ نظام الدین احمد بخشی کی کتاب موجود ہے لیکن یہ بہت ہی مختصر ہے۔ نیز اس میں فرماں روایان دکن کے حالات سرسری طور پر ہیں نہ ان میں تحقیق ملتی ہے اور نہ تفصیل“ اب تم ہمت کرو اور ایک ایسی تاریخ مرتب کرو جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہو اور جس میں ہمارے عہد حکومت کے حالات تفصیل سے درج ہوں۔ عبارات منشیانہ، تصنع اور تکلف، نیز جھوٹ اور بے سروپا باتوں سے بالکل عاری ہو۔

راقم الحروف بارگاہ شاہی میں آداب بجالایا اور اس کام کو انجام دینے کا وعدہ کیا میں نے اسی ہفتے چند واقعات لکھے اور سب سے پہلے شاہ نواز خاں کی خدمت میں پیش کئے۔ خان موصوف نے ان اوراق کو دیکھا اور تصحیح کی اور پھر انہیں شاہی خدمت میں ارسال کیا۔

شاہنواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا

شہزادہ اسماعیل کے ہنگامے کو ختم کرنے کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ برہمنوں کی جماعت جس کے ہاتھ میں تمام ملکی سمات کی باگ ڈور رہتی تھی، معزول کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایسے مدیر اور صاحب دانش شخص کا تقرر کیا جو ان معاملات میں خوش اسلوبی سے طے کر سکے، بادشاہ کی نظر انتخاب شاہنواز پر پڑی ۱۰۰۳ھ میں خان صاحب موصوف کو سب سے بڑا عہدہ دیا گیا یعنی وکیل مطلق مقرر کیا گیا۔

شاہنواز خاں نے سلطنت و حکومت کے کاموں کو اس خوش اسلوبی اور عمدگی سے انجام دیا کہ زبان قلم تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ یہ خان صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ملک بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ خان صاحب کی تعریف کرنے سے قاصر ہے لہذا مدح و ثنا سے گریز کر کے مزید حالات سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی

وکیل مطلق کے عہدے پر سرفراز ہونے کے بعد شاہنواز خاں نے طے کیا کہ بادشاہ کو ملک کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھنا ملک اور بادشاہ دونوں ہی کے لئے بہتر ہے لہذا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پرچہ نویسوں کی بھیجی ہوئی خبروں کو خود پڑھنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتا۔ بادشاہ ان تحریروں کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ملک کے حالات سے باخبر رہتا بلکہ اسے خط شکستہ کے پڑھنے میں بھی مہارت حاصل ہو گئی۔

بادشاہ کی فارسی دانی

اس کے بعد شاہنواز نے بادشاہ کی خدمت میں فارسی نظم و نثر کی کتابیں پیش کرنی شروع کیں۔ بادشاہ نے ان کتابوں کو پڑھا اور زبان فارسی میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اہل زبان حضرات کی طرح گفتگو کرتا۔ جس وقت بادشاہ فارسی میں بات چیت کر رہا ہوتا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بادشاہ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی دوسری زبان میں بات چیت بھی کی ہے۔

اگرچہ شاہنواز خاں بادشاہ کا استاد تھا لیکن اس خیال سے کہ اس نے اکثر دنیاوی معاملات میں بادشاہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بادشاہ کو

اپنا استاد کہتا تھا۔ شاہنواز نے ایک گراں قدر یا قوت پر یہ عبارت نقش کروائی ”شاگرد ابراہیم عادل شاہ“ شاہنواز خاں“ اور پھر اس یا قوت کو انجستری میں جڑوا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہنواز کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

شاہی محل کی تعمیر

ایک روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے شاہنواز خاں سے کہا۔ ”ملک میں ہمارا مرتبہ سب سے اونچا ہے اور ہر شخص پر ہمیں برتری حاصل ہے اور تمہیں ہم سے قربت حاصل ہے۔ اسی مناسبت سے تمہارا محل بھی انتہائی عظیم الشان ہونا چاہئے لہذا تم ایک ایسا عالیشان محل تعمیر کرواؤ جو ہر لحاظ سے رشک فردوس ہو۔ شاہنواز خاں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور معماروں کو کام پر لگا دیا کچھ عرصہ میں ایک عظیم الشان محل تیار ہو گیا۔

اس محل کی تفصیل یہ ہے چار دیواریں ہیں جن کا ضلع تقریباً چار سو گز ہے شمال کی طرف دو دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ بہت ہی بلند ہے جو اس بازار کی طرف کھلتا ہے جو بازار شاہ نواز کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا دروازہ بادشاہ کے دربار کی طرف واقع ہے اس دروازے کے اوپر ایک ہشت پہلو عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام ”نورس بہشت“ ہے اس عمارت کی دیواروں پر اندر اور باہر دونوں طرف سترے نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ شاہی محل میں داخل ہوتے ہیں وہ پہلے ان نقوش کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں تب قدم آگے بڑھاتے ہیں۔

شاہنواز خاں اکثر اس عمارت میں اپنی مجلس آراستہ کرتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ چار دیواری کے درمیان ایک اور خوبصورت عمارت بھی ہے جس کے دونوں طرف کمرے بنائے گئے ہیں۔ اس عمارت کا رخ شمال کی طرف ہے اور اس کا فنی حصہ خس پوش ہے۔ اس عمارت کے پیچھے دوسرے بلند ترین مکانات ہیں جن پر چڑھ کر سارے شہر کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے پختہ چوترہ ہے اور عمارت کے بالکل درمیان میں ایک تالاب ہے جس کا پانی بہت ہی صاف و شفاف ہے۔ عمارت کے چاروں طرف ایک خوبصورت باغ ہے۔

مرزا علاؤ الدین دیسے کی پیدائش

یہ محل بہت ہی مبارک ثابت ہوا اس کی تکمیل کے بعد ۳ ربیع الثانی ۱۰۱۰ھ کو شاہنواز کے گھر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام میرزا علاؤ الدین رکھا گیا۔ شہر کے اکابر نے شاہنواز خاں کو مبارکباد دی۔ مولانا فہمی نے مبارکباد کا قصیدہ پیش کر کے انعام و اکرام حاصل کیا۔ اس محل مسعود ہونے کی دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کو شاہنواز کے گھر بیٹا ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے خاں موصوف کو مبارکباد دینے کے لئے اس محل میں تشریف لانے کا ارادہ کیا۔

شاہنواز کی سواری

شاہ نواز خاں کو شاہی ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے شہانہ سواری کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں اس نے ایک بہت بڑا منعقد کیا۔ محل کے صحن میں ایک قیمتی فرش بچھایا گیا اور اس پر زریں شامیانہ لگایا گیا۔ مقررہ دن کو صبح کے وقت بادشاہ کی سواری شاہ کے محل کی طرف روانہ ہوئی۔ سارا راستہ دلہن کی طرح سجایا گیا طرح طرح کی رنگین جھنڈیاں بازار شاہ نواز کی دونوں جانب لگائی گئیں۔ بڑے بڑے زعموں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی عمر میں بازار کو کبھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا۔

شاہ نواز کے گھر میں

شاہ نواز کے محل پر پہنچا تو بڑے اعلیٰ طریقے سے اس کا استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے بادشاہ نے منقش دلیز کا نظارہ کیا اور کے بڑھا۔ اس کے بعد نورس بہشت کو دیکھا اس عمارت کی خوبصورتی اور دلکشی سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہیں اپنی بزم نشاط

منعقد کی۔ پانچ ہجر روشن کئے گئے، عطر کی خوشبو سے ساری فضا میکنے لگی۔ بادشاہ نے اپنے بعض مقربین، شعراء اور درباریوں کو طلبی کا حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ حاضر خدمت شاہی ہوئے۔ امراء شاہی ادب سے آداب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے اور مولانا فہمی اور مولانا ظہوری نے موقع و محل کی مناسبت سے کچھ بہترین اشعار سنا کر محفل کو گرم کیا بادشاہ نے کلام کی تعریف کر کے دونوں کی ہمت افزائی کی۔

جشن عیش و عشرت

اس کے بعد ملازمین نے چاروں طرف اعلیٰ درجے کے کھانے اور انواع و اقسام کے پھل ترتیب سے لا کر رکھ دیئے۔ جب بادشاہ کھانے سے فارغ ہوا تو شاہ نواز نے تازی گھوڑے، گران قدر کپڑے اور حبشی غلام بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اور امراء و اراکین سلطنت کو خلعتوں سے نوازا، جشن مسرت کے اختتام پر بادشاہ نے شاہ نواز خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا نیز ایک ہزار ہون نقد 'دو مرصع پٹے اور چند تازی گھوڑے عطا کئے اس کے بعد بادشاہ واپس اپنے محل میں آگیا۔

خواجہ معین الدین محمد

اس موقع پر شاہ نواز خاں کے سب سے بڑے بھائی خواجہ معین الدین محمد کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہوگا۔ خواجہ معین کی ذات خوبیوں کا مرکز تھی۔ فصاحت بیان، خوش خلقی اور انسان دوستی ہیں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ شاہ نواز جب مقربین شاہی میں شامل ہوا تو خواجہ معین بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے عمدہ جاگیر عنایت فرمائی، لیکن کچھ ہی عرصے بعد ۱۰۱۰ھ میں خواجہ معین کا انتقال ہو گیا۔ خواجہ معین کی وفات کے وقت اس کے عالم نزع میں راقم الحروف فرشتہ اس کی بایں پر موجود تھا۔ اس کی وفات کے بعد بہت زور شور سے بارش ہوئی حالانکہ وہ برسات کا زمانہ نہ تھا۔

خواجہ معین کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے محمد طریف کو جو اس وقت چار سال کا تھا باپ کی جاگیر اور املاک کا مالک بنایا گیا۔ محمد طریف نے اپنے چچا کے زیر سایہ پرورش پائی اور علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ شاہ نواز کا سب سے چھوٹا بھائی خواجہ ہدایت اللہ اپنے والد کی وفات کی خبر سن کر شیراز سے بیجاپور آیا اور بڑے بھائی (شاہ نواز خاں) سے تعزیت کر کے واپس شیراز چلا گیا۔ خواجہ ہدایت اللہ ان دنوں شیراز ہی میں ہیں اور بڑے بھائی کی طرف سے ایک مسجد تعمیر کروا رہے ہیں۔ بیجاپور سے ہر سال اس مقصد کے لئے ایک بڑی رقم شیراز بھیجی جاتی ہے۔

فسدوں کی بیخ کنی

ابراہیم عادل شاہ مانی نے قلعہ بگلوان کو باغیوں اور سرکشوں کے قبضے سے نکالنے کے بعد فسدوں کی طرف توجہ کی۔ ایسے تمام امراء کو باغیانہ خیالات رکھتے تھے، معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ برہان نظام شاہ کی طرف سے بھی بادشاہ کا دل مکدر تھا لہذا اس کی سرزنش کا نا ارادہ کیا۔

ائے کرناٹک کی پریشانی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ برہان نظام شاہ، شہزادہ اسماعیل کی مدد کے لئے بگلوان روانہ ہوا تھا اور قلعہ پرندہ کے قرب وجوار ہی اس نے عین الملک کے قتل اور شہزادے کی گرفتاری کی خبر سن لی تھی، اس وجہ سے اس نے آگے بڑھنا مناسب خیال نہ کیا اور بس احمد نگر جانے کا خیال کیا۔ اس ہنگامے اور شورش کے درمیان میں چند رکونی کا قلعہ جو عادل شاہی حکومت کی ملکیت تھا کرناٹک کے مسلم ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا۔ کرناٹک کا راجہ بڑا سمجھ دار تھا اس نے اندازہ کر لیا کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرف ضرور توجہ کرے اور اگر اس نے چند رکونی کے قلعے پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو کرناٹک کو بہت نقصان پہنچے گا۔

عالی شاہ کا مشورہ

راجہ یہ سوچ کر بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں عین الملک کا بیٹا عالی شاہ راجہ کے پاس ہی مقیم تھا اس نے راجہ کو یہ مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہئیں۔ تاکہ عادل شاہی مقبوضات پر ایک طرف سے برہان لشکر کشی کرے اور دوسری طرف سے رائے کرناٹک۔ رائے کرناٹک کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو یہ پیغام دیا۔

برہان نظام شاہ کے نام پیغام

”ابراہیم عادل شاہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی ہوس اور بڑھے اور وہ دکن کے دوسرے فرمانرواؤں کو زیر کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں ہمیں اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہئے بلکہ اس اندیشے کا قلع قمع کرنا چاہئے۔“ اور برہان نظام شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا لہذا وہ فوراً راجہ سے مل گیا اور یہ طے کیا گیا کہ رام راج مدگل اور ٹیکا پور کے قلعوں پر قبضہ کرے اور برہان شولا پور اور شاہ ورک کے قلعوں کو تسخیر کرے۔

عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ

قصہ مختصر یہ کہ برہان نظام شاہ نے کچھ کئے بغیر قلعہ پرندہ کے قرب وجوار سے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ عادل شاہی ملک کی طرف روانہ کیا۔ اس کارروائی سے اس کا مقصد شاہ ورک اور شولا پور کے قلعوں کو سر کرنا تھا۔

رام راج نے بھی ہنگامہ بپا کیا اور کرناٹک کے بعض شہروں کو عادل شاہی قبضے سے نکال لیا۔ برہان نظام شاہ کے امراء مرتضیٰ خاں وغیرہ قلعہ پرندہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رام راج ابراہیم عادل شاہ کے خوف سے پریشان ہے۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا اور اپنے سپاہیوں کی مختلف جماعتوں کو عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کی بربادی، تاراجی کے لئے روانہ کیا۔ ان سپاہیوں نے بڑا فتنہ اٹھایا اور رعایا کو بہت تنگ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرحدی امیروں کو باغیوں کی سرزنش کے لئے حکم دیا۔

اوزبک خاں کا قتل

اسی دوران میں مشہور نظام شاہی امیر اوزبک خاں، جس نے عادل شاہی علاقے میں بڑی ہنگامہ خیزی کی تھی، عادل شاہی امراء کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کی موت نے تمام شاہی امیروں کے دل ہلا دیئے۔ احمد نگر کے باشندے بھی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مصیبت ٹوٹی وہ یہ کہ ماہ جمادی الاخر کے آخری دنوں میں برہان نظام شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور ۹ رجب کو خونی اس سال شروع ہو گئے۔ اس کی بیماری کی خبر جب عام ہوئی تو نظام شاہی لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے قریب کھڑا تھا سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا۔

نظام شاہی لشکر میں انتشار

اس لشکر میں اخلاص خاں حبشی سے زیادہ کوئی صاحب اقتدار امیر نہ تھا وہ نظام شاہی غلاموں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے دوسرے حبشی اور دکنی امراء کے ساتھ مل کر مرتضیٰ خاں اور دوسرے غریب یا غیر ملکی امراء کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا۔ غیر ملکی امراء کو اس کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً لشکر سے علیحدہ ہو گئے علیحدگی اختیار کرنے والے امراء میں مرتضیٰ خاں، احمد خاں قزلباش اپنے عزیزوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلے گئے۔ خلیفہ عرب اور قزلباش خاں نے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ عادل شاہ کی بارگاہ میں پناہ لی۔

برہان نظام کی وفات

نظام شاہ کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے یہ سب کچھ سن کر اس کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کی بیماری پہلے سے کہیں زیادہ مملکت ہو گئی اور آخر کار (جیسا کہ کسی مناسب و موزوں مقام پر تفصیل سے لکھا جائے گا) اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم نظام تخت پر بیٹھا میاں منجہدی دکنی وکیل سلطنت کے عہدے پر فائز ہوا چونکہ ابراہیم نظام کی ماں ہمیشہ تھی اس لئے تمام مفسد اور فتنہ پرداز حبشی بادشاہ کے مقربین اور ندیمان خاص میں شامل ہو گئے۔ میاں منجہدی دکنی مجبوراً خاموش رہا۔

امراء نظام شاہی کی عاقبت ناندیشی

اسی دوران میں دکنیوں 'حبشیوں اور مخلوط النسل امراء نے انتہائی عاقبت ناندیشی کا مظاہرہ کیا اور پے درپے ایسے واقعات ظہور میں آئے کہ ملک کی حالت تباہ ہو گئی۔ ان امراء نے اس علاقے کی عادل شاہی اہلیوں کا ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ عادل شاہی کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اس صورت حال کے پیش نظر ابراہیم عادل نے بذات خود ان نافرمان اور بدکردار امیروں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا اور ایک جرار لشکر ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔

ابراہیم عادل کی لشکر کشی

۲۰ شعبان کو ابراہیم عادل شاہ بہمن علی نامی مقام پر پہنچا۔ بادشاہ نے کچھ دنوں یہاں قیام کیا اور پھر امراء کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم کا خیال تھا کہ اگر احمد آباد کے باشندوں نے سلامت روی سے کام لیا اور لڑائی نہ کی تو ان کی خطاؤں کو معاف کر کے دوستانہ مراسم از سر نو پیدا کر لئے جائیں گے۔ اس خیال کے پیش نظر ابراہیم نے ایک جماعت کو ابراہیم نظام شاہ کے پاس روانہ کیا۔ ابراہیم چونکہ صلح جو تھا اس لئے وہ روزانہ صرف ایک میل کا فاصلہ طے کرتا تھا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ کسی مقام پر پانچ پانچ چھ دن ٹھہر جاتا تھا۔ اس تاخیر سے یہ مقصد تھا کہ نظام شاہیوں کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت مل جائے اور وہ اپنی غلطیوں کا خیال کر کے راہ راست پر آجائیں۔ اور ابراہیم عادل شاہ سے معذرت طلب کریں لیکن ایسا نہ ہوا 'نظام شاہی امراء اپنی سابقہ روش پر چلتے رہے۔

نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ 'شاہ ورک پہنچا۔ یہ مقام اپنی آب و ہوا کے لحاظ سے بہت پر فضا اور دلکش ہے۔ اس لئے بادشاہ نے چند روز یہاں قیام کیا اور مجالس ہائے عیش و نشاط منعقد کیں۔ اسی دوران میں اخلاص خاں اور دیگر امراء نے جو ابراہیم نظام شاہ پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ امیر بیس ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم عادل سے مقابلہ کرنے کے لئے عادل شاہی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔

ان امیروں نے برہان نظام شاہ کی پیروی کرتے ہوئے ان راجاؤں کو جو عادل شاہی حکومت کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے۔ عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و بربادی کے لئے اکسایا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت غصے میں آیا اس نے کہا۔ "یہ سچ ہے کہ عالی نسب اور شرافت ہی دنیا کے تمام اچھے کاموں کے پس پردہ ہوتی ہے۔ ہم لاکھ نرمی اور ملامت سے کام لیتے ہیں لیکن حبشی اور دکنی غلاموں کی فطرت انہیں راہ راست پر آنے سے روکتی ہے۔ لہذا اب یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ ان عاقبت ناندیشوں اور مفسدوں کو راہ راست پر لانے کے لئے تلواریں سوئپ لیں اس کے علاوہ دوسرا طریقہ اب باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے فوج کے تمام سرداروں اور افسروں کو حکم دیا کہ فوراً لشکر کو تیار کر کے، شہر کے مقابلہ پر آجائیں۔

۱۸ ذیقعدہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے شاک و رک کے محل میں قیام کیا اور تمام خاص و عام لوگ بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی قوت کا اندازہ کرنے کے لئے لشکر کا معائنہ کیا اور مجید خاں اور شجاعت خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہی فوج سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے متذکرہ بالا سرداروں کو یہ نصیحت کی۔ ”تم ہر صورت یہ کوشش کرنا کہ جنگ کی بجائے صلح سے مقصد پورا کیا جائے۔ اور نظام شاہ کے لشکر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر دشمن اپنی حد سے آگے بڑھے اور ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے پوری جواں مردی اور بہادری کے ساتھ تباہ و برباد کر دینا۔“

عادل شاہی لشکر کی ترتیب

نظام شاہی امراء جنگ پر تلے بیٹھے تھے انہوں نے صلح کی بات چیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ یکم ذی الحجہ کو ان لوگوں نے عادل شاہی علاقے میں قدم رکھا اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ حمید خاں نے اپنی فوج کو بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا۔ مہمنہ پر سہیل خاں خواجہ سرا اور غنبر خاں حبشی کو مقرر کیا گیا، میسرہ پر شجاعت خاں اور ترزہ خاں متعین ہوئے۔ قلب لشکر کو حمید خاں نے خود سنبھالا، مقصود خاں شاہی ہاتھیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا۔

عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست

الغرض عادل شاہی لشکر اچھی طرح منظم ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ فریقین نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا، زمین خون سے لالہ زار ہو گئی۔ ایک زبردست جنگ کے بعد عادل شاہ میسرہ اور قلب دشمن سے مغلوب ہو گیا۔ بہت سے عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بھاگ نکلے۔ لیکن یہ شکست، ظاہری شکست تھی اس کو فتح و کامرانی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ عادل شاہی لشکر جلد ہی کامیاب ہوا اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

میدان جنگ میں بہت آتش بازی کی گئی تھی، اس لئے دھوئیں کی وجہ سے زمین و آسمان تاریک ہو گئے تھے، ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا۔ شاہی میسرہ اس دھوئیں میں بری طرح گھر گیا۔ ایسی صورت میں سپاہیوں کا اپنی جگہ ٹھہرے رہنا مشکل ہی نہیں تھا بلکہ ناممکن تھا۔ لہذا وہ یکے بعد دیگرے میدان سے بھاگنے لگے۔ نظام شاہی امراء نے اس واقعہ کو اپنی فتح پر محمول کیا اور یک دم عادل شاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عادل شاہی میسرہ کی طرح مہمنہ اور قلب لشکر میں بھی انتشار پیدا ہو گیا۔ نظام شاہی لشکر نے مفرور سپاہیوں کا تعاقب کیا۔

ابراہیم نظام شاہ اپنے تحفظ کے خیال سے اپنی فوج کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے جب عادل شاہی لشکر کو منتشر دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ چند عادل شاہی امراء نے جن میں سنبل خاں اور غنبر خاں بھی شامل تھے۔ ایک طرف کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہ لیا تھا اور کسی موقع کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے جب نظام شاہی چتر و علم کو دیکھا تو اس کی طرف بڑھے۔ نظام شاہی ہراہیوں نے جب دشمن کو دیکھا تو انہوں نے ابراہیم نظام سے کہا۔ ”ہم لوگ تعداد میں پانچ سو سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کے برعکس دشمن کے سپاہی ایک ہزار سے زیادہ ہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم لوگ اس وقت جنگ نہ کریں اور اسی محفوظ جگہ پر مقیم ہو جائیں۔ اور اس وقت تک خاموش رہیں، جب تک ہمارے امراء ہمارے پاس جمع نہ ہو جائیں بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہے۔“

سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ

ابراہیم نظام شاہ، ہوائی فائزہ پہنچایا ہوا تھا لیکن وہ اس وقت شراب کے نشے میں بھی فرق تھا اس نے اپنے ہراہیوں کی نصیحت کو

قابل التفات نہ سمجھا اور کہا۔ ”میرے چھوٹے بھائی اسماعیل نے دلاور خاں کے مقابلے پر بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے میں کیسے بزدلی دکھاؤں، سنیل خاں خواجہ سرا کے سامنے بھاگ جانا میرے شایان شان نہیں ہے۔“ یہ کہہ کر ابراہیم نظام شاہ نے سکوار نیام سے نکال اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے بہادری کا بہت شاندار مظاہرہ کیا لیکن تقدیر کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔

ابراہیم نظام کا قتل

دوران جنگ میں ایک تیر ابراہیم نظام شاہ کو آکر لگا وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے بڑی مشکل سے اس کی لاش کو میدان جنگ سے باہر نکالا۔ نظام شاہ اپنے حبشی غلاموں کی عاقبت ٹانڈیشی کی وجہ سے عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا۔ تمام سپاہ اور رعیت اس کے غم سے نڈھال ہو کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوئی۔

جو دکنی اور حبشی امراء غارت گری میں معروف تھے انہوں نے اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر سنی وہ ایسے پریشان ہوئے کہ سب کچھ بھول کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے مالک کے خاندان کو پوری طرح تباہ کر دیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

اس معرکے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا، قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران میں جب عادل شاہی میسرہ پریشان ہوا اور اس کے سپاہی میدان جنگ سے فرار ہوئے تو ان میں سے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ ٹرک جا پہنچے۔ ان لوگوں نے شاہ نواز خاں سے کہا۔ دونوں لشکروں نے عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا، لیکن بعد میں عادل شاہی لشکر کی بہت بری حالت ہوئی۔ تقریباً سارے امراء کو دشمن نے سکوار کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف گنتی کے چند جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ سکے اس طرح دشمن نے سارے فیل خانے پر قبضہ کر لیا۔ صرف ایک ہاتھی جس کا نام ”رضوان“ ہے، ایک ترکی غلام کو بہادری سے محفوظ رہا۔

بادشاہ کا استقبال

اسی اثناء میں چند مخبر بھی شاہی بارگاہ میں پہنچے اور انہوں نے متذکرہ بیان کی تصدیق کی۔ ان اطلاعات کے پہنچنے سے عادل شاہی لشکر میں بڑی بے چینی پھیل گئی، لیکن بادشاہ قطعاً پریشان نہ ہوا اور ہر وقت خداوند تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا رہتا۔ اس نے عوام و خواص سبھی سے بار بار کہا کہ ”یہ خبریں قطعاً بے بنیاد ہیں۔“

حسن اتفاق

ایک روز بھرے دربار میں بادشاہ نے حاضرین سے کہا۔ ”مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم لوگ اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی و بہادری سن کر بہت مسرور و شادمان ہوں گے۔“ ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ شاہ نواز خاں دربار میں آیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ ”حضورا مبارک ہو کہ ہمارا لشکر کامیاب و کامران ہوا دشمن کو شکست فاش ہوئی اور ابراہیم شاہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ ہمارے لشکر نے نظام شاہی فیل خانے اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا ہے۔“ یہ سن کر تمام حاضرین بے انتہا خوش ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق

اگرچہ ابراہیم نظام شاہ نے بڑی عاقبت ٹانڈیشی سے کام لیا تھا تاہم ابراہیم عادل شاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ اور اس نے اسی وقت اپنی فوج کے سرداروں کے نام یہ حکم جاری کیا کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ نظام شاہی ملک تباہ و برباد نہ ہو اور نہ ہی وہاں کی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ نیز تمام اراکین دولت اور سرداران لشکر اس علاقے سے بیجا پور کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ

اب یہاں عادل شاہی لشکر کا قیام تھا۔

انعام و اکرام

اسی ماہ کے آخری دنوں میں تمام اراکین سلطنت اور امراء عادل شاہی شاہ ورک میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد جمع ہو گئے۔ بادشاہ نے ہر ایک کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ سہیل خاں غنبر خاں نے چونکہ بہادری اور جرات کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کو دوسروں سے زیادہ نوازا گیا اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت میں آگیا اور ذی الحجہ کی ۲۰ تاریخ سے شہید کرپلا کی عزاداری میں مصروف ہو گیا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی بیجا نگر کے وہ غیر مسلم جنہوں نے مفسدوں کو ترغیب سے ہنگامہ خیزی کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ امراء عادل شاہی کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے ہیں۔ جو غیر مسلم مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حضرت صلعم کے موئے مبارک کی زیارت

یکم محرم ۱۰۰۵ھ کو میر محمد صالح ہمدانی کی آمد کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ سرکار دو عالم صلعم کے چند موئے مبارک بھی لائے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالایا۔ اس نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح سے ملاقات کی اور موئے مبارک کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ اس واقع سے بادشاہ کی دینی عقیدت مندی لوگوں پر واضح ہو گئی۔ ابراہیم عادل شاہ کے اکثر فرماں رواؤں نے ان موئے مبارک کی زیارت کرنی چاہی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تھی۔ ابراہیم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

بادشاہ جب ان موئے مبارک کی زیارت کے لئے تیار ہوا تو شاہی ملازموں نے طلائی اور نقرئی مجمر میں عود روشن کیا اور سرکار دو عالم پر درود بھیجا۔ ہجرت نبوی کے پورے ایک ہزار پانچ سال بعد یہ معجزہ رونما ہوا کہ آنحضرت صلعم کا موئے مبارک ایک ایسی ڈبیہ سے جس میں کوئی سوراخ نہ تھا روشنی کی کرن کی طرح چمکتا ہوا برآمد ہوا۔

میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم

بادشاہ نے میر محمد صالح کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ یکم محرم سے بادشاہ عزاداری میں مشغول ہوا اور میر محمد صالح کو یہ پیغام بھجوایا۔ "میں نے آپ کے جد محترم کا تعزیہ رکھا ہے اگر آپ تشریف لائیں تو بڑا احسان ہوگا۔" میر محمد صالح نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور مع موئے مبارک کے شاہی محل میں قیام پذیر ہوئے۔ بادشاہ نے میر صاحب کی بہت تعظیم و تکریم اور امراء شاہی و اراکین سلطنت کو ان کی خدمت کا حکم دیا اور کہا کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔ ان کو جس چیز کی ضرورت ہو فوراً بہم پہنچائی جائے اور ان کی کسی فرمائش کو ٹالنا نہ جائے۔

میر صاحب کی خواہش

میر محمد صالح سے بادشاہ خود بھی کبھی کبھی ملاقات کرتا اور انہیں شاہی عطیات سے نوازتا۔ جب محرم کا مہینہ ختم ہو گیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا تو بادشاہ نے میر صاحب کو پھر اپنی مہربانیوں سے نوازا انہیں دس ہزار ہون نقد اور گراں قدر کپڑوں کی چند گٹھڑیاں عنایت کی گئیں بعد ازاں بادشاہ نے ان سے پوچھا "اگر حضور کے دل میں کوئی بات ہو تو بلا تکلف ارشاد فرمائیں فوراً تعمیل کی جائے گی۔" میر صاحب نے جواب دیا۔ "آپ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہو گیا اب اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف ایک خواہش ہے کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف اور آستانہ رسول اکرم صلعم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں نیز دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کی بھی خواہش ہے اور چاہتا ہوں کہ اب جب کہ میری عمر اسی سال کی ہو چکی ہے انہیں مقدس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر اپنی زندگی کے

باقی دن گزار دوں۔“

بادشاہ نے فوراً جہاز کے عملے کو حکم دیا کہ میر صاحب کے سفر کی تیاری کی جائے چند دنوں میں جب سارے انتظامات مکمل ہو گئے۔ تو میر صاحب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے بوقت رخصت میر صاحب نے دو عدد موئے مبارک بادشاہ کو دیئے۔ یہ مبارک یادگار ایک سونے کی ڈبیہ میں رکھی ہوئی ہے اور ہر جمعہ کی رات اور دیگر متبرک راتوں کو اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس مقدس تحفے کی وجہ سے بادشاہ طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا اقبال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نظام شاہی امیروں نے اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کو موت سے ہم کنار کیا اور پھر خود میدان جنگ سے جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر میں پہنچ کر مشہور دکنی امیر منجوی خاں بیگی نے قلعہ اور خزانہ شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سلطنت کے امور کو حسب منشاء طے کرنے لگا۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان کیا جائے گا) منجوی خاں نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ کو احمد شاہ بن طاہر شاہ کو تخت پر بٹھایا، تمام امراء میں از سر نو عہدے اور منصب تقسیم کئے گئے۔ منجوی خاں حسب معمول سب سے بڑے عہدے یعنی وکیل السلطنت اور نائب کے منصب پر فائز رہا۔

دس پندرہ روز کے بعد احمد نگر کے امراء کو معلوم ہوا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔ لہذا انہوں نے اس شخص کو معزول کر کے بہادر شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا، لیکن منجوی نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی اور حبشی امراء میں جنگ شروع ہو گئی۔ منجوی خاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا، حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے قلعے کو گھیر لیا اور اہل قلعہ پر ظلم کرنے لگے۔ منجوی خاں جب بہت زیادہ پریشان ہوا اور اسے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے مجبور ہو کر اپنے قاصدوں کو گجرات روانہ کیا اور شہنشاہ اکبر کے بیٹے شہزادہ مراد سے مدد کا طالب ہوا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔

شہزادہ مراد کلور دو احمد نگر

شہزادہ مراد کو شہنشاہ اکبر کی طرف سے احمد نگر کو فتح کرنے کی اجازت مل چکی تھی اور وہ موقع و محل کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں منجوی خاں کی طرف سے جو دعوت ملی تو وہ بغیر کسی قسم کی تاخیر کے فوراً تیار ہو گیا وہ خاں خاناں کے ساتھ بیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جہاز لے کر سلطان پور نذر کے راستے سے احمد نگر پہنچا۔

شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ

شہزادہ مراد سے احمد نگر پہنچنے سے پہلے ہی منجوی خاں حریف پر غالب آچکا تھا لہذا اب اسے مراد کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ ادھر مراد کے ارادے کچھ اور تھے اس نے منجوی خاں سے قلعہ احمد نگر طلب کیا۔ منجوی خاں اپنے کئے پر بہت ہچکچاتیا اسے اس بات پر بہت افسوس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ منجوی خاں نے قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت کا مناسب و معقول انتظام کیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر انصار خاں کو اس کا نگران مقرر کر کے خود احمد شاہ کے ساتھ آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر شیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

امراء احمد نگر کے اختلافات

اس کارروائی سے منجوی خاں کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر لشکر میں اضافہ کرے اور ابراہیم علی عادل شاہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو یہ خبر ملی کہ مغلوں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی دشمن کی مدافعت کر رہی ہے۔ منجوی

نے لشکر جمع کرنے کی کوشش کی، لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ امراء احمد نگر اس وقت تین جماعتوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک جماعت آہنگ خاں حبشی کی تھی جس نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا رکھا تھا، دوسری جماعت اخلاص خاں حبشی کی تھی جس نے موتی نامی ایک مجہول النسب شخص کی بادشاہت کا سکہ جاری کر رکھا تھا، تیسری جماعت منجوی خاں کی تھی جس نے احمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا تھا۔

مغلوں کی آمد کے بعد امراء احمد نگر کی مختلف جماعتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس وقت محاصرے سے علیحدگی اختیار کرے، اپنے حریف کو تباہ و برباد کر کے کسی ایک شخص کو سارے ملک کا بادشاہ اور پھر مغلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرے، لیکن یہ طریق کار بہت نقصان دہ تھا اول تو اس کے لئے بہت وقت درکار تھا، دوسرے یہ اندیشہ تھا کہ جو جماعت مغلوب ہوگی وہ مغلوں سے مل جائے اور اس طرح ملک پر مغلوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

اختلافات کا خاتمہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے احمد نگر کی امراء کی متذکرہ بلا تینوں جماعتوں کو یہ پیغام دیا ”اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم لوگ آپس کے اختلاف کو مٹا کر متفقہ طور پر دشمن کا مقابلہ کرو“ اس کے بعد جو شخص حکومت کے قابل ہوگا عنان اقتدار اسی کے ہاتھ دے دی جائے گی۔“ تینوں فرماں رواؤں نے ابراہیم عادل شاہ کے پیغام کی معقولیت کو سمجھا اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے دشمن کے دفعے کی تدبیر کرنے لگے۔

نظام شاہی امراء کی حمایت

میاں منجوی نے اپنے بیٹے میاں حسن اور مرتضیٰ خاں انجو کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ جب یہ قاصد شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ابراہیم نے فوراً لشکر کی طلبی کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں چاند بی بی نے بھی ابراہیم کے نام ایک درخواست لکھی اور اس سے بعد مدت مدد کی خواستگار ہوئی، شاہ نواز خاں نے یہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں ملاحظے کے لئے پیش کئے۔ بادشاہ نے ہمسائیگی اور قرابت کا لحاظ کیا اور خواجہ سہیل خاں خواجہ سرا کو بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ نظام شاہیوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

دکنی فوج کا متحدہ لشکر

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے نظام شاہی امراء منجوی خاں اور اخلاص وغیرہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی ساری فوج کو ساتھ لے کر سہیل خاں کے ساتھ شاہ ورک میں ملاقات کریں اور پھر سب مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوں۔ نظام شاہی امراء نے ابراہیم کی ہدایت پر عمل کیا اور سہیل خاں کے ساتھ مل کر ایک زبردست فوج لے کر آگے بڑھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے مددی قلی سلطان ترکمانی کی نگرانی میں تلنگانہ کا لشکر بھی روانہ کیا جو سہیل خاں سے ملا۔

امراء اکبری کے مشورے

شہزادہ مراد کو یہ تمام خبریں معلوم ہوئیں اس نے اکبری امراء خاں خاں اور محمد صادق وغیرہ سے مشورہ کیا، ان امراء نے کہا ”ہمارے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ سرکوب تیار کر کے خندق کھود کر قلعے کو فتح کر لیں کیونکہ دشمن ہمارے ہر سرکوب کے مقابلے پر ایک نیا برج تیار کر لیتا ہے اور ہماری ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ دکنی افواج کی آمد سے پہلے ہی ہم قلعے کو فتح کر لیں۔“ سب امراء نے بہت دیر تک غور و خوض کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ نقب زنی کے علاوہ کسی اور تدبیر سے قلعے کو تسخیر نہیں کیا جاتا، شہزادہ مراد نے امراء سے اس مشورے کو پسند کیا۔

نقب کی تیاری

اس تجویز پر عمل شروع ہو گیا، اہل قلعہ کو اس ارادے سے بے خبر رکھنے کے لئے آنے جانے کا راستہ بند کر دیا گیا اور نقب کھودنے کا کام پوری مستعدی سے شروع کر دیا گیا۔ شہزادے مراد نے مورچل کی طرف سے حصار کی دیوار میں پانچ مقامات پر شکاف کروایا۔ یکم رجب کو نقب زنی کا کام مکمل ہو گیا اور ان نقبوں میں بارود رکھ کر پتھر اور چوٹے سے انہیں مضبوط کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے یہ سوچا کہ دوسرے روز نماز جمعہ کے بعد نقبوں میں آگ لگا دی جائے گی اور یوں برجوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔

شہزادے کے لشکر میں خواجہ محمد خاں شیرازی بھی تھا۔ اس نے چوری چھپے اہل قلعہ کو نقبوں کی تیاری کی اطلاع دے دی، اہل قلعہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے دو نقبوں کا سراغ تو فوراً لگا لیا اور ان میں سے بارود نکال لیا، اس کے بعد وہ باقی نقبوں کو تلاش کرنے لگے وقت مقررہ پر شہزادہ مراد اور دیگر امراء اکبری جن میں محمد صادق بھی شامل تھا۔ خاں خاٹاں سے مشورہ کئے بغیر ہی تیار ہو گئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جب بارود کو آگ لگنے سے حصار کی دیوار میں شکاف پیدا ہو تو وہ فوراً اندر داخل ہو جائیں اور قلعے پر قبضہ کر لیں، خاں خاٹاں کو انہوں نے اس لئے اپنا شریک راز نہ بنایا تھا تاکہ فتح میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اور کامیابی کا سرا شہزادہ مراد اور دیگر امراء اکبری کے سر رہے۔

قصہ مختصر یہ کہ نقبوں میں آگ لگائی گئی، تین تھپس جن میں بارود بھرا ہوا تھا، وہ تو فوراً اڑ گئیں اور تقریباً پچاس گز دیوار مسمار ہو گئی لیکن باقی دو تھپس نہ اڑیں۔ شہزادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ کو اصل معاملے کا علم نہ تھا وہ یہ سمجھے کہ باقی دونوں نقبوں میں بھی بارود بھرا ہوا ہے۔ لہذا وہ ان کے اڑنے کا انتظار کرنے لگے تاکہ بعد میں قلعے داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔

اہل قلعہ کی مستعدی

شہزادہ اور محمد صادق کے لشکر کا انتظار کرنا اہل قلعے کے لئے ایک نعمت ثابت ہوا۔ ان لوگوں کو ایک نادر موقع مل گیا اور انہوں نے (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے لکھا گیا ہے) شکافوں میں توپ اور ضرب زن رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا۔ اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رات تک کوئی مغل سپاہی قلعے کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ اہل قلعہ نے شکستہ دیوار کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی، رات کے وقت تمام بڑے چھوٹے یہاں تک کہ عورتیں بھی دیوار بناتی رہیں اور تین گز بلند دیوار چن دی گئی۔

شہزادہ مراد اور محمد صادق یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا، لیکن یہ صورت حال دیکھ وہ مایوس ہو گئے۔ اسی دوران میں سہیل خان دکنی لشکر کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ شہزادے کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہوئے اس لئے اس نے جنگ ترک کر کے خاں خاٹاں سے مشورہ کیا۔ خاں خاٹاں کو اس بات کا خیال تھا کہ شہزادے نے پہلے ہی اس سلسلے میں بات کیوں نہیں کی۔ لہذا اس نے محمد صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”جو حضور کے امراء کی رائے ہو وہی مناسب ہوگی۔“

خان خاٹاں کا مشورہ

یہ جواب سن کر سبھی لوگ نادوم ہوئے انہوں نے خاں خاٹاں سے معذرت کا اظہار کیا۔ اس پر اس نے شہنشاہ اکبر کی خیر خواہی کے خیال سے کہا کہ دکنی فرماں رواؤں کے لشکر بڑی تیز رفتاری سے اس طرف آرہے ہیں۔ ہماری فوج میں غلے کی کمی ہے اس وجہ سے تمام لشکر اور جانوروں کی بہت بری حالت ہے۔ ایسی صورت میں معرکہ کارزار پنا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس مقام سے کوچ کر جائیں۔ اور برابر میں قیام کریں سب سے پہلے ہمیں برابر اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنا چاہئے۔ جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور برابر کی رعایا کو پوری طرح اپنا مطیع و فرماں بردار بنالیں تو پھر ہمیں احمد نگر کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اس وقت ہم یقیناً اس قاتل ہوں گے کہ اس قلعے کو فتح کر سکیں۔

شہزادہ مراد غلے اور دیگر امراء اور دیگر سامان ضرورت کی کمی کی وجہ سے سخت پریشان ہو رہے تھے ایسے عالم میں خان خاناں کا مشورہ انہیں بہت پسند آیا۔ ان لوگوں نے اسے اپنا راہنما بنایا اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ خاں خاناں اور سید مرتضیٰ خاں سبزواری (جو ممتاز امراء اکبری میں شامل تھے اور اس سے پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں برار کا سر لشکر رہ چکا تھا) نے خفیہ طور پر ایسی تدبیریں کیں کہ چاند بی بی خود صلح کا پیغام دے۔

صلح

قصہ مختصر یہ کہ شہزادہ مراد کے لشکر اور اہل قلعہ دونوں ہی کی طرف سے کچھ آدمی درمیان میں پڑے اور طرفین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ ”برار کا وہ حصہ جو تقال خاں کے قبضے میں تھا شہزادہ مراد کے حوالے کر دیا جائے۔ اور باقی تمام حصہ (قلعہ ہو رہے لے کر بندر جیول تک اور پرندہ سے لے کر دولت آباد اور سرحد گجرات تک) احمد نگر کے حاکم کے قبضے میں رہے۔“

اس معاہدے پر سختی سے پابند رہنے کے لئے طرفین نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت یقین دلایا قسمیں کھائی گئیں۔ معاہدے نامہ پر دونوں طرف سے معززین اور اکابر امراء نے اپنی مہریں ثبت کیں۔

حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی

اسی دوران میں سہیل خاں بھی اپنے لشکر جرار کے ساتھ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ سہیل کو جب مغلوں کے لشکر اور اہل قلعہ میں صلح کا حال معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی امراء نے میاں منجوی اور احمد شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی سلطانہ کے مشورے اور ہدایت کے مطابق بہادر شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ بہادر شاہ کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی اسی دوران میں چند دنوں کے بعد سہیل خاں، میاں منجو اور احمد شاہ کو ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔



Gul Hayat Institute

احمد نظام شاہ

ملک نائب کے آباؤ اجداد

مورخین کا بیان ہے کہ احمد شاہ بحری، ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا ہے اس کا جد اعلیٰ بیجا نگر کا ایک برہمن تھا۔ جس کا نام ”تیمہست“ اور اس کے باپ کا نام ”بھر“ تھا۔ تیمہست احمد شاہ بھمنی کے عہد حکومت میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا نام ملک حسن رکھ لیا۔ ملک حسن اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے شاہی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ نے جب دیکھا کہ ملک حسن بہت ہی دانش مند اور صاحب عقل ہے نیز ہندی زبان کا زبردست ماہر ہے تو اس نے یہ غلام اپنے بیٹے محمد شاہ کو عطا کیا۔

ملک حسن بحری

ملک حسن، محمد شاہ کے ساتھ کتب میں جانے لگا، کچھ ہی عرصے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں بڑی مہارت حاصل کر لی اور وہ ملک حسن برلو کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطان محمد شاہ اپنے بچپن کے زمانے میں ملک حسن کو ”برلو“ کی جگہ ”بحری“ کہا کرتا تھا، لہذا بعد ازاں یہی لقب خواص و عام میں مشہور ہو گیا۔

اقتدار میں اضافہ

محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں ملک حسن پر بڑی مہربانیاں کیں اور اسے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا۔ اسے قوش بیگی یعنی شکاری جانوروں کا عمدہ عطا کیا، رفتہ رفتہ ملک حسن کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اسے ”اشرف ہمایوں نظام الملک“ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

طرف داری تلنگانہ

خواجہ جہاں کاواں نے بھی ملک حسن پر بڑی مہربانی کی اور اسے تلنگانہ کا طرف دار مقرر کیا نیز راجندری اور کنہ نیل مع مضافات کے اس کی جاکے میں شامل کر دیئے۔ اس اقتدار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک حسن تلنگانہ کے تمام ملکی و مالی معاملات پر حاوی ہو گیا۔ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا جانشین مقرر ہوا اور اسے ملک نائب کا خطاب دے کر سر لشکر بنایا گیا۔

ملک احمد کا تقرر

سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے مطابق محمود شاہ بن محمد شاہ نے ملک حسن کو وکیل السلطنت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ ملک حسن نے دولت آباد کے ماتحت پرگنوں بیروغیرہ کو صوبہ جنیر میں داخل کیا اور یہ پرگنے اپنے بیٹے ملک احمد کو عطا کیے۔ حسن نے خواجہ جہاں دکنی کی رائے کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ملک احمد کو جنیر کی طرف روانہ کیا، احمد وہاں قیام پذیر ہوا اور ملکی و سیاسی معاملات طے کرنے لگا۔

مرہٹوں کی نافرمانی

ملک حسن نے مرہٹوں کے نام اس مضمون کے خطوط کئی بار روانہ کیے کہ بیرو اور جونہ کے قلعے ملک احمد کے حوالے کر دیئے جائیں۔ لیکن مرہٹوں نے ایک گروہ لے کر اس پر خواجہ جہاں نے اعتماد کر کے یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے تھے) ان خطوں پر عمل نہ کیا اور یہ

جواب دیا۔ ”جب تک ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ نہ ہو گا ہم بادشاہ کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہوئے یہ قلعے اپنے قبضہ میں رکھیں گے اور جب بادشاہ سن بلوغ کو پہنچے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔“

قلعہ بشیر کی فتح

ملک احمد نے اس جواب کا برا مانا اور قلعوں کو بزور قوت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا، اس نے سب سے پہلے قلعہ بشیر پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بہت بلند چوٹی پر واقع ہے، اہل قلعہ محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے آخر کار جب چھ مہینے گزر گئے تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ مجبوراً تلوار اور کفن سے آراستہ ہو کر نیز قلعہ کے دروازے کی چابی ہاتھ میں لے کر ملک احمد کے پاس آئے، ملک احمد کے لشکر نے قلعے پر حملہ کر دیا، سپاہی جب اندر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد سے پانچ سال کی مرہٹوں کی لگان کی رقم قلعہ میں موجود ہے۔ سپاہیوں نے یہ رقم اپنے قبضے میں لی اور ملک احمد کے پاس پہنچا دی۔

کوہکن کے علاقے پر قبضہ

یہ روپیہ مل جانے سے ملک احمد بہت خوش ہوا، اس نے اپنے سپاہیوں اور امراء میں یہ روپیہ تقسیم کر کے انہیں شاد کام کیا۔ ملک احمد نے اسی زمانے میں چونہ بہا کر تنگی ترونی، کندھاپور، پورند، پورب، چندول، گردورک، مرنجن، ماہولی اور مالی کے مقامات کو فتح کیا اور اس طرح کوہکن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔

جن دنوں ملک احمد نظام قلعہ ندراج پوری کو فتح کرنے میں سرگرداں تھا ان دنوں اسے اپنے باپ کے خطاب اور ”احمد نظام الملک“ بحری کے لقب سے مشہور کیا اگرچہ ملک احمد نے کبھی اپنے آپ کو ”شاہ“ کے لقب سے مشہور نہیں کیا، لیکن دکن میں اس کا نام ”احمد نظام شاہ“ مشہور ہے۔ اس لیے راقم الحروف ”مورخ فرشتہ“ اپنی اس کتاب میں اسے ”احمد نظام شاہ بحری“ کے نام سے یاد کرے گا۔

ملک احمد کی بہادری

ملک احمد جنیر پنچاب کی رسوم تعزیت ادا کرنے کے بعد اس نے رعایا اور لشکر کو انعام و اکرام دے کر مطمئن کیا اور پھر قصبہ بیرکو (کانوا اور پٹن کی حدود تک) اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ملک احمد نے آغاز شباب ہی میں کندیل اور راجندری کے ہندو راجاؤں سے معرکہ آراء ہو کر اپنی جرات و بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے، اس لیے سلطان محمود شاہ جب بھی اپنے امیروں اور لشکریوں کو ملک سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کرتا تو یہ لوگ خوف کے مارے جنگ کا نام تک نہ لیتے تھے۔

یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

سلطان محمود نے قاسم برید کے کہنے پر یوسف عادل شاہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ”تم خواجہ جہاں دکنی اور حاکم جالندہ زین الدین علی طاش کے ساتھ جنیر جاؤ اور احمد نظام الملک کو راہ راست پر لاؤ۔“ یوسف عادل شاہ نے معذرت کا اظہار کیا اور خفیہ طور پر اپنا ایک قاصد احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ ”اس علاقے کا انتظام اجنبی طرح کرو اور دوسرے علاقوں کو بھی اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرو۔“ اس کے علاوہ یوسف نے احمد کی فوجی مدد بھی کی اور اس رات ہی اس نے اسے اضافہ کیا۔

زین الدین علی طاش کے نام پیغام

احمد نظام شاہ نے امیر الامراء کا عمدہ طریقہ الملک افغان کو اور میر جملہ کا منصب نصیب کیا۔ ”یوسف عادل شاہ نے زین الدین علی طاش کے نام احمد نے یہ پیغام بھیجا“ چونکہ ہم اور تم دونوں ہمسائے ہیں اس لیے ہم دونوں پر کچھ حقور نہیں ہے۔ میں تمہاری بہادری اور شجاعت کا دل و جان سے قائل ہوں میری خواہش ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں۔ اس وقت دونوں سے نکلا کر آؤ۔“

علاقے میں دوستوں کی طرح رہیں اور سب کو مغلوب کریں۔“

شیخ مودی کا جنیر پر حملہ

انہیں دنوں شیخ مودی عرب نے احمد نظام شاہ کی تباہی و بربادی پر کمر باندھی، وہ بہادری اور شجاعت میں بڑا اونچا درجہ رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے ”بہادر الزمان“ کا خطاب ملا تھا۔ شیخ مودی بارہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ جنیر کی طرف بڑھا، پہلے اس نے قلعہ پرندہ کے دامن میں پناہ لی زین الدین علی کی نیت بھی بدل گئی اور اس نے شیخ مودی کا ساتھ دینے کی غرض سے اس کے لشکر سے مل جانے کا ارادہ کر لیا۔ احمد نظام کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے ہال بچوں کو قلعہ سبز میں بھیج دیا اور خود شیخ مودی کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

زین الدین علی پر احمد کا حملہ

احمد نظام الملک جب دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی اور دشمن کی قوت کا اندازہ کر کے جنگ سے کنارہ کش رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور دشمن سے چار کوس کے فاصلے پر ایک جگہ قیام پذیر ہوا۔ احمد نے بڑی دانش مندی سے کام لے کر یہ معلوم کر لیا کہ زین الدین علی، شیخ مودی سے جلد از جلد مل جانے کا موقع ڈھونڈ رہا ہے۔ احمد نے اپنا لشکر نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود منصب داروں اور سواروں (جنہیں نظام شاہی اصطلاح میں ”حوالہ دار“ کہا جاتا تھا) ایک جماعت کے ساتھ شکار کے بہانے سے باہر نکلا، اس نے زین الدین علی کی قیام گاہ جانے پر حملہ کیا۔

قلعہ جانہ کی فتح

احمد نظام الملک رات کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچا، جب کہ زین الدین اور اس کے ساتھی غفلت کی نیند میں کھوئے ہوئے تھے۔ احمد لکڑی کے زینے اپنے ساتھ لایا تھا، ان زینوں کو اس نے قلعہ کی دیوار سے لگا کر اور سب سے پہلے خود سترہ آدمیوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد تمام لشکری بھی قلعے میں انہیں چوبی زینوں کے ذریعے داخل ہو گئے۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور احمد کے تمام لشکری مسلح، نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین مارا گیا اور قلعہ جلد ہی فتح ہو گیا۔

شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی

قلعہ جانہ کی تسخیر کی خبر بڑی مشہور ہوئی۔ نصیر الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے دل میں بھی کوئی کارنامہ دکھانے کی انگ اٹھی۔ اس نے تین ہزار کے قریب لشکریوں کو ساتھ لیا اور شیخ مودی کی طرف روانہ ہوا جب دونوں لشکروں میں ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شیخ مودی نے نصیر الملک کی آمد سے مطلع ہو کر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے مقابلے پر روانہ کی، فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر کار شیخ مودی کے لشکر کو شکست فاش ہوئی، دوسرے دن پھر شیخ مودی نے اپنے سپاہی روانہ کیے، انہیں بھی نصیر الملک نے مغلوب کر لیا۔ اب شیخ مودی نے اپنے آدمیوں کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور بذات خود نصیر الملک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا۔

نصیر الملک کی شکست

نصیر الملک دو دن کی متواتر فتح کی وجہ سے بہت خوش اور قدرے مغرور تھا۔ وہ اپنے خستہ حال اور تھکن سے چور چور لشکر کے ساتھ شیخ مودی سے لڑا اور جلد ہی شکست کھا کر ظریف الملک کے پاس آ گیا۔ اسی دوران میں احمد نظام شاہ بھی جانہ سے واپس آ گیا، اسے تمام حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ نصیر الملک کی قیام گاہ پر گیا، اس کی مزاج پر سی کی، بہت بڑھائی اور شکست کی وجہ سے نصیر کو جو ندامت تھی

سے دور کرنے کی کوشش کی

احمد نظام شاہ کی فتح

کچھ دنوں بعد احمد نظام شاہ نے ایک زبردست فوج اپنے ساتھ لی اور آدمی رات کے وقت دشمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نے دشمن پر شب خون مار کر اس کے لشکر کو تترہتر کر دیا۔ شیخ مودی مع بہت سے عربی، دکنی اور حبشی امراء کے مارا گیا، بہت سامان غنیمت احمد کے ہاتھ لگا۔ شیخ مودی کے خیمے اور بار برداری کا سامان ملنے کی وجہ سے احمد کے لشکر کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوا، اس واقعے کے بعد احمد نظام شاہ جنیر واپس آ گیا۔

احمد نظام شاہ کا بیدری پر حملہ

سلطان محمود شاہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو بہت غصے میں آیا اس نے عظمت الملک دبیر کو اٹھارہ امراء اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنیر کو فتح کرنے کا حکم دیا، احمد نظام شاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر قادر آباد کے پہاڑی علاقے میں قیام پذیر ہوا۔ سلطان محمود شاہ کا لشکر سیری گھاٹ کے نچلے حصے میں پہنچا، احمد نظام نے تین ہزار بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قادر آباد سے احمد آباد پر حملہ کیا۔ رات کے وقت جب کہ تمام لوگ بالکل غافل اور بے خبر تھے، احمد نظام بڑے اطمینان کے ساتھ بیدری پہنچ گیا۔ شہر کے دربانوں میں سے ایک شخص احمد نظام کے ساتھ ملا ہوا تھا اس لیے شہر کا دروازہ بغیر کسی مزاحمت کے کھل گیا اور احمد نظام اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

نامزد امراء کے متعلقین کی گرفتاری

احمد نظام سب سے پہلے امیر نائب کے مکان پر گیا اس نے اپنے باپ کے متعلقین اور اہل و عیال کو اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ پالیکوں میں سوار کر کے جنیر روانہ کر دیا، بعد ازاں اس نے سارے شہر کا دورہ کیا اور نامزد امراء کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا اور صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا۔ قصبہ بیڑ کے راستے سے وہ قلعہ پرندہ میں پہنچا اور امراء کے گرفتار شدہ اہل و عیال کی عزت کی پوری پوری حفاظت کی۔ نامزد امراء کو سیری گھاٹ کے قریب یہ معلوم ہوا کہ احمد نظام بیدری کی طرف روانہ ہوا لہذا وہ تعاقب میں روانہ ہوئے شہر کے قریب ہی ان امیروں نے احمد نظام کو جالیا اور اسے یہ پیغام دیا۔

نامزد امراء کا پیغام

”تم نے چونکہ ہمارے بیوی بچوں کی پوری طرح حفاظت کی ہے اس لیے ہم تمہارے بہت بہت ممنون ہیں اور دل و جان سے تمہاری اطاعت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات کا ملال ہے کہ تم ڈاکوؤں اور لیٹروں کی طرح ہمارے سامنے سے فرار ہو گئے۔ یہ امر تمہاری بہادری اور شجاعت کے منافی ہے تم نے پردہ نشین عورتوں پر مظالم بھی کیے ہیں اور ایسا افسوس ناک واقعہ ہے کہ جسے گہرو فرنگ بھی گوارا نہیں کرتے۔“ احمد نظام شاہ اس پیغام سے بہت نادم ہوا اور اسی وقت ان امیروں کے بیوی بچے ان کے پاس بھجوا دیئے۔

سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام

انہیں دنوں سلطان محمود شاہ نے اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا کہ ”احمد نظام مسلسل ہنگامہ آرائیاں کر رہا ہے۔ بربادی اور غارت گری کا جو بازار اس نے گرم کر رکھا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو رہی تم لوگوں کو خدا جانے کیا ہوا ہے کہ اس سے ڈر کر اپنے اپنے خیموں میں چھپے بیٹھے ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم احمد نظام کو گرفتار کر کے میرے حضور میں لاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا“ میں تمہیں بری طرح ذلیل و رسوا کروں گا۔“

امراء کا جواب

یہ فرمان سننے کے بعد تمام امیر شہر کے قریب جمع ہوئے اور انہوں نے باہمی مشورے سے بادشاہ کو ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ”ہم لوگوں کا پیشہ سپاہ گری ہے، ہمارا کام نیکو اور چلانا اور دشمن کا قلع قمع کرنا ہے۔ اگر ہم سے کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی ذمہ داری عظمت الملک پر عائد ہوتی ہے۔ ہماری ناچیز رائے یہ ہے کہ عظمت الملک کی بجائے کسی دوسرے امیر کو ہمارا سردار مقرر فرمایا جائے، ایسی صورت میں دشمن کو مغلوب کرنا آسان ہو جائے گا۔“ سلطان محمود شاہ نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جہانگیر خاں کو نامزد کر کے تین ہزار سواروں کے ساتھ بیروانہ کر دیا۔

جہانگیر کی نامزدگی

جہانگیر خاں جہمنی سلطنت کے نامی گرامی امیروں میں سے تھا اس کی بہادری اور دور اندیشی کا شہرہ ملک میں چاروں طرف تھا وہ بہت معرکے سر کر چکا تھا۔ سلطان محمود شاہ کے حکم کے مطابق وہ فوراً قلعہ پرندہ روانہ ہو گیا۔ مخدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے اعظم خاں کو احمد نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ احمد نظام نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ فتح اللہ عمادی کو تمام حالات سے باخبر کیا۔ فتح اللہ عمادی نے اس سلسلے میں بے توجہی سے کام لیا اور جہانگیر خاں پٹن کے قریب پہنچ گیا۔

جہانگیر کا پٹنکا پور پہنچنا

احمد نظام شاہ پٹن سے روانہ ہو گیا۔ جیور گھاٹ کو عبور کرنے کے بعد وہ جنیر کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوا۔ نصیر الملک گجراتی قادر آباد سے لشکر خزانہ اور غلہ وغیرہ لے کر جیور گھاٹ کے راستوں کو مسدود کرتا ہوا احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور وہیں مقیم ہوا۔ جہانگیر خاں کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جیور گھاٹ پر نظام شاہیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اس لیے وہ بیگانو گھاٹ سے پٹنکا پور پہنچا اور احمد نظام شاہ کے راستے میں مقیم ہو گیا۔

شاہی فوج کی غفلت

فریقین کے درمیان صرف چھ کوس کا فاصلہ تھا، دونوں لشکر پورے ایک مہینے ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہے یہ برسات کا زمانہ تھا جہانگیر خاں کے لشکر نے احمد نظام کے مقابلے میں بڑی سختیاں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ اس لیے سارے لشکر عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے وہ دن رات شراب پیتے اور مست رہتے، دشمن کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو گئے۔ احمد نظام شاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے شاہی لشکر کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ۱۳ رجب ۸۹۵ھ کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ قصبہ جیور سے کوچ لیا اور بڑی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا ہوا صبح کے وقت پٹنکا پور کے قریب پہنچ گیا۔

شاہی لشکر کی تباہی

احمد نظام نے پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر لڑائی کے لیے بالکل تیار نہ تھا، بہت سے سپاہی عیش و عشرت میں مشغول تھے اور بہت سے گہری نیند سو رہے تھے۔ احمد نظام نے کئی ایک کو قتل کیا اور بے شمار سپاہی جان بچا کر بھاگ لکے۔ جہانگیر خاں، یہ اتفاق، یہد الطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں وغیرہ مارے گئے ان کے علاوہ بہت سے امیر گرفتار ہوئے۔ احمد نظام شاہ نے ان قیدیوں کو کاتے جینس پر سوار کر کے اور ان کے لباسوں کو زانوؤں تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد ازاں ان کی جان بخشی

باغ نظام

راقم الحروف مورخ فرشتہ سے شاہ جمال الدین حسین انجو نے (جس کا تفصیلی ذکر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت کے حالات کے ساتھ بیان کیا جائے گا) یہ بیان کیا کہ یہ لڑائی ”جنگ باغ“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قصبہ پنکاپور کے اس مقام پر جہاں احمد نظام کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس کا نام باغ نظام رکھا تھا۔ اس باغ کے گرد اعلیٰ درجہ کی چار دیواری کھینچی گئی تھی باغ کے اندر ایک خوبصورت اور بے مثال عمارت تعمیر کرا دی گئی تھی۔ کچھ عرصے میں یہ باغ جنت الفردوس کی طرح سراپا بہار بن گیا۔ برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس باغ کو اپنے لیے بہت مبارک سمجھا اس میں ایک قلعہ تعمیر کروایا گیا اور اس میں رہائش اختیار کی۔

احمد نظام کے نام کا خطہ و سکہ

اس فتح کی خوشی میں احمد نظام شاہ نے پنکاپور کے قصبے کو عالموں اور مذہبی راہنماؤں کے لیے وقف کر دیا اور خود کامیاب و کامران جنیر واپس آکر مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ یوسف عادل کے مشورے سے احمد نظام نے سلطان محمود کی جگہ اپنے نام کا خطہ اور سکہ جاری کیا اور چتر سفید (جو اس زمانے میں دہلی، گجرات اور مندو کے حکمرانوں کا نشان تھا) اپنے سر پر سایہ قلعن کیا۔ احمد نظام شاہ کے وفادار اور بی خواہ دکنی امراء جن میں خواجہ جہاں بھی شامل تھا اس بات سے سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ”سلطان محمود شاہ کی حیات میں ہی اپنے نام کا خطہ و سکہ جاری کرنا اور سر پر چتر سایہ قلعن کرنا سوائے ادب میں شامل ہے۔“

خطبے کی منسوخی

احمد نظام شاہ بہت موقع شناس اور دانش مند انسان تھا۔ اس نے جو اپنے امیروں کو یوں برگشتہ ہوتے دیکھا تو فوراً اپنے نام کا خطہ منسوخ کر دیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے ان سے کہا ”تم لوگوں کی رائے مناسب اور درست ہے“ میں نے خطبہ منسوخ کر دیا ہے، لیکن چتر اپنے سر پر سایہ قلعن رکھوں گا۔ اس سے میرا مدعا صرف اتنا ہے دھوپ سے محفوظ رہوں۔“ یہ سن کر سرداران لشکر نے کہا۔ ”اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر عام اعلان کر دینا چاہیے کہ جس کا جی چاہے وہ دھوپ سے بچنے کے لیے چتر استعمال کر سکتا ہے۔“ احمد نظام شاہ کو مجبوراً یہ بات ماننا پڑی اور اس سلسلے میں احکامات جاری کر دیئے۔ حاکم اور رعایا میں یہ امتیاز رکھا گیا کہ احمد کا چتر سفید پر سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا اور عام لوگوں کا چتر بالکل سفید۔

چتر کا عام استعمال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ عادل شاہی، برید شاہی، قطب شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں چتر کا استعمال کرنے کا رواج عام ہو گیا۔ اس وقت یعنی ۱۸۱۸ء میں جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی تھی دکن میں ہر چھوٹے بڑے کے سر پر چتر نظر آنے لگا، لیکن ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چتر صرف فرمانرواؤں کے لیے مخصوص تھا۔

احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج

احمد نظام شاہ نے خواجہ جہان، اعظم خاں اور دیگر امراء دکن پر بڑے احسانات کئے انہیں طرح طرح سے نوازا، اس سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام امراء نے بلا تفاق احمد نظام شاہ سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے نام کا خطہ جاری کرے۔ احمد تو خود ہی چاہتا تھا۔ لہذا اس نے فوراً اپنے نام کا خطہ جاری کر دیا۔

قلعہ دندار راجپوری پر قبضہ

احمد نظام نے قلعہ دندار راجپوری کو فتح کرنے کا ارادہ کیا جو ایک مضبوط ترین قلعہ تھا اور بندر چپول میں واقع ہے۔ احمد نے بذات خود اس قلعے پر لشکر کشی کی اور دو ماہ یا ایک سال تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار فریقین میں صلح ہو گئی اور قلعہ احمد نظام کے قبضے میں آ گیا۔

قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال

قلعہ دندار راجپوری پر قبضہ کرنے کے بعد احمد نظام شاہ نے دولت آباد کے قلعے کو تسخیر کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ احمد نظام کو اس امر کو پورا پورا احساس تھا کہ قوت کے بل پر اس قلعے کو فتح کرنا مشکل ہے۔ لہذا اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعے کے والیوں، ملک وجیہ الدین اور ملک اشرف سے راہ ورسم پیدا کی۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی خواجہ جہاں کاواں کے ملازم تھے اور اس کے بعد سلطان محمود کے سجداروں میں شامل ہو گئے تھے۔

ملک وجیہ اور ملک اشرف

ملک نائب الملک نے ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو امراء کے گروہ میں داخل کر دیا۔ ملک وجیہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانیدار اور ملک اشرف کو شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اس علاقے کے انتظامات کی طرف پوری پوری توجہ کی۔ تمام چور اچکوں اور بد معاشوں کو تباہ و برباد کیا، رہزनों کو اس طرح پامال کیا کہ تمام راستے محفوظ ہو گئے اور تاجر بڑے اطمینان کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعیت خوشحال ہو گئی ملک آباد ہوا اور چاروں طرف امن و آرام کا ڈنکا بجنے لگا۔

ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی

مرہٹوں کا ایک سردار بھمنی سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ جالندہ پر قابض ہو گیا تھا۔ وجیہ اور اشرف نے اس مرہٹہ سردار سے مراسم پیدا کئے اور اسے لوٹ مار اور ہنگامہ آرائیوں سے باز رکھا۔ یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کی مہربانیوں کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بھی خواہ تھے۔ احمد نظام نے باغ نظام اور دندار راجپوری کی فتح کے بعد اپنی بہن زنیب بی بی کی شادی ملک وجیہ سے کر دی اور اس طرح فریقین میں تعلقات بہت مضبوط ہو گئے۔ زنیب بی بی کو خداوند تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا ملک وجیہ نے احمد نظام شاہ سے درخواست کی کہ وہ اس بیٹے کا نام تجویز کریں۔ احمد نے کہا ”بچپن میں میرے والدین مجھے موتی کہہ کر پکارا کرتے تھے بہترینی ہے کہ تم بھی اس لڑکے کا نام موتی رکھو۔“ ملک وجیہ نے اپنے برادر نسبتی کی رائے سے اتفاق کیا اور بیٹے کا نام موتی رکھا۔

ملک وجیہ کا قتل

ملک اشرف نے جب اپنے بھائی کی یہ روز افزوں قدر و منزلت دیکھی تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی، لیکن اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ملک اشرف یہ چاہتا تھا کہ ملک وجیہ کو قتل کر کے دولت آباد، رنتمبور اور دیگر پرگنوں پر قابض ہو جائے اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ اہل قلعہ کو اپنے ساتھ سازش میں شریک کر کے اشرف نے ملک وجیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس نے بیٹے موتی کو بھی زہر سے ہلاک کر دیا اور خود دولت آباد کا حکمران بن بیٹھا۔

ملک اشرف کی حکمرانی

ملک اشرف نے برہان پور اور برار کے حاکموں سے تعلقات پیدا کئے اور محمود شاہ گجراتی کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔ محمود کی خدمت میں لوگاہے وہ حقے تھانف بھی بھیجتا رہتا تھا تاکہ محمود اسے اپنے ہم دروں اور دوستوں میں شمار کرتا ہے۔

دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی

اپنے شوہر اور بیٹے کے قتل کے بعد بی بی زنیب جنیر میں اپنے بھائی احمد نظام شاہ کے پاس آئی اور اس سے تمام حالات بیان کئے۔ احمد نے اپنی بہن کو دلاسا دیا اور ۸۹۹ھ میں ایک زبردست لشکر لے کر دولت آباد کو فتح کرنے کی غرض سے بیڑ سے روانہ ہوا۔ احمد نظام نے پٹاپور کے قریب پہنچ کر باغ نظام میں قیام کیا اور چند روز تک عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ اسی دوران میں قاسم برید کی طرف سے مان الدین دکنی اور ڈیورس پنڈت احمد کے پاس آئے اور اسے امیر قاسم برید کا یہ پیغام دیا۔

امیر قاسم برید کا پیغام

”یوسف عادل نے میری تباہی اور بربادی کا پورا پورا تہیہ کر لیا ہے اور اس نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد کی تسخیر کا خیال ترک فرمائیں اور میری طرف توجہ کریں تو زندگی بھر ممنوں احسان رہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل کے فتنے سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ کے ساتھ دولت آباد کو فتح کرنے کی کوشش کروں گا۔“

قلعہ بیدر کا محاصرہ

احمد نظام نے قاسم برید کی درخواست منظور کر لی اور دولت آباد کی فتح کے خیال کو ترک کر کے احمد آباد بیدر جا پہنچا اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کو دو ماہ گزر گئے تو احمد نظام نے قلعے کے آس پاس جائزہ لے کر یہ اندازہ کیا کہ قلعے کو بزور قوت فتح کرنا دشوار ہے لہذا وہ محاصرہ ترک کر کے جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں پٹاپور کے مقام پر اس نے قیام کیا اور اس جگہ ایک نیا شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ یہ مقام جنیر اور دولت آباد کے درمیان واقع ہے۔ احمد نے اس مجوزہ شہر کو اپنا دارالملک بنانے کا فیصلہ کیا تھا کہ ہر سال ربیع و خریف کے زمانے میں دولت آباد کے لئے غلہ اور دیگر سامان ضرورت باہر سے آئے تو اسے لوٹا جاسکے۔ احمد کا خیال تھا کہ اس طرح دولت آباد دالوں کو تنگ کیا جاسکتا ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مجبور ہو کر قلعہ احمد کے حوالے کر دیں گے۔

احمد نگر کی بنیاد

۹۰۰ھ میں احمد نظام نے نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک ساعت باغ نظام کے سامنے نرسین کے کنارے پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد آباد گجرات کا نام احمد شاہ گجراتی نے تجویز کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ وزیر اور قاضی شہر تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ اس لئے شہر کی بنیاد کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا۔ مسند عالی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام احمد تھا اسی طرح لشکر کا قاضی بھی یہی نام رکھتا تھا۔ لہذا احمد نظام نے نئے شہر کا نام ”احمد نگر“ رکھا۔

دولت آباد کے حملے

احمد نظام نے اس شہر کی تعمیر میں بہت دلچسپی لی۔ کچھ عرصے میں تمام امیروں اور عمدہ داروں وغیرہ نے اپنے لئے عمارات تعمیر کروائیں۔ دو تین سال کی مدت ہی میں یہ شہر معمر اور بغداد کی طرح آباد ہو گیا۔ جب شہر پوری طرح آباد ہو گیا تو احمد نظام نے اپنی تجویز پر عمل کرنا شروع کیا۔ وہ ہر سال دو مرتبہ اپنے لشکر کو دولت آباد پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتا تھا نظام شاہی لشکر اس شہر کو بری طرح لوٹنے اور مکانوں وغیرہ کو نذر آتش کر دیتے۔

حاکم برہان پور سے تعلقات

”دقائق نظام شاہیہ“ میں (جس کا مولف سید علی سمنانی ہے اس نے برہان نظام شاہ کے عہد حکومت میں یہ کتاب لکھنا شروع کی تھی)

لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی اور یہ نامکمل رہی۔ یہ درج ہے کہ احمد نظام شاہ کی رعب و بدبہ کی چاروں طرف دھوم سی مچ گئی۔ برہان پور کے حاکم عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے احمد نظام سے مراسم پیدا کئے اور دو ہزار سوار اس غرض سے دیئے کہ جب احمد نظام دولت آباد کی طرف جائے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہیں۔

عادل خاں نے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کئے اور اس سے خوب رسم و راہ پیدا کی۔ اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عادل سلطان محمود گجراتی کے خلاف ہو گیا۔ یہ مخالفت اس حد تک برہی کہ عادل نے وہ رقم جو ہر سال گجرات کے خزانے میں داخل کی جاتی تھی موقوف کر دی۔

سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

سلطان محمود گجراتی نے ۹۰۵ھ میں اپنے ملک کی سیر کے بہانے سے سفر اختیار کیا۔ ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً اپنے قاصدوں کو محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ ”احمد نظام شاہ کے محاصرے اور دست درازیوں کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوں میں بہت ممنون ہوں گا۔ اگر آپ میری مدد کے لئے اس طرف تشریف لائیں۔“ سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کو اپنے قبضے میں کرنے کی ہوس میں ایک زبردست لشکر جمع کیا اور دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے عادل خان فاروقی کی سرزنش کرتے ہوئے دولت آباد کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور

جب محمود گجراتی سلطان پور ندر بار کے قریب پہنچا تو عادل خاں بہت پریشان ہوا۔ احمد نظام شاہ بحری سے مدد کا طالب ہوا اور اس سے دولت آباد کے محاصرے کو ترک کرنے کی درخواست کی۔ احمد نظام پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو فتح اللہ عمادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آیا۔ نصیر الملک گجراتی نے احمد نظام کے مشورے کے مطابق ایک گجراتی امیر کے ذریعہ محمود گجراتی کے نام ایک خط بھجوایا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام

”اگرچہ میں گردش تقدیر کی وجہ سے احمد نظام شاہ کا ملازم اور نمک خوار ہوں، لیکن گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اپنے وطن کے حاکم کی بھی خواہی میرا اولین فرض ہے۔ آپ جیسے ذی مرتبت فرمانروا کے لئے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے معاملات لوٹے کرنے کے لئے بذات خود زحمت گوارا فرمائیں۔ برہان پور کا حاکم اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے آپ کے کسی امیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا چہ جائے کہ آپ خود اس کے مقابلے پر آئیں۔ ان دنوں خاص طور پر ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دکن کا عظیم المرتبت فرمانروا عادل خاں کی مدد کے لئے آیا ہوا ہے۔“

”بہت ہی ہے کہ آپ معرکہ آرائی کے خیال کو دل سے نکال دیں، صلح کا راستہ سب سے بہتر ہے۔ اگر آپ لڑنے پر مصر رہے تو فتح یا شکست دونوں صورتوں میں آپ ہی کا نقصان ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر آپ ہار گئے تو دنیا یہ کہے گی کہ ذرا سے لشکر نے محمود گجراتی کو مارا۔ حکایا اور آگ آپ بیت گئے تو یہ کہا جائے گا کہ محمود گجراتی نے ایک زبردست لشکر کی مدد سے چند اشخاص کو زیر کر لیا تو کون سا بڑا کام کیا۔ اگرچہ دونوں صورتوں میں آپ کے عظیم المرتبت خاندان کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔“

احمد نظام شاہ کی چال

مذکورہ بالا گجراتی امیر نے نصیر الملک کا مراسلہ محمود شاہ گجراتی کی خدمت میں پیش کیا۔ محمود نے یہ خط پڑھا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اس نے اس طرف احمد نظام شاہ نے محمود گجراتی کے ایک مہابت کو جو ۶۰ سال نام، ماتم، سے متعلق تھا روپیہ دے کر

اپنا بنالیا۔ اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کے وقت جب کہ محمود گجراتی اور اس کے لشکری اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہوں، وہ اپنے مست اور طاقت ور ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف ہانک دے۔

نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ

اس منصوبے کے مطابق احمد نظام شاہ نے اس رات کو پانچ ہزار پیادوں اور پانچ ہزار تیر انداز سواروں کا ایک لشکر گجراتی فوج کی طرف روانہ کر دیا۔ احمد نظام نے اپنے لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ پناہ گاہوں میں چھپا رہے اور جب گجراتی فوج میں شور و شغب پیدا ہو اس وقت باہر نکل کر دشمن کو پامال کیا جائے۔ نظام شاہی فوجیوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور گجراتی لشکر کے قریب پہنچ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ جب رات دو گھڑی کے قریب بیت گئی تو مہابت نے ہاتھی کو آزاد کر کے گجراتی لشکر کی طرف بھگا دیا، ہاتھی نے تباہ کاریاں مچانی شروع کیں۔ اہل لشکر سخت ہراساں ہوئے اور چیخنے چلانے لگے، شور و فغاں کی آوازیں سن کر نظام شاہی سوار اور پیادے پناہ گاہوں سے باہر نکلے اور گجراتیوں پر حملہ کر دیا۔

گجراتیوں کی حالت

چاروں طرف نفیرو نقارہ کی آوازیں گونجنے لگیں اور نظام شاہیوں نے تیرد تفنگ چلانا شروع دیئے۔ سلطان محمود اور اس کے امراء کو اہل دکن سے ایسی جرات اور بہادری کی امید نہ تھی وہ دشمن سے بے پرواہ ہو کر اپنے خیموں میں حائل پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب شور کی آوازیں سنیں تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور اپنی جان بچانے کے لئے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے سلطان محمود گجراتی نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد نظام شاہ نے ہمہنی فرماں رواؤں کے لشکر کے چار ہزار چنیدہ سواروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے اپنے لشکر خاصہ میں شامل کر رکھا ہے۔ احمد نظام بارہا اس بات کا اعلان کر چکا تھا کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر سلطان محمود گجراتی پر میدان جنگ میں حملہ کروں گا اور اس مخالفت کا مزہ چکھاؤں گا۔ اس کے بعد جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔

محمود گجراتی کی پریشانی

محمود شاہ گجراتی کو رہ رہ کر یہ بات یاد آ رہی تھی۔ ویسے بھی اس رات یہ خبر مشہور تھی کہ احمد نظام نے متذکرہ چار ہزار چنیدہ سواروں سے شب خون مارا ہے اور وہ محمود شاہ کے خیمے پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچانے کی سوچ رہا ہے۔ سلطان محمود گھوڑے پر سوار ہو کر دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر آیا۔ اس وقت بحری سال ٹامی ہاتھی نے شاہی سرپردہ کے پیچھے پہنچ کر خیمے کے چند حصوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، عورتوں نے رونا ہینٹا شروع کر دیا۔ محمود شاہ کو اب پورا پورا یقین ہو گیا کہ احمد نظام شاہ نے عقب سے حملہ کیا لہذا وہ فوراً اپنے چند مقربین کے ساتھ جلد اس جگہ سے فرار ہو گیا اور ایک دو سہری جگہ مقیم ہو گیا۔

دکنی لشکر کی واپسی

اس جگہ تین چار اشخاص اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ شور شرابے کی آوازیں اور زیادہ بلند ہوئیں یہ عالم دیکھ کر محمود نے اس جگہ سے بھی کوچ کیا اور تین کوس دور ایک مقام پر پہنچ گیا۔ اسی دوران میں گجراتی امراء نے فوج کو مرتب کر کے دشمن کا مقابلہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی لشکر واپس چلا گیا۔ گجراتی امراء اپنے بادشاہ کو مبارک دینے کے لئے اس کے خیمے میں گئے، لیکن انہوں نے محمود شاہ کو وہاں نہ پایا اس سے وہ سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

گجراتی امراء نے اسی رات باہمی اتفاق سے آب دہوا کی خرابی کا بہانہ کیا اور اس جگہ محمود شاہ گجراتی کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یوں سلطان محمود کو اہل دکن کی عیاری کا حال معلوم ہو گیا۔ چونکہ اسی رات واپس ہونا مصلحت کے خلاف تھا۔ لہذا اس نے جہاں وہ پہنچ چکا تھا

وہیں قیام کیا۔ احمد نظام شاہ تو یہی چاہتا تھا لہذا اس نے صبح کے وقت عادل خاں کے ساتھ کوچ کیا اور محمود گجراتی کی فردگاہ میں قیام پذیر ہوا۔

فریقین میں صلح

اس واقعہ کے بعد دونوں طرف کے آدمی بیچ میں پڑے اور فریقین میں صلح کرادی، صلح اس شرط پر ہوئی کہ سب فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو واپس چلے جائیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ اس صلح کا تفصیلی احوال عام طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے چلا آیا اور دولت آباد پہنچا، اس بار بھی اس نے اپنے لشکر کو محاصرے کی ذمہ داری سونپی اور خود بالا گھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

بالا گھاٹ کے مشہور باغبانوں کی ایک جماعت نے احمد نظام شاہ کی خدمت میں کچھ آم پیش کئے اور یہ عرض کی۔ ”آج سے سات سال پہلے حضور اس حصار کو فتح کرنے کی غرض سے اس طرف تشریف لائے تھے اور یہیں قیام پذیر ہوئے تھے تو سراپردہ شاہی میں آموں کی چند گھٹلیاں رہ گئی تھیں چونکہ برسات کا موسم تھا اس لئے گھٹلیاں سرسبز ہوئیں۔ ہم لوگوں نے جو حضور کے نمک خوار ہیں، ان پودوں کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضور کے اقبال اور ہماری جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ درخت اب پھل لے آئے ہیں جو ہم حضور کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔“

ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام

احمد نظام نے یہ آم قبول کر لئے اور باغبانوں سے کہا۔ ”یہ حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے۔“ ملک اشرف کو احمد نظام کی تدبیروں اور کوششوں کا اندازہ ہو گیا اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں احمد نظام کی ہنگامہ آرائیوں اور محاصرے کی شکایت کی گئی تھی، نیز اسے یہ پیغام دیا گیا تھا کہ ”یہ قلعہ حقیقت میں آپ ہی کی ملکیت ہے اگر آپ ایک بار اس طرف تشریف لے آئیں اور مجھے احمد نظام شاہ کے پنجے سے رہائی دلائیں تو میں سارے ملک میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال خراج آپ کے خزانے میں داخل کرتا رہوں گا۔“

محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی

سلطان محمود دل و جان سے اس امر کا خواہاں تھا کہ فرار ہونے کا جو بدنما وجہ اس کے دامن پر لگا ہوا ہے اسے کسی طرح دھویا جائے اور ندامت کو دور کیا جائے۔ وہ اہل دکن کو بھی سزا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ لوگ اسے شب خون کے واقعے کے بعد سے ”سلطان محمود بیکہ“ کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ محمود نے ملک اشرف کی درخواست قبول کر لی اور بڑے تزک و احتشام سے دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔

احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

سلطان محمود جب دریائے ہن کے کنارے پر پہنچا تو احمد نظام محاصرے سے دست بردار ہو کر احمد نگر واپس آگیا۔ ملک اشرف اس سے بہت خوش ہوا اس نے سلطان قطب الدین کی بنوائی ہوئی مسجد میں محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت تحفے پیش کئے۔ اور ہر سال خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے محمود شاہ کو خوش کیا۔

دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام

سلطان محمود گجراتی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور عادل خاں سے کئی سالوں کا خراج وصول کر کے اپنے ملک کو واپس روانہ ہو گیا۔ احمد نظام شاہ کو دوسری اس کی روانگی کی خبر ملی وہ پھر دولت آباد آن پہنچا، اہل قلعہ ملک اشرف سے سخت ناراض تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی

کہ اس نے سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا۔ ان لوگوں نے چوری چھپے احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ ”ہم سب آپ کے خادم ہیں اور دل و جان سے آپ کے ہی بھی خواہ ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ آپ ہی ہمارے حاکم ہوں ہمیں آپ سے بے حد عقیدت ہے۔ آپ بذات خود یہاں تشریف لا کر ہماری وفاداری کا جائزہ لیجئے۔“

ملک اشرف کی موت

احمد نظام شاہ نے ان خطوں کو دریائے گنگا کے کنارے پڑھا۔ اسی رات کو وہ دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر دولت آباد پہنچ گیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ تمام کے تمام مرہٹے تھے، ملک اشرف کو ان کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اس بات کا اسے اتنا غم ہوا وہ بیمار پڑ گیا اور پانچ چھ دنوں کے اندر ہی اندر مر گیا۔

قلعہ دولت آباد پر قبضہ

حصار کے محافظ احمد نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے کی چابی اس کو پیش کی۔ احمد نظام ان لوگوں سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور قلعے کی سیر کے لئے اندر گیا۔ احمد نے قلعے کا معائنہ کیا اور جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی مرمت کرائی۔ اس کے بعد اس نے قلعے کو اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس احمد نگر آ گیا۔

قلعہ شورا وغیرہ کی فتح

احمد نظام باغ نظام کو اپنے لئے بہت مبارک سمجھتا تھا اس نے اس باغ کے اندر اپنے لئے ایک عالی شان محل، ایک پختہ قلعہ اور کئی ایک عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان عمارتوں میں سونے اور چاندی کے طبع کی کئی خوبصورت اور دلچسپ تصویریں بھی آویزاں کیں۔ اسی دوران میں بھی احمد نظام خاموشی سے نہ بیٹھا اس نے کئی مہمات سر کیں قلعہ شورا اور دوسرے بہت سے قلعوں کو فتح کیا۔ کالہ اور بکالہ کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا۔

برہان پور میں ہنگامہ

۹۱۳ھ میں داؤد خاں کا انتقال ہو گیا، برہان پور میں اس کے بعد اس مسئلے پر بڑا ہنگامہ ہوا کہ سلطنت کا وارث کون ہو۔ تمام امراء اس سلسلے میں مختلف رائے رکھتے تھے۔ برہان پور کے امیر الامراء ملک حسان الدین مغل نے احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کئے اور خان زادہ عالم خاں کو اس سے طلب کیا تاکہ اسے برہان پور کا حاکم بنایا جائے۔ خان زادہ عالم خاں اسیر کے حکام کی اولاد میں سے تھا اور ان دنوں احمد نگر میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ احمد نظام اور حاکم کاویل کے مشورے سے خان زادہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران تسلیم کر لیا گیا۔

محمود گجراتی کی خواہش

حاکم گجرات سلطان محمود شاہ گجراتی یہ چاہتا تھا کہ اس کا نواسہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی، برہان پور کا والی ہو، اس مقصد کے لئے اس نے فوج جمع کر کے خاندیش کا سفر اختیار کیا۔ ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عماد الملک سے مدد کی درخواست کی، یہ دونوں فرمانروا اپنے اپنے لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ملک لاڈن برہان پور کا نامی گرامی امیر تھا اس نے ملک حسام الدین کے رائے سے اختلاف کیا، اس وجہ سے ملک میں افراتفری کا دور دورہ ہو گیا۔

سلطان محمود متا میر کے قریب پہنچا اور اس نے ایک ہزار سواروں کو ملک حسام الدین کے لئے نامزد کیا۔ یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل کی طرف روانہ ہوئے۔ احمد نظام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے عماد الملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آ گیا۔ خان زادہ عالم خاں خاندیش سے بھاگ کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا۔

احمد نظام کا خط محمود گجراتی کے نام

جب سلطان محمود گجراتی واپس چلا گیا تو احمد نظام شاہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اس نے ایک قاصد کو خط دے کر سلطان محمود گجراتی کے پاس روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا کہ ”خان زادہ عالم خاں میرے پاس مقیم ہے اس لئے آپ کی ذات سے توقع ہے کہ امیر اور برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عنایت کیا جائے گا۔“

محمود گجراتی کا جواب

سلطان محمود احمد نظام کے گزشتہ مخلصانہ برتاؤ سے بے حد آزرده تھا۔ اس کے علاوہ عادل خاں نے کئی بار اس کی شکایت بھی کی تھی۔ اس وجہ سے محمود قاصد سے بڑی بری طرح پیش آیا اور اسے کہا۔ ”بھنیہ فرماں رواؤں کے ایک غلام زادے کی اتنی جرات کیسے ہو گئی کہ وہ بادشاہوں سے اس قسم کی خط و کتابت کرے“ اسے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بات کرنی چاہئے“ اگر اس نے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ نہ کی، اپنی بد اعمالیوں پر نادم نہ ہوا تو عنقریب اس کو سخت سزا دی جائے گی۔“

نصیر الملک کی وفات

یہ جواب پا کر احمد نظام شاہ خاموش ہو گیا۔ اس نے کسی قسم کی مزید سلسلہ جنسانی کی کوشش نہ کی۔ اور خان زادہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد احمد نگر واپس آ گیا۔ احمد نگر نظام کے تمام کام اس کی خواہش کے مطابق ایک ایک کر کے پورے ہو چکے تھے لہذا اب فلک پیر نے اپنے کام شروع کئے۔ سب سے پہلے نصیر الملک نے جو احمد نظام کارکن الدولہ تھا۔ داعی اجل کو لبیک کہا اور مکمل خاں حبشی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

احمد نظام شاہ کی موت

نصیر الملک کی موت کے دو یا تین مہینوں کے بعد احمد نظام بیمار پڑ گیا اس کا مرض لاعلاج تھا۔ اس نے تمام امراء اور اراکین دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے سات سالہ بیٹے برہان شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام امراء سے اطاعت و وفاداری کے وعدے لئے، آخر کار ۹۰۳ھ میں احمد نظام کی روح اس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

احمد نظام شاہ کا کردار

اگرچہ احمد نظام کی عمدہ عادات و خصائل کا تذکرہ کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ تاہم قارئین کرام کی معلومات کے لئے مورخین گزشتہ کی پیروی کرتے ہوئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اس نیک طبیعت اور محتاط بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ جب سوار ہو کر بازار سے گزرتا تھا تو کبھی اپنے دائیں بائیں نگاہ نہ ڈالتا تھا۔ ایک شوخ چشم امیر نے ایک بار بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا ”بازار سے گزرتے ہوئے ہر طرح کے زن و مرد نظر آتے ہیں اور وہ سواری کو دیکھنے کے لئے دونوں طرف کھڑے رہتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری نظر کسی نامحرم عورت پر پڑ جائے اور میں مفت میں گناہ گار ہوں۔“

طہارتِ نفس

احمد نظام نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں جب کہ اس کی جوانی شباب پر تھی، کاویل کی فتح کے لئے سفر اختیار کیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کرنے کے لئے فتح کر لیا۔ دو لوگ گرفتار ہوئے ان میں سے ایک انتہائی خوبصورت اور پری چہرہ لڑکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حسن و جمال میں اس کا ثانی دور دور تک نہ تھا، نصیر الملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ نصیر الملک اس عورت سے خود غفلت ہونا چاہتا تھا، لیکن ایسا نہ کر سکا۔ مجبوراً اس نے عورت کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کا

ارادہ کر لیا۔ موقع پا کر نصیر الملک نے احمد نظام سے کہا ”قیدیوں میں ایک انتہائی خوبصورت عورت بھی ہے میں نے اسے سب لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھا ہے تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے حرم میں بھجوا دوں۔“ یہ بات سن کر احمد نظام شاہ بہت خوش ہوا اور نصیر الملک کی بے حد تعریف کی۔ رات کے وقت نصیر الملک نے عورت کو احمد کے حرم میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے بغیر ہاتھ لگائے اس سے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ عورت نے جواب دیا ”میری زندگی بادشاہ پر سے قربان ہو میں فلاں قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والدین اور میرا شوہر حضور کے قیدیوں میں ہیں۔“ احمد نظام شاہ نے جو نبی عورت کی زبان سے ”شوہر“ کا لفظ سنا۔ فوراً الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور کہا ”تم فکر نہ کرو میں تمہارے والدین اور شوہر کو آزاد کر دوں گا اور تمہیں ان کے حوالے کر دوں گا۔ عورت نے احسان مند نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور زیادتی اقبال کی دعا کی۔

صبح ہوئی تو نصیر الملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مبارک باد دے۔ بادشاہ نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔ ”عورت اسی عالم میں ہے جس طرح کہ میرے پاس آئی تھی میں نے اس ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کے بعد احمد نظام نے اسی وقت عورت کے والدین اور شوہر کو طلب کیا۔ عورت کو ان لوگوں کے حوالے کیا گیا اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

سپاہیوں کی ہمت افزائی

احمد نظام شاہ کی عمدہ عادات میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں کوئی سپاہی جرات اور بہادری کا شاندار مظاہر کرتا تو احمد اس کی بے حد ہمت افزائی کرتا۔ جنگ کے بعد سب سے پہلے اس کو خلعت فاخرہ سے نوازا جاتا، دو سروں کی باری بعد میں آتی۔ ایک بار ایک گستاخ مقرب شاہی نے بادشاہ سے پوچھا کہ فلاں سپاہی کو شاہانہ نوازشوں سے کیوں سرفراز کیا گیا، حالانکہ اس نے میدان جنگ میں جرات و بہادری کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ لڑائی سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ ”اس وقت اصل حقیقت بیان کرنے کا موقع نہیں جب وقت آئے گا تمہیں بتا دیا جائے گا۔“

اتفاق کی بات کہ انہیں دنوں احمد نظام شاہ نے سلطان محمود بھمنی کی مدد کی غرض سے یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ پٹن کے قریب یوسف عادل کا لشکر احمد نظام کے مقدمہ لشکر سے بہت ڈرا اور اسے شکست ہوئی بھمنی فوج کے پیچھے بظاہر شاہی لشکر تھا جس نے عادل شاہی فوج کا مقابلہ کیا دشمن کی فوج پر سب سے پہلے جس سپاہی نے حملہ کیا وہی تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ احمد نے اس مقرب سے جس نے اس سپاہی کے بارے میں سوال کیا تھا، کہا۔ ”بادشاہ میرا شکار ہے اور سپاہیوں کا شکار کے لئے دشمن پر چھوڑا جاتا ہے۔“

شمشیر زنی کا رواج

ملک دکن میں ایک ایک (شمشیر زنی) کا رواج بھی احمد نظام شاہ کی وجہ سے ہوا۔ احمد کو شمشیر زنی سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ اس میں اپنی مثال آپ تھا اس کی دیکھا دیکھی رعایا بھی اس فن سے خاطر خواہ دلچسپی لینے لگی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے اپنا زیادہ وقت اسی شغل کی نذر کرتے تھے۔ احمد نگر میں مدرسے خالی ہو گئے، شمشیر بازی کے اکھاڑے جگہ جگہ کھل گئے۔ اس فن کی بے انتہا قدر کی جانے لگی، ہر مجلس میں اسی فن سے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔

لوگوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا شوق ہوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس میدان کا مرد تصور کرنے لگا، دوسرے کو کوئی خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شمشیر بازی کرنے والوں میں آپس میں جھگڑا ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر احمد نظام شاہ ہی کیا کرتا تھا وہ فریقین کو بلا کر شمشیر بازی کا معائنہ کرتا، جو شخص حریف پر ضرب لگانے میں پہل کرتا اسی کو بہتر جاتا تھا۔

روزانہ شمشیر بازوں کا ایک گروہ شاہی دیوان خانے میں حاضر ہوتا اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرتا۔ احمد نظام بڑی دلچسپی سے لوگوں کے کمال کی داد دیتا تھا چونکہ اس کھیل میں جان کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ اس لئے شاہی دیوان خانے میں ہر روز تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے

تھے۔ بادشاہ اس خطرناک اور خونی منظر کو گوارا نہ کر سکا لہذا اس نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ کھیل کالے چبوترے والے میدان میں جو قلعہ کے عین سامنے ہے ہوا کرے، فریقین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور عہدہ دار درمیان میں کسی قسم کا دخل نہ دیا کریں، بادشاہ نے یہ بھی کہا۔ اس کھیل میں جو شخص مارا جائے اس کے قتل کا قصاص معاف ہے۔

دکنی مسلمانوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا چسکا پڑا کہ سارے دکن میں اس کھیل کا رواج ہو گیا۔ کیا بادشاہ اور کیا علماء، طلباء مشائخ اور امیرزادے الغرض سبھی اس فن کے والہ و شیدا ہو گئے۔ اس فن کو قابلیت اور اہلیت کا معیار سمجھا جانے لگا، اگر کوئی شمشیر زنی کے فن کے ماہر نہیں ہوتا تو اسے بہادروں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

ایک چشم دید واقعہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھا۔ اس نے وہاں یہی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دو بھائی تھے سید مرتضیٰ اور سید حسن۔ یہ دونوں بوڑھے تھے اور یوسف عادل کے درباریوں میں سے تھے۔ ہر شخص ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں معقول آدمی سمجھتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کی تین اشخاص سے کسی بات پر بازار میں تکرار بھی ہوئی۔ تینوں آپس میں حقیقی بھائی تھے اول الذکر بزرگوں کی طرح معمر تھا۔ سید مرتضیٰ کا بیس سالہ بیٹا اپنے باپ کی طرف داری کرنے آیا اور قتل ہو گیا۔ سید مرتضیٰ نے جو بیٹے کو دم توڑتے دیکھا تو وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے بہت شاندار طریقے سے شمشیر زنی کا مظاہرہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔

سید حسن نے بھائی اور بھتیجے کی موت کے بعد جان کی بازی لگا دی اور تھوڑی دیر میں خود بھی راہی ملک عدم ہوا۔ ان تینوں کی لاشیں ابھی میدان میں پڑی تھیں کہ دوسری طرف کے تینوں افراد بھی جو تلواریں سے بہت زخمی ہو گئے تھے چل بے اور یوں تھوڑی سی دیر میں چھ خاندان تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں مسلمان شمشیر بازی میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے۔ جب تک کوئی شخص اس فن سے پوری طرح واقف نہ ہو اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زمین پر شمشیر بازی کی مشق کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اس فن میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ سواری، چوگان بازی، نیزہ بازی اور تیراندازی وغیرہ سے بالکل نااہل رہتے ہیں۔ یہ طریقہ بہت خطرناک ہے کیونکہ اگر کسی دکنی کا غیر دکنی سے مقابلہ ہو جائے تو اس میں غیر دکنی ہی کو فتح ہوتی ہے لیکن جب کبھی خانہ جنگی یا بازار وغیرہ میں لڑائی کا موقع ملتا ہے تو یہ دکنی باشندے شیر کی طرح بھر کر مخالف پر حملہ کرتے ہیں۔

حکومت ہمنی کے بعد دکن میں جتنے بھی فرمان روا ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس خطرناک مشغلے کو ختم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ بلکہ سبھی نے اس فن کی ترویج و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ ایسے خطرناک مشغلے کو ترقی دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ سلطان عادل، ابراہیم شاہ ثانی نے اس سلسلے میں واقعی بڑا کام کیا۔ اس نے شمشیر بازوں کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اب دکن میں شمشیر بازی یا یک یکی کا فن کچھ زیادہ مروج نہیں ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ تباہ کن مشغلہ اور خطرناک کھیل، عظیم المرتبت بادشاہوں اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک میں بھی باقی نہ رہے گا اور تمام علاقے اس خانہ جنگی سے پاک و صاف ہو جائیں گے۔ سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تقلید میں تلنگانہ میں سلطان محمود علی قلعہ شاہ نے بھی شمشیر بازی کی ممانعت کر دی ہے۔ توقع ہے کہ اب یک یکی کا نام تک دکن میں باقی نہ رہے گا۔

امجد نظام شاہ نے انیس سال تک عکرائی کی۔

برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ۔ مہری

تخت نشینی

برہان نظام شاہ جب احمد نگر کے تخت حکومت پر جلو افروز ہوا تو اس کی عمر سات سال کی تھی، اس کی تخت نشینی کی تاریخ ”فیض جاوید“ ہے۔ برہان کے عہد حکومت میں مکمل خاں دکنی، احمد نظام شاہ کے عہد کی طرح منصب پیش دانی اور میر جملگی پر فائز رہا۔ اس کے بیٹے میاں جمال الدین کو عزیز الملک کے خطاب سے نوازا گیا۔ اور سرنوبتی کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ نظام شاہی خاندان کے تمام ملکی و مالی معاملات پر ان دونوں باپ بیٹوں کا قبضہ ہو گیا۔

عزیز الملک کے بے اعتدالیاں

تین برس تک یہی عالم رہا یہاں تک کہ عزیز الملک سرنوبت بہت زیادہ مغرور ہو کر بڑی بے اعتدالیوں سے کام لینے لگا۔ اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر دوسرے نامی گرامی امراء رومی خاں، کرم خاں اور امیر خاں رشک و حسد سے جلتے لگے۔ ان امیروں نے مکمل خاں دکنی اور عزیز الملک کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

امراء کی تدبیر

ان امراء نے مایوس ہو کر آخر کار یہ چال چلی کہ حرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ نامی سے مراسم پیدا کئے۔ یہ عورت برہان نظام شاہ کی دایہ اور بہت ہی صاحب اختیار تھی۔ عائشہ سے مراسم پیدا کر کے متذکرہ امیروں نے یہ طے کیا کہ عائشہ موقع پا کر برہان نظام شاہ کے چھوٹے بھائی، راجہ جیو کو قلعہ سے باہر نکال کر ان کے حوالے کر دے۔ اس سے ان امراء کا مقصد یہ تھا کہ راجہ جیو کو احمد نگر کے تخت پر بٹھا دیا جائے۔ اور برہان نظام شاہ کو معزول کر دیا جائے اور اس طرح مکمل خاں اور عزیز الملک کا اقتدار خود بخود ختم ہو جائے گا۔

شہزادہ جیو کی گم شدگی

بی بی عائشہ نے وعدے کے مطابق اپنا کام شروع کر دیا اور موقع کا انتظار کرنے لگی۔ ایک روز اس نے راجہ جیو کو جس کی عمر صرف چار سال کی تھی لڑکیوں کا لباس پہنایا اور اسے پاکی میں بیٹھا کر شرکی طرف لے گئی۔ اتفاق کی بات کہ اسی وقت برہان نظام شاہ کی ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے راجہ جیو کو یاد کیا۔ شاہی حرم سرا میں شہزادے کو ڈھونڈا گیا، لیکن وہ کہیں نہ ملا۔ چاروں طرف ایک ہنگامہ مچ گیا۔ محل کے تمام اندرونی اور بیرونی ملازم ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا ”ہو سکتا ہے کہ شہزادہ محل کے کسی حوض میں گر پڑا ہو۔“

قلعے میں واپسی

ملازموں کی ایک جماعت حوضوں میں اتری راجہ جیو کو بہت تلاش کیا گیا، لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ لوگوں نے بی بی عائشہ کا تعاقب کیا۔ ابھی وہ رومی خاں کے گھر میں پہنچی بھی نہ تھی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ شہزادے کو قلعے میں لایا گیا، بی بی عائشہ کبھی کبھی شہزادہ جیو کو اپنے گھر لے جاتی تھی، کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کی دادی کہا کرتی تھی۔ اس روز بھی اس نے یہی بہانہ کیا کہ میں راجہ جیو کو اپنے گھر لے جا رہی تھی، لیکن کچھ دنوں بعد اصل راز فاش ہو گیا اور ہر شخص یہ جان گیا کہ یہ سب کچھ امراء کے اشارے پر ہوا ہے۔

برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت

اس واقعہ کے بعد مکمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی طرف بہت توجہ کی اور ان کی نگرانی بڑی کڑی نظر سے کرنے لگا۔ ہر

وقت چوکس رہتا ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتا۔ برہان نظام شاہ کی تعلیم کا ایسا عمدہ انتظام کیا گیا کہ وہ صرف دس سال کی عمر ہی میں کافیہ پڑھنے اور بڑی عمدگی سے خط نسخ لکھنے کے قابل ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت میں ناچیز راقم الحروف فرشتہ نے شاہی کتب خانے میں ایک رسالہ دیکھا جو علم سلوک و اخلاق سے متعلق تھا۔ اس رسالے کے خاتمے پر یہ عبارت درج تھی۔ ”کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ حضرت البحری۔“

مخالف امراء کا فرار

متذکرہ بالاتینوں امراء اور مکمل خاں کے باہمی اختلاف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھتے چلے گئے۔ موافقت کا کوئی ذریعہ نہ دیکھ کر یہ تینوں امراء احمد نگر سے فرار ہو کر شیخ علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلے گئے۔ ان کے ساتھ دوسرے پانچ نامی گرامی امیر بھی تھے۔ نیز آٹھ ہزار سواروں کا لشکر تھا ان لوگوں نے شیخ علاؤ الدین سے بالمشافہ گفتگو کی اور اسے یہ باور کروا دیا کہ احمد نگر کو فتح کرنا بہت ہی آسان ہے۔ عماد الملک پر ان لوگوں کا جادو چل گیا اور وہ پوری طرح ان کے دھوکے میں آ گیا، اس نے لشکر جمع کیا اور کاویل اپیلچی پور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہو گیا اور اس نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔

عماد الملک اور مکمل خاں میں مقابلہ

مکمل خاں کو جب یہ خبریں معلوم ہوئیں تو اس نے دشمن کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور برہان نظام اور حاکم پرندہ خواجہ جہان کے ہمراہ بڑی شان و شوکت سے عماد الملک کی سرزنش کے لئے روانہ ہوا۔ قصبہ رانوری کے قریب ۹۱۶ھ میں عماد الملک اور مکمل خاں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے، فریقین نے اپنی اپنی صفیں درست کیں۔ مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کو کمسنی کی وجہ سے قلب لشکر میں رکھا۔ ایک ترکی غلام آذر خاں کو بادشاہ کا روپیہ مقرر کیا گیا۔

عماد الملک کی شکست

جب جنگ شروع ہوئی تو مکمل خاں نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے اس میں حصہ لیا، طرفین کے سپاہیوں نے فتح کے لئے جی توڑ کر کوششیں کیں۔ بڑا گھمسان کارن پڑا جس کے نتیجے میں نظام شاہی کامیاب و کامران ہوئے۔ عماد الملک اور اس کے ساتھی حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور اپیلچی پور تک راستے میں کہیں نہ ٹھہرے۔ مفروروں کا بہت سامان، گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ نظام شاہیوں کے قبضے میں آئے۔ برار کے بہت سے پرگنے اور دیہات اس شورش کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے۔

عماد الملک کا تعاقب

مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کو ساتھ لے کر مفروروں کا تعاقب کیا، ان کے پیچھے پیچھے وہ برار میں داخل ہو گیا۔ عماد الملک نے گھبرا کر برہان پور کا راستہ لیا۔ مکمل خاں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا آخر کار برہان پور کے علماء اور مشائخ نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں اس شرط پر صلح کرادی کہ ہر فریق اپنے اپنے ملک کو واپس چلا جائے۔

قصبہ پاتری کا قضیہ

دورنمین کا بیان ہے کہ نظام شاہیوں کے اسلاف میں ٹکدنی نام کا ایک شخص تھا جو پرگنہ پاتری کا رہنے والا تھا۔ وہ کسی سبب سے غریب الوطن ہو کر بجا پور نگر چلا گیا تھا۔ جب نظام شاہی خاندان کے ہاتھ میں حکومت آئی اور ان کی ایک علیحدہ سلطنت قائم ہوئی تو وہ تمام برہمن بادشاہ سے قربت رکھتے تھے بجا نگر سے احمد نگر میں آ گئے۔ ان برہمنوں کو اپنے وطن (قصبہ پاتری) سے بے انعامت تھی۔ اس لئے مکمل خاں نے عماد الملک کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

”ہمیں قصبہ پاتری سے بہ تمہارے ملک میں داخل ہے اور سرحد پر واقع ہے بہت پرانا تعلق ہے۔ ہماری تمہاری دوستی کا بہ

تقاضا ہے کہ تم اس قصبے کو ہمارے حوالے کر دو اس کے عوض تم ہمارے ملک کا جو قصبہ چاہو ہم سے لے لو۔" عماد الملک نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب اسے اس امر کا یقین ہو گیا کہ اسے قصبے کے لئے ایک دن بڑی زبردست جنگ ہوگی تو اس نے اس مقام پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کروانا شروع کر دیا۔

عماد الملک کی ہٹ دھرمی

اس صورت حال کے پیش نظر مکمل خاں نے عماد الملک کو لکھا۔ "سرحدی مقام پر تمہیں قلعہ تعمیر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح تمہارے سپاہی ہمیشہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ اور اس طرح ہم کو تکلیف پہنچتی رہے گی، یہی بہتر ہے کہ تم قلعہ کی تعمیر کا کام فوراً رکوا دو۔" عماد الملک نے اس سلسلے میں بھی کوئی توجہ نہ کی اور قلعہ مکمل کروا کے ہی اپنے ملک کو واپس گیا۔

پاتری کی فتح

مکمل خاں نے اس بہانے سے کہ وہ بلا گھاٹ، دولت آباد اور ایلورہ کی سیر کرنا چاہتا ہے فوج جمع کرنی شروع کر دی اور ۹۲۵ھ میں برہان نظام شاہ کے ساتھ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد مکمل خاں نے پاتری پر حملہ کر دیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ مکمل خاں کے بہادر سپاہیوں نے کمندوں اور زینوں کے ذریعے قلعے کے میناروں پر چڑھ کر حصار کو تسخیر کر لیا۔ یوں پاتری نظام شاہیوں کے قبضے میں آگیا۔ میاں محمد غوری نے اس معرکے میں بڑی ہمت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا۔ اسے کابل خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور قلعے کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جوانی کی دیوانگی

برہان نظام شاہ کامیاب و کامران احمد نگر واپس آگیا، جوانی کا زمانہ تھا جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ لہذا برہان بھی اس دیوانگی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بازاری عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس سے نکاح کر کے اسے داخل حرم کیا۔ حرم کی دوسری تمام خواتین پر اس عورت کو فوقیت دی گئی۔ اس عورت نے برہان نظام شاہ کو بادہ نوشی کے راستے پر لگا دیا۔

مکمل خاں کی سبکدوشی

مکمل خاں بہت دانش مند اور عاقبت اندیش انسان تھا اس نے موقع و محل کی مناسبت سے ایک روز برہان نظام شاہ سے عرض کی۔ "بیچے حضور وکالت و وزارت کی انگوٹھی حاضر ہے جب تک آپ کم عمر تھے میں نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود آپ کی بڑی بھی خدمت کی۔ اب جب کہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور خود مسمات سلطنت کو انجام دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں۔" مکمل خاں کو اپنی سبکدوشی پر بہت اصرار تھا لہذا برہان نظام نے مجبوراً اس کی درخواست منظور کر لی۔ مکمل خاں کے بیٹے کو سلطنت کے ٹاپی گرامی امراء کے زمرے میں شامل کیا گیا اور پیشوائی کا منصب پکا پور کے ایک باشندے شیخ جعفر دکنی کو سونپا گیا۔

مکمل خاں کا انتقال

مکمل خاں نے تمام سیاسی و ملکی معاملات سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے مکان میں خلوت نشیں ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ عیدوں اور دوسرے مبارک موقعوں پر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کی فرمائش پر شاہی بارگاہ میں حاضری دیتا رہتا تھا، وہ شاہی دربار میں صرف چند لمحے ٹھہرتا۔ بادشاہ کو سلام کر کے فوراً اپنے مکان پر واپس آ جاتا آخر کار اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شاہ طاہر کی آمد

۹۲۸ھ شاہ طاہر احمد نگر میں تشریف لائے انہیں مصاحبین شاہی میں داخل کر لیا گیا۔ ان دنوں سارے شہر میں ممدوی مذہب کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی اس مذہب سے متاثر ہو کر ان کے لاکھ لاکھ ممدوی شیخ سے ملے۔ شاہ طاہر جب احمد نگر تشریف لائے تو

ان کی کوششوں سے مہدوی مذہب کا نام و نشان مٹ گیا۔ تمام مہدویوں کو شاہی دربار میں آنے کی ممانعت کر دی گئی۔ برہان نظام شاہ نے مہدوی مذہب سے جو قرابت پیدا کر لی اس پر وہ بہت نادم ہوا۔ اس نے احمد نگر کے علماء سے سخت باز پرس کی اور ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے مہدوی مذہب کی کم مائیگی اور بطلان کو میرے ذہن نشین کر دیا ہے تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی

شاہ طاہر کی کوشش سے ۹۳۰ھ میں برہان نظام شاہ اور اسماعیل عادل شاہ نے قلعہ شولاپور کے نواح میں ملاقات کی۔ دونوں طرف کے امراء کی کوششوں سے یوسف عادل شاہ کی لڑکی بی بی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے کر دی گئی اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد کیا گیا۔ اسد خاں بلکوانی وغیرہ نے یہ وعدہ کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جینز میں دے دیا جائے گا۔ شادی کے بعد برہان نظام شاہ نے اس قلعے کو طلب کیا تو اسماعیل عادل شاہ نے یہ جواب دیا کہ ”میں نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اگر میرے ملازموں نے ایسی کوئی بات کی تھی تو انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ مجھ پر یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے کئے ہوئے وعدے کا پابند رہوں۔“

قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے مشورہ کیا۔ شاہ طاہر نے اس سلسلے میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا اس کے بعد برہان نظام شاہ احمد نگر واپس آ گیا۔ برہان کی پہلی بیوی یعنی مرتضیٰ نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ براہرتاؤ کیا اس کی اطلاع اسماعیل عادل کو بھی ملی۔ اس نے احمد نگر کے قاصدوں سے جو بیجاپور میں مقیم تھے کہا کہ بادشاہوں کی اولاد سے ایسا سلوک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ برہان نظام شاہ تک جب یہ بات پہنچی تو اس نے قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

برہان نے شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو عہد الملک کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں حکمرانوں سے مدد کا طالب ہوا۔ انہوں نے برہان کا ساتھ دیا۔ ۹۳۱ھ میں برہان نظام تیس ہزار سواروں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسماعیل عادل نے نو ہزار تجربہ کار تیراندازوں کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا، دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

نظام شاہیوں کی ناکامی

سب سے پہلے تو اسد خان بلکوانی کے حملے کی تاب نہ لا کر عہد الملک کاویل کی طرف بھاگ گیا۔ عین اس وقت جب کہ جنگ ہو رہی تھی پانی کی کمی اور سورج کی گرمی کی وجہ سے برہان نظام شاہ بے ہوش ہو گیا۔ خورشید نامی ایک ترکی غلام نے جو بادشاہ کا آبدار تھا فوراً آگے بڑھ کر بادشاہ کو پانی پلایا تو اسے ہوش آیا۔ شاہ طاہر کے مشورے سے ترکی اور حبشی غلاموں نے بادشاہ کے جسم سے ہتھیار اتار لئے اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

پاتری کا قضیہ

۹۳۳ھ میں اسماعیل عادل شاہ کے اکسائے پر عہد شاہ نے سلطان قلب قلی کی اعانت سے قصبہ پاتری کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی کے ساتھ ایک زبردست لشکر لے کر پاتری کی طرف روانہ ہوا۔ دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد برہان نظام نے وہاں پاتری پر قبضہ کر لیا۔

پاتری کے برہمن

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سنا ہے کہ نظام شاہ بحری کی حکومت سے پہلے اس خاندان کے بزرگ قصبہ پاتری میں رہتے تھے اور وہ برہمن تھے۔ کسی سبب یہ لوگ پاتری کی سکونت کو ترک کر کے بیجا نگر چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ جب ملک حسن منصب امارت پر سرفراز ہوئے اور ملک احمد نے سرپرچتر سایہ فگن کیا تو یہ برہمن رشتہ داری کے خیال سے احمد نگر چلے آئے۔ یہ لوگ بادشاہ سے اکثر کما کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں فلاں گاؤں پرانے زمانے سے ہمارے بزرگوں کے قبضہ میں ہے۔

ملک احمد نے عماد الملک کو ایک بار اس مضمون کا خط روانہ کیا۔ ”قصبہ پاتری سے چونکہ ہمارا تعلق بہت قدیم ہے۔ اس لئے ہماری تمہاری دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ تم یہ قصبہ ہمارے حوالے کر دو اور اس کے بدلے میں جو قصبہ تم چاہو ہم سے لے لو۔“ عماد الملک نے اس درخواست کو منظور نہ کیا ابھی یہ بات چیت جاری ہی تھی کہ احمد نظام شاہ نے اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ہم نسل برہمنوں کو عطا کیا جو بڑے نامی گرامی رئیس تھے۔

قلعہ ماہور کی فتح

مغل اعظم جلال الدین اکبر کے عہد حکومت تک قصبہ پاتری مذکورہ بالا برہمنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ برہان نظام شاہ اس مقام سے قلعہ ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کو بھی اس نے فتح کر لیا اور خداوند حبشی کے حوالے کیا۔ بعد ازاں اپنی پور پر قبضہ کرنے کے لئے سفر اختیار کیا۔ عماد الملک مقابلے کی تاب نہ لا کر پہلے کی طرح برہان پور کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمد شاہ فاروقی نے عماد الملک کی مدد کی اور اس کے ساتھ برہان نظام شاہ اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی

طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں برہان نظام شاہ کا پلہ بھاری رہا۔ عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی پریشان ہو کر برہان پور بھاگ گئے۔ برہان نظام شاہ نے دشمن کے بہت سے مال و اسباب پر جس میں تین سو ہاتھی اور دیگر اشیاء شامل تھیں قبضہ کر لیا۔ نیز برار کے کئی علاقے اپنی حکومت میں شامل کر لئے۔

حاکم گجرات کا عزم دکن

یہ عالم دیکھ کر عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی نے حاکم گجرات سلطان بہادر کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کئے اور مدد کی درخواست کی۔ سلطان بہادر نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے لشکر اور خزانے کو ساتھ لے کر دربار اور سلطان پور کے راستے سے ۹۳۵ھ میں دکن کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ کا خط بابر کا نام

برہان نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے پہلے تو شاہ طاہر کے مشورے سے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی اور اس کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا تھا، اس خط کا مضمون یہ تھا۔ ”ہمیں حضور کے التفات خسروانہ سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ جلد از جلد دکن کی طرف تشریف لائیں گے اور اس علاقے کے دشمنوں اور فتنہ خیزوں کو پامال کر کے دکن کے عوام کو ”جاء الحق و زعم الباطل“ کی خوشی خبری سنائیں گے۔ ہم آپ کے لئے چشم براہ رہیں گے آئیے اور جلد آئیے۔“

سلطان قلی قطب شاہ اور اسماعیل عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بابر کے علاوہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے۔ سلطان قلی قطب شاہ ان دنوں کچ کی مہم میں مصروف تھا اس لئے اس نے برہان نظام کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ اسماعیل عادل شاہ نے البتہ برہان کی مدد کی اور اپنے لشکر سے چند ہزار سوار منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ساتھ مع خزانہ و سامان جنگ کے روانہ کر دیا۔

سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست

سلطان بہادر قلعہ ماہور اور پاتری کو نظام شاہیوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے برابر میں داخل ہوا۔ حرص و ہوس نے اس کو کوئی سبز باغ دکھایا اور کچھ عرصے کے لئے وہ اس جگہ مقیم ہو گیا۔ عماد الملک یہ صورت دیکھ کر اپنے انجام سے لرز لرز اٹھا اس نے سلطان بہادر سے عرض کیا ”یہ میرا ملک ہے“ آپ کو چاہئے کہ پیش قدمی کریں۔ برہان نظام شاہ کو تباہ و برباد کر کے اگر آپ اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت فرمائیں تو میں اپنے بیوی بچوں کو بھیج کر مذکورہ علاقہ سارے کا سارا آپ کی نذر کر دوں گا اور ملازموں کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گا۔“

امیر برید کا ہنگامہ

سلطان بہادر نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور نظام شاہی فوج کی طرف جو پہاڑی علاقے میں مقیم تھی پیش قدمی کی۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاص سواروں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور کوچ کے وقت قصبہ پٹن اور بٹیر کے درمیان اہل گجرات پر حملہ کیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے دو تین ہزار سوار مارے گئے اور امیر برید کے ہاتھ بہت سامان و اسباب اور خزانے سے لدے ہوئے بہتر (۷۲) اونٹ آئے۔

سلطان بہادر کا غصہ

سلطان بہادر کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اسے بہت غصہ آیا جس مقام پر اس نے یہ خبر سنی وہیں قیام کیا اور اپنے وزیر خداوند خاں کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ دشمن سے بدلہ لینے کے لئے مقرر کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ کی مدد کے بغیر ہی اس لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کے خون کی ندیاں بہاتے۔ امیر برید اور عادل شاہی امراء نے فتح کی توقع میں اپنی فوج کو مرتب کرنا شروع کر دیا۔

گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ

امیر برید میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ گجراتیوں کو من مانی کرنے کا موقع ہاتھ آیا انہوں نے وہ ظلم توڑے کہ الامان والحفیظ‘ امیر برید دراصل کمین گاہ میں تھا‘ موقع پا کر وہ باہر نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی دیر میں گجراتیوں کے لشکر کو تھس تھس کر دیا۔ سلطان بہادر نے عماد الملک اور خداوند خاں کی نگرانی میں بیس ہزار سواروں کا ایک دوسرا لشکر روانہ کیا۔ برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہان میں اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ لہذا یہ لوگ جلد از جلد پرندہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال

گجراتیوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ دکنی پرندہ ہی میں رہے یہاں برہان نظام شاہ کی والدہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اسے پرندہ ہی میں دفن کیا گیا۔ مردہ ایک ستر آبادی امیر کی بیٹی تھیں۔

سلطان بہادر احمد نگر میں

سلطان بہادر احمد نگر آیا وہ خود تو باغ نظام میں قیام پذیر ہوا اور اس کے امراء احمد نگر کے دیگر مکانات میں ٹھہرے۔ سلطان بہادر نے حکم دیا کہ باغ نظام میں عمارت کی تعمیر کے لئے جو پتھر اور چونہ جمع کیا گیا ہے اسے باہر لایا جائے اور اس سے ایک اونچا اور وسیع چبوترہ تعمیر کیا جائے تاکہ اس پر بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھا جاسکے۔ تجربہ کار معماروں نے ایک دن اور ایک رات ہی میں یہ چبوترہ تیار کر دیا۔ یہ چبوترہ ”کالا چبوترہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ چالیس روز تک متواتر اس چبوترے پر بیٹھا رہا وہ ہر خاص و عام کا سلام لیتا ہاتھی، اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جلتے اور بادشاہ ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا۔

گجراتی لشکر میں زبردست قحط

سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ وہ احمد نگر میں ابھی کچھ دن اور قیام کرے، لیکن نظام شاہی امراء کی ہنگامہ آرائیوں نے اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ یہ لوگ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزوں کو باسانی گجراتیوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ اس وجہ سے گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا، بے شمار شاہی گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر خداوند خاں اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ اگر اس ملک کو فتح کرنے کا ارادہ ہے تو سب سے پہلے قلعہ دولت آباد کو تسخیر کرنا چاہئے جو کہ سرحد پر واقع ہے۔

سلطان بہادر کا بھیانک خواب

سلطان بہادر کو امیروں کی یہ تجویز پسند آئی، لیکن یہاں سے کوچ کرنے میں اس نے تاخیر کی۔ اسی دوران میں سلطان بہادر نے ایک بڑا بھیانک خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ اس کی طرف چلا آ رہا ہے یہ عفریت انتہائی خوفناک اور بد صورت تھے۔ ان میں کسی کے ہاتھ میں آگ تھی اور کوئی اپنے ہاتھ میں پہاڑ لئے ہوئے تھا۔ سلطان بہادر اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا یہ عفریت چاہتے تھے کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں وہ سلطان بہادر پر ڈال دی جائیں۔

روحوں کا اثر

سلطان بہادر ایک دم خواب سے بیدار ہوا جو لوگ اس کے قریب تھے ان سے خواب کی روداد بیان کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا ”نظام شاہ کے زمانے میں اس مقام پر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی، ہندو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عالم مستی میں قتل کی گئی تھی، ان مقتولوں کی روحوں کو عالم بالا میں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے وہ اسی جہان آب و خاک میں خاص طور پر اسی مقام پر رہنے لگی ہیں اور شیطانوں کے روپ میں سامنے آتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ خواب جو ابھی آپ نے بیان کیا انہیں روحوں کے اثر سے آپ کو نظر آیا ہوگا۔“

سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا

سلطان بہادر نے اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور دو تین روز کے بعد وہاں روانہ ہو گیا۔ جب عماد الملک براری اور گجرات کے امیر آگئے تو سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ساتھ بلا گھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔

برہان نظام شاہ کے لیے اسماعیل عادل شاہ کی امداد

برہان نظام شاہ نے اسماعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا۔ ”آپ نے جس برادرانہ محبت سے میری مدد کی ہے میں اس کا بہت ممنون ہوں، لیکن جب تک آپ بذات خود اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے مجھے مصیبت سے چھٹکارا نہ ہوگا۔“ عادل شاہ

نے اس پیغام کا یہ جواب دیا۔ ”بیجا نگر کے ہندو اس وقت موقع کی تلاش ہیں اگر میں بیجا نگر سے نکلوں گا تو یہ لوگ دریائے کرشنا کو عبور کر کے سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ میں فی الحال حیدر الملک قزوینی کی نگرانی میں پانچ سو دو اسپہ سوار بھیج رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ تم کامیاب و کامران ہو گئے۔“

شیخ جعفر کی معزولی اور کانو نوی کا تقرر

عادل شاہ کے نہ آنے سے برہان نظام شاہ کو بہت مایوسی ہوئی اور وہ اپنے انجام کا خیال کر کے بے انتہا پریشان ہوا تمام رعایا اور سپاہی شیخ جعفر کی پیشوائی سے ناخوش تھے۔ برہان نظام نے جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ اسی کے ملازم کانو نوی کو جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا پیشوا مقرر کیا۔ کانو نوی بہت ہی عقل مند اور معاملہ فہم انسان تھا، امانت و دیانت میں بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔

برہان نظام شاہ دولت آباد میں

کانو نوی کی رائے کے مطابق برہان نظام احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا وہاں پہنچ کر اس نے حسب استطاعت لشکر جمع کیا اور دولت آباد کی راہ لی۔ سلطان بہادر لشکر کے قریب پہنچ کر چار کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ اس جگہ وہ بڑی احتیاط سے اور چوکی کے ساتھ پورے تین مہینے تک مقیم رہا۔ دکنی لشکر نے گجراتیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انہیں خوب ستایا اس سے اہل گجرات بڑے پریشان ہوئے اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ سلطان بہادر کو اس امر کی اطلاع ہو گئی۔

گجراتیوں سے لڑائی

امیر برید نے جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا نظام کی اجازت کے بغیر ہی صف آرائی شروع کر دی، دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ برہان نظام شاہ امیر برید کی جرات و بے باکی سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت میدان جنگ میں آیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ طرفین نے پوری پوری داد شجاعت دی۔ آخر کار امیر برید اور عادل شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا گجراتیوں کو شکست فاش ہوئی۔

برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار

سلطان بہادر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں، عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امیروں کو دشمنوں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ یہ گجراتی امراء اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں آئے، پہلے ہی حملے میں عالم خاں میواتی، جو احمد نگر کا نامی گرامی عسکری سردار تھا، مارا گیا۔ امیر برید اور برہان نظام نے اب میدان میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے بھاگ کر کوستان میں آ گئے۔

میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم

برہان نظام شاہ اور امیر برید اپنے آپ کو سلطان بہادر کا مد مقابل نہ سمجھتے تھے۔ ان دونوں نے کانو نوی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان سے یہ وعدہ بھی لیا گیا جو ہاتھی اور قلعے ان سے لئے گئے تھے واپس کر دیئے جائیں گے۔

سلطان بہادر کی شکایت

میراں محمد شاہ اور عماد الملک، خداوند خاں گجراتی (جو بہت ہی خلیق اور طنسار وزیر تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ ”ہم نے ہر موقع سلطان بہادر کا ساتھ دیا، اس سے مل کر پارتی اور ماہور کے قلعے نظام شاہی قبضہ سے نکالے برابر اور احمد نگر میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا، ہر سال اسے جیتی اور تم یاب تحفے بھیجے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اب ایسا محسوس ہوتا ہے سلطان بہادر ہم سے ہمارا ملک پھینکا جاتا ہے۔“

خداوند خاں کا جواب

خداوند خاں نے جواب دیا۔ ”اس زوال کا باعث تم خود ہو جس وقت دکن کے تمام فرماں روا آپس میں اتحاد سے رہیں گے اور تمام اختلافات کو دور کر دیں گے تو معاملہ خود بخود طے ہو جائے گا۔ عماد الملک اور میراں محمد شاہ نے خداوند خاں کا مطلب سمجھ لیا اور اس کے پاس سے چلے آئے۔“

گجراتیوں کی رائے

سب سے پہلے عماد الملک نے بہت سا غلہ اور سامان ضرورت دولت آباد میں منہمن خاں کے پاس بھیجا اور خود اسی رات ایلچا پور روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور اپنے امراء سے واپسی کے متعلق مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا۔ ”ان دنوں دریائے تپتی کے علاوہ دوسرے دریاؤں میں بھی پانی بہت چڑھا ہوا ہے۔ گجرات اور خاندیش سے غلے اور سامان ضرورت کا منگوانا بہت مشکل ہے۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ دکن کے فرماں روا آپس میں اتحاد کر لیں اور اس طرح معاملہ خواہ مخواہ طول کھینچے، بہتری کی ہے کہ ان علاقوں کو عماد الملک اور نظام شاہ کے حوالے کر کے انہیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنایا جائے۔“

سلطان بہادر کی واپسی

برہان نظام شاہ اور عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی رائے کے مطابق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور اپنے آدمیوں کو تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ اس کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے دکنیوں کی مخالفت کا خیال ترک کر دیا اور گجرات واپس چلا گیا۔ برہان نظام شاہ احمد نگر میں آگیا۔ میراں محمد شاہ نے اسے یہ پیغام دیا کہ ”اپنا وعدہ پورا کرو اور پاتری اور ماہور کے قلعے مع ہاتھیوں کے عماد الملک کے حوالے کر دو۔“ اس کے جواب میں برہان نے تین ہاتھی جو رانوری کے معرکے میں اس کے ہاتھ لگے تھے میراں محمد شاہ کو بھجوا دیئے اور عماد الملک کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور محمد شاہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔

میراں محمد شاہ تو اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا جب وہ پورا ہو گیا تو اس نے برہان نظام شاہ سے عماد الملک کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی اور برہان سے پہلے سے بھی زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا۔

سلطان بہادر کی خفگی

دوسرے سال برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر اعلیٰ تحفوں اور چند مشہور ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں قدرے تاخیر کی اور میراں محمد شاہ کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ برہان نظام نے میرے نام کا خطبہ صرف ایک بار پڑھا ہے میراں محمد شاہ نے جواب دیا ”برہان آپ کا مطیع و فرمان بردار ہے اگر اس سے کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف سرزد ہوا تو آپ معاف فرمائیں اور اس کی درخواست کے مطابق اس کے قاصد شاہ طاہر کو شرف باریابی بخشیں۔“

سلطان بہادر اور شاہ طاہر کی ملاقات

سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کی، لیکن ان کے شایان شان تعظیم و تکریم نہ کی۔ خداوند خاں شاہ طاہر کے علم و فضل اور مرتبہ بزرگی سے واقف تھا اس نے سلطان بہادر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان بہادر نے اس کے بعد شاہ طاہر سے بڑا اچھا برتاؤ کیا، ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی گئی اور اس میں شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم

شاہ صاحب شاہی مجلس میں تشریف لائے۔ سلطان بہادر نے انہیں تمام علماء و فضلاء سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا ”آپ کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں۔ پہلی ملاقات میں میں نے جو بدتمیزی کی تھی اسی کی تلافی کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے۔ گجرات کے وہ تمام علماء و فضلاء جو اس مجلس میں شریک تھے شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں شاہ طاہر کی تعظیم و تکریم بالکل پسند نہ آئی۔

عالمانہ صحبت

یہ لوگ دل ہی دل میں بہت جلد اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ دل کی کدورت زبان تک آگئی اور شاہ صاحب کی شان میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔ سلطان بہادر نے خداوند خاں کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسی مجلس منعقد کرے جس میں تمام علماء کو مدعو کیا جائے اور انہیں شاہ صاحب سے عالمانہ گفتگو کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ مجلس منعقد ہوئی علماء نے شاہ صاحب سے گفتگو کی تو ان پر شاہ صاحب کے علمی کمالات ظاہر ہوئے لوگ اپنی سابقہ حرکت پر سخت نادم ہوئے اور اس بات کا اقرار کیا کہ شاہ صاحب گجرات کے علماء و فضلاء سے ہر لحاظ سے برتر و بلند ہیں۔ سلطان بہادر نے تمام گفتگو خود سنی اور اس دل میں شاہ صاحب کی عزت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی، شاہ طاہر نے تین ماہ تک گجرات میں قیام کیا، اس کے بعد سلطان بہادر نے انہیں واپسی کی اجازت دے دی۔

سلطان بہادر کی عظمت و شوکت

۹۳۷ھ سلطان بہادر نے ملکی حکمرانوں کو نیچا دکھایا اور مندر پر قبضہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ، سلطان بہادر کی یہ عظمت و شوکت دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ اس نے شاہ طاہر کو زوسو برہمن کے ساتھ دوبارہ سلطان بہادر کی خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ جب شاہ طاہر برہان پور پہنچے تو وہاں اتفاق سے سلطان بہادر بھی آگیا۔ میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر سے شاہ طاہر کی ملاقات کروائی۔

میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی

میراں محمد شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سلطان بہادر کو برہان نظام شاہ کے خلوص و محبت کا یقین دلایا اور کہا ”یہ میری حقیر رائے ہے کہ آپ برہان نظام شاہ پر لطف و کرم کر کے اپنا ہی خواہ بنالیں۔“ سلطان بہادر بہت اونچی فضاؤں میں اڑتا تھا، وہ شاہان دہلی کی برابری کے خواب دیکھا کرتا تھا لہذا اس نے میراں محمد شاہ کی بات مان لی۔ محمد شاہ، شاہ طاہر سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان نظام شاہ کو یہاں لایا جائے اور اس کی ملاقات سلطان بہادر سے کروائی جائے۔

برہان نظام کی برہان پور کو روانگی

شاہ طاہر جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد نگر پہنچے اور برہان نظام شاہ کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا پہلے تو برہان نے سفر سے انکار کیا، لیکن بعد ازاں زوسو برہمن کے کہنے پر تیار ہو گیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ حسین کو ولی عہد مقرر کیا۔ تمام ملکی امور زوسو برہمن کے سپرد کئے اور سات ہزار پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور روانہ ہو گیا۔

موضع چاکدیوی میں قیام

برہان نظام شاہ نے خواجہ ابراہیم کو اپنا قاصد بنا کر اپنی روانگی سے پہلے ہی میراں محمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ امور ضروری کے بارے میں پہلے ہی گفتگو کر لی جائے۔ برہان نظام موضع چاکدیوی میں پہنچا جو دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے۔ محمد شاہ نے اس کا استقبال لیا اور ملاقات کی بات نہایت کے دوران میں محمد شاہ نے کہا۔ ”یہ قرار پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور ہم اس کے

سامنے ہاتھ باندھ کر سلام کریں۔"

شاہ طاہر سے مشورہ

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اکیلے میں بلایا اور اس سے کہا۔ "مجھ سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہوں۔ بہتر یہی ہے کہ ملاقات کا ارادہ ترک کیا جائے اور تمام معاملات خواجہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔" شاہ طاہر نے جواب دیا۔ "دنیا داری کا یہ تقاضا ہے کہ مصلحت کا خیال کر کے ایک دن کسی کے سامنے سر نیچا کر لیا جائے اور پھر ساری ساری زندگی امن و آرام سے بسر کی جائے۔"

ایک موزوں تدبیر

برہان نظام چونکہ ذی فہم انسان تھا اس لئے اس نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسی گفتگو کے دوران شاہ صاحب کو ایک تدبیر سوجھی اور انہوں نے برہان سے کہا "میرے پاس قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ ہے جو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سلطان بہادر اس مصحف مقدس کی زیارت کرنے کا بہت مشتاق ہے میرا خیال یہ ہے کہ ہم خداوند خاں کو اس نسخے کی موجودگی کی اطلاع کر دیں۔ اور ملاقات کے روز اسے اپنے ساتھ لیتے چلیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیارانہ اس مصحف مقدس کے استقبال کے لئے تخت سے نیچے قدم رکھے۔" شاہ طاہر کی اس تجویز سے برہان نظام شاہ خوش ہوا اور ان کی دوراندیشی کی داد دی۔

دوسرے روز سورج نکلنے کے بعد برہان نظام شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا جو سلطان بہادر سے ملاقات کے لئے مقرر ہوا تھا۔ جب یہ لوگ سلطان بہادر کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو شاہ طاہر نے مصحف مقدس کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ شاہی پردہ سرا کے اندر داخل ہوئے تو سلطان بہادر نے انہیں دور سے دیکھا اور خداوند خاں سے پوچھا۔ "شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے؟"

برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "یہ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو حضرت علیؑ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔" یہ سنا تھا کہ سلطان بہادر بے اختیار اپنے تخت سے نیچے اترا اور استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے فوراً مصحف شریف کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا دو تین بار چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے کھڑے برہان نظام شاہ سے سلام لیا۔

آغاز گفتگو

سلطان بہادر نے گجراتی زبان میں برہان سے خیریت پوچھی، برہان نے زبان فارسی میں جواب دیا۔ "خداوند تعالیٰ کا بڑا کرم ہے اور آپ کی عظمت و شوکت کے سارے بہت ہی خوش ہوں۔" اس کے بعد سلطان بہادر تخت پر بیٹھ گیا اور برہان نظام شاہ طاہر اور محمد شاہ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلطان بہادر نے جب شاہ طاہر کو اس طرح کھڑے دیکھا تو اسے ناگوار گزرا اور ان سے بیٹھنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے اس کے جواب میں معذرت کا اظہار کیا۔

شاہ طاہر کی تعظیم

بادشاہ نے تقریباً تین بار شاہ صاحب سے بیٹھنے کے لئے کہا آخر کار شاہ صاحب نے جواب دیا۔ "حضور کا حکم میرے سر آنکھوں پر، مگر تعمیل حکم سے مجبور ہوں۔ برہان نظام میرا آقا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں یہ بات پاس ادب سے دور ہے۔" اس کے جواب میں سلطان بہادر نے کہا۔ "نہیں وہ بھی بیٹھنے میں نے منع تھوڑا ہی کیا ہے۔" شاہ صاحب نے برہان نظام شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھادیا اور پھر خود اس سے ذرا فاصلے پر ایک فرد تر جگہ پر بیٹھ گئے۔

سوال و جواب

اس کے بعد سلطان بہادر نے بات چیت شروع کی وہ دیر تک فارسی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ اس نے برہان نظام شاہ سے کہا ”موجودہ زمانہ بڑا ہنگامہ خیز ہے۔ چاروں طرف شور و شیں برپا ہیں بتاؤ تو سہی“ ایسے عالم میں تم نے کس طرح زندگی بسر کی؟“ برہان نظام شاہ نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ جس پستی کا انجام بلندی ہو اور جس ہجر کی انتہا وصل اس کے آخری لطف ہی کو یاد رکھنا چاہئے۔ ابتدائی کلفتوں کو فراموش کر دینا چاہئے۔ خداوند تعالیٰ کا لاکھ بار شکر ہے کہ میں نے جس قدر پریشانی اٹھائی آج تھوڑی سی دیر میں اس کی تلافی ہو گئی۔

اظہار مسرت

برہان نظام کے منہ سے یہ کلمات سن کر سلطان بہادر بہت خوش ہوا اور اس نے بڑی تعریف کی اور میراں محمد شاہ سے پوچھا۔ ”تم نے ان کا جواب سنا؟“ میراں محمد شاہ نے کہا۔ ”دور ہونے کی وجہ سے میں سن نہیں پایا۔“ اس پر سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب اونچی آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین دربار سن لیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ ”یہ سب کچھ حضور کی نوازشات کا نتیجہ ہے مجھے امید ہے کہ آپ کی عنایات کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔“

محبت کا برتاؤ

سلطان بہادر نے کمر بند، خنجر اور مرصع تلوار جو خود زیب تن کئے ہوئے تھے اپنے جسم سے علیحدہ کئے اور برہان نظام شاہ کی مر میں باندھ دیئے۔ برہان نظام نے اپنے لئے ”شاہ“ کا لفظ اب تک استعمال نہ کیا تھا اس لئے سلطان بہادر نے اس سے کہا کہ ”نظام شاہ“ کا خطاب مبارک ہو۔“

گھوڑے کی سواری

کچھ دیر بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے ایک خاص گھوڑے پر سوار کروایا اور اس سے کہا ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فن شہ سواری میں مہارت کامل رکھتے ہو یہ عربی گھوڑا حاضر ہے ذرا اسراپردہ کے گرد و چکر تو لگاؤ۔“ برہان نظام نے دکن کے دستور کے مطابق گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پھرایا۔ سلطان بہادر نے اس کی بہت تعریف کی اور کہا ”یہ سواری چتر کے بغیر کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔“ اس کے بعد سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو سفید چتر اور آفتاب گیر بادشاہ مندو سے حاصل کیا گیا تھا برہان نظام کے سر پر سایہ فگن کیا جائے۔ میراں محمد شاہ اور خداوند خاں سے سلطان نے کہا۔ ”برہان نظام شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار کر کے سراپردہ کے باہر لے جایا جائے اور اس قیام گاہ پر پہنچ کر سلطان محمود غلجی کا سراپردہ اس کے لئے نصب کیا جائے اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔“

انعام و اکرام

کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سلطان بہادر نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ اپنے تخت کے اطراف میں چار طلائی کرسیاں بچھوائیں اور برہان نظام شاہ، شاہ طاہر، میراں محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیاء کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بٹھایا۔ سلطان بہادر نے خوب دل کھول کر ان لوگوں کی تواضع کی۔ برہان نظام شاہ کو پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ سوہون عنایت کئے۔ شاہ طاہر کو دو گھوڑے اور ایک بڑا ہاتھی عطا کیا۔

چوگان بازی

سلطان بہادر نے عالم خاں میواتی کے بیٹے کو (جو اپنے باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز تھا) غلعت، کمر بند، شمشیر مرصع اور خنجر سے سرفراز کیا۔ سلطان کو یہ بھی معلوم تھا کہ چوگان بازی میں برہان نظام اپنی مثال آپ ہے۔ اس لئے اس نے برہان کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے

تک سراپردہ کے اندر ہی یہ کھیل کھیلایا۔

مزید التفات

بعد ازاں دونوں فرماں روا گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر نکل آئے۔ خواجہ ابراہیم اور سباجی پیشکش باہر کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے بہت سامان سلطان بہادر کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ سلطان بہادر نے نذرانہ قبول کیا اور ان لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا جو سامان بادشاہ کو نذر کیا گیا اس میں ایک ہیکل مصحف، ایک تلوار، جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا، چار مست ہاتھی اور دو عربی گھوڑے تو سلطان نے خود رکھ لئے اور بقیہ اشیاء مع مملکت دکن کے برہان نظام شاہ کو بخش دیں اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام

واپسی کے دوران میں برہان نظام شاہ نے کچھ دیر بلا گھاٹ دولت آباد میں بھی قیام کیا۔ شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کے روضوں کی زیارت کی اور یہاں کی مجاوروں کو نذر و صدقہ کی صورت میں بہت سی دولت دی۔ ان دنوں گل چنبہ چاروں طرف کھلے ہوئے تھے۔ ان پھولوں کی بہار شباب پر تھی برہان نظام نے حوض قتلو پر قیام کیا اور چند روز عیش و عشرت میں گزارے۔

تازہ فتوحات

شہزادہ حسین، کالا برہمن اور دیگر امراء سلطنت برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مبارک باد دی چونکہ برہان اور سلطان بہادر کے باہمی تعلقات بہتر ہو گئے تھے۔ اس لئے برہان نظام نے اس علاقے کے راجاؤں کی طرف توجہ کی۔ کانووسی کی دانش مندی سے مرہواری کے بہت سے راجہ جو احمد نظام کے عہد حکومت سے لے کر اب تک آزاد خود مختار تھے وہ برہان نظام کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے۔ بغیر کسی قسم کی معرکہ آرائی کے برہان نے بیس قلعے اپنی حکومت میں شامل کئے۔ برہان نظام نے شاہ طاہر کو چند بہترین پرگنے بطور انعام دے کر اپنا مقرب خاص بنایا۔ خواجہ ابراہیم کو لطیف خل اور سباجی کو پر تاب رائے کے خطاب سے نوازا۔ گجراتیوں کے ہنگامے سے باغ نظام کی جو عمارتیں شکستہ ہو گئی تھیں ان کو برہان نظام نے مرمت کروایا۔

قلعہ کلیان اور قندھار پر اسماعیل عادل شاہ کا حملہ

اسماعیل عادل شاہ نے ۱۳۸ھ میں قلعہ کلیان اور قندھار پر حملہ کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ نظام شاہ نے اسماعیل عادل کے نام ایک خط لکھا اور ان قلعوں کو فتح کرنے سے منع کیا۔ اسماعیل عادل نے اس کے جواب میں ایک بہت سخت خط برہان کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

اسماعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام کے نام

آج تک تم نے کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا، کیا تم نے احمد نگر کے گزشتہ واقعات کو فراموش کر دیا ہے، جو ایسی نازیبا اور ناشائستہ تحریر مجھے لکھی ہے۔ اگر مند کے بادشاہوں کے استعمال شدہ اور پرانے چتر اور سراپردہ کو حاصل کر کے تم مغرور ہو گئے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ نشہ بالکل بے کیف ہے۔ اور اگر تم خطاب شاہی سے اپنے آپ کو کوئی چیز سمجھنے لگے تو یقین رکھو یہ سب کچھ وہم و گمان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فخر مجھے تم سے زیادہ حاصل ہے۔ تمہیں تو گجراتیوں کے بادشاہ نے یہ خطاب دیا ہے، لیکن مجھے شہنشاہ ایران نے جو ایک عالی نسب سید ہے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔“

تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ تمہاری بہتری اسی میں ہے ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہوگی۔ میں ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں موجود ہوں۔ ذرا باغ نظام سے باہر نکلو میرے مقابلے پر آؤ پھر تمہیں عادل شاہی بہادری کی جرأت و جوانمردی سے باخبر کیا

جائے۔

عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی

برہان نظام یہ خط پا کر بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپردہ شاہی باہر نکالا جائے دوسرے روز وہ سفر کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس نے موضع امندپور پہنچ کر جو شہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا۔ چند روز قیام کیا اور لشکر کی فراہمی کی طرف توجہ کی۔ جب تمام سامان مکمل ہو گیا تو برہان نظام بڑی شان و شوکت سے عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔

نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے جوانوں نے اپنی بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور دشمن کے خون سے زمین کو لالہ زار کر دیا۔ اس جنگ کا انجام نظام شاہیوں کے حق میں برا ہوا۔ انہیں شکست ہوئی اس معرکے میں بیجاپور کے جواں سال غریبوں نے بڑے عمدہ طریقے سے بہادری کے جوہر دکھائے۔ شیخ جعفر نے دوسرے سلاحداروں کی مدد سے برہان نظام کو صحیح و سلامت میدان جنگ سے نکال لیا۔ احمد نگر کے دو تین ہزار باشندے اس معرکے میں کام آئے۔ عادل شاہیوں نے نظام شاہیوں کے بہت سے گھوڑے اور ہاتھی اپنے قبضے میں کر لئے اور اس طرح برہان نظام کا سارا غرور اپنی شکست کی آواز بن کر رہ گیا۔

اسمعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ۹۳۹ھ میں عادل شاہی اور نظام شاہی امیروں نے بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کروائی دونوں فرماں رواؤں نے مختلف معاملات پر آپس میں بات چیت کر کے یہ طے کیا کہ برہان نظام شاہ برار کو فتح کرے اور اسمعیل شاہ تلنگانہ کو اور پھر ملک دکن کو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیں۔

اسمعیل عادل شاہ کا انتقال

رضائے خداوندی سے اسی زمانے میں اسمعیل عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور تمام شرائط ویسی کی ویسی رہ گئیں کسی پر عمل نہ ہوا۔

برہان نظام کا شیعہ مذہب اختیار کرنا

ایک روز برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ مذہب شیعہ کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے بیان کئے اور کہا ”اس مذہب کی یہ خصوصیت ہے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کی جائے اور ان کے دشمنوں سے نفرت“ برہان نظام نے اسی روز شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔

شاہ طاہر کا مشورہ

بادشاہ کے ساتھ ہی شہزادہ حسین 'عبد القادر' اس کی والدہ آمنہ بی بی اور شاہی خاندان کے دوسرے تمام مردوں اور عورتوں نے یہی مذہب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد برہان نظام نے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اور تینوں خلفاء کے ناموں کو خطبے سے نکال دینے کا خیال ظاہر کیا۔ شاہ طاہر نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور کہا ”فوراً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے ہر فرقے کے علماء کو جمع کیا جائے آپ ان سب سے یہ کہنے کہ میں حق مذہب کا طلب گار ہوں تم سب آپس میں غور و فکر سے کوئی ایسا مذہب اختیار کرو تاکہ میں بھی اس کو اپناؤں۔“

علماء کا بحث و مباحثہ

برہان نظام نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کیا اور تمام علماء کو جو احمد نگر میں مقیم تھے جمع کیا۔ ان علماء میں ملا پیر محمد، استاد افضل خاں ثانیہ اور ملا داؤد دہلوی بھی تھے۔ ہر جمعہ کو قلعے کے اندر شاہ طاہر کے مدرسے میں تمام علماء جمع ہوتے اور آپس میں بحث مباحثہ کرتے۔ ہر عالم کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اپنے مذہب کے زیادہ سے زیادہ فضائل بیان کرے اور حریف عالم کے مذہب کی تردید کرے۔ علماء کی ان مجلسوں میں اکثر و بیشتر برہان نظام خود بھی شرکت کرتا رہتا تھا۔

برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب

برہان نظام اکثر مذہبی معاملات سے بے خبر تھا وہ علماء کی مجلس میں بیٹھتا ضرور تھا، لیکن ان کی باتیں اس کی سمجھ میں ذرا کم ہی آتیں۔ چھ مہینے تک اسی طرح بحث ہوتی رہی اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر برہان نظام شاہ نے ایک روز شاہ طاہر سے کہا۔ ”حیرت کی بات ہے کہ علمائے کرام کسی نتیجے پر نہیں پہنچے، ہر شخص اپنے مذہب کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے کے مذہب کی برائی اگر ان لوگوں کے مذاہب کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بتاؤ تاکہ میں اسے اپنالوں۔“

شاہ طاہر کا مذہب

شاہ طاہر نے جواب دیا کہ ”ایک مذہب اور ہے اور وہ مذہب ہے اثنا عشری اگر آپ حکم دیں تو اس مذہب کی کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔“ مذہب اثنا عشری کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بادشاہ نے بلوایا اور اسے بقیہ علماء سے بحث کرنے کے لئے کہا۔ اس عالم نے تمام علماء سے مناظرہ کیا، شاہ طاہر اس کی مدد اور اس کی دلائل کی تائید کرتے جاتے تھے۔ جب علماء کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو انہوں نے مخالفانہ بحث شروع کر دی اکثر ایسا تھا کہ سنی علماء لاجواب ہو کر محفل سے اٹھ جاتے تھے۔

مذہب شیعہ کا عام رواج

برہان نظام شاہ نے جب یہ دیکھا کہ سنی علماء شاہ طاہر کے دلائل کا جواب نہیں دے پاتے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو برہان نظام نے کھلے بندوں شیعہ مذہب کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً تین ہزار افراد نے (جن میں شاہی مصاحب، ہندی ترکی اور حبشی غلام، امراء، منصب دار، جاروب کش اور فراش، الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے) مذہب اثنا عشری قبول کر لیا۔

اماموں کے نام کا خطبہ

برہان نظام نے تینوں خلفاء کے نام خطبے سے نکال دیئے اور ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ وہ سفید چتر جو سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو دیا تھا اس کا رنگ سبز کر دیا گیا۔

اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر

سنی علماء ملا پیر محمد وغیرہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت چراغ پا ہوئے۔ سارے شہر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ پھا ہو گیا۔ امراء اور منصب داروں کی ایک جماعت رات کے وقت ملا پیر محمد کے مکان پر گئی۔ ان لوگوں نے ملا صاحب سے کہا ”یہ شاہ طاہر کہاں سے ٹپک پڑا ہے اس نے تو ہمارے بادشاہ پر جادو کر دیا ہے اور اسی جادو کے زور سے ہماری زبانوں پر تالے ڈال دیئے ہیں۔“

برہان نظام کے خلاف سازش

لوگ شاہ طاہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کو قتل کرنے کی رائے دی۔ اس پر ملا پیر محمد نے

کہا۔ ”جب تک برہان نظام شاہ زندہ ہے، شاہ طاہر کو قتل کرنا ناممکن ہے۔ سب سے اچھی صورت یہی ہے کہ ہم پہلے برہان نظام شاہ کو معزول کریں اور اس کی جگہ شہزادہ عبدالقادر کو بادشاہ بنائیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کو تلواریں کے گھاٹ اتار دینا چاہئے تاکہ خلق خدا کو عبرت حاصل ہو۔“

احمد نگر میں ہنگامہ

بیجاپور کی طرح احمد نگر بھی ہنگاموں کا مرکز ہو گیا جس طرح وہاں یوسف عادل کے خلاف ہنگامے ہوئے اسی طرح یہاں بھی عوام برہان نظام کے خلاف ہو گئے۔ ملاپیر محمد بارہ ہزار سواروں اور پیادوں کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے دروازے کے سامنے آیا۔ کالے چوترے کے قریب قیام کیا اور قلعے کے محاصرے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ان لوگوں نے شاہ طاہر اور ان کے بیٹوں کو قلعے کے نگہبانوں کے سپرد کر کے ہنگامہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ برجوں پر فوج چڑھ جائے اور دشمنوں پر گولہ باری کر کے انہیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ جب معاملے نے طول کھینچا تو برہان نظام نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے دریافت کیا کہ آخر اس ہنگامے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ شاہ طاہر کو علم نجوم میں بڑی مہارت تھی اور ملائیس الدین جعفری کے شاگرد تھے انہوں نے فوراً حساب لگا کر بتایا کہ قلعے کا فلاں دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ کرنا چاہئے۔ دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے گا اور بادشاہ کو فتح ہوگی۔

باغیوں کی سرکوبی

برہان نظام اس وقت امیروں، چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں اور پانچ ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے کے باہر آیا۔ شاہ طاہر نے ایک مٹھی بھر خاک اٹھائی، اس پر قرآن کی کوئی آیت پڑھی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد شاہی قاصدوں کا ایک گروہ دشمنوں کے قریب بھیجا گیا۔ ان قاصدوں نے بلند آواز سے کہا ”جو شخص بادشاہ کا مطیع و فرماں بردار ہے وہ ہماری طرف آجائے اور جو غدار اور نمک حرام ہے وہ بدستور ملاپیر محمد کے ساتھ رہے تاکہ سلطانی قہر و غضب سے اسے پامال کیا جاسکے۔“

ملاپیر کی گرفتاری

قاصدوں کا یہ اعلان سنتے ہی سب لوگ بادشاہ کی طرف آگئے اور ملاپیر محمد اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مکان کی طرف چلا آیا۔ برہان نظام شاہ نے احمد تمبری (جو بادشاہ کے مقرب امراء میں سے تھا) اور خواجگی محمود (جو میرزا جہاں شاہ کا بیٹا تھا) کو ملاپیر محمد کی گرفتاری کے لئے مقرر کیا۔ ملا کو گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ برہان نظام شاہ نے ملا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ملا کی رہائی اور بحالی

شاہ طاہر نے ملاپیر محمد کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے برہان نظام شاہ سے اس کی سفارش کی۔ برہان نے ملا کے قتل کا حکم واپس لے لیا اور اسے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ چار سال کے بعد طاہر ہی کی درخواست پر ملاپیر محمد کو رہا کر دیا۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے بھروسہ دیا۔

انکر خانہ دوازدہ امام

برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ تمام وظائف جو اہل سنت کے نام سے دیئے تھے

شیعوں کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ قلعہ احمد نگر کے سامنے ایک چار دیواری کھنچوائی اور اس میں ایک عمارت تعمیر کروا کے اسے "لنگر خانہ دوازدہ امام" کے نام سے موسوم کیا۔ اس لنگر خانے کے اخراجات کے لئے کئی قصبے (مثلاً جونپور، دسنور، داساپور وغیرہ) وقف کئے گئے۔ یہاں روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔

فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع

شاہ طاہر نے نظام شاہی خاندان کی بہت خدمت کی اور اس خاندان کی فلاح و بہبود کے کئی کام سرانجام دیئے انہوں نے یہ پوشش بھی کی خاندان رسالت کے تمام پرستار ساری دنیا سے کھینچ کر احمد نگر میں جمع ہو جائیں۔ شاہ صاحب نے شاہی خزانے سے روپیہ حاصل کر کے عراق، خراسان، فارس، روم، گجرات اور آگرہ روانہ کیا۔ اور شیعہ عالموں، فاضلوں کو احمد آباد کی دعوت دی ان کو ششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے عرصے ہی میں احمد نگر میں عالموں اور فاضلوں کی ایک عظیم الشان جماعت جمع ہو گئی۔

احمد نگر۔۔۔۔۔ علم کی جنت

خواجہ معین صاعدی کے ساتھ اسماعیل صفوی احمد نگر میں آئے، آپ ایک طویل مدت تک شیراز میں حکومت کرنے کے بعد گجرات آئے اور اس علاقے میں قیام کیا۔ برہان نظام کی طرف سے شاہ طاہر نے اسماعیل صفوی کو بارہ ہزار ہون روانہ کئے۔ تاکہ وہ احمد نگر چلے آئیں شاہ حسن انجو کو احمد نگر میں بلا کر بادشاہ کے مقربین میں شامل کیا گیا۔ ان کے علاوہ شاہ جعفر ملا پیر نیشاپوری، ملا علی گل استرآبادی، رستم جرجانی، مازندانی، ابوالبرکات، ملا عزیز اللہ گیلانی، ملا محمد امامی استرآبادی اور دوسرے بہت سے علماء و فضلاء احمد نگر میں آ گئے اور یہ شاہ علم کی جنت بن گیا۔

مذہبی تعصب

مدینہ کے مشہور متقی سید حسن مدنی کو بادشاہ نے اپنا داماد بنایا اور ان کو کئی عہدہ قصبے اور جاگیر عطا کی گئی اور وہاں محتاجوں، مسکینوں اور فقیروں وغیرہ میں تقسیم کی گئی۔ اس مذہبی ماحول کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد نگر کے جملاء بھی خلفائے راشدین کی شان میں بے ادبی کرنے لگے آخر کار سلطان محمود گجراتی، میراں مبارک فاروقی، ابراہیم عادل شاہ اور عماد الملک سے یہ عالم نہ دیکھا گیا اور انہوں نے احمد نگر کو فتح کر کے آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ لیا۔

برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام

متذکرہ فرمان رواؤں کے ارادے کی برہان نظام شاہ کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے فوراً راستی خاں نامی ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر ہمایوں شہنشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا۔ اس کے قاصد کے ہاتھ ایک عرضداشت بھیجی گئی تھی۔ اس زمانے میں شیرشاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے ہمایوں کی تمام توجہ کو اس کی طرف مرکوز کر رکھا تھا۔ اس لئے اس درخواست کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور راستی خاں ناکام و نامراد واپس احمد نگر آ گیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام کی فتح

اس کے بعد برہان نظام شاہ نے برہان پور اور گجرات کے فرماں رواؤں کو قیمتی تحفے تحائف بھیج کر ان سے دوستانہ مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا ہی خواہ بنا لیا۔ پھر برہان نظام نے اسماعیل عادل کے موقوف کردہ تیراندازوں کو اپنے ہاں ملازم رکھا۔ ان کو جاگیروں سے نوازا اور ان کی مدد سے بیجاپور پر حملہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عادل شاہیوں کو شکست ہوئی اور برہان نظام شاہ کامیاب ہوا۔ برہان نے بہت سی عادل شاہی توپوں اور ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کیا اور احمد نگر واپس آ گیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان مزید معرکہ آرائیاں

اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ کا بہت شہرہ ہوا۔ چاروں طرف اس کی قوت کی دھوم مچ گئی۔ تین چار سال کی مدت میں ابراہیم عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کے درمیان تین مرتبہ لڑائیاں ہوئی۔ ان لڑائیوں کی تفصیلات کسی تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزریں، لیکن اس قدر مجھے معلوم ہے کہ ان تینوں لڑائیوں میں برہان نظام شاہ کو فتح حاصل ہوئی۔

بیجاپور پر برہان نظام شاہ کا حملہ

۹۳۹ھ میں بیجاپور کے مشہور و معروف، امیر اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ برہان نظام شاہ نے امیر برید کو ساتھ لے کر بیجاپور پر حملہ کر دیا اور یہ مشہور کیا کہ مذہبی یک جہتی کی وجہ سے اسد خاں بلگوانی نے برہان نظام شاہ کو اس علاقے میں بلایا ہے تاکہ بلگوان کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

مرج و کلہر وغیرہ کی تباہی

ابراہیم عادل کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام شاہ شولاپور کے قریب پہنچا، زین خاں کے پرگنوں پر قبضہ کیا اور انہیں خواجہ جہاں کے حوالے کر کے آگے بڑھا۔ بعد ازاں اس نے بلگوان کا رخ کیا اور مرج، کلہر اور مان دیاس کو تباہ و برباد کیا۔ ان شہروں میں ایسی تباہی مچائی کہ آبادی کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا فرار

اسد خاں بلگوانی ہی میں تھا غلط خبر مشہور ہو جانے کی وجہ سے وہ ابراہیم عادل کی ملازمت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی عافیت کے لئے یہ انداز اختیار کیا کہ چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ برہان نظام شاہ سے مل گیا۔ برہان نے جب یہ دیکھا کہ قسمت پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی ہے تو اس نے بیجاپور کا سفر اختیار کیا۔ ابراہیم عادل شاہ میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ برہان نظام کا مقابلہ کرتا لہذا وہ حسن آباد گلبرگہ چلا گیا۔

برہان کی احمد نگر کو واپسی

برہان نظام یہ سوچ کر کہ دشمن کا مقابلہ کرنا اب مناسب نہیں ہے۔ امیر برید کے ساتھ احمد نگر کو واپس ہوا۔ دشمن نے احمد نگر کی سرحد تک اس کا تعاقب کیا اور اس نواح کے اکثر دیہاتوں اور پرگنوں کو تباہ و برباد کیا۔ برہان نظام اور امیر برید نے یہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور دولت آباد کی طرف چلے گئے۔ اتفاق سے یہاں امیر برید نے طبعی موت سے دنیا کو خیر باد کہا۔ برہان نظام شاہ اس رفیق کے جدا ہونے سے بہت پریشان ہوا۔ برہان نے شاہ طاہر، قاسم بیگ اور خواجہ جہاں کے مشورے سے ابراہیم عادل شاہ کا وہ علاقہ جس کی وجہ سے تمام علاقہ ہوا تھا اسے واپس کر دیا۔

شاہ طاہر کا گو لکنڈہ جانا

سلطان قطب شاہ ۹۵۰ھ میں تلنگانہ کے تحت پر جیٹا اس تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لئے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو گو لکنڈہ لے آیا۔ قطب شاہ نے شاہ طاہر سے اس تالاب کے کنارے ملاقات کی جو احمد نگر کے راستے میں گو لکنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس ملاقات میں قطب شاہ نے شاہ طاہر کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور ان سے اس طرح پیش آیا جیسے کوئی مرید اپنے پیر سے ملتا ہے۔ اس کے بعد وہ شاہ طاہر کو اپنے ساتھ گو لکنڈہ لے آیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مصالحتانہ روش

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے عہد شکنی کر کے قطب شاہ اور راجہ رام راج کو عادل شاہی سلطنت کے پرمنوں پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا۔ جب شاہ طاہر گوکنڈہ سے واپس آگئے تو برہان نظام شاہ خود بھی شولاپور کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ دیکھا کہ دشمن چاروں طرف سے اس پر نگاہیں لگائے ہوئے ہیں تو اس نے پانچ پتے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیا اور راجہ رام راج کو بھی کسی نہ کسی طرح راضی کر لیا۔

شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد

اسی زمانے میں شاہ اسماعیل صفوی کو یہ اطلاع ملی کہ برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اس نے اپنے مقرب خاص آقا سلیمان طهرانی المشہور بہ مترجمال کو احمد نگر روانہ کیا کہ وہ برہان نظام شاہ مبارک باد دے۔ اسماعیل کی طرف سے ایک ترکی غلام مسمی شاہ قلی بھی برہان نظام شاہ کے پاس آیا اور اس نے شہنشاہ ایران کی طرف سے ایک زمرہ جو ہمایوں سے ملا تھا اور جس پر مستعصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحفوں کے برہان نظام کو پیش کیا۔

شاہ اسماعیل صفوی نے متذکرہ تحائف کے علاوہ عقیق کی ایک انگوٹھی بھی روانہ کی جس پر ”التوفیق من اللہ“ کندہ تھا۔ یہ انگوٹھی ایک طویل مدت تک خود اسماعیل صفوی کے ہاتھ میں رہ چکی تھی۔

ایرانی قاصد کی گستاخی

مترجمال نے احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ سے ملاقات کی اور شاہ اسماعیل کے فرستادہ تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ شروع میں تو برہان نظام نے مترجمال کی بڑی عزت کی لیکن جب اس نے شاہی محفل میں گستاخانہ گفتگو کا آغاز کیا۔ نیز شاہ طاہر سے بادلی کی تو برہان نے مترجمال کا شاہی دربار میں آنا بہت کم دیا۔ برہان نظام اس قاصد سے ایسا ناراض ہوا کہ اس نے اسماعیل صفوی کے ارسال کردہ تحفوں کے عوض کوئی تحفہ ایران نہ بھجوایا۔ شاہ طاہر بھی مترجمال سے بے حد ناراض ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے بیٹے شاہ حیدر کو جو ایک مستند عالم اور باکمال بزرگ تھے بہت سے تحفے تحائف دے کر احمد نگر سے ایران روانہ کیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے راجہ رام راج کی اعانت سے قلعہ گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور مضافات گلبرگہ میں آذر جان کے قریب عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ پہلے تو عادل شاہی لشکر کے مہمہ اور میسرہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کے لشکری پریشان ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے لگے، لیکن جب خود عادل شاہ نے کمین سے نکل کر نظام شاہی لشکر پر حملہ کیا تو پھر نظام شاہیوں کو شکست کھانا پڑی۔ اور وہ چتر و علم، ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی طرف بھاگ گئے۔

علی برید کی طرف سے مایوسی

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی، لیکن علی برید نے اپنے باپ کی تقلید میں عادل شاہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ اس کے علاوہ علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے کچھ مذہبی مسائل کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے گستاخانہ پیش آیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر شاہ طاہر ناکام و نامراد احمد نگر واپس آگیا۔ برہان نظام کو اس امر کا بہت افسوس ہوا۔

قلعہ اوسہ کا محاصرہ

علی برید کے اس برتاؤ سے برہان نظام شاہ بہت آزرده خاطر ہوا اور اس سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ساز و سامان اور لشکر سے آراستہ ہو کر برہان نظام مقبوضات علی برید کی طرف روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کو پریشان کیا۔ علی برید نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان پیش کر کے اپنا مددگار بنالیا۔

دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح

عادل شاہ بیجاپور سے روانہ ہوا اس کے ساتھ علی برید بھی روانہ ہوا۔ برہان نظام نے دشمن کا مقابلہ کیا اور قلعہ اوسہ سے ایک میل کے فاصلے پر فریقین پر معرکہ آرائی ہوئی۔ نظام شاہ نے مردانہ وار لڑائی کی اور دشمن کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ اوسہ کو دوبارہ گھیر لیا اور کچھ مدت میں یہ قلعہ فتح کر لیا۔

مزید فتوحات

قلعہ اوسہ کو فتح کرنے کے بعد برہان نظام شاہ نے اودگیر کا رخ کیا۔ کچھ عرصے میں اس قلعے کو بھی فتح کر لیا اور پھر قندھار کی طرف چلا گیا۔ اس نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران میں علی برید اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک بار پھر برہان نظام شاہ پر حملہ کیا۔ برہان نظام نے حسب سابق اس بار بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی۔ اس معرکہ میں بہت سے گھوڑے اور ہاتھی برہان نظام کے ہاتھ لگے۔

عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام کے نام

۹۵۵ھ میں برہان نظام نے قلعہ قندھار کو بھی تسخیر کر لیا اور اسی سال احمد نگر واپس آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے امراء اور منصب داروں نے برہان نظام شاہ کو ایک مراسلہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

”بادشاہ کا ظلم حد سے تجاوز کر چکا ہے اور اس وجہ سے بیجا نگر کی رعایا بے حد پریشان ہے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے شہزادہ عبداللہ کو جو ان دنوں بند کوہ میں مقیم ہے۔ یہاں بلا کر اپنا بادشاہ بنالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آپ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں ہمارا ہاتھ ضرور بٹائیں۔“

بیجا نگر کی روانگی

عادل شاہی امراء کا یہ خط پا کر برہان نظام شاہ بہت خوش ہوا۔ اسے بیٹھے بٹھائے ایک اچھا موقع مل گیا۔ اس نے قطب شاہ کو ہمراہ لیا اور عادل شاہی سلطنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قلعہ بلگوان میں اسد خاں بیمار پڑا تھا۔ برہان نظام نے اس کی بیماری کی خبر سن کر اپنے اصل مقصد کو پس پشت ڈالا اور پہلے قلعہ بلگوان کو ختم کرنے کی کوشش کی، لیکن اسد خاں نے چند ہی دنوں میں وفات پائی اور برہان نظام شاہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بلگوان پر ابراہیم عادل نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد برہان احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ طاہر کا انتقال

برہان نظام کی احمد نگر میں واپسی کے فوراً بعد ہی یعنی ۹۵۶ھ میں شاہ طاہر نے کچھ دنوں بیمار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اہل احمد نگر کو ان کی داعی مفارقت کا بے حد ملال ہوا۔ شاہ صاحب کو پہلے تو احمد نگر میں سپرد خاک کیا گیا، لیکن بعد ازاں ان کی لاش کو کربلائے معلیٰ بھیج دیا گیا۔ جہاں اسے حضرت امام حسین کے مزار مبارک کے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔

قلعہ کلیان پر لشکر کشی

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد برہان نظام شاہ نے بویال راؤ اور قاسم بیگ حکیم کو اپنا ممتد علیہ بنایا۔ اس نے عماد شاہ کو چند اسباب کی بنا

پر عادل شاہ کے خلاف کر دیا اور خود خواجہ جہان کو ساتھ لے کر قلعہ کلیان پر حملہ کر دیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کر کے برہان نظام نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے بہت سے برکی امیروں کو برہان نظام کے دفعے کے لئے بھیجا اور بعد میں خود بھی روانہ ہوا۔

برکی امراء کی شورشیں

برکی امراء نے قلعہ کلیان کے راستے میں قیام کر کے دشمن کے غلے اور دیگر سامان ضرورت کو اپنے قبضے میں کرنا شروع کیا۔ اس سے نظام شاہیوں کو بہت پریشانی ہوئی۔ ان امیروں نے دشمن کو طرح طرح سے تنگ کیا۔ کبھی تو شب خون مارتے اور کبھی چوروں کی طرح لشکر میں جا کر اودھم مچاتے۔ اس صورت حال کے پیش نظر برہان نظام نے یہ حکم دیا کہ لشکر کے ارد گرد تین گز بعض جگہوں پر چار گز کا حصار کھینچا جائے۔ اس حکم پر عمل ہوا اور قلعہ کلیان ایک نئے حصار کے اندر آگیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی آمد

ابراہیم عادل شاہ بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا قلعہ کلیان کے قریب آگیا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پاس ہی قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام کی تقلید میں اس نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھینچوا لیا۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ غلہ اور دیگر سامان ضرورت نہ پہنچنے کی وجہ سے نظام شاہی امراء کی حالت خراب ہو گئی وہ دو دو تین تین دن کا فائدہ کر کے روزے رکھنے لگے۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

ان تمام واقعات نے برہان نظام شاہ کو حواس باختہ کر دیا۔ اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کسی نے واپس چلنے کا مشورہ کر دیا۔ کسی نے دیوار کے اندر سے داخل ہو کر دشمن سے لڑنے کے لئے کہا اور یہ رائے دی کہ ”اگر ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم دوبارہ قلعے کا محاصرہ کر لیں اور اگر شکست ہو تو واپس احمد نگر چلے جائیں۔“ برہان نظام نے اس موقع پر کہا۔ ”ہمارے گھوڑوں کی حالت اس وقت خراب ہو گئی ہے وہ اس قاتل نہیں رہے کہ جنگ میں حصہ لے سکیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم جنگ کے ارادے کو ملتوی کر کے احمد نگر کا راستہ لیں آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو خوب اچھی طرح تیاری کر کے اس طرف آنا چاہئے۔“

شاہ جعفر قاسم بیگ کی رائے

شاہ جعفر (شاہ طاہر کا بھائی) اور قاسم بیگ حکیم نے برہان نظام کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ ”ہم دشمن کو کئی مرتبہ نچا دکھا چکے ہیں۔ اس لئے اس مرتبہ اگر ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔“ یہ سن کر برہان نظام خاموش ہو گیا اسی وقت امراء سے رخصت ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا ہی دیوپال برہمن کے پاس پہنچا اور اس سے مشورہ کیا۔

دیوپال سے مشورہ

دیوپال نے بادشاہ سے کہا کل عید کا دن ہے۔ میں صبح کے وقت آپ سے اپنی رائے بیان کروں گا۔ مگر اس دوران میں آپ اپنے خزانچی کو یہ حکم فرمائیں کہ میں اس سے جو طلب کروں بغیر کسی حیل و حجت کے میرے حوالے کر دے اور بالکل پس و پیش نہ کرے۔ برہان نظام کو دیوپال پر پورا پورا اعتماد تھا۔ لہذا اس نے اسی وقت دیوپال کی خواہش کے مطابق احکامات صادر کر دیئے اور اپنے خزانچی کو یہ حکم دیا۔

”دیوپال تم سے جس وقت بھی جو کچھ مانگے فوراً اس کو دے دو اور اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کرو۔“

دیوپال اور عین الملک کی گفتگو

اسی رات دیوپال برہمن نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ ہون حاصل کئے اور نظام شاہ کے سب سے بڑے امیر عین الملک کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ تمام معاملات سے تم بخوبی آگاہ ہو، اگر ہم نے دشمن سے لڑائی کئے بغیر محاصرہ اٹھالیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے تو

اس کا انجام بہت برا ہوگا، لیکن اگر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو یہ بھی کچھ مناسب نہیں۔ کیونکہ اس وقت ہماری فوج کی حالت بہت خراب ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے اس بارے میں اگر تم نے کچھ سوچا ہو تو بتاؤ۔“

دیوپال کی تدبیر

عین الملک نے جواب دیا۔ ”ہم لوگ تلوار کے دھنی ہیں زبانی جمع خرچ سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں۔ تم جو مناسب سمجھتے ہو وہی کرو۔ دیوپال نے کہا۔ ”میری رائے تو یہ ہے کہ عید کی صبح کو ہم اپنے لشکر کو منظم کر کے دشمن پر حملہ کر دیں۔ اس وقت حریف کے لشکر کا ہر سپاہی عید کی تیاریوں میں مشغول ہے کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ ہم حملہ کریں گے، ہمیں ان کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر حالات کو سنوارنا چاہئے۔“

سپاہیوں میں روپے کی تقسیم

عین الملک نے دیوپال کی تجویز کی دل و جان سے تائید کی۔ دیوپال نے وہ رقم جو نظام شاہی خزانے سے حاصل کی تھی عین الملک کے سپرد کر دی اور کہا۔ ”تم یہ رقم سپاہیوں میں تقسیم کر دو اور یہ ظاہر کرو کہ رقم عید کے اخراجات کے لئے ہے۔ عین الملک نے اسی وقت وہ رقم سپاہیوں اور عسکری سرداروں میں تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح سویرے ہی بادشاہ کی خدمت میں سلام و مبارک باد کے لئے حاضر ہو جائیں۔“

عادل شاہیوں پر حملہ

صبح ہوئی تو نظام شاہیوں کو یہ پتہ چلا کہ عادل شاہی لشکر عید کی مسرتوں میں اس حد تک گم ہے کہ اسے دشمن کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا کوئی احساس نہیں رہا۔ عین الملک نے اپنے لشکر کے حصار کو ایک جگہ سے توڑا اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھا۔ نظام شاہی ہاتھیوں نے عادل شاہی لشکر کے حصار کو تقریباً چالیس گز تک گرا دیا۔ عین الملک اس راستے سے دشمن کے لشکر سے جا ملا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ عادل شاہی فوج کو دشمن کے حملے کی قطعاً کوئی توقع نہ تھی اس لئے ہر سپاہی حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔

برہان نظام شاہ کی فتح

عادل شاہ اس وقت نماز پڑھا تھا اسے جب حملے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ایک گوشے میں آگیا۔ نظام شاہیوں نے دشمن کے بے شمار ہاتھی اور گھوڑے اپنے قبضے میں کیے۔ عادل شاہیوں کو بڑی بری طرح شکست ہوئی اور اس طرح برہان نظام شاہ نے آذر جان کی شکست کا انتقام لے لیا۔

قلعہ کلیان پر برہان نظام شاہ کا قبضہ

اس دوران میں اطلاع ملی کہ سیف الملک کی طرف سے ایک جماعت مبارک باد دینے کے لیے آئی ہے، برہان نظام کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے پہنچا۔ یہاں اس نے قسم کھائی اگر اہل قلعہ نے قلعے کو میرے حوالے نہ کیا تو میں انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا کروں گا۔ قلعے کو آگ لگا دوں گا اور تمام مردوں اور عورتوں کو زندہ جلا ڈالوں گا۔ اہل قلعہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے خوفزدہ ہو کر قلعہ برہان نظام کے سپرد کر دیا۔

قلعہ پرندہ پر عادل شاہی قبضہ

عادل شاہ اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لے کر نظام شاہی ممالک کی طرف چلا گیا۔ اس نے بیٹر اور دوسرے پرگنوں کو تباہ و برباد کیا اور

قلعہ پرندہ پر حملہ کر دیا۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور قلعے کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ عادل شاہ کے لشکری تلواریں ہاتھ میں لے کر بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ خواجہ جہاں کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا بعد میں اس کے قلعے کو اپنے ایک قاتل اعتماد کنی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجا پور واپس آ گیا۔

برہان نظام شاہ کی روانگی

برہان نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ کلیان کو اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور خود جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پرندہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعے سے دو منزل کے فاصلے پر ایک عجیب اتفاق ہوا اس رات کو قلعے کے عادل شاہی تھانیدار نے پٹھروں کی آواز سنی اور انہیں نفیری کی آواز پر محمول کیا وہ سمجھا کہ دشمن آگیا ہے لہذا اس نے فوراً راہ فرار اختیار کی اس کے باقی سپاہی بھی اسے ہاختہ ہو کر قلعے سے بھاگ گئے۔

قلعہ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ

دو روز کے بعد برہان نظام شاہ جب قلعہ پرندہ میں پہنچا تو اس نے قلعے کو بالکل خالی پایا اس نے قلعہ خواجہ جہاں کے حوالے کیا اور احمد نگر چلا گیا اور اس طرح یہ قلعہ خود بخود دوبارہ نظام شاہی قبضے میں آ گیا۔

رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

اسی زمانے میں برہان نظام نے بیجا نگر کے حکمران رام راج سے دوستانہ مراسم استوار کیے اور اپنے لشکر کے ساتھ عادل شاہی علاقے سے گزرتا ہوا قلعہ شولا پور کے قریب پہنچا اور رام راج سے ملاقات کی۔ برہان نے رام راج سے طے کیا کہ راجپور اور مدگل پر رام راج قبضہ کرے اور قلعہ شولا پور کو برہان اپنے تصرف میں لائے۔

شولا پور کی فتح

اس کے بعد رام راج نے راجپور اور مدگل کا اور برہان نظام نے شولا پور کا محاصرہ کر لیا۔ برہان نے شولا پور کو جلد ہی فتح کر لیا اور پھر رام راج کی مدد کے لیے راجپور کی طرف روانہ ہوا۔ صحیح روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد برہان نظام نے تنکناوری سے کہ برسات کا موسم قریب آگیا ہے اس لیے میرا اور رام راج کا اس قلعہ کے محاصرے میں وقت ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں شولا پور پہنچ کر وہاں کے قلعے کا دوبارہ محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں قلعے ایک ہی وقت میں فتح ہو جائیں۔

تنکناوری نے رام راج کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لے لی اور برہان نظام رام راج کے لشکر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ شولا پور پہنچ کر برہان نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا رومی خاں نے جو حقیقت میں محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا قلعے کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی اور آخر کار اسی کی کوششوں سے تین ماہ کے عرصے میں قلعہ فتح کر لیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کا ارادہ

اس کے بعد برہان نظام نے گلبرگہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے قلعے کو بھی فتح کرے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ رام راج راجپور اور مدگل کے قلعوں کو فتح کر کے بیجا نگر واپس آگیا ہے تو اس نے اس سال گلبرگہ کے قلعے کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

بیجا پور کو روانگی

۹۶۰ھ میں برہان نظام شاہ نے دوبارہ عادل شاہی ممالک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ (رام راج) قلعہ ساغر اور آہنگ کو فتح کرے اور بیجا پور اور گلبرگہ پر نظام کا قبضہ ہو۔ ۹۶۱ھ میں برہان نظام شاہ نے

رام راج کو ساتھ لیا اور بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام کی بیماری

عادل شاہ 'برہان نظام' کا مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکا اور پناہ چلا گیا۔ برہان نظام نے بیجاپور کے قلعے کا محاصرہ کر لیا، قریب تھا کہ وہ اس قلعے کو فتح کر لیتا کہ قسمت نے ایک دوسری چال چلی۔ نظام شاہ پر بیماری کا حملہ ہوا اور وہ احمد نگر واپس آ گیا۔

وفات

برہان نظام کا مرض جان لیوا ثابت ہوا بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اس نے سفر آخرت اختیار کیا برہان کو باغ روضہ میں اس کے باپ کی قبر کے قریب ہی دفن کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد احمد نظام اور برہان نظام کے تابوت کربلائے معلیٰ روانہ کر دیئے گئے۔ اور ان کو حضرت امام حسینؑ کے مزار مبارک کے باہر ایک گز کے فاصلے پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات

اسی سلسلہ گجرات کے حکمران سلطان محمود گجراتی اور شہنشاہ دہلی سلیم شاہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ ”راقم الحروف مورخ فرشتہ“ کے والد محترم مولوی غلام علی نے ان تینوں فرماں رواؤں کے انتقال کی لاجواب تاریخ ”زوال خسرواں“ لکھی ہے۔

اولاد

برہان نظام شاہ کے بعد اس کی جو اولاد بقید حیات تھی اس کے نام یہ ہیں حسین اور عبد القادر یہ دونوں بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ شاہ علی حسن یہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی مریم کے بطن سے تھا۔ شاہ حیدر اس کی شادی مخدوم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ میراں محمد باقر اس کا انتقال بیجاپور میں ہوا شہزادہ محمد خدا بندہ اس نے بنگال میں وفات پائی۔

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

تخت نشینی اور شہزادہ عبد القادر کی مخالفت

تخت نشینی کے وقت حسین نظام کی عمر تیس سال کی تھی۔ شہزادہ عبد القادر اپنے باپ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اس نے حسین نظام کی بادشاہت کو تسلیم نہ کیا اور تخت نشینی کے روز اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ امراء دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے غریبوں اور حبشی امیروں نے حسین شاہ کی حمایت کی۔ دکنیوں اور ہندوؤں نے شہزادہ عبد القادر کا ساتھ دیا اور قصبہ بنکا پور میں اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

بھائیوں میں اختلافات

برہان نظام شاہ کے دوسرے بیٹوں محمد خدا بندہ، شاہ حیدر اور میراں محمد باقر نے عبد القادر ہی کا ساتھ دیا۔ عین ممکن تھا کہ ان سب بھائیوں میں خون خرابہ ہوتا کہ قاسم بیگ حکیم کی کوششوں سے چار پانچ سو سہارا اور حوالہ دار شہزادہ عبد القادر سے الگ ہو کر حسین نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ اہل قلعہ کو اس واقعہ سے بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر سایہ فگن کر دیا۔

دکنی امراء کی عبد القادر سے علیحدگی

اس کے بعد اہل قلعہ نے شہزادہ عبد القادر کے فتنے کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ کرنے کے لیے ان میں روپیہ تقسیم کرنے لگے۔ مشہور دکنی امراء خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے جب دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہے تو انہوں نے قاسم بیگ حکیم کی وساطت سے قبول نامہ حاصل کیا اور شہزادہ عبد القادر کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔

شہزادہ عبد القادر کا فرار اور انتقال

یہ صورت حال دیکھ کر شہزادہ عبد القادر بہت پریشان ہوا اس نے اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سمجھنے والوں نے فرار اختیار کرنے ہی کو مناسب و موزوں خیال کیا۔ شہزادہ عبد القادر اپنے چند مقربین خاص کے ہمراہ عبد الملک کے پاس ہزار چلا گیا اور وہیں پوند خاک ہوا۔

امن و اطمینان کا دور دورہ

شاہ علی محمد خدا بندہ اور میراں محمد باقر بیجا پور چلے گئے۔ شاہ حیدر نے پرندہ کا رخ کیا مختصر یہ کہ حسین نظام شاہ کے وہ تمام رقیب جو سلطنت کے دعویدار ہو سکتے تھے ایک ایک کر کے ملک سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد حسین نظام نے ملک میں امن و اطمینان کے نام کا خطبہ جاری کیا اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکمرانی کے فرائض انجام دینے لگا۔

سیف عین الملک کا فرار

کچھ ہی دنوں میں حسین نظام شاہ نے شہزادہ عبد القادر کے حمایتوں کو سخت ترین سزائیں دیں۔ سیف عین الملک جو سلطان بہادر جہاں پوری کے انتقال کے بعد احمد نگر میں آکر سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہوا تھا شاہی قہر و غضب سے خوفزدہ ہو کر ہزار چلا گیا۔

خواجہ جہاں کا ارادہ

شہزادہ حیدر کی شادی پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی وہ اپنے داماد کو بادشاہ بنانے کے حق میں تھا اس نے ابراہیم عادل شاہ کی مدد سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غضب ناک ہوا۔ لیکن مصلحتاً اس نے اپنی خفگی کا اظہار نہ کیا، بلکہ اس کے برعکس ایک محبت نامہ اس کے پاس بھجوایا۔

حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہاں کے نام

حسین نظام کا یہ محبت نامہ دیکھ کر خواجہ جہاں بہت حیران ہوا۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گیا اس میں نہ تو اس قدر ہمت تھی کہ کھلم کھلا بادشاہ کی مخالفت کا اعلان کرتا اور نہ ہی وہ اس قابل تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتا بہت سوچ بچار کے بعد خواجہ جہاں نے حسین نظام کے نام ایک خط بھیجا جس میں اس نے لکھا کہ ”چونکہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے۔ اس لیے ندامت اور شامی قہر و غضب کے خوف سے حضور کی خدمت میں حاضری دینے سے معذور ہوں۔ مجھے آپ کی خسروانہ عنایات سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میری خطا سے چشم پوشی فرمائیں گے۔“

حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ

حسین نظام شاہ سمجھ گیا کہ خواجہ جہاں کبھی احمد نگر نہ آئے گا لہذا اس نے خواجہ کی سرزنش کے لیے پرندہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا۔ خواجہ جہاں بہت پریشان ہوا اس نے اپنے ایک عزیز کو قلعے کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود ابراہیم عادل کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بیجاپور پہنچا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

حسین نظام شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کی توقع تھی اس لیے انہوں نے شام تک نظام شاہیوں کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ نظام شاہیوں نے توپوں سے گولہ باری کر کے حصار کو گرا دیا اور قلعے کے اندر داخل ہو کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اس قلعے کا حاکم مقرر کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مخدوم خواجہ جہاں اور کئی شہزادے حسین نظام شاہ سے خوفزدہ ہو کر بیجاپور چلے گئے اور ابراہیم عادل شاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہوئے۔ اسی دوران میں برار سے سیف عین الملک بھی بیجاپور آ گیا اور ابراہیم عادل شاہ کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ابراہیم عادل نے اپنی پھوپھی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر سے سرفراز کیا اور یہ ارادہ کیا کہ ان تمام لوگوں کو جو حسین نظام کے ظلم و ستم کی وجہ سے پریشان ہیں میراں شاہ علی کے گرد جمع کرے اور پھر شاہ علی کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائے۔

عماد الملک سے مدد کی درخواست

حسین نظام شاہ کو جب یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے واسو پنڈت کو اپنا قاصد بنا کر عماد الملک کے پاس بھیجا تاکہ دونوں فرماں روا باہمی اتحاد سے ابراہیم عادل شاہ پر حملہ کریں اور اس کی محاسنانہ کاروائیوں کا سد باب کریں۔ عماد الملک نے حسین نظام کی مدد کے لیے تقریباً سات ہزار سوار روانہ کیے۔

حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی

عماد الملک کے ساروں کو ہمراہ لے کر حسین نظام شاہ قلعہ شولا پور کی طرف روانہ ہوا جس کا محاصرہ عادل شاہ نے کر رکھا تھا جب سفر

کی منزلیں طے کرتا ہوا حسین نظام شاہ شولا پور کے قریب پہنچا تو ابراہیم عادل شاہ نے حسین نظام کی سرزنش کا معمم ارادہ کر لیا تاکہ اپنی گزشتہ شکست کے داغ کو مٹائے۔

خون ریزی

حسین نظام اور ابراہیم عادل نے اپنے لشکروں کو مرتب و آراستہ کیا اور ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ فریقین میں زبردست خونریزی ہوئی اس معرکے میں سیف عین الملک نے جو ابراہیم عادل کے ساتھ تھا بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس نے عماد شاہی اور نظام شاہی ہراول کے چھکے چھڑا دیئے۔ نظام شاہی میسرہ کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو گئی۔ اس کے بعد سیف عین الملک نے دشمن کے چہرہ و علم کا رخ کیا۔

نظام شاہیوں کی بہادری

نظام شاہیوں نے بھی خوب دل کھول کر داد شجاعت دی۔ انہوں نے دشمن کے تقریباً چار سو بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو آن کی آن میں ٹھکانے لگا دیا۔ اس افراتفری میں سیف الملک کا بھانجا صلابت خاں بھی زخمی ہوا اور اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔

سیف عین الملک کی بہادری

عین الملک کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں وہ پریشان ہو جاتا تو گھوڑے سے اتر کر اپنے سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا اور انہیں جانبازی کے لئے مستعد کرتا۔ اس جنگ میں بھی عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر اپنے لشکریوں کا دل بڑھایا اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ نظام شاہی لشکر حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

حسین نظام شاہ کی الوالعزمی

نظام شاہی سپاہیوں کے فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے علم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور ایک سو ہاتھی باقی رہ گئے۔ حسین نظام نے اپنی فوج کے انتشار اور اپنے سپاہیوں کی کم ہمتی کا قطعاً خیال نہ کیا اور دشمن کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ میدان جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں انسانی کوششوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا، اس جنگ کا نتیجہ بھی توقع کے خلاف ہوا۔

ایک من گھڑت خبر

چند دنوں فطرت لوگوں نے ابراہیم عادل کو یہ اطلاع دی کہ سیف عین الملک بڑا عیار ہے وہ محض دھوکہ دینے کے لئے بیجا پور آیا تھا اب میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے اتر کر حسین نظام کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا ہے۔ ”ابراہیم عادل نے جھوٹے بیانیوں کی بات کا یقین کر لیا اور اپنے امراء اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں ہی چھوڑ کر خود بیجا پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

سیف عین الملک کی جنگ سے دست برداری

عین الملک نے بڑی حد تک معرکہ سر کر لیا تھا دشمن پر پوری طرح غلبہ حاصل کرنے میں تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی لیکن جب اسے ابراہیم عادل شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بد دل ہو گیا اور اس نے لڑائی سے ہاتھ روک دیا۔ اس نے صلابت خاں کو جو زخمی ہو چکا تھا ایک چادر میں باندھا اور اپنے ساتھ لے کر بیجا پور کی طرف چل دیا۔

حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

حسین نظام شاہ کے ساتھ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بہت کم لشکر رہ گیا تھا ایسے عالم میں اس نے دشمن کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور بقول مصنف ”وقائع اول شاہیہ“ دو روز کے بعد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عین الملک نظام شاہی حدود میں

سیف الملک عادل شاہی علاقے کی حدود سے باہر نکل گیا اور اس علاقے میں قیام کرنے کا اسے موقع ہی نہ ملا۔ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ نظام شاہی حدود میں آ پہنچا۔ حسین نظام شاہ عین الملک سے پوری طرح مطمئن نہ تھا اسے عین الملک نے جو نقصانات پہنچائے تھے ان کی یاد ابھی تازہ تھی، لیکن مصلحتاً نظام نے عین الملک کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ: ”یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آ گیا ہے۔“

حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام

حسین نظام شاہ نے حکیم قاسم بیگ، کو سیف عین الملک کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور اس کے نام ایک خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا۔ ”ایک مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ تم یہاں آؤ خدا کا شکر ہے کہ میری خواہش پوری ہوئی تم کچھ عرصے کے لیے ہماری ملازمت سے محروم رہے ہو یہ محض ایک اتفاقی امر ہے اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کا غم یا خوف نہ ہونا چاہیے۔ میری توجہ تم پر پہلے سے دس گنا زیادہ رہے گی تم بالکل بے فکر ہو کر میرے حضور میں آ جاؤ۔“

”میں تمہیں تمہارے قدیم منصب پر بحال کروں گا۔ تمہارے مزید اطمینان کی خاطر یہ خط میں اپنے خاص رومال میں باندھ کر بھیج رہا ہوں، میرا محرم راز حکیم قاسم بیگ تمہارے استقبال کے لیے آ رہا ہے تم جلد از جلد اس کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ تاکہ تمہاری حاضری ہماری مجلس میں گرمی اور رونق پیدا ہو جائے۔“

عین الملک کی شرائط

حکیم قاسم بیگ، سیف عین الملک کے پاس پہنچا اس سے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کا خط دیا۔ عین الملک نے کہا کہ میری دو شرطیں مان لی جائیں تو حسین نظام کے پاس جانے میں مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ اول یہ کہ حسین نظام خود میرے استقبال کے لیے آئے اور دوسرے یہ کہ جب تک میں بادشاہ سے ملنے جاؤں تو میری واپسی تک قاسم بیگ میرے لشکر میں رہے۔“

حکیم قاسم بیگ نے عین الملک سے کہا۔ ”اب تم مجھے اجازت دو تاکہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اور ان شرائط کو اس کے سامنے رکھوں اور پھر واپس آ کر تمہارے لشکر میں اس وقت تک رہوں جب تک تم بادشاہ سے مل کر واپس نہ آ جاؤ۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دے دی اور وہ وہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس چلا آیا۔“

قاسم بیگ کی بیماری

قاسم بیگ شاہی مجلس میں پہنچا، لیکن اس نے رنگ مجلس کو بدلا ہوا پایا۔ وہ وہاں سے اپنے گھر آ گیا، یہاں اسے روغن بلاروا اپنے منہ اور سر پر مل لیا۔ اس وجہ سے اس کا منہ اور جسم سوجھ گیا، قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا اور صاحب فراش ہو گیا۔

حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام

حسین نظام نے اپنے مصاصین کی ایک جماعت کو بہت لذیذ اور اعلیٰ درجے کے کھانے اور شربت دے کر عین الملک کے پاس بھیجا۔ اور اس سے کہلوا یا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو، مجھے افسوس ہے کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے اس لیے وہ تمہارے پاس آنے سے معذور ہے۔ تم اپنی جگہ سے چل پڑو، میں تمہارے استقبال کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ عین الملک نے حقیقت حال سے باخبر ہونے کے لیے اپنے قاصدوں کو قاسم بیگ کے گھر بھیجا، قاصدوں نے واپس آ کر بتایا کہ واقعی قاسم بہت زیادہ بیمار ہے۔

بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی

عین الملک کو یہ اطلاع مل گئی کہ حسین نظام اس کے استقبال کے لیے روانہ ہو چکا ہے، لہذا وہ مجبوراً ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ جس میں صلابت خاں بھی شامل تھا۔ بادشاہ کی ملاقات کے لیے چل پڑا، عین الملک کے غلام مسی قبول خاں نے اپنے آقا کو روانگی سے بہت منع کیا اور کہا کہ قاسم بیگ کی بیماری خود ساختہ ہے۔ اور صریحاً مکاری ہے، لیکن عین الملک نے اس کی بات نہ مانی اور اپنے ارادے پر قائم رہا۔

قبول خاں کی دانش مندی

قبول خاں، سیف عین الملک سے جدا ہو کر لشکر میں پہنچا۔ اس نے تمام لشکریوں سے کہا کہ سب لوگ شہر میں چلے جائیں اور جس جگہ بادشاہ نے ان کو ٹھہرانے کا انتظام کیا ہے وہاں پہنچ کر قیام کریں۔ قبول خاں نے عورتوں کو بھی مردانہ لباس پہنایا اور انہیں گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ساتھ لے چلا۔

عین الملک کا استقبال

عین الملک نہ پور پہنچا اس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ ایک میدان میں گھوڑے پر سوار ہے، اس کے سامنے اور دونوں اطراف میں ہاتھیوں کی قطاریں ہیں، ان قطاروں کی وجہ سے حسین نظام جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہ جگہ ایک کوچے کی سی شکل اختیار کر گئی تھی۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے جب عین الملک کو آتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے کچھ آگے بڑھ کر اسے اور صلابت خاں کو متذکرہ ”کوچے“ کے اندر لے آئے۔ عین الملک اور صلابت دونوں سوار تھے، چند لمحوں بعد کچھ درباریوں نے ان دونوں کو پیادہ پا ہونے کی درخواست کی۔

عین الملک کی گرفتاری

عین الملک چاہتا تھا کہ جس طرح حسین نظام سوار ہے اسی طرح وہ بھی سوار ہو کر ہی اس سے ملاقات کرے، لیکن درباریوں کے اصرار کی وجہ سے اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اسے مجبوراً گھوڑے سے اترنا پڑا۔ اس کے بعد عین الملک نے بادشاہ کی رکاب بوسی کے ارادے سے سر جھکایا، لیکن ابھی رکاب سے اس کے ہونٹ چھوئے بھی نہیں تھے کہ حسین نظام نے عین الملک کی اور صلابت خاں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور ان دونوں کو گرفتار کر کے ہاتھیوں پر بٹھا دیا گیا۔

عین الملک اور صلابت خاں کا قتل

جب حسین نظام نے اپنے شکار کو اچھی طرح قبضہ میں کر لیا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس فیل بان کو جس کے ہاتھی پر صلابت خاں اور عین الملک سوار تھے نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے بغیر کسی کی اطلاع کے ان دونوں کا گلا گھونٹ کر ٹھکانے لگا دیا اور ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے۔ حسین نظام نے جب ان دونوں کو اس عالم میں دیکھا تو افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ بیچارے خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے چند لوگوں کو ان دونوں کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔

قبول خاں کی روانگی

اس کے بعد حسین نظام نے حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا سامان شاہی بارگاہ میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا جائے اور باقی تمام اشیاء کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ قبول خاں بہت دانش مند اور فہیم انسان تھا اسے ان تمام واقعات کی اطلاع تھی، اس نے عین الملک کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو افراد کے ساتھ جو سب عین الملک کے ملازم تھے ابراہیم قطب شاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔

قبول خاں کے معرکے

حسین نظام شاہ کے ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا، چند مقامات پر فریقین میں معرکہ آرائی بھی ہوئی۔ قبول خاں نے بڑے بہادری کا ثبوت دیا اور نہایت عمدہ طریقے سے جنگ کی، یہاں تک کہ دشمن بھی اس کی بہادری کا معترف ہو گئے۔ قبول خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہو قصبہ اندور کے قریب پہنچا، یہاں کے نظام شاہی امراء کو جب اس کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے قبول خاں کو رات ہی میں پکڑ لیا۔ قبول خاں نے ان امیروں کا مقابلہ کیا اور حسب سابق بڑی بہادری سے لڑائی کی، نظام شاہی امراء کو جن میں ظریف الملک، چندا خاں، دلاور خاں اور پاکباز خاں وغیر تھے شکست فاش دی۔ ان امراء کا بہت سا ساز و سامان قبول خاں کے ہاتھ آیا اور وہ گو لکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبول خاں کی مقبولیت

ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی بہت خاطر داری کی۔ قبول خاں نے جس طرح سیف عین الملک کے وارثوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اور جس طرح اپنے مالک کے ساتھ وفاداری کی تھی۔ قطب شاہ نے اس سے متاثر ہوا اور قبول خاں کو انعام میں جاگیر عطا کی۔ قبول خاں ہر سال اپنے چند آدمیوں کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک اور ملاہت خاں کی قبروں پر جو بنکاپور میں واقع ہیں، محتاجوں وغیرہ کو کھانا تقسیم کرواتا نیز قبروں کے مجاوروں کو انعامات سے خوش کرتا۔

خوش اعتقادی

سیف مین الملک اور صلابت خاں کی بہادری ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ دکن کے تمام باشندے ان دونوں کی شجاعت کے دل و جان سے قائل ہیں، خوش اعتقادی کا یہ عالم ہے کہ لوگ ان کی قبروں کی مٹی کو چاٹتے ہیں اور ان کی روحوں سے بہادری اور شجاعت کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کے حالات

عین الملک کا باپ، سیف الملک عراق کا رہنے والا تھا، لیکن عین الملک گجرات میں پیدا ہوا تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے جب عین الملک کی بہادری اور شجاعت کا شہرہ سنا تو اسے اپنے منصب داروں میں شامل کر لیا۔ عین الملک نے دوران ملازمت میں بڑے اچھے اچھے کام کیے اور اس وجہ سے رفتہ رفتہ اس کا شمار بڑے بڑے امیروں میں ہونے لگا۔

اشکر کی فراہمی

عین الملک نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر بہادروں اور جان بازوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس بارہ سال میں تقریباً دس ہزار سپاہیوں کو ایک زبردست لشکر فراہم کر لیا۔ جس میں مغل، عرب، چیشی، گجراتی، افغانی، دکنی غرض ہر قوم کے سپاہی تھے وہ ان سپاہیوں سے بڑا عمدہ برتاؤ کرتا تھا اور انہیں کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیتا تھا کہ وہ اس کے ملازم ہیں۔

کردار کی بلندی

میں الملک نے بھی اپنے لیے مخصوص کھوڑے اور خیمے نہ رکھے اسے جب کبھی سواری کی ضرورت پیش آ جاتی تھی تو اپنے ملازمین میں سے اسی ہاکم زاملے کی ضرورت پوری کر لیتا اور اگر اٹائے سفر میں قیام کرنا پڑتا تو اپنے لیے مخصوص خیمہ کبھی نہ لگواتا بلکہ ملازم نے ساتھ اسی لیے خیمے میں قیام کرتا۔ میں الملک کا یہ دستور تھا کہ جب اسے بادشاہ کی طرف سے نئی جاگیر عطا ہوتی تو وہ اپنے سپاہیوں کو بلا لے ان سے لے کر ”خداوند تعالیٰ نے ہمیں فلاں جاگیر عطا کی ہے اب تم یہ آپس میں تقسیم کر لو۔“

کامیاب زندگی

یہ سپاہی بھی بڑے سمجھدار تھے وہ جاگیر کو اس طرح تقسیم کرتے کہ اپنے مالک کے اخراجات کے لیے بھی ایک حصہ مخصوص کر لیتے۔ عین الملک نے چالیس سال تک امارت کی زندگی بسر کی، بارہا دشمنوں سے سابقہ پڑا، لیکن کسی معرکے میں شکست کا منہ نہ دیکھا، سلطان بہادر کے انتقال کے بعد عین الملک برہان نظام شاہ کے پاس چلا گیا اور امیر الامراء کے منصب پر سرفراز ہوا۔

شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد

اسی زمانے میں شاہ طاہر کے فرزند شاہ حیدر ایران سے دکن واپس آ گئے۔ حسین نظام شاہ نے علی قلی غشی کو پاکی کے ساتھ شاہ صاحب کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ وہ انہیں بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لے کر احمد نگر لایا۔ شاہ طاہر کی جاگیر اور قصبہ دندرائ پوری کو شاہ حیدر کے قبضے میں دے دیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کے لیے حسین نظام شاہ کی کوشش

کچھ ہی زمانے میں ابراہیم عادل نے داعی اجل کو لبیک کہا، حسین نظام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن آباد گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے ملا عنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ بھیج کر ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ اب حالات ہمارے موافق ہیں، ہمیں اس وقت سے فائدہ اٹھا کر قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ ”ابراہیم قطب شاہ خود یہی چاہتا تھا“ لہذا اس نے فوراً لشکر تیار کیا اور روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں

حسین نظام کو جب ابراہیم قطب شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بھی گلبرگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دونوں بادشاہوں نے گلبرگہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ پہلے تو گلبرگہ کو فتح کیا جائے اس کے بعد قلعہ آہنگر پر حملہ کیا جائے

قلعے کا محاصرہ

1۔ قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی سرکردگی میں حصار کے برجوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ قریب تھا کہ رومی خاں قلعے کو فتح کر لیتا کہ مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے جو قطب شاہ کے امراء کبار میں سے تھا۔ اپنے بادشاہ سے کہا، ”برہان نظام شاہ وعدے کا کچا ہے وہ قلعہ گلبرگہ پر قابض ہو جائے گا لیکن آپ کو قلعہ آہنگر پر قبضہ نہ کرنے دے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کی مدد نہ کریں۔“

ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی

مصطفیٰ خاں کی بات قطب شاہ کے جی کو لگی، اس نے اپنا تمام سامان وہیں چھوڑا اور خود آدھی رات کے وقت اپنے ملک کی طرف چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے اہل قلعہ کو نظام شاہیوں کی مدافعت کرنے کی بے حد تاکید کی۔ عادل شاہی امیروں کو ابراہیم قطب شاہ کے چلے جانے کی بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

حسین نظام شاہ کو ناکامی

اس کے بعد عادل شاہیوں نے نظام شاہ کے لشکر کو بری طرح پامال کرنا شروع کیا۔ یہ عالم دیکھ کر حسین نظام پریشان ہوا۔ اس نے قلعے کی تسخیر کا ارادہ ترک کر دیا اور ناکام و نامراد اپنے ملک واپس چلا گیا۔

ملاعنایت کا فرار

ملاعنایت اللہ حسین اور ابراہیم قطب شاہ کے درمیان ایک ”واسطے“ کی حیثیت رکھتا تھا، فزیقین کو جب کوئی مسئلہ حل کرنا ہوتا تھا تو وہ اسی کے ذریعے گفت و شنید کرتے تھے۔ ملاعنایت ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی کی وجہ سے بہت گھبرایا، وہ حسین نظام کے غصے سے پوری طرح واقف تھا۔ لہذا اس نے راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت دیکھی اور گو لگنڈہ کی طرف چلا گیا۔

قاسم بیگ کی معزولی، نظربندی اور بحالی

ملاعنایت کے فرار سے حسین نظام بہت غصے میں آیا لیکن وہ کچھ کرنے نہ سکتا تھا کیونکہ تیرکمان سے نکل چکا تھا۔ اس نے اپنی آتش و غضب کو تسکین دینے کے لیے قاسم بیگ کو ہدف ستم بنایا اسے گرفتار کر کے قلعہ پرندہ میں نظربند کر دیا گیا۔ دو تین ماہ کے بعد حسین نظام کا دل پیچا اور اس نے قاسم بیگ کو رہا کر کے حسب سابق اپنے منصب پر بحال کر دیا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ ملایا۔ حسین نظام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص ملا علی مزند رانی کو عماد الملک کے پاس ایک قاصد روانہ کیا تاکہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں دوستانہ مراسم پیدا کیے جائیں۔ حسین نظام اس طرح فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ عماد الملک، ملا زندارانی سے اچھی طرح پیش آیا۔

قلعہ ریگ وندہ کی مہم

اسی سال حسین نظام شاہ نے رومی خاں اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری کو قلعہ ریگ وندہ کی فتح کی لیے روانہ کیا۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حدود سے تجاوز کر کے مسلم آزار حرکتوں کا ارتکاب شروع کر دیا تھا، نظام شاہی لشکر اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے گیا تھا (لیکن کسی معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی) غیر مسلم اپنی حرکتوں پر نادم ہوئے اور انہوں نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد نظام شاہی لشکر واپس آگیا۔

قلعہ جالندہ پر قبضہ

۹۶ھ میں حسین نظام شاہ نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قدم اٹھایا اور قلعہ جالندہ اور اس نواح کے دیگر قلعوں کو جن پر ایک ہندو راجہ حکومت کرتا تھا، فتح کیا اور ان قلعوں کی حکومت اس نے اپنے قابل اعتماد امراء کے سپرد کی اور خود احمد نگر واپس آگیا۔

علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد

انہیں دنوں نظام شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ عادل انتقام لینے کی غرض سے شولاپور اور کلیان کے قلعوں کو فتح کرنے کی غرض سے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف آ رہا ہیں۔

شاہ حسن انجو سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ کے مشورے سے شاہ حسن انجو کو طلب کیا، جو ان دنوں بندرجیوں مقیم تھا اور حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا۔ بادشاہ نے شاہ حسن سے علی عادل کی آمد کے بارے میں مشورہ کیا۔ شاہ حسین نے کہا: ”ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ان تین بادشاہوں کا مقابلہ کریں، سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ہم کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کے حوالے کر کے اس سے صلح کر لیں۔“

شاہ حسن کی صاف گوئی

حسین نظام نے جواب دیا۔ ”جس قلعے کو میرے باپ نے اتنی محنت و مشقت سے فتح کیا ہے، اسے بغیر کسی مزاحمت کے دشمن کے حوالے کر دینا میرے لیے باعث شرم ہے۔“ اس پر شاہ حسن نے کہا۔ ”یہ وقت کی بات ہے اور ہر زمانے کے تقاضے جدا جدا ہوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ قلعہ کلیان پر قبضہ کرتے اور آپ کے لیے یہی موزوں ہے کہ اس قلعے سے دست بردار ہو جائیں، بادشاہوں یا عام لوگوں کی نجی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے رہتے ہیں۔

دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا

حسین نظام یہ بالکل نہ چاہتا تھا کہ کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کو واپس کر دے۔ اس نے شاہ انجو کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہاں تک کہ حریف ایک لاکھ سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کے نواح میں پہنچ گیا۔

حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی

حسین نظام شاہ نے فوراً احمد نگر کے کچے قلعے میں جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی۔ سامان جنگ، غلہ اور دیگر اشیاء جمع کیں اور اس قلعے کو اپنے چند قابل اعتماد امیروں کے سپرد کر کے اپنے بال بچوں اور خزانوں کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سفر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ امیر برید، میراں مبارک شاہ اور عماد الملک کو اپنے ساتھ ملائے اور دشمن کے ساتھ جنگ کرے۔

خاں جہان کا فتنہ

اتفاق کی بات ہے کہ امیر برید کے بھائی خاں جہاں نے حسین نظام شاہ کا منصوبہ پورا نہ ہونے دیا۔ خاں جہاں، عماد الملک کا مددگار الہا تھا۔ علی عادل شاہ کے کہنے پر اس نے پانچ ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر حسین نظام کے علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔

خاں جہان کی شکست

حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشاپوری کو تقریباً دو تین ہزار سواروں کے ساتھ خاں جہان کی گوشالی کے لیے روانہ کیا۔ ملا نیشاپوری نے پہلے حملے ہی میں خاں جہان کو شکست فاش دی۔ خاں جہان پریشان و خستہ حال ہو کر بھاگ نکلا۔ شرم کے مارے وہ عماد الملک کو منہ دکھانے کے قائل نہ رہا تھا اس لیے وہ علی عادل کے پاس چلا گیا۔

احمد نگر میں ہنگامہ

جہانگیر خاں دکنی کو عماد الملک مقرر کیا گیا۔ اس نے ہزار کی فوج کو ساتھ لیا اور حسین نظام کی مدد کے لیے آیا۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ، رام راج اور قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہو گئے اور انہوں نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے مکانوں اور مسجدوں اور سراؤں کو خوب جی بھر کر مسمار کیا اور پھر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کی وجہ سے اہل قلعہ کو بہت تکلیف ہوئی۔

قطب شاہ کا احترام

قطب شاہ اگرچہ عادل شاہ کا حلیف تھا، لیکن اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح بھی عادل شاہ کو حسین نظام پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ اس وجہ سے اس نے قلعے کے ایک طرف کا راستہ جدھر وہ خود مقیم تھا، اہل قلعہ کے لیے کھول دیا، قلعے والے بے خوف و خطر آنے جانے لگے اور ضرورت کی تمام اشیاء ان تک پہنچنے لگیں۔

ملاعنایت کی عاقبت اندیشی

ملاعنایت اللہ نے ان دنوں ابراہیم قطب شاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وہ تمام معاملات پر چھایا ہوا تھا۔ اسے اہل قلعہ سے ہمہ ردی

تھی اور ان سے دوستانہ مراسم کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ نیز حسین نظام کی طرف داری کا دم بھرتا تھا۔ عادل شاہ اور رام راج کو جب قطب شاہ کے اقدام کی خبر ہوئی تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور اسے دبانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم قطب شاہ نے اس بار پہلے کی سی سلامت ردی سے کام لیا اور جس طرح قلعہ گلبرگہ سے روانہ ہو گیا تھا، اس طرح یہاں سے بھی رات کے وقت تمام سامان چھوڑ کر گو لکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب قطب شاہ رخصت ہونے لگا تو ملا عنایت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حسین نظام کے پاس آ گیا۔ نظام نے اس کی بہت قدر و منزلت کی۔

جہانگیر دکنی کی کارروائی

خان جہان کی شکست کی بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کیا اور اسے ایک معقول لشکر کے ساتھ نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کیا اور دشمن کی نقل و حرکت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اسی کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رام راج اور عادل شاہی لشکر میں غلہ نہ پہنچ سکا اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔

رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ

جب پریشانی حد سے بڑھی تو رام راج اور عادل شاہ آشتی نامی قصبے میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے اس امر کی کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی گرامی امراء کی سرکردگی میں قلعہ پرندہ کی فتح کے لیے روانہ کی جائے۔ اور بعد ازاں واپس آ کر احمد نگر کو حسین نظام شاہ کے قبضے سے نکالا جائے۔

رام راج کی شرائط

حسین نظام شاہ کو دشمن کے اس منصوبے کی اطلاع ہو گئی وہ بہت پریشان ہوا، آخر کار اس نے قاسم بیگ اور شاہ حسن انجو کے مشورے سے رام راج سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اس سے صلح کی بات چیت شروع کی۔ رام راج نے صلح کی لیے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ کلیان کا قلعہ علی عادل کے سپرد کر دیا جائے۔

۲۔ جہانگیر کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

۳۔ حسین نظام ہمارے پاس آئے۔

جہانگیر دکنی کا قتل

حسین نظام نے اپنی اور ملک کی خیران شرائط کو منظور کر لینے ہی میں دیکھی اور ان کو پورا کرنے کے لیے مستعد ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے ہمہ ردوں اور بھی خواہوں پر ظلم ڈھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ سب سے پہلے تو اس نے بغیر کسی سے مشورہ کیے اپنے چند خاص آدمیوں کو جہانگیر کے گھر روانہ کیا اور اس بے چارے کو جو مسمان تھا قتل کروایا۔

رام راج کا تکبر

عماد الملک بجا حیران ہوا اس نے اس سلسلے میں حسین نظام شاہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی اختیار کر لی۔ جہانگیر کے قتل کے بعد حسین نظام نے ایک دافترے کھولنے پر اپنے ایک بھی خواہ اور وفادار شخص کو قتل کر دیا۔ جب عماد الملک رخصت ہو گیا تو حسین نظام رام راج سے ملاقات لانے کے لیے گیا۔ ملاقات کے وقت رام راج نے بڑے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا اور اسی طرح سے حسین نظام شاہ کی بات ہوئی۔

نفرت کا اظہار

حسین نظام رام راج کی اس ناشائستہ حرکت پر بہت جھلایا، راجہ کو دق کرنے کے لیے اس نے اسی وقت برسرِ محفل پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ دھوئے۔ یہ دیکھ کر رام راج چراغ پا ہو گیا اور کٹری زبان میں کہنے لگا۔ ”اگر یہ شخص میرا مہمان نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ اس کے بعد رام راج نے خود بھی پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے۔

چپقلش کا خاتمہ

رام راج کے بھائیوں، تنکناوری اور تراج نے قاسم بیگ اور ملا عنایت سے گفتگو کر کے معاملے کو وہیں ختم کر دیا اور حسین نظام اور رام راج میں صلح کی کوشش کرنے لگے۔ حسین نظام نے قلعہ کلیان کی چابی رام راج کے سپرد کر دی اور اس سے کہا میں یہ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ”رام راج نے یہ چابی علی عادل کو بھجوا دی۔ حسین نظام نے یہ سمجھا کہ رام راج کے غرور کا اصل سبب ملی عادل ہے۔ اس خیال سے اس نے علی عادل سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا اس کے بعد تمام فرماں روا اپنے اپنے علاقے لو چلے گئے۔

قلعہ احمد نگر کی تعمیر

حسین نظام شاہ نے احمد نگر پہنچ کر اپنے کچے قلعے کو جو مسمار ہو گیا تھا تعمیر شروع کروائی، اس نے قلعے کو چونے اور اینٹ سے پختہ کروایا اور اس کی وسعت میں اضافہ کیا۔ اس نے قلعے کی تعمیر پر بہت توجہ صرف کی اور کچھ ہی عرصے میں یہ قلعہ بالکل تیار ہو گیا۔ مسمار کے گرد اس نے ایک چوڑی اور گہری خندق کھدوائی، بادشاہ کی تقلید میں عام لوگوں نے بھی اپنے مکانات کو درست کروایا۔

بی بی خدیجہ کی شادی

۹۶۹ ہجری کے شروع میں حسین نظام نے اپنی بڑی بیٹی بی بی خدیجہ (جو خونزہ ہمایوں کے بطن سے تھی) کی شادی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین سے کر دی۔ انہیں دنوں عماد الملک نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا عماد الملک جو بہت کم عمر تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد

حسین نظام شاہ، قطب شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنا چاہتا تھا کیونکہ قلعہ احمد نگر کے محاصرے کے ایام میں قطب شاہ نے اس سے بہت اچھا برتاؤ کیا تھا۔ اس سلسلے میں ملا عنایت نے جو ان دنوں حسین نظام کا مقرب خاص تھا بہت کوشش کی اور حسین نظام کو مشورہ دیا کہ وہ ایک قاصد قطب شاہ کو پاس بھیجے۔

قلعہ کلیان کی فتح کا خیال

حسین نظام اور قطب شاہ میں اچھے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کے قریب ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان دونوں نے یہ بھی طے کیا کہ قلعہ کلیان کو فتح کیا جائے، اگر رام راج اور علی عادل اس سے مزاحمت کریں تو حسین نظام، رام راج سے لڑائی کرے اور قطب شاہ، علی عادل کو سمجھے۔

ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی

۹۷۰ ہجری کے شروع میں نظام شاہ اور قطب شاہ نے قلعہ کلیان کے قریب ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے ملے۔ حسین نظام نے اپنی بیٹی بی بی جمال کو ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ بیاہ دیا اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت

منعقد کیا۔

قلعہ کلیان کا محاصرہ

جشن شادی سے فارغ ہونے کے بعد حسین نظام اور ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ پہلے کی طرح عاجز آ کر حسین نظام سے امان کے طالب ہوتے اور قلعہ اس کے سپرد کر دیتے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ علی عادل اور رام راج ایک زبردست لشکر لے کر اس طرف آرہے ہیں۔

قلعے کے محاصرے سے دست برداری

برہان عماد الملک کو جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ جمائگیر خاں کے قتل کا بہت افسوس تھا، اس نے علی برید کے ساتھ اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھ حسین نظام قلعہ کلیان کے محاصرے سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنے بال بچوں وغیرہ کو اپنے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ اور داماد جمال الدین حسن انجو کے ساتھ قلعہ اوسہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود پانچ سو ہاتھی اور سات سو توپ زن لے کر قطب شاہ کے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور دشمن سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

دوسرے روز حسین نظام نے بیجا نگر کے ہندوؤں سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے سپاہیوں میں ہتھیار تقسیم کیے اور رام راج کی فوج کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی حسب توفیق اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور حسین نظام کے ہمراہ علی عادل برہان عماد الملک اور علی برید سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

خونناک بارش

یہ دن اگرچہ برسات کے نہ تھے لیکن پھر بھی زبردست بارش ہوئی۔ تمام جنگل اور صحرا پانی سے بھر گئے، خندقیں اور کنوئیں پر آب ہو گئے۔ لشکر کی بڑی بری حالت ہوئی، سپاہی گھوڑے اور ہاتھی بھی خستہ حال ہوئے۔ سپاہیوں نے پریشان ہو کر اپنے ہتھیاروں کو اپنے سے علیحدہ کر کے پھینکنا شروع کر دیا۔ ادا بے کچھڑ اور پانی میں دھنسن گئے، الغرض ایک قیامت کا سماں ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی

بارش کے روز حسین نظام نے دیکھا کہ اب دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے تو وہ اپنی بڑی توپوں اور ارابوں کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ شاہ ابو القاسم انجو کے بھائی مرتضیٰ خاں کو (جو عادل شاہی امراء میں سے تھا) اس کام کے لیے مقرر کیا گیا کہ وہ بری امراء کے ساتھ میدان جنگ میں جا کر اپنے لشکر کو اس طرح نمایاں کرے کہ دشمن کے سپاہی لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اتفاق سے مرتضیٰ اس جگہ پہنچا جہاں توپوں کے ادا بے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔

قطب شاہ پر دشمن کا حملہ

مرتضیٰ خاں ان ارابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے فوراً علی عادل کے پاس چند آدمی بھیج کر اسے مال غنیمت کی خبر دی۔ علی عادل اور رام راج نے اپنے لشکریوں کو اس جگہ بھیج کر ارابوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کی قیام گاہ پر پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری

قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور اس جگہ سے مغرور ہو گیا اور حسین نظام شاہ کی قیام گاہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا۔ کیا قطب شاہ کا حملہ الملک مصطفیٰ خاں اردستانی بہت ہی فیرت مند اور بہادر انسان تھا۔ اس نے دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھا اور بہت

غصے میں آیا، فوراً اپنا لشکر تیار کیا اور ناقوس جنگ بجوا دیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہونے لگی، مصطفیٰ خاں دیر تک ثابت قدم رہا۔ اس دوران میں حسین نظام شاہ بھی اس کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور قطب شاہی لشکر گاہ دشمن کے دست برد سے محفوظ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے اپنے تمام امیروں اور منصب داروں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ ”میں ان توپ خانوں کی وجہ سے رام راج سے جنگ کرنا چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل شاہ کے مقابلے پر لڑنے کے لیے تیار کیا تھا۔ اب صورت حال بدل گئی ہے، قطب شاہ ایک ماہل شاہی امیر مرتضیٰ خاں کے خوف سے بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ گیا ہے اور تمام توپ خانے دشمن کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں دشمن سے جنگ کرنا مناسب ہے۔“

امراء کی رائے

امیروں نے حسین نظام شاہ کو جواب دیا۔ ”موجودہ حالت میں دشمن سے معرکہ آرا ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے اگرچہ اس وقت لڑائی کی گئی تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہو گا اور خواہ مخواہ جان و مال کا نقصان ہو گا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ فی الحال آپ لڑائی کا ارادہ ترک فرمائیں اور اپنے ملک کو واپس چلیں۔ آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو دشمن سے سمجھ لیا جائے گا۔“

احمد نگر کو واپسی

اس کے بعد پہلے کی طرح علی عادل، امیر برید اور رام راج لڑائی کرنے کے ارادے سے نظام شاہی لشکر کے قریب آئے۔ نظام شاہ اور قطب شاہ نے اپنے لشکر کو سنبھالا اور احمد نگر کی طرف چلے گئے۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

دشمن نے ان دونوں کا تعاقب کیا، اس وجہ سے نظام شاہی لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسین نظام شاہ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ سوار نہ رہے۔ خستہ حالی کے باوجود نظام شاہ نے اپنے چتر و علم کو بلند کیے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ سداہن منزلیں طے کرتا رہا۔ دشمن کے پانچ چھ ہزار سواروں نے اس کو گھیر رکھا تھا، لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ حسین نظام شاہ کی طرف آنسو اٹھا کر دیکھتا۔

پابندی نماز

حسین نظام شاہ نماز کا بہت پابند تھا اور پانچویں نمازیں وقت پر ادا کرتا۔ دوران سفر میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اراکین سلطنت نے حسین نظام سے کہا۔ ”موجودہ صورت حال میں گھوڑے سے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر اشارے سے نماز پڑھ لیں۔“ حسین نظام نے جواب دیا۔ ”خدا نہ کرے کہ میں اس انداز میں نماز ادا کروں۔“

اس کے بعد حسین نظام گھوڑے سے اتر اس کی کمر بندھی ہوئی تھی، اس عالم میں اس نے بڑے وقار کے ساتھ نماز ادا کی۔ دشمن کے سپاہی دور کھڑے ہو کر حسین نظام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے۔ نماز پڑھنے کے بعد حسین نظام کو یہ خیال آیا کہ شیعہ مذہب میں کمر باندھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے لہذا اس نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا۔

اہل تعاقب کی واپسی

نماز کے بعد بادشاہ نے اپنی کمر باندھی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس تمام وقت میں دشمن کے لشکر کی خاموش حرکت رہی۔

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ ”جب ہم ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ ہر طرف سے غافل تھا کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کی کیا توقع رکھی جائے۔“ اس کی بعد دشمن نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اور حسین نظام کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر یہ پیغام دیا۔ ”بہادری اور مردانگی آپ کی ذات پر ختم ہے ہم نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا ہے تاکہ خدا نخواستہ ہمارے ہاتھوں سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

جنیر کی روانگی

حسین نظام راستہ طے کرتا ہوا اوسہ کے مقام پر پہنچا، یہاں سے اس نے شہزادہ مرتضیٰ کو اپنے ساتھ لیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نگر پہنچ کر اس نے قطب شاہ کو رخصت کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ رام راج، علی برید، عادل شاہ اور برہان عماد الملک جلد از جلد احمد نگر پہنچنے والے ہیں تو اس نے لشکر کو غلے، لشکر اور آتش بازی کے آلات سے مضبوط و مستحکم کیا اور خوجنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد نگر میں دشمن کی آمد

دشمن ایک بھاری جمیعت کے ساتھ احمد نگر پہنچے اور بیجاپور کے ہندوؤں نے مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ مسجدوں کی بے انتابے حرمتی کی مٹی، مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچایا گیا۔ الغرض ظلم و ستم کا بازار پوری قوت کے ساتھ گرم کیا گیا۔ عادل شاہ کو یہ سب کچھ دیکھ کر بہت رنج ہوا لیکن وہ ہندوؤں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

اس نے رام راج سے کہا میرا خیال ہے کہ یہاں کے قلعے کا محاصرہ کرنا خالی از فائدہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ حسین نظام شاہ کا تعاقب کریں۔ رام راج کو یہ رائے پسند آئی، اس نے برہان عماد الملک اور علی برید کو رخصت کر دیا۔ اور خود علی عادل کو لے کر حسین نظام شاہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی

حسین نظام کو جب دشمن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ نظام شاہی امراء جن میں رستم خاں حبشی اور سباجی بھی شامل تھے۔ دشمن کے لشکر کے آگے اور پیچھے کی طرف روانہ کر دیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت دشمن تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد حسین نظام نے تمام ساز و سامان کے ساتھ جنیر سے کوچ کیا اور پل ندی کی طرف جو کوستان میں واقع ہے روانہ ہو گیا۔

شاہی حکم کے مطابق رستم خاں حبشی قصبہ کانور کے قری پہنچا اور اس نے ان تمام راستوں کو مسدود کر دیا، جن کے ذریعے دشمن کو غلہ اور سامان ضرورت پہنچایا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک روز جب کہ علی عادل مع اپنے خالو کے شکار میں مصروف تھا، رستم خاں حبشی نے اس پر حملہ کر دیا، اگرچہ دشمن کی فوج رستم خاں کی فوج سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن رستم خاں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ علی عادل کا خالو اس حملے میں قتل آیا۔ رستم خاں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے تلواریں گھاٹ اتر گیا، جو نظام شاہی لشکر کے سپاہیوں سے بچ گئے وہ بڑی پشیمانی اور خست حالی کے عالم میں میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

زبردست سیلاب

رستم خاں حبشی کی بہادری اور مردانگی کی وجہ سے علی عادل اور رام راج دونوں ہی کچھ سہم گئے۔ اسی اثناء میں برسات کا موسم آگیا اور چند دنہ ہلکا ہلکا بارش ہوا مگر واپس آ گئے۔ رام راج نے نہر سین کے کنارے اپنے خیمے لگائے اور علی عادل، رام راج سے کچھ فاصلے پر قیام پزیر ہوا۔ احمد نگر کے شمال میں زبردست بارش ہوئی اور رات کے وقت شہر میں زبردست سیلاب آگیا۔

رام راج کے لشکر کی تباہی

اس سیلاب کی وجہ سے رام راج کے لشکر میں بڑی تباہی آئی۔ بیس امیر تین سو ہاتھی (جو زنجیروں میں جلائے ہوئے تھے) اور بارہ ہزار ہندو سوار جو رام راج کے ملازمین خاص تھے۔ اس سیلاب کی نذر ہو گئے، ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے قارئین کرام گھوڑوں اور پیادوں کی تعداد کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

رام راج کی واپسی

رام راج نے اس واقع کو اپنے حق میں بدشگونی سمجھا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے نند راک کے قلعے کو نئے سرے سے بنوایا اور رام راج سے کہا۔ ”اگر آپ پسند کریں تو میں قلعے کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اسے آئندہ سے ”رام ورک“ کہا جائے۔ رام راج نے علی عادل کی تجویز سے اتفاق کیا۔ علی عادل اور رام راج دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قصبہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد پر واقع ہے پہنچے۔

رام راج کی ہوس

قصبہ برکی پہنچ کر رام راج کی ہوس نے پاؤں پھیلائے اور اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے برسات کے بہانے سے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجا نگر روانہ ہو گیا۔

مرتنضی انجو کی حرکت

علی عادل نے نند راک کا علاقہ مرتنضی انجو کے حوالے کیا اور خود واپس آ گیا۔ مرتنضی انجو کبھی کبھی شولا پور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ نے مرتنضی خاں کی اس حرکت کو علی عادل کی خواہشات کا نتیجہ سمجھا اور اس کے دفعے کے لئے قلعہ شولا پور کو مستحکم کرنے کا ارادہ کیا۔

مرتنضی خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ

حسین نظام نے قلعہ شولا پور میں غلے کی بارہ ہزار بوریاں شاہ محمد انجو فریاد اور ادھم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیں، مرتنضی خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے برکی امراء کے ہمراہ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شولا پور اور پرندہ کے درمیان فریقین کا آمناسامنا ہوا۔ جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سید تقی اور شمشیر خاں نامی دو اشخاص آپس میں لڑ پڑے۔ سید تقی کو گرفتار کر کے ہاتھی پر سوار کر دیا گیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے سپاہی میدان جنگ میں آ گئے۔

نظام شاہیوں کی شکست

نظام شاہی امراء دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ انہوں نے ایک سو بیس ہاتھیوں کو میدان جنگ ہی میں چھوڑ دیا جن پر دشمن نے قبضہ کر لیا برکی امیروں نے اپنی عادت اور دستور کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے غلے کی بہت سی بوریوں کو آگ لگا دی اور بہت سی بوریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ مرتنضی خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجا پور روانہ کر دیا۔

ایک حبشی کا واقعہ

اسی اثناء میں ایک حبشی غلام قیدی نے جسے باندھ کر ہاتھی پر سوار کیا گیا تھا رونا پینا شروع کر دیا۔ مرتنضی خاں نے اس کا شور سن کر اس سے کہا تو کس لیے روتا ہے؟ اگر تجھے روزگار کی فکر ہے تو اس کی پروا نہ کر میں تیری گزر بسر کا انتظام کر دوں گا اور اگر تو اپنے مالک کے

پاس جانا چاہتا ہے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔“ حبشی غلام نے اس کے جواب میں کہا ”میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں۔“ مرتضیٰ خاں نے اسی وقت اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ حبشی اس وقت دوڑتا ہوا مفروز امراء شاہ محمد وغیرہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: ”عادل شاہی امراء اس وقت لوٹ مار میں مشغول ہیں اور ہر طرح سے بے خبر اور غافل ہیں۔ مرتضیٰ خاں اس وقت تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ہاتھیوں کے بدلے میں گرفتار کر لیا جائے۔“

مرتضیٰ خاں کی گرفتاری

محمد باقر نے اسی وقت دو تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مرتضیٰ خاں کے پاس جا پہنچا اور اسے حراست میں لے لیا۔ محمد باقر مرتضیٰ خاں کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی اور واپسی

حسین نظام شاہ نے ایک بار پھر غلے کی بارہ ہزار بوریاں فراہم کیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد قلعہ شولا پور جا پہنچا۔ اور ان بوریوں کو اہل قلعہ کے سپرد کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔ آنے اور جانے میں اس نے بارہ دن صرف کیے۔

قیدیوں کی رہائی

اس واقعہ کے بعد فریقین کے چند آدمی بیچ میں پڑے اور ان کے واسطے سے یہ طے پایا کہ ہر فریق ایک دوسرے کے قیدیوں کو سرحد پر لے جا کر چھوڑ دیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ تقی کو سرحد پر لایا گیا ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ایک طرف سے مرتضیٰ خاں کو رہا کیا گیا اور دوسری طرف سے شاہ تقی کو۔ اول الذکر بیجا پور کی طرف چلا گیا اور ثانی الذکر احمد نگر کی طرف۔

جنگ سے کنارہ کشی

ان حالات کے بعد حسین نظام شاہ نے معرکہ آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے ملکی اور مالی امور کو قابل اور دانش مند امراء کے سپرد کیا۔

فرماں رواؤں کی باہمی دوستی

”واقعہ عادل شاہی“ میں رقم ہے کہ تمام ممالک کے صلح پسند لوگوں کی کوششوں سے تینوں فرماں رواؤں نے باہمی اختلافات کو ختم کر دیا اور ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ حسین نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے کر دی گئی اور شولا پور کا قلعہ جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا چاند بی بی کے جیز میں علی عادل کو دے دیا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی بدیعہ سلطان کا عقد مرتضیٰ نظام سے کر دیا گیا اور ان دونوں خاندانوں نے جو مذہب شیعہ کے پیرو تھے باہمی اتحاد و خلوص اور دوستی کو اپنا شعار بنایا۔

رام راج کی تباہی کی تیاریاں

جیسا کہ علی عادل شاہ کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے کہ ۹۷۲ ہجری میں عماد الملک کے علاوہ دکن کے تمام فرماں رواؤں نے رام راج کی تباہی و بربادی کا ارادہ کیا جو اپنے آپ کو بہت بڑا حاکم سمجھتا تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ نظام شاہ، قطب شاہ، برید شاہ اور عادل شاہ چاروں بادشاہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور لشکر کو تیار کر کے روانہ ہوئے۔ اور ان لوگوں نے دریائے کشنا کو پار کرنے کی بجگہ ندی کے کنارے پر (جو دریائے کشنا سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام کیا۔

رام راج کا جاہ و جلال

رام راج نے ایک زبردست لشکر تیار کیا جو ستر ہزار سواروں اور نو لاکھ پیادوں پر مشتمل تھا۔ جن میں بیشتہ شاہی توپیں اور تیر انداز تھے اور مسلمان بادشاہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے جب رام راج کی شان و شوکت دیکھی تو وہ خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر رام راج ان عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کو واپس کرے جن پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے اور آئندہ کسی قسم کی ہنگامہ خیزی نہ کرے تو اس سے صلح کر لی جائے۔

رام راج کے لشکر کی تیاری

رام راج مسلمانوں کو کمزور اور خستہ حال سمجھتا تھا۔ اس نے دکنی بادشاہوں کی خواہش کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے آدمیوں کو ان سے مقابلے پر روانہ کیا۔ تنکنادری چپتیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ساتھ علی عادل کے سامنے آیا۔ ایتھم راج میں ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر قطب شاہ اور علی برید کے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ خود رام راج پینتیس ہزار سواروں اور گرد و پیش کے دو ہزار راجاؤں پانچ لاکھ پیادوں اور تقریباً ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ حسین نظام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا۔

لشکر کی ترتیب

رام راج نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کو گرفتار کر لیا جائے اور ان دونوں کو زندگی بھر کے لیے پاب زنجیر کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ بعد ازاں اپنے مہمنے اور میسرہ کو حسین شاہ کا سرکٹ کر لانے کی ہدایت کی۔ اس نے مہمنے پر تہراج نو اور میسرہ پر اپنے دیگر نامی گرامی امیروں کو متعین کیا اور قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمان فرماں رواؤں نے بھی اپنے لشکر کو منظم و مرتب کیا۔ عادل شاہ نے مہمنے کو علی برید اور قطب شاہ نے میسرہ کو سنبھالا۔ حسین نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا ان فرماں رواؤں نے بارہ اماموں کے علم نصب کر کے نقارہ جنگ بھجوا دیا۔ حسین نظام نے چھ سو ارب توپ زنبورک اور ضرب زن کے اپنے سامنے تین قطاروں میں کھڑے کروائے۔ ان قطاروں کی ترتیب یہ تھی کہ بڑی توپوں کے دو سو ارب سب سے آگے لگائے گئے۔ اس قطار کے پیچھے دو سو ارب ضرب زن (یعنی متوسط درجے کی توپیں) کے لگائے گئے۔ اور تیسری قطار زنبورکوں کی زنبورک ایک خاص نوعیت کی چھوٹی توپ ہوتی ہے جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔

آغاز جنگ

یہ تمام توپیں بارود اور گولوں سے بھر دی گئیں اور ان کی نگرانی کا فرض روی خاں کے سپرد ہوا جو آتش بازی کے فن میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی اثناء میں حسین نظام کے تیر اندازوں نے رام راج کی فوج کو توپ خانے کے سامنے دھکیل دیا۔ روی خاں نے فوراً بڑی توپوں کو چلانا شروع کر دیا اس کے بعد ضرب زنوں سے گولہ باری کی گئی اور پھر زنبورکوں سے اس کارروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ رام راج کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

رام راج اور لشکر کی دل داری

رام راج نے جب مسلمانوں کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ محتاط ہو گیا اور فوراً اپنے سنگھاس سے نیچے اتر پڑا۔ اس نے فوراً زربفت کے شامیانہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ اس شامیانے میں ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ نے اپنے دونوں طرف ہون و

پر تائب (کئے) کے ڈھیر لگائے اور بغیر کسی حساب کے اپنے سپاہیوں کو سونا تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ رام راج نے ان سپاہیوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر خوب جی کھول کر لڑنے کے لیے ہدایت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو سپاہی بہادری کا شاندار مظاہرہ کرے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

رام راج کا حملہ

رام راج کے مہم اور میسرہ نے ایک دم مسلمانوں پر حملہ کر دیا یہ حملہ ایسا شدید تھا کہ مسلمانوں کا مہم اور میسرہ بھی عادل شاہی اور قطب شاہی لشکر میں انتشار اور سراسیمگی پھیل گئی۔ اور ہر شخص یہ خیال کرنے لگا کہ ہندوؤں کو فتح حاصل ہو گئی۔

دوبارہ گولہ باری

اس صورت حال کے پیش نظر حسین نظام شاہ نے اپنے ساتھیوں کو پیغام دیا: ”خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ ابھی کامیاب و کامران ہوں گے۔ لہذا آپ لوگ ثابت قدم رہیں اور دشمن کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں“ رومی خاں نے دوبارہ توپوں میں بارود بھرا اور دشمن پر گولہ باری شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں دشمن کے پانچ چھ ہزار سپاہی اور کچھ گھوڑے ہاتھی وغیرہ مارے گئے۔

ہاتھیوں کی لڑائی

اس دوران میں کشور خاں ساتھ آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کو ساتھ لے کر نظام شاہی اربابوں کے پیچھے سے نکل کر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ایک مہمان کارن پڑا فریقین ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کی جان توڑ کوشش کرنے لگے۔ اتفاق سے حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام ”نظام علی“ تھا اور جو رومی خاں کے ساتھ تھا اس نے رام راج کے ہاتھی پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے دوڑا اور رام راج کے شامیانے کے قریب پہنچ کر دشمن کو تلاش کرنے لگا۔ ہاتھیوں کی اس لڑائی سے رام راج بہت پریشان ہوا اور اپنی کرسی سے اٹھا اور اپنے سنگھاسن پر سوار ہو گیا۔

رام راج کی گرفتاری

دونوں ہاتھی لڑتے ہوئے راجہ کے سنگھاسن کے قریب پہنچ گئے۔ وہ مزدور جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ڈر گئے، انہوں نے سنگھاسن کو پھینکا اور خود بھاگ نکلے۔ نظام شاہی ہاتھیوں کے مہابت نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھی کو اشارہ کیا کہ وہ سنگھاسن کو سونڈ میں لپیٹ لے اسی دوران میں رام راج کے ایک ملازم نے مہابت سے ایسا نہ کرنے کی درخواست کی۔ مہابت سمجھ گیا کہ سنگھاسن پر راجہ سوار ہے لہذا اس نے رام راج کو ہاتھی کی سونڈ کے ذریعے اوپر کھینچ لیا اور اسے گرفتار کر کے رومی خاں کے پاس لے آیا۔

رام راج کا قتل

رومی خاں نے فوراً رام راج کو حسین نظام شاہ کے حضور میں پیش کیا۔ حسین نظام نے اسی وقت راجہ کا سرتن سے جدا کر دیا، پھر اس کے سر کو ایک نیزے پر بلند کر کے دشمن کو دکھایا۔ بھاگنے کے سپاہیوں نے جب اپنے حاکم اعلیٰ کا یہ حشر دیکھا تو وہ فوراً میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ رام راج کے بھائی عادل شاہ اور قطب شاہ کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر راجہ کی مدد کے لیے آگے بڑھے تھے۔ انہیں جب راجہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

مسلمانوں کی عظیم الشان فتح

مسلمان بادشاہوں نے مملوک ہندوؤں کا انکاندی کے مقام تک جو بھاگنے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے تعاقب کیا۔ صحیح روایت کے

مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ ہندو مارے گئے اور بہت سی دولت اور سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمان فرماں رواؤں نے مال غنیمت میں سے صرف ہاتھی خود لیے باقی سب کچھ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔

بیجانگر کی تباہی

حسین نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھس بھر کر اسے نقل خاں براری کے پاس بھجوا دیا۔ نقل خاں رام راج کا بھی خواہ تھا اور اس کے اشارے سے احمد نگر کے قرب و جوار میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتا رہتا تھا۔ مسلمان فرماں روا بعد میں انانندی سے بیجانگر گئے اور اس شہر میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ اس کتاب کی تصنیف کے زمانے تک (یعنی ۱۰۲۰ ہجری تک اس شہر میں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔)

مسلمان بادشاہوں کی واپسی

شکنادری اب مجبور و معذور تھا اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ لہذا اس نے مسلمانوں کے وہ پر گئے جن پر رام راج نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا ان کو واپس لوٹا دیئے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوا مسلمانوں سے صلح کر لی اس کے بعد مسلمان فرماں روا اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ کا انتقال

حسین نظام شاہ بھی احمد نگر پہنچا عیش و عشرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہونے لگی وہ سخت بیمار ہوا اور احمد نگر میں آنے کے گیارہ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پورے گیارہ سال تک احمد نگر پر حکمرانی کی۔

اولاد

حسین نظام نے چار شادیاں کیں۔ جن کے بطن سے چار بیٹیاں اور ۴ بیٹے پیدا ہوئے جب بادشاہ کا انتقال ہوا۔ تو یہ آٹھوں بقید حیات تھے۔ ملکہ خوزہ ہمایوں کے بطن سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

چاند بی بی (جس کی شادی علی عادل سے ہوئی) اور بی بی خدیجہ جو جمال الدین حسین انجو سے بیاہی گئی۔

دوسری بیویوں کے بطن سے دو بیٹے شاہ قاسم اور شاہ منصور اور دو بیٹیاں آقابی بی (مہ عبدالوہاب بن عبدالعظیم) اور بی بی جمال جس کی شادی ابراہیم قطب شاہ سے ہوئی۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ

تحت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی

حسین نظام کے بعد سلطنت احمد نگر کی عنان اقتدار مرتضیٰ نظام شاہ کے ہاتھ آئی۔ اس کے تحت نشین ہوتے ہی سلطنت کی وسعت میں بڑا اضافہ ہوا اس حکمران نے مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت میں اپنے باپ دادا سے زیادہ حصہ لیا۔ سیدوں، شیعہ عالموں اور دیگر مستحقین کے وظیفوں میں بڑا اضافہ کیا گیا۔

خلل دماغ

فتح برار کے بعد مرتضیٰ نظام کی ذہنی حالت معمول پر نہ رہی۔ دماغ میں خلل آگیا اور خلوت نشین ہو گیا اس زمانے میں دو ایک ملازمین خاص کے علاوہ بادشاہ کے پاس کوئی اور نہ جاتا تھا۔ ملکی و مالی امور کو امراء اور اراکین سلطنت انجام دیتے تھے۔ جب کبھی امیروں کو کوئی مشکل پیش آ جاتی یا کوئی اہم کام پڑ جاتا تو وہ ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے۔ مرتضیٰ نظام اس عریضے کا کوئی معقول جواب لکھ کر بھیج دیتا تھا۔

امن و اطمینان

دماغی خلل کا یہ عالم تقریباً سولہ سال تک رہا "راقم الحروف مورخ فرشتہ" نے آج تک کسی کتاب میں پڑھا ہے اور نہ کسی کی زبانی سنا ہے کہ کوئی بادشاہ اس انداز سے سولہ سال تک خلوت نشین رہا ہو اور اس کے ملک میں کوئی ہنگامہ نہ ہوا ہو۔

مرتضیٰ شاہ کی والدہ کے اختیارات

راقم الحروف اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں جوان ہو کر شاہی گروہ میں داخل ہوا۔ مرتضیٰ نظام جس وقت تحت نشین ہوا وہ زمانہ اس کے شباب کا تھا اس لیے چھ سال تک انتظام حکومت اس کی والدہ کے ہاتھوں رہا۔ ملکہ نے اپنے بھائیوں مسی تاج خاں اور عین الملک کا نیز ایک خواجہ سرا اعتبار خاں نامی کو امراء کبار میں شامل کیا اور انہیں ہر طرح کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری

ملکہ نے ما عنایت اللہ کو پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا وہ روزانہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر قاسم بیگ حکیم کے مشورے سے امور سلطنت انجام دیا کرتی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی مصروفیات کھیل کود تک محدود تھیں وہ عربوں اور حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارتا تھا اور سلطنت کے کاموں میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا۔ ملکہ یعنی مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کا نام خوزہ ہمایوں تھا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

اسی زمانے میں علی عادل شاہ نے موقع پا کر انی کندی کا شر اور بیجا نگر کو فتح کرنے کے لیے عسکری تیاریاں کیں اس کی یہ خواہش تھی کہ رام رائے نے بیٹے تیران کو اس علاقے سے نکال کر نلکنڈہ کا فرماں روا بنادے اور خود بیجا نگر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لے۔ نلکنڈہ کی عالم نلکنڈہ کو جب علی عادل نے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مرتضیٰ نظام سے مدد کی درخواست کی

مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجا نگر

مرتضیٰ نظام شاہ تنکنا دہری کی درخواست منظور کر لی اور ملا عنایت اللہ کے مشورے سے بیجا نگر کی طرف روانہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اس صورت حال کے پیش نظر اپنا ارادہ ترک کیا نظام شاہ بیجا نگر کے قریب پہنچا اور علی عادل جلد از جلد سفری منہاں ہوئے اور اتالیقی لہندی سے بیجا پور آیا اور نظام شاہ کے مقابلے میں صف آراء ہوا۔

علی عادل شاہ سے صلح

دونوں لشکر اگرچہ ایک دوسرے کے سامنے لڑائی کی غرض سے آئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی فریقین نے صلح پندار میں بیچ میں پڑے اور انہوں نے کہا: ”دو ہم مذہب فرماں رواؤں کو ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنا زیب نہیں دیتا۔ مناسب یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے۔“ چنانچہ دونوں میں صلح ہو گئی اور نظام شاہی لشکر واپس احمد نگر آ گیا۔

برابر پر حملہ

اس واقعہ کے ایک سال بعد مرتضیٰ نظام اور علی عادل شاہ نے آپس میں کرتال خاں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور اس سبب سے کرتال خاں نے بیجا نگر کے ہنگامے میں ان حکمرانوں کے ساتھ نہ دیا تھا۔ برابر پر حملہ کر دیا مرتضیٰ نظام اور علی عادل نے اسٹیج پر دست و پاؤں علاقے کو تباہ و برباد کیا کشت و خون کا بازار گرم کیا اور یوں کرتال خاں سے حسبِ نشتا انتقام لیا اسی زمانے میں برسات کا موسم آیا نقشِ خان علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت ہی دولت دے کر اسے راضی کر لیا۔ علی عادل نے برسات کا بہانہ بنایا اور مرتضیٰ شاہ سے بدلہ واپس آ گیا۔

قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ

۹۵۰ھ میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے سب سے پہلے قلعہ کندالہ کو جو قصبہ چاکریہ سے بیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے تسخیر کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سرحد کی طرف بھیجا۔

کشور خاں کا اقتدار

خونہ ہمایوں کو جب اس واقعہ کو علم ہوا تو اس نے چند دکنی امراء کو کشور خاں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ کشور خاں نے ان میروں کو قصبہ کچ کے قریب شکست دی اور یہ لوگ بحال تباہ احمد نگر واپس آ گئے۔ کشور خاں نے سرحد کے باشندوں کو اپنا بیلیاں سے راجہ حریف کی فصلوں کا لگان جو تقریباً بیس لاکھ ہون ہوتا ہے حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اس میدان میں جس میں اس نے فتح حاصل کی ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا اور پوری طرح صاحبِ اقتدار ہو گیا۔

ملکہ کی شکایت

خونہ ہمایوں نے نظام شاہی سلطنت کا تقریباً نصف حصہ اپنے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کو جاگیر میں دے رکھا تھا۔ یہ امراء اپنے سپاہیوں کی معقول نگہداشت نہ رکھتے تھے اس وجہ سے کشور خاں کے ہنگامے کو فرد کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ شاہی مصاحبین اس صورت حال سے پریشان ہوئے انہوں نے (شاہ جمال الدین حسین انجو) قاسم بیگ شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ) مرتضیٰ نظام سے خونہ ہمایوں کی شکایت کی۔

مصاحبوں کی رائے

مرتضیٰ نظام شاہ نے مصاحبین سے کہا ”حکومت کے تمام کارندے دربار کے تمام ملازم اور سارے شاگرد پیشہ مکملہ کے طرفدار ہیں۔“

ایسی صورت میں اس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ ”مصاحسن نے اس کے جواب میں کہا: ”اگر حضور والا اجازت دیں تو ہم فرہاد خاں، اخلاص خاں اور حبشی خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر ملکہ کے اقتدار سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔“ مرتضیٰ نظام نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔

ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ

ان مصاحبوں نے حبشی سرداروں سے سازباز کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنا لیا۔ یہ لوگ سلام کے بہانے سے قلعے کے اندر آئے اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ اس وقت فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خواجہ سراؤں اور لونڈیوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔“ بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی۔

افشائے راز

اتفاق سے ملکہ خوزہ ہمایوں نے کسی ضرورت کی وجہ سے مرتضیٰ نظام کو حرم کے اندر بلوا بھیجا۔ مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ ملکہ کو سازش کی اطلاع ہو گئی ہے وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے آپ کو بحال رکھنے کے مقصد سے اس نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کہا: ”فلاں فلاں امیروں نے سازش کر کے آپ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔“

شاہ جمال کی گرفتاری

ملکہ نے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی دشمنوں کے منصوبے کو کچلنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شام کے وقت اس نے پردے کے پیچھے بیٹھ کر شاہ جمال الدین حسین کو بلوایا اور اسے گرفتار کر لیا۔ فرہاد خاں وغیرہ کو جب شاہ جمال کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ احمد اپنے پیادوں کے ہمراہ جلد از جلد اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ سید مرتضیٰ بزواری، خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دوسرے غیر ملکی امراء کو بھی اس سازش میں شریک قرار دیا گیا۔ لہذا یہ لوگ بھی جلد از جلد قلعے سے باہر آ گئے۔

غیر ملکی امراء کا فرار

ملکہ نے سپاہیوں کی ایک جماعت کو مرتضیٰ خاں کی گرفتاری کے لیے متعین کیا۔ مرتضیٰ خاں کو یہ پتہ چلا تو وہ سید مرتضیٰ بزواری دبیر اصفہانی اور دوسرے غیر ملکی امیروں کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ فرہاد خاں اور اس کے ساتھی ساری رات کالا چوتراہ کے میدان میں کھڑے رہے۔ ان امیروں نے آدمی بھیج کر اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو یہیں بلوا لیا اور گجرات کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ کا پیغام

ملکہ خوزہ ہمایوں نے ان امیروں کو یہ پیغام بھجوایا ”تم لوگ جب اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر کس لیے اتنے زیادہ خوفزدہ ہو۔ تمہیں چاہیے کہ فوراً اپنے مکانات کو واپس آ جاؤ اور پہلے کی طرح یہاں آ کر رہو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور تمہیں اسی پر عمل کرنا چاہیے۔“

قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات

ان امیروں نے ملکہ کے پیغام کو مصلحت پر محمول کیا اور اپنی جگہ پر مقیم رہے۔ دوسری بار خوزہ ہمایوں نے قاسم بیگ حکیم کو جو فرہاد خاں کا قریبی دوست تھا ان امراء کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ نے حبشی امراء کو ملکہ کا پیغام دیا ان امیروں نے جواب دیا ”جو کچھ ہوا یا

ہونے والا ہے اس میں ہم تم بھی شریک تھے اور ملکہ اس سے بخوبی واقف ہے اس وقت ملکہ یہ چاہتی کہ ہمیں بسلا پھسلا کر اپنا انتقام لے تم بھی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔

حبشی امراء کی گجرات کو روانگی

حبشی امیروں کی بات قاسم بیگ کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اپنے بیٹے کمال الدین حسین کو ہمراہ لیا اور حبشیوں کے پاس آگیا۔ اس نے اپنے جمع کردہ جواہرات کا صندوق خفیہ طور پر شاہ طاہر کے بیٹے شاہ رفیع الدین کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ فرہاد خاں اسی رات تمام لوگوں کے ساتھ گجرات کی طرف چل دیا۔

تعاقب

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان کے تعاقب میں اپنے چند آدمیوں کو بھیجا۔ اخلاص خاں اور حبشی خان واپس احمد نگر آ گئے اور قاسم بیگ اور فرہاد خاں جو زیادہ خوف زدہ تھے جلد از جلد گجرات کی سرحد پر پہنچ گئے۔ اس مقام پر اہل تعاقب نے ان لوگوں کو جالیا اور قاسم بیگ کے سترہ سالہ فرزند کمال الدین کو گرفتار کر لیا۔ نظام شاہی ملازم چونکہ غیر علاقے میں زیادہ دیر نہ رہ سکتے تھے اس لیے جلدی احمد نگر واپس آ گئے۔

کمال الدین کی گرفتاری اور رہائی

ملکہ جب دشمنوں کی طرف سے اچھی طرح مطمئن ہو گئی تو اس نے کمال الدین حسین کو قلعہ دروب میں نظر بند کر دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ملکہ نے اسے رہا کر کے عہدے اور جاگیر سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ملکہ اقرباء پروری اور اعزہ نوازی میں منہمک ہو گئی اس نے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں سے اچھے برتاؤ کا وعدہ کر کے انہیں بیجاپور سے طلب کیا اور فرہاد خاں اور قاسم بیگ کو بھی یہی پیغام دیا۔

قاسم بیگ کی وفات

فرہاد خاں تو احمد نگر واپس آ گیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات ہی میں رہنا پسند کیا۔ اس نے ایک معتمد شخص کو شاہ رفیع الدین کی خدمت میں بھیجا اور اپنی امانت طلب کی۔ شاہ صاحب نے وہ سربھر صندوق اس آدمی کے ہاتھ قاسم بیگ کو بھجوا دیا۔ قاسم بیگ نے صندوق کھولا اس میں سب چیزیں تھیں لیکن ایک تھیلی جس میں بہت سے قیمتی اور گراں قدر جواہرات تھے غائب تھی۔ قاسم اس صدمہ کی تاب نہ لا سکا اور بیاز پڑ گیا کچھ عرصے تک وہ اس غم میں گھلتا رہا اور آخر کار اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ملاعنایت اللہ کی نظربندی

ملکہ خونزہ ہمایوں نے جب یہ محسوس کیا کہ کشور خاں کا اقتدار زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ اس کی اصل وجہ ملاعنایت اللہ ہے اور وہی کشور خاں سے ساز باز کر کے اس کی قوت و اقتدار میں ترقی کا باعث ہے اس خیال کے پیش نظر ملکہ خونزہ ہمایوں نے ملاعنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا۔

ملکہ کی گرفتاری کی سازش

۹۷۷ ہجری میں خونزہ ہمایوں نے فوج تیار کی اور اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر کشور خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئی۔ جب شاہی لشکر دامن کانور میں پہنچا تو شاہی مصاحین ملا حسین تمیزی شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ نے دوبارہ مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے اکسایا۔ مرتضیٰ نظام اپنی والدہ کے اقتدار سے سخت عاجز تھا وہ فوراً اس امر کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے امراء کے مشورے کے مطابق اس سلسلے میں کوشش کرنے لگا۔

شکار کا ارادہ

مرتضیٰ نظام نے ملکہ خوزہ ہمایوں سے کہا: ”میرا جی شکار کھیلنے کو چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو کل صبح شکار کے لیے چلا جاؤں۔“ ملکہ نے بخوشی اجازت دے دی بادشاہ نے اخلاص خاں، حبشی خاں اور فرہاد خاں سے کہا: ”میں کل شکار کے لیے جاؤں گا بیشتر امراء میرے ساتھ چلیں گے بہتر ہے کہ تم بھی میرے ہمراہ چلو۔“

روانگی

دوسرے روز بادشاہ شکار کے لیے روانہ ہوا۔ تاج الدین اور عین الملک کے علاوہ باقی تمام امیر بادشاہ کے ہم رکاب ہوئے۔ ملکہ خوزہ ہمایوں بہت ہی سمجھ دار اور دانش مند خاتون تھی۔ اس نے بادشاہ کے اس طرح امیروں کے ساتھ جانے کے خلاف مصلحت سمجھا لہذا اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر خود بھی روانہ ہوئی۔

گردش تقدیر

ملکہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی واپس اپنی قیام گاہ پر آگئی۔ تمام ملازمین بھی اپنی اپنی رہائش گاہوں میں چلے گئے اور شاہی بارگاہ میں کوئی نہ تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو بہت ہی درشت مزاج کا تھا اپنی والدہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا پھر اس کے پیچھے پیچھے اخلاص خاں اور فرہاد خاں کو بھی اپنے خاصہ کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ان کے علاوہ بعض دیگر امیر بھی روانہ کیے گئے۔

حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات

حبشی خاں ملکہ کے سراپردہ کے قریب پہنچا ملکہ کو اس کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ لہذا اس نے ترکش خنجر اور تلواریں وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ حبشی خاں بھی گھوڑے پر سوار تھا اسی عالم میں وہ ملکہ کے قریب گیا اور کہا: ”بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ بھی دوسری عورتوں کی طرح پردے میں بیٹھ جائیں اور حکومت کے کاموں میں بالکل دخل نہ دیں۔“

ملکہ کی گرفتاری

یہ سن کر خوزہ ہمایوں کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا: ”اے غلام تیری یہ ہمت ایہ مجال کہ آج تو اس انداز سے مجھ سے مخاطب ہے۔ حبشی خاں نے ملکہ کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اترانے کی کوشش کی۔ ملکہ نے اپنا خنجر نکال لیا اور حبشی خاں پر وار کرنا چاہا۔ حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پوری قوت کے ساتھ پکڑ کر مروڑا اور خنجر ملکہ کے ہاتھ سے گر گیا اگرچہ عین الملک اور تاج خاں وہاں موجود تھے لیکن انہوں نے اپنی بہن کی کوئی مدد نہ کی اور اپنی جان کی فکر نہ کی۔ حبشی خاں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملکہ کو گرفتار کر کے پاکی میں بٹھا دیا اور مرتضیٰ نظام کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اپنی ماں کو نگہبانوں کے سپرد کر دیا۔

شاہانہ نوازشیں

اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے تمام امیروں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا ملا۔ حسین تہریزی کو ”خان خاں“ کا خطاب اور پیشوا کی کا منصب عطا کیا گیا۔ قاسم بیگ کے بیٹے کمال الدین حسین کو جو گجرات میں واپس آ گیا تھا اس کے باپ کو نام اور القاب سے نوازا گیا۔ مرتضیٰ خاں کو امراء کے کھار کے گردہ میں شامل کیا گیا۔ شاہ احمد کو خطاب دیا گیا۔ اور اعتبار خاں کو جاکیر، گھوڑوں اور ہاتھیوں کا مالک بنا دیا گیا۔

عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب

مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرحدِ مہجرات پر پکڑا گیا اسے گرفتار کر کے احمد نگر لایا گیا، لیکن تاج خاں ہاتھ نہ آیا وہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں داخل ہو گیا اور اہل تعاقب ناکام و نامراد کفِ افسوس ملتے ہوئے واپس آ گئے۔

کشور خاں کی تباہی

کہا جاتا ہے کہ دام کالا سے مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر واپس آیا۔ ملکہ خوزہ ہلیوں کی گرفتاری کا واقعہ سن کر غریبوں کی ایک جماعت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور شاہانہ الطاف و کرم سے سرفراز ہوئی۔ مرتضیٰ نظام نے کشور خاں کی تباہی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے قلعہ دارور پر حملہ کر دیا۔ کشور خاں نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی۔ اس سے پہلے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کے لیے آتی، کشور خاں مارا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

قلعہ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان

قلعہ دارور کی فتح کا واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے۔ اس لیے اس کی تفصیلی کیفیت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ ”مرتضیٰ نظام شاہ دارور سے ایک کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے مقیم ہوا۔ وہاں اس نے شاہ احمد، مرتضیٰ خاں دوسرے مقربین خاص کے ہمراہ خود کھانا پکنا شروع کیا۔ اسی دوران میں کشور خاں کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اسے سربمہ لافانہ بادشاہ نے لافانہ کھولا اور اسے پڑھا۔ خط کی گستاخانہ عبارت پڑھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اسی وقت ٹھوڑا سا سوار ہو گیا اور کہا: ”جب تک میں اس قلعے کو فتح نہ کر لوں گا ٹھوڑے پر سے نہ اتروں گا۔“

امراء کا مشورہ

بادشاہ نے قلعہ دارور کے قریب پہنچ کر دروازے کی طرف پیش قدمی کی، اس موقع پر خان خاٹاں، مرتضیٰ خاں اور دوسرے امراء نے بادشاہ سے گزارش کی کہ ”قلعے کو فتح کرنے کا یہ انداز مناسب نہیں ہے۔ ابھی تو آپ کے بدن سے سفر کی گرد بھی علیحدہ نہیں ہوئی اور ایسے مضبوط اور عظیم الشان قلعے کو فتح کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔“

بادشاہ کا دلاورانہ جواب

مرتضیٰ نظام شاہ کے سر پر قلعے کی فتح کا بھوت سوار ہو رہا تھا۔ اس نے امیروں کے مشورے کی کوئی پروا نہ کی اور کہا: ”اگر خدا کی مدد شامل حال ہے تو دروازے کے قریب پہنچ کر اس کو توڑ دوں گا اور قلعے کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، لیکن اگر میرا آخری وقت آچکا ہے تو پھر بھی مجھے اپنی آخری کوشش ضرور کرنی چاہیے، کیونکہ میں قلعے سے علیحدہ ہو کر بھی موت کے ظالم ہاتھوں سے ہٹکارا حاصل نہ کر سکوں گا۔“

قلعے کی طرف پیش قدمی

امیروں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا اور قلعے کی تسخیر کے لیے اسی طرح کوشاں رہے گا تو انہوں نے مرتضیٰ نظام سے ہتھیار باندھنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس سے بھی انکار کر دیا اس پر امراء نے اس سے کہا: ”اسلحہ زیب تن کرنا حضرت مسلم کی سنت ہے۔“ یہ سن کر بادشاہ ہتھیاروں سے آراستہ ہوا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر قلعہ کی طرف بڑھا۔

آتش بازی

اسی دوران میں اہل قلعہ نے برجوں پر آتش بازی شروع کر دی۔ ایک بار میں دو تین ہزار توپیں چلائی جاتی تھیں اور اس طرح ان گنت انسانوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کو موت کے دامن میں پناہ لینی پڑتی تھی۔ میدان جنگ، میدان حشر کا نمونہ بن گیا، لیکن پھر بھی مرتضیٰ نظام شاہ واپس نہ ہوا۔ وہ برابر چلتا رہا، یہاں تک کہ اس میں اور قلعہ کی دیوار میں صرف پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

اہل قلعہ کی خاموشی

اس موقع پر نظام شاہی فوج نے تیز اندازی شروع کر دی اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ اس ہنگامے میں دو تین گولیاں بادشاہ کی قریب سے بھی گزریں لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس حالت کے باوجود کسی شخص کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرتا۔ الغرض دونوں طرف سے حریف کو مغلوب کرنے کی کوشش ہوتی رہی، اچانک اہل قلعہ کا شور ختم ہو گیا سبھی حیران ہوئے کہ آخر یہ خاموشی کیسی ہے؟

کشور کی موت

نظام شاہیوں کو اہل قلعہ کی خاموشی پر بہت تعجب ہوا۔ کہاں تو ایسا ہنگامہ اور کہاں یہ موت کی سی بے بسی! چند لوگ قلعے کی دیوار کی کھڑکیاں کھول کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ قلعہ خالی ہے تمام لوگ فرار ہو گئے ہیں۔ ایک طرف کشور خاں کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ کشور خاں کی موت ایک تیر لگنے سے واقع ہوئی تھی، ان لوگوں نے اس کا سرتن سے جدا کر کے قلعے کے ایک کونکرے پر لٹکا دی۔ مرتضیٰ نظام دشمن کے سر کو اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی

مورخین کا بیان ہے کہ کشور خاں کے قتل کے بعد مشہور و معروف عادل شاہی امیر عین الملک اور نور خاں دس بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر لے کر نظام شاہی علاقے میں داخل ہوئے اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان امیروں کے مقابلے کے لیے فرہاد خاں اور اخلاص خاں کو پانچ، چھ ہزار سواروں کے ساتھ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی نگرانی میں روانہ کیا۔ یہ جماعت دشمن کے قریب پہنچ گئی۔ خواجہ اصفہانی نے امراء کو تو آگے بڑھایا اور خود کمین گاہ میں بیٹھ گیا۔

معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست

فریقین نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ خواجہ اصفہانی نے ایک بڑی عمدہ چال چلی اس نے پالیس شاہی ہاتھی، سبز علم اور لشکر خاصہ کے چار سو سپاہیوں کو میدان جنگ میں ڈر دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ خود میدان جنگ میں آگیا ہے۔ عین الملک اور نور خاں اس خبر کو صحیح سمجھے اور حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے۔ خواجہ اصفہانی نے ان دونوں کا تعاقب کیا، عین الملک مقتول ہوا اور نور خاں زندہ گرفتار ہوا اسے دادر کے قریب بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

بجاپور کی فتح کا ارادہ

اسی اثناء میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کیے ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں اتحاد کر کے بجاپور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے عادل شاہی حدود میں داخل ہو گئے۔ عادل شاہ کے میر جملہ شاہ ابوالحسن نے سید میر تقی سبزواری کو مرتضیٰ نام شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا۔ ”میں نظام شاہی خاندان کا پرانا ہی خواہ ہوں، میری وفاداری ظاہر ہے اور اس کے لیے ی ثبوت کی ضرورت نہیں میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کر سکوں۔ اگر آپ اس نمک خوار کو

شرف ملاقات بخشیں تو آپ کی بڑی ذرہ نوازی ہو گئی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات

نظام شاہ نے اس درخواست کا یہ جواب دیا۔ ”شاہ ابو الحسن ہمارے پیر زادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمام معاملات کو ان کے رائے اور مشورے سے طے کریں گے۔ شاہ ابو الحسن نے خان خاناں کے توسط سے واکداری میں مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی۔ شاہ صاحب نے بہت سے گراں قدر اور نایاب تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا آپ کے والد مرحوم نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہی خاندان سے دوستی رکھنا خالی از فائدہ نہیں ہے۔ انہوں نے عادل شاہی فراروا سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے رام راج جیسے عظیم الشان فراں روا کو شکست دی۔ اس وقت اگر کچھ عاقبت نااندیش اور نافہم ملازمین کی وجہ سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی ہے تو آپ کی بہادری اور معاملہ فہمی کے پیش نظریہ سمجھنا چاہیے کہ فوراً زائل ہو جائے گی۔ آپ نے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری دوستی پر بھروسہ کر کے عادل شاہ کی مخالفت پسندی فرمائی ہے، لیکن یہ بات آپ کی فراست فہم سے بعید ہے۔“

قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت

اس کے بعد شاہ ابو الحسن نے قطب شاہ کا ایک خط جو عادل شاہ کے نام لکھا تھا اور اس وقت شاہ صاحب کے پاس تھا، مرتضیٰ نظام شاہ کو دکھایا، اس خط میں قطب شاہ نے عادل شاہ سے دوستی اور اور بھی خواہی کے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ شاہ صاحب نے مرتضیٰ نظام سے کہا۔ ”اگرچہ ظاہری طور پر قطب شاہ آپ کے ساتھ ہے لیکن چوری چھپے اس کے مراسم دوسروں کے ساتھ بھی ہیں۔“ اس کے بعد شاہ صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں گواہ پیش کئے خان خاناں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کی۔

قطب شاہ کا فرار

مرتضیٰ نظام شاہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران ہوا اس نے اسی وقت حکم دیا کہ قطب شاہ کو تنبیہ کی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور گو لکنڈہ کی طرف چلا گیا۔ نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو نیست و نابود کر کے اس کا تعاقب کیا اور تمام راستے میں تباہی و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔

شہزادہ عبدالقادر کی تجویز

قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جب دشمن کی یہ چیرہ دستیاں دیکھیں تو اس نے اپنے باپ سے کہا۔ ”نظام شاہی لشکر کی چیرہ دستیوں حد سے تجاوز کر گئی ہیں اور وہ اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک کمین گاہ میں چھپ جاؤں اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن پر پیچھے کی طرف سے حملہ کروں۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت ہی مناسب و موزوں ہے آپ کی رائے کیا ہے؟“

شہزادہ عبدالقادر کی موت

قطب شاہ جلد از جلد منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور گو لکنڈہ پہنچ کر اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ شہزادہ عبدالقادر کی بہادری اور شجاعت کوئی نیا رنگ نہ لائے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے عبدالقادر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں بعد اسی خوف کی وجہ سے قطب شاہ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی زندگی کا بیاناہ لبریز کر دیا۔

شاہ ابو الحسن نے یہ پیغام بری کی خدمت کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اس نے علی عادل کی طرف سے مرتضیٰ نظام شاہ کی دوستی اور برادرانہ مراسم کی استواری کے سلسلے میں گفتگو کی اور اس سے وعدے لیے۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آ گیا۔

ملاعنایت اللہ کا قتل

ملاعنایت اللہ سے خان خانان بہت ڈرتا تھا، اسے یہ خوف تھا کہ بادشاہ ملاعنایت اللہ کو دوبارہ پیشوائی کا منصب عطا کرے گا۔ اس خیال کے پیش نظر خان خانان نے بادشاہ کو عجیب و غریب خبریں سنا کر اسے ملاعنایت کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ بعد ازاں خان خانان نے ملاعنایت اللہ کے قتل کا فرمان حاصل کیا اور اس بے چارے کو موت کے دامن میں سلا دیا۔

ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی

ملاعنایت اللہ کے قتل کی وجہ سے ایک طرف تمام رعایا خان خانان سے نفرت کرنے لگی وہاں دوسری طرف ابراہیم قطب شاہ بھی بہت تلمایا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

”مجھے اپنے سراپا لطف و کرم بھائی سے ہرگز ہرگز ایسی توقع نہ تھی کہ فتنہ پردازوں اور شریکوں کی باتوں میں آکر میرے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کریں گے۔ آپ نے میرے ہاتھی گرفتار کر لیے ہیں، مجھے اس کا قطعاً غم نہیں ہے۔ آپ ان ہاتھیوں کو میری طرف سے ایک حقیر نذرانہ تصور فرمائیے۔ مجھے حیرت و تعجب تو اس امر پر ہے کہ جب آپ کے دربار میں ایک سے ایک بڑھ کر عالی نسب اور شریف امیر موجود ہیں تو آپ نے استاد نوری جراح کے لڑکے کو کیا دیکھ کر وکیل السلطنت مقرر کیا ہے۔“

خان خانان کی معزولی

مرتضیٰ نظام نے جب ابراہیم قطب شاہ کا خط پڑھا تو اسے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں قطب شاہ علی عادل کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھیوں کی واپسی کے لیے کوئی قدم نہ اٹھائے۔ مرتضیٰ نظام نے فوراً خان خانان کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ شاہ جمال الدین کو وکیل السلطنت مقرر کر دیا۔

قلعہ ریکندہ پر حملہ

اس دوران میں اہل فرنگ نے بھی فتنہ پردازی شروع کی وہ اپنے قلعہ ریکندہ کے مضبوطی اور استحکام پر بے حد مغرور ہوئے۔ اور مسلمانوں کو حقیر اور پست جان کر ان کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے لگے۔ مرتضیٰ نظام نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے جمال الدین سین شاہ، احمد مرتضیٰ خاں اور دوسرے امراء سے مشورہ کرنے کے بعد اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چپول کے قریب واقع ہے حملہ کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے کی طوالت

اہل فرنگ یعنی عیسائیوں نے اپنی مدافعت میں کوششیں کیں، لیکن محاصرہ دو سال تک قائم رہا اس دوران مسلمانوں اور عیسائیوں میں بھی کبھار جنگ بھی ہو جایا کرتی تھی ان جنگوں میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کا نقصان ہوتا تھا۔ عیسائیوں کی توپوں اور تفنگوں سے ان گنت مسلمان موت کے منہ میں چلے جاتے تھے، جب گولہ بازی ہوتی تھی تو نظام شاہی لشکر میں قیامت کا سماں نظر آتا تھا، مسلمان ایسے بدحواس و پریشان ہو جاتے تھے کہ انہیں اپنے مردوں کو دفن کرنے کی مہلت بھی نہ ملتی تھی۔

فی امیروں کی نادانی

مسلمانوں کے نقصان کی وجہ یہ تھی کہ کئی امراء اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے قلعہ کشانی کی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے اور اپنا سارا وقت نقب کھودنے میں ضائع کر دیتے تھے، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ زردبان لگا کر قلعے کے اوپر چڑھا جائے اور پھر اہل قلعے کو مجبور کر کے انہیں مغلوب کر لیا جائے۔

اہل قلعہ کی پریشانی

عیسائی آتش باری کے فن میں مہارت کامل رکھتے تھے، ان کے مقابلے میں مسلمان اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ روزانہ اہل قلعہ کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی اور اس وجہ سے مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہل قلعہ پر آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اس تجویز پر جب عمل کیا گیا تو اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں چلے جانے کا ارادہ کیا۔

عیسائیوں کی تدبیر

عیسائیوں میں سے کچھ لوگوں نے اس تجویز کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ ”قلعہ میں جو رقم موجود ہے کیوں نہ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر اس کے باوجود بھی ہمارا کام نہ چل سکا تو پھر ہم اس قلعے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ اس تجویز کو سب عیسائیوں نے پسند کیا اور روپیہ دے کر نظام شاہی امیروں سے تعلقات قائم کیے۔

جہشی امراء کی غداری

نظام شاہی امراء جن میں فرہاد خاں اور اخلاص خاں بھی شامل تھے۔ انہوں نے رشوت لے کر اہل قلعہ کو شراب اور دیگر سامان ضرورت پہنچانا شروع کر دیا۔ ان غدار جہشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ ہر رات کو ایک امیر اہل قلعہ کو سامان پہنچاتا رہے۔ یہ لوگ رات کے وقت تو دشمن کے کارندے بن جاتے تھے اور دن کے وقت محض دکھانے کے لیے معرکہ آرائی میں مصروف رہتے تھے۔ عیسائی اپنے معمول کے مطابق آتش بازی سے مسلمانوں کو قتل کرتے رہے لیکن مقصد کسی طرح پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔

شاہ جمال حسین کی مخالفت

شاہ جمال الدین عہد شباب کی غفلتوں اور بے خبریوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ امور سلطنت سے بالکل بے تعلق ہو کر اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کر رہا تھا، اس نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر تمام ذمہ داریاں اسی کو سونپ دی تھیں۔ مرتضیٰ شاہ محاصرے کی طوالت سے سخت پریشان ہوا۔ اسے شاہ جمال الدین کی غفلت و بے خبری کا بھی افسوس تھا اور اس سلسلے میں خواجہ میرک سے وہ اکثر شاہ جمال کی شکایت کیا کرتا تھا۔

مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ

اس اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کی ایک کشتی کو جو بند جرون کی طرف سے چول کی طرف آ رہی تھی عیسائیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا، انہوں نے کشتی کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان مسلمان قیدیوں میں رستم خاں اور شمیش خاں نام کے دو جوان بھی تھے جو شجاعت اور ہمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ عیسائیوں نے ان جوانوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے برن و بارہ پر کھڑا کر دیا۔

دو قیدی نوجوان

رستم خاں اور شمیش خاں اگرچہ اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے پر لڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن قیدی ہونے کی حیثیت سے انہیں عیسائیوں کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی، وہ برج و بارہ سے کبھی کبھی مسلمانوں پر آتش بازی کرتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں تک تو یہ دونوں نوجوان اس جبری خدمت کو سرانجام دیتے رہے لیکن بعد میں انہیں اپنی اس ناشائستہ حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔

عیسائیوں کی مجلس مشاورت

ایک روز عیسائیوں نے اپنی مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا کہ تمام نظام شاہی امراء ہم سے ملے ہوئے ہیں اور ہماری خیر خواہی کو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں، لیکن خواجہ میرک دبیر اصفہانی ہمارا سخت دشمن ہے۔ رستم اور شمیشر خاں نے یہ گفتگو سن لی ان دونوں نے اپنے آپ کو قلعے کی دیوار سے نیچے گرا دینے کا فیصلہ کیا تاکہ خواجہ میرک کو اس گفتگو سے آگاہ کیا جاسکے۔

رستم اور شمیشر کی رہائی

ان دونوں نوجوانوں نے خواجہ میرک کے نام ایک خط لکھا اس خط کو ایک پتھر سے باندھ کر خواجہ کے مورچل کی طرف پھینک دیا۔ رات کے وقت ان دونوں نے اپنے آپ کو آزاد کیا اور رسی کے ذریعے سے نیچے، خواجہ میرک کے قیام گاہ کے بالکل سامنے اتر گئے اور اس طرح عیسائیوں کی قید سے چھوٹ گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی اصل حقائق سے واقفیت

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان نوجوانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے ان دونوں کو اپنے پاس تنہائی میں بلوایا اور اہل قلعہ کے بابت دریافت کیا۔ ان دونوں نے تمام حالات بیان کیے اور کہا۔ ”عیسائی بڑے اطمینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں ان کے محاصرے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس اطمینان کی وجہ ہے کہ ہر رات ان کو ضرورت کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں۔ آپ کے حبشی امراء ان سے ملے ہوئے ہیں اور رشوت لے کر ان کو ضرورت کا سامان پہنچاتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت یہ لوگ محض دکھاوے کے لڑائی کرتے ہیں تاکہ کہیں اصل راز نہ فاش ہو جائے۔ یہ تمام امیر سوائے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کے عیسائیوں سے ملے ہوئے ہیں۔“

شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ کون اس کا دوست ہے اور کون دشمن۔ بادشاہ نے خواجہ میرک اصفہانی پر پہلے سے زیادہ نوازشات کیں اور اس کی عزت میں اضافہ کیا، شاہ جمال الدین حسین سے بادشاہ اور زیادہ ناراض ہو گیا۔ شاہ جمال کو جب اس کا علم ہوا تو وہ منصب و کالت سے علیحدگی اختیار کر کے بغیر بادشاہ کی اجازت سے احمد نگر چلا گیا۔

ترک محاصرہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرے سے دست بردار ہونے کے سلسلے میں خواجہ میرک اصفہانی سے بات چیت کی۔ خواجہ نے کہا۔ ”آپ نے جو کچھ فرمائیں وہی مناسب ہے لیکن موجودہ صورت حال میں یہی بہتر ہے کہ محاصرہ ترک کر کے احمد نگر کا رخ کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ جو کچھ پسند فرمائیں اسی پر عمل کیا جائے۔“

امراء کی گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ نے خواجہ میرک اصفہانی کی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کا محاصرہ ترک کر کے احمد نگر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اخلاص خاں، فرہاد خاں اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قید کر دیا اور جمال الدین حسین اور اس کی بیوی کو رہبان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔

خواجہ میرک کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو وکیل السلطنت کے عہدے پر فائز کر کے رستم خاں کے خطاب سے نوازا، نیز جمشید خاں شیرازی وغیرہ کو امیروں کے گروہ میں شامل کیا۔

چنگیز خاں کی قابلیت

چنگیز خاں یعنی خواجہ میرک بہت ہی دانش مند اور معاملہ فہم انسان تھا اس نے ملکی اور مالی انتظامات کے سلسلے میں جانفشانی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد نگر کا شمار بہترین شہروں میں ہونے لگا۔ علی عادل کو چنگیز خاں کی خوش اسلوبی اور قابلیت کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابراہیم قطب شاہ سے میل جول پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔

چنگیز خاں کو علی عادل شاہ کے خیالات کا علم ہو گیا اور اس سے پہلے کہ عادل شاہ قطب شاہ سے ملاقات کرتا، چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کو اپنے ساتھ لیا اور عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے انتہائی خوش اسلوبی سے کام لے کر ایسی تدبیر کی کہ عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات ہی نہ ہو سکی۔

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات

- ۱۔ عادل شاہ کرناٹک کے ان شہروں پر قبضہ کر لے جن کی آمدنی برابر اور بیدر کے محصول کے برابر ہو۔
 - ۲۔ مرتضیٰ نظام، نقال خاں اور علی برید کے قبضہ سے برابر اور بیدر کو نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔
 - ۳۔ قطب شاہ سے متذکرہ دونوں فرماں روا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔
- اس کے بعد دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملک روانہ ہوئے اور جنگ کے لیے لشکر فراہم کرنے لگے۔

برابر پر لشکر کشی

۹۸۰ء میں نظام شاہ نے برابر پر حملہ کیا اور ملاحیدر کاشی کو جو بہت پڑھا لکھا نظام شاہی مقرب تھا، نقال خاں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا ”مرحوم عماد الملک میرا ہم مشرب بھائی تھا اور اس کے میرے تعلقات بہت اچھے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث تخت ہے جب تک برہان نو عمر اور کم سن تھا تم نے تمام ملکی و مالی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیے تھا۔ لیکن اب برہان بالغ ہے اور حکمرانی کے قابل ہے۔ لہذا تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اسے ایک مکان میں قید رکھ کر خود تمام سفید و سیاہ کے مالک بنے رہو۔ اس خط کے پہنچتے ہی تم تمام ملکی امور سے علیحدہ ہو جاؤ اور حکومت عماد الملک کے سپرد کر دو ورنہ نتائج کے تمام تر ذمہ داری تم پر ہوگی۔“

شمشیر الملک کی رائے

نقال خاں اس خط کو پڑھ کر بہت خوف زدہ ہوا اس نے اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک سے (جو اپنے آپ کو بہادری اور جواں مردی میں رستم و سفند یار کا استاد سمجھتا تھا) اس بارے میں مشورہ کیا۔ شمشیر الملک نے کہا۔ ”مرتضیٰ نظام شاہ نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اس ملک پر قابض ہونا چاہتا ہے اور برہان عماد الملک کی بہادری محض ایک بہانہ ہے۔

وہ یہ چاہتا ہے کہ اس نوعیت کے خط سے رعایا اور فوج کو ہمارے خلاف اکسائے۔ یہ بہت ہی نازیبا حرکت ہے ہم اپنی قوت اور دولت کے لحاظ سے کسی طرح بھی نظام شاہ سے کم نہیں ہیں اس لیے ہمیں ہمت اور بہادری سے کام لینا چاہیے۔ مرتضیٰ نظام کے اس خط کا جواب قلم کی بجائے تلوار سے لکھنا چاہیے۔

جنگ کی تیاریاں

نقال خاں کے برے دن آگئے تھے لہذا اس نے اپنے بیٹے کی رائے پر عمل کیا اور اس نے ملاحیدر (قاصد مرتضیٰ نظام شاہ) کو ناکام و امراد واپس بھیجا۔ مرتضیٰ نظام کو یہ بات اس وقت معلوم ہوئی کہ اس نے ملاحیدر (قاصد مرتضیٰ نظام شاہ) کو ناکام و

گیا۔ ادھر شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمہ الجیش بن کر نظام کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

نظام شاہی مقدمہ الجیش کی پسپائی

شمشیر الملک نے مرتضیٰ نظام شاہ کے پیشرو لشکر کو غافل و بے خبر دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا، نظام شاہی لشکر حملے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔ چنگیز خاں نے شمشیر الملک کے دفعے کے لیے دوسرے فوجی افسروں کا تقرر کیا۔ شمشیر نے اپنے باپ سے مدد کی درخواست کی تو خاں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر جلد از جلد بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔

چنگیز کی کارروائی

چنگیز خاں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں، جمیشد خاں، بحری خاں، رستم اور دوسری نامی گرامی امراء کو اپنے مقدمہ الجیش کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ چنگیز خاں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ خود بھی تین ہزار تیز اندازوں کی جمیعت کے ہمراہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے بادشاہ کی اجازت لی نہ ہی اس کو ساتھ لیا۔

معرکہ آرائی

دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور اپنی صفیں درست کرنے لگے جب لڑائی شروع ہو گئی تو عین اس وقت چنگیز خاں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ اس نے دشمن پر بہت شدید حملہ کیا۔ اس نے پانچ سو بہادر جوانوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر کو تباہ کرنا شروع کیا۔ تو نقال خاں کے علم بردار کے پاؤں پر تلوار کا وار کیا گیا، چنگیز خاں اور اس کے ساتھیوں نے ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔

نقال خاں کی شکست

نقال خاں اور شمشیر الملک نے دشمن کا یہ انداز دیکھا تو مقابلے کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ چنگیز خاں نے برار کے بہت سے بہترین ہاتھی گرفتار کیے اور کامیاب و کامران مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس آیا۔ اس فتح کے بعد چنگیز خاں کی عزت اور شہرت کاؤنکا بننے لگا اور اس کا مرتبہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

برار کی رعایا کی اطاعت

اس واقع کے بعد چنگیز خاں نے برار کی رعایا کو مطمئن کرنے اور تسلی دینے کے لیے خطوط لکھے۔ رعایا نے برہان نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کیا۔ تمام چودھری اور قانون گو نظام شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور انہیں انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ یہ سب لوگ انتہائی خوش و خرم اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے اور مرتضیٰ نظام بڑے اطمینان کے ساتھ آگے بڑھا۔

نقال خاں کا تعاقب

نقال خاں اور شمشیر الملک دوبارہ نظام شاہی لشکر کے مقابلے پر نہ آئے اور ایک جنگل میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان کا تعاقب کیا، لیکن وہ ہاتھ نہ آئے اور یونہی جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر کار وہ دونوں ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

میر موسیٰ مازندرانی سے ملاقات

عین ممکن تھا کہ مرتضیٰ شاہ اپنے دشمن کو مع تمام ساز و سامان کے اپنے قبضے میں کر لیتا کہ اچانک سرراہ مرتضیٰ نظام کی میر موسیٰ مازندرانی سے جو ایک مجذوب سید تھے ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے بادشاہ سے کہا۔ ”تمہیں بارہ اماموں کی قسم ہے کہ جب تک تم مجھے

بارہ ہزار ہون نہ دے دو یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔“ بارہ اماموں کا نام سن کر مرتضیٰ نظام نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور سائل سے اس کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا۔

بارہ ہزار ہون کا مطالبہ

سائل نے بتایا کہ وہ مجذوب سید صحیح النسب او محب اہل بیت ہے یہ سنتے ہی بادشاہ نے امین الدین غیشا پوری اور چنگیز خاں کو بلا کر یہ حکم دیا کہ سید صاحب کو بارہ ہزار ہون ادا کر دیئے جائیں۔ چنگیز خاں نے جواب میں عرض کیا۔ ”خزانہ لشکر کے پیچھے ہے۔“ بہتر یہ ہے کہ حضور اس وقت آگے تشریف لے چلیں کیونکہ نقال خاں وغیرہ گرفتار ہونے ہی والے ہیں بعد میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔“

چنگیز خاں کی درخواست

بادشاہ نے یہ بات سن کر کہا۔ ”اگر نقال خاں مجھے برار کے برابر سو ملک بھی دے دے تو میں انہیں بارہ اماموں کے اسمائے گرامی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا ایک طویل مدت اور کثیر محنت کے بعد ہم لوگ اس قابل ہوئے ہیں کہ دشمن کو گرفتار کر کے اس کی فتنہ پردازیوں سے نجات حاصل کریں۔ خدا کے لیے آپ بادشاہ سے یہ کہہ دیجئے کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچ کر یہ رقم آپ کو ادا کر دوں گا۔“

سید صاحب کا اصرار

سید صاحب نے کہا۔ ”ایک مدت کے بعد تو یہ موقع میرے ہاتھ آیا ہے کہ میری امید بر آئی آئے، اگرچہ میں دیوانہ ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہیے۔“ چنگیز خاں نے جلد از جلد بادشاہ اور امراء وغیرہ کے قیمتی گھوڑے یکجا کیے اور سید صاحب سے کہا۔ ”آپ ان گھوڑوں کو رہن رکھ لیجئے، منزل مقصود پر پہنچ کر میں آپ کو رقم ادا کر دوں گا، تو یہ گھوڑے واپس لے لوں گا۔“

دشمن کی موقع شناسی

سید صاحب نے کہا ”میں یہ بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم چاہیے کیونکہ اس کے بعد میری تمہاری ملاقات ہر کبھی نہ ہوگی۔“

چنگیز خاں سید صاحب کے اصرار سے مجبور ہو گیا، اس نے لوگوں سے روپیہ قرض لیا اور بارہ ہزار ہون سید صاحب کو ادا کر کے گلو نلاصی کی۔ اس معاملے کے طے کرنے میں کافی وقت لگا، دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جنگل سے نکل کر برہان اسیر کی طرف چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام

مرتضیٰ نظام نے سرحد خاندیش پر قیام کیا اور والئی خاندیش میر محمد شاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ ”نقل خاں نظام شاہی فوج سے فرار ہو کر آپ کے ملک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے آپ اسے اپنے ہاں ہرگز ہرگز پناہ نہ دیں اور فوراً خارج البلد کر دیں۔ آپ کی راست اور دانائی سے توقع ہے کہ آپ اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کے لیے میری رائے پر عمل کریں گے۔“

نقال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام

میراں محمد شاہ نے مرتضیٰ نظام کا خط پڑھا اور اسے نقال خاں کے پاس بھیج دیا۔ نقال خاں نے وہ خط پڑھا اور ایک دوسرے راستے سے وکر برار چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر نقال خاں نے مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ ”دکن کے فرماں روا مذہبی

ایک جہتی کی وجہ سے آپس میں سیاسی طور پر بھی متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے بہ جبر چھین لیں۔ میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر ملازم ہوں اور ملک برابر آپ کی نذر کرتا ہوں آپ اپنے امراء کو حکم دیں کہ وہ میرے ملک پر قبضہ کر لیں تاکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دشمنوں کی نظربد سے محفوظ رہ سکوں۔“

قلعہ یرتالہ کا محاصرہ

ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ آیا تھا کہ نقال خاں اور شمشیر الملک دونوں باپ بیٹوں کو پناہ گزیں ہونا پڑ گیا۔ نقال خاں قلعہ یرتالہ میں (جو پہاڑ پر واقع ہے) اور شمشیر الملک قلعہ کاویل میں قیام پذیر ہوا۔ اس صورت حال نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ایک شان دار موقع عطا کیا اس نے قلعہ یرتالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نظام شاہی امیروں اور فوجی سرداروں نے بھی قلعے کے محاصرے میں حصہ لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اس علاقے میں قیام کیا۔

شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام

نقال خاں نے شہنشاہ اکبر کو جو خط لکھا تھا وہ اسے گجرات میں ملا۔ اکبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو یہ پیغام دیا ”نقال خاں ہمارا ہی خواہ اور طرفدار ہے ملک برابر ہماری حکومت میں شامل ہو چکا ہے۔ اب تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم برابر کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دو اور نقال خاں سے براہِ تاؤ نہ کرو۔“

شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بد سلوکی

مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اکبر کے قاصد سے اچھا برتاؤ نہ کیا یہ قاصد آگرہ واپس آیا اور اس نے مرتضیٰ نظام کے غرور اور سرکشی کی تفصیل اکبر کے گوش گزار کی۔ اکبر ان دنوں بنگالہ کے ہنگاموں میں گھرا ہوا تھا اس وجہ سے اسے دکن کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ نظام شاہ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ یرتالہ کو سر کرنے میں مصروف رہا۔

تسخیر قلعہ کی کوشش

نقال خاں نے اپنی مدافعت میں پوری پوری کوشش کی۔ نظام شاہی فوج کی طرف سے اسد خاں اور سکندر خاں جو آتش بازی کے فن کے زبردست ماہر تھے۔ ہر چند قلعے کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔

شہزادہ حسین کی پیدائش

اسی اثناء میں احمد نگر سے شہزادہ حسین کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ چنگیز نے شہزادہ کی تاریخ پیدائش ”فیض کامل“ سے نکالی۔ شاہی حکم کے مطابق ایک عظیم الشان جشن مسرت کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔

احمد نگر واپسی کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ کا دل اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بہت مچلنے لگا تھا اس کے علاوہ سفر کے تکان کی وجہ سے وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا۔ ان وجوہ کی بناء پر بادشاہ نے احمد نگر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانے میں صاحب خاں نامی ایک امیر بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گیا تھا اس نے بھی احمد نگر واپسی کے لیے اصرار کیا۔

ایک ہندوستانی تاجر

عین ممکن تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو جاتی اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ احمد نگر کو واپس چلا جاتا کہ اتفاق سے افغان نامی ایک تاجر ہندوستان سے چند اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور دیگر سامان لے کر آیا۔ اس نے چنگیز خاں سے کہا یہ تمام اشیاء نقال خاں کے لیے لایا

ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چیزیں قلعے کے اندر جا کر شہر کے حاکم کے ہاتھ فروخت کر دوں۔“

چنگیز کی ہندوستانی تاجر سے شرط

چنگیز خاں نے اس تاجر سے کہا۔ ایک شرط پر تمہیں قلعے کے اندر جانے کے اجازت دی جاسکتی ہے کہ جب تم واپس آؤ تو نظام شاہی ملازمین کے حلقے میں شامل ہو جاؤ۔ تمہارے چہرے سے فراست اور دانشمندی کے آثار نمایاں ہیں، اگر تم تجارت کو ترک کر کے بادشاہ کے مصاحب بن جاؤ تو یہ بات تمہارے حق میں بہت مفید ثابت ہوگی۔

چنگیز خاں کی تجویز

یہ سن کر تاجر نے کہا اگر ایسا ہو تو اور کیا چاہیے۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ اس کے بعد چنگیز خاں نے کہا تمہاری قسمت میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرتبہ امارت سے سرفراز ہو اس لیے تمہیں نظام شاہ کی بھی خواہی کرنی چاہیے۔ تاجر نے یہ شرط منظور کر لی اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے ایک قابل اعتبار آدمی کو بہت سی رقم دے کر تاجر کے ساتھ کر دیا۔

قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال

افغان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجنے سے چنگیز خاں کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص بھی تاجروں کے سے لباس میں قلعہ کے اندر چلا جائے اور قلعے کے محافظوں کو روپیہ دے کر مرتضیٰ نظام کا طرف دار بنائے۔ اور ان محافظوں کو قلعے کی حفاظت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرے۔ نیز ان کو یہ بھی کہے کہ وہ نظام شاہی ملازمت اختیار کر لیں تو ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ

چنگیز خاں کافر ستادہ شخص قلعے کے اندر گیا، اس نے رات ہی رات میں قلعے کے تمام محافظوں سے ساز باز کر کے انہیں چنگیز خاں کے پاس بھجوا دیا اور قلعے میں کوئی محافظ نہیں رہا۔ اس کے بعد اسد خاں رومی اور رومی خاں نے ایک بڑی توپ چلا کر قلعے کی ایک دیوار میں شکاف دیا چونکہ قلعہ کے اندر کوئی ایسا آدمی نہ رہا تھا جو اس شکاف کو بند کرتا۔ اس لیے چنگیز خاں لشکر خاصہ کے سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

تقال خاں کا فرار

تقال خاں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے درباریوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے سے بھاگ نکلا یہ واقعہ ۶۹۸۲ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں نے فوراً غریبوں کی ایک جماعت کو سید حسن استر آبادی کی سرکردگی میں تقال خاں کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔

چنگیز خاں کا اعزاز

چنگیز خاں نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد وہ مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے چنگیز خاں کی بڑی عزت افزائی کی، اسے نقد رقم اور متعدد قیمتی اشیاء کے علاوہ ”فاتح ملک برار“ کے خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا۔

گرفتاریاں

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان عماد الملک کو جو اس قلعے میں تقال خاں کا قیدی تھا گرفتار کر لیا۔ اس کے علاوہ تقال خاں کے بیٹوں کو بھی گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ سب لوگ اسی نظر بندی کے عالم میں اپنی طبعی موت مر گئے اور دنیا میں کسی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

فتح بیدر کا خیال

مرتضیٰ نظام نے برار کو اپنے امراء میں تقسیم کر کے احمد نگر کی واپسی کا ارادہ کیا۔ چنگیز خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ ”علی عادل شاہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آپ برار اور بیدر دونوں ملکوں کو فتح کریں۔ ان دنوں علی عادل قلعہ پنکا پور کو فتح کرنے میں مشغول ہے اس لیے میری حقیر رائے میں یہی مناسب ہے اور بہتر ہے کہ ہم انہیں دونوں بیدر کو فتح کر لیں۔“ مرتضیٰ نظام شاہ نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بیدر کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی

محمد شاہ فاروقی نے جب یہ دیکھا کہ اب کچھ کرنے کا موقع ہے تو اس نے برہان عماد الملک کی دایہ کے لڑکے کو مرحوم بادشاہ کا (برہان) کا بیٹا مشہور کر کے چھ ہزار سواروں کے لشکر کو ساتھ لیا اور برار کے طرف چل دیا۔ جب وہ برار کے قریب پہنچا تو سات آٹھ ہزار پرانے براری ملازم بھی اس کے ہمراہ ہو لیے اس طرح اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط

خداوند خاں اور حبشی خاں، محمد شاہ فاروقی کا مقابلہ نہ کر سکے لہذا انھوں نے مرتضیٰ نظام کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ”اگر حضور خود اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ اقدام محمد شاہ فاروقی کی تنبیہ کے لیے کافی ہو گا۔“ برار کے امیروں نے بھی بادشاہ کے نام اسی قسم کے خطوط روانہ کیے۔

بادشاہ کی برار روانگی

چنگیز خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جب مرتضیٰ نظام برار پہنچا، اس وقت سید مرتضیٰ سبزواری جعلی عماد الملک کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا چکا تھا۔ بادشاہ نے روہن گیر کے گھاٹ کو پار کیا، محمد شاہ جو اپنے علاقے میں مقیم تھا یہ صورت حال دیکھ کر قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا۔

چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان پور تک سارے علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ چنگیز خاں نے قلعہ اسیر کی بڑی تعریضیں سن رکھی تھیں اس کے دل میں قلعے کی سیر کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور بادشاہ سے اجازت لے کر وہ دو ہزار غریب سواروں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ محمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سات آٹھ ہزار سواروں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ چنگیز خاں کو گھیر کر ہلاک کر دیا جائے۔

دشمن سے جنگ اور کامیابی

خاندیش کی فوج نے موقع پا کر چنگیز خاں پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی کثرت سے چنگیز خاں بالکل نہ ڈرا اور بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے لگا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں برہان پوری فوج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا دشمن کے کئی نامی گرامی امیروں کو چنگیز خاں نے گرفتار کر لیا۔

برہان پور کی تباہی

مرتضیٰ نظام شاہ برہان پور سے چنگیز خاں کے پاس آیا۔ نظام شاہی فوج نے صحرا ہی میں خیمے لگا دیئے۔ بادشاہ نے امیروں میں مورچل تقسیم کیے۔ نظام شاہیوں نے برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور خوب تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا یہ رنگ دیکھ کر محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا اس نے بڑی کوششوں کے بعد صلح کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور چنگیز خاں کو اس نے بالترتیب چھ لاکھ اور چار لاکھ مظفری (ایک

سکہ) بطور تاوان ادا کر کے ان لوگوں سے نجات حاصل کی۔

میرزا اصفہانی کی آمد

اس کے بعد نظام شاہی لشکر برار کی طرف روانہ ہو گیا اسی زمانے میں قطب شاہ کا حاجب شاہ میرزا اصفہانی مبارک دینے کی لیے مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حاجب کو کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ مرتضیٰ نظام بیدر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو کسی لالچ کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا۔ ”قطب شاہ کو یہ پوری امید ہے کہ تم مرتضیٰ شاہ کو بیدر کے فتح کرنے سے باز رکھو گے۔ میں دو لاکھ ہون تمہاری نذر کرتا ہوں تاکہ تم اس رقم کو اپنے لشکر پر صرف کر سکو۔“

چنگیز خاں کی خواہش

اس کے جواب میں چنگیز خاں نے کہا۔ ”سارا نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضے میں ہے۔ اس لیے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی اب میری صرف ایک ہی خواہش رہ گئی ہے کہ امیر بیدر کو جو میرے راستے کا کٹنا بنا ہوا ہے ٹھکانے لگا دوں تاکہ تمہارے اور ہمارے ملک میں کوئی فاصلہ اور واسطہ نہ رہے اور سب ہم مذہب فرماں روا یان دکن ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں تاکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔“

صاحب خاں سے ساز باز

چنگیز خاں کے اس جواب سے میرزا اصفہانی کو بڑی مایوسی ہوئی اس کے بعد اس نے مرتضیٰ نظام کے مقرب خاص صاحب خاں سے سلسلہ جنسانی کی اور نقد رقم اور جواہرات وغیرہ دے کر اپنا حلیف بنا لیا۔ ایک روز بادہ نوشی کی محفل میں میرزا اصفہانی نے صاحب خاں سے کہا۔ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار پر قبضہ کر لے اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے، چونکہ نظام شاہی لشکر کا آدھا حصہ اس کا ممنون احسان ہے اس لیے وہ اپنے اس ارادے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے اس سبب سے چنگیز خاں مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتا اور جگہ جگہ پھراتا رہتا ہے تاکہ موقع پا کر مطلب براری کرے۔

صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت

صاحب خاں نے میرزا اصفہانی کی گفتگو کو حقیقت پر محمول کیا اور وہ چنگیز خاں کے خلاف ہو گیا۔ انھیں دنوں صاحب خاں سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی، اس نے شراب پی کر بعض امراء کے ساتھ بڑی گستاخی کی۔ اس پر چنگیز خاں نے بادشاہ کے حکم سے اسے سخت تنبیہ کی، اس وجہ سے صاحب خاں چنگیز خاں کا اور زیادہ دشمن ہو گیا۔ اور اس نے اپنی حریفانہ سرگرمیاں بہت شدید کر دیں۔

بادشاہ سے چنگیز کی شکایتیں

صاحب خاں نے چنگیز خاں سے انتقام لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب کبھی اسے موقع ملتا وہ بادشاہ سے چنگیز کی برائیاں کرتا اور مرتضیٰ نظام کو اس کے خلاف بھڑکاتا۔ مرتضیٰ نظام صاحب خاں کی باتوں کو قابل اعتبار نہ سمجھتا تھا اس سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا ”چونکہ میں نے تجھے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے سزا دلوائی تھی، اس لیے تو اس سے انتقام لینے کی خاطر مجھے اکساتا رہتا ہے اور مجھ سے اس کی برائیاں کرتا ہے۔“

صاحب خاں کی نئی چال

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ شراب پئے ہوئے تھا اور سرور بادہ سے حواس باختہ تھے کہ تنہائی میں صاحب خاں نے اس سے حسب معمول چنگیز خاں کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں وہی بات کہی جو وہ پہلے کہا کرتا تھا۔ اس پر صاحب خاں نے رونا شروع کر دیا اور کہا۔ ”اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں اور محض اس دشمنی سے اصل حقیقت شاہ میرزا اصفہانی سے دریافت کر

سکتے ہیں جو آپ کا ہم وطن ہے۔“
چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی

مرتضیٰ نظام شاہ نے رات کے وقت شاہ میرزا اصفہانی کو اپنی بارگاہ میں طلب کیا تاکہ کسی کو اس ملاقات کا علم نہ ہو سکے بادشاہ نے میرزا اصفہانی سے اصل حقیقت کے بارے میں استفسار کیا۔ میرزا نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صاحب خاں کے تمام بیانات کی تصدیق کی یہ سب کچھ کر کے مرتضیٰ نظام شاہ چنگیز خاں سے برگشتہ ہو گیا، لیکن اتنا برگشتہ نہیں کہ بادشاہ فوراً کوئی اہم قدم اٹھاتا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب خاں اور شاہ میرزا اصفہانی نے مل کر کوئی سازش کی ہو کچھ روز تک بادشاہ اس سلسلے میں سوچتا رہا آخر کار اس نے چنگیز خاں کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔

چنگیز خاں کا امتحان

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں سے کہا۔ ”میں سفر کی تکالیف اٹھاتے اٹھاتے بہت نڈھال ہو گیا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ جلد از جلد احمد نگر واپس چلا جاؤں۔“ چنگیز خاں جو دشمنوں کی سازش سے بالکل بے خبر تھا اس کے جواب میں عرض کیا ”حضور نے اس ملک کو حال ہی میں فتح کیا ہے لہذا پانچ چھ ماہ تک تو آپ کو ضرور یہاں قیام کرنا چاہیے تاکہ یہاں کی رعایا کو آپ کی طرف سے بالکل اطمینان ہو جائے۔“

چنگیز نے بادشاہ سے مزید عرض کیا۔ پانچ چھ مہینے قیام کرنے کے بعد حضور تو احمد نگر تشریف لے جائیں، لیکن مجھے یہیں رہنے کی اجازت دے دیں تاکہ میں اس علاقے کا انتظام کر کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔“ مرتضیٰ نظام شاہ نے جب چنگیز خاں کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اسے چغل خوروں کی باتوں کا یقین آگیا اور وہ اس سے واقعی بدگمان ہو گیا۔

چنگیز خاں کے خلاف سازش

چنگیز خاں کو بادشاہ کی بدگمانی کا اندازہ ہو گیا لہذا اس نے بیماری کا بہانہ کر کے رخصت لے لی اور کئی روز تک دیوان شاہی میں حاضری نہ دی۔ بادشاہ نے حکیم محمد مصری کو علاج معالجے کے لیے چنگیز خاں کے پاس بھیجا اور حکیم سے یہ کہہ دیا کہ زہریلے شربت کے ذریعے چنگیز خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔

عالم نزع میں بادشاہ کے نام خط

چنگیز خاں نے پہلے تو شربت پینے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں بادشاہ سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے یہ زہریلا شربت پی لیا۔ اور جب اس پر نزع کا عالم طاری ہونے لگا تو اس نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ ”یہ پروردہ نعمت جو زندگی کی ساٹھ منزلیں طے کرنے کے بعد سترویں منزل پر پہنچ چکا ہے۔ آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے، حضور نے میرے لیے جو شربت آب حیاں میں ملا کر ارسال فرمایا تھا اسے اس بوڑھے خادم نے بصد ذوق و شوق سامان لذت کام و دہن بنا لیا ہے۔ اور اب حضور کی وفاداری اور نمک حالی کا نقش دوام اپنے سینے پر لے کر پیوند خاک ہونے جا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے اب آخری وقت میں خادم کی یہ التماس ہے کہ میری لاش کو کربلا معلیٰ روانہ کر دیا جائے۔ اور جس قدر غریب میری ملازمت میں ہیں انھیں شاہی اسلحہ داروں میں شامل کر لیں۔“

چنگیز خاں کی ہلاکت

چنگیز خاں نے یہ عریضہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور پھر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت اس وفادار امیر نے داعی جل کو لبیک کہا یہ واقعہ ۹۷۳ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں کی وفات سے لوگوں کے دلوں میں عماد الدین محمود اور خواجہ کاواں کی یاد تازہ ہو گئی۔

چنگیز خاں نے اپنے پیچھے جو سامان چھوڑا اس سے شاہ میرزا اصفہانی کے تین چار خط برآمد ہوئے جن سے چنگیز خاں کی نیک نیتی کا اندازہ ہوا۔

بادشاہ کی پشیمانی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اصل حقیقت سے آگاہی ہوئی تو بہت پشیمان ہوا۔ چنگیز جیسے وفادار اور نمک حلال وزیر کی دائمی مفارقت اس کے لیے سوہان روح بن گئی مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ تیر تو کمان سے نکل چکا تھا۔ بادشاہ نے فوراً شاہ میرزا اصفہانی کو شاہی لشکر سے نکل جانے کا حکم کر دیا اور خود واپس احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

نئے تقرر

مرتضیٰ نظام شاہ نے پہلے تو حکیم محمد مصری کو پیشوائی کے عہدے پر سرفراز کیا، لیکن چھ ماہ کے بعد اسے معزول کر کے اس منصب پر قاضی بیگ پرڈی کو ۹۸۳ ہجری کے شروع میں مقرر کیا۔ میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر بنایا گیا، سید مرتضیٰ شیرازی کو برار کا سپہ لشکر مقرر کیا گیا اور خداوند خاں جیسے معزز سرداروں کے ساتھ اسے برار روانہ کیا گیا۔

بادشاہ کی ایک اہم تقریر

مرتضیٰ نظام شاہ نے قاضی بیگ اور احمد نگر کے دوسرے نامی گرامی امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے کہا آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ میں سلطنت و جہان بانی کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں انصاف اور ظلم میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ میں انصاف کرنے کے ارادے سے ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہوں۔ اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اور روز محشر تم سے شہادت طلب کروں گا کہ میں نے قاضی بیگ کو جو صیح نسب سید ہے اپنا وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سید زادہ شریعت اور انصاف کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر رعایا سے اچھا برتاؤ کرے۔

مکمل علیحدگی

اگر کوئی ظالم شخص کسی کمزور و ناتواں مرد سے ایک سوئی بھی ظلم و جبر سے لے گا اور قیامت کے روز مجھ سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا تو میں خداوند باری تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ علم نہیں ہے اور مجھے اس کے مواخذہ سے باز رکھا جائے۔ اس کی باز پرس قاضی بیگ سے کی جائے جو میرا وکیل مطلق ہے۔ اگر قاضی بیگ تنہا طور پر یہ خدمت انجام نہ دے تو وہ امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو اپنا شریک کار بنا سکتا ہے۔“

Gul Hayat Institute

قہرائی کا خوف

میں اس طبیعت کا انسان ہوں کہ ہر دم خدا کے قہر و غضب سے ڈرتا رہتا ہوں میں نے چنگیز خاں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے بہت زیادہ نام ہوں۔ اس لیے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ بقیہ عمر گوشہ نشینی میں گزار دوں اور دنیا سے بے تعلق ہو کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں۔“

گوشہ نشینی

اس تقرر کے بعد مرتضیٰ نظام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور قلعہ احمد نگر کی اس عمارت میں جو ”بغداد“ کے نام سے موسوم ہے خلوت نشین ہو گیا۔ صاحب خاں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام اور زیادہ تنہائی پسند ہو گیا اور اس نے تمام عورتوں کو قلعے سے نکال کر ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا۔

شاہ قلی کا تقرر

مرتضیٰ نظام نے قلعے کی حفاظت کا کام شاہ قلی کے سپرد کیا جسے شاہ مہماسپ نے برہان نظام کے لیے بھیجا تھا۔ شاہ قلی کو صلابت خاں کا خطاب دے کر امیروں کی صف میں شامل کیا گیا۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ بادشاہ کے محل میں سوائے صاحب خاں کے کسی اور کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔

اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر

۹۸۴ ہجری میں جب کہ قاضی بیگ کی وکالت کا زمانہ تھا مغل بادشاہ اکبر سیر و تفریح کرتا ہوا مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ جاسوسوں اور مخبروں نے فوراً اس امر کی اطلاع قاضی بیگ کو دی۔ قاضی بیگ نے اس امر سے متعلق مرتضیٰ نظام کو ایک خط لکھا۔ بادشاہ اس خط کو پڑھتے ہی پالکی پر سوار ہوا اور ایک سو کے قریب سواروں کو ساتھ لے کر جن میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی شامل تھے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب بادشاہ نمرنگ کے قریب پہنچا تو اس کے بھی خواہوں کا ایک مختصر سا گروہ اس کے پاس آیا اور کہا ”بادشاہوں کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں انہیں تنہا سفر کے لیے نہیں نکلنا چاہیے۔ آپ اس وقت ایک بڑے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جا رہے ہیں اس بے سرو سامانی کے عالم میں آپ کی روانگی مناسب نہیں ہے۔ بہتری یہی ہے کہ آپ اسی مقام پر ذرا ٹھہر جائیں اور برار اور احمد نگر کے لشکر کا انتظار کریں۔“

مرتضیٰ نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے چند روز اس جگہ قیام کیا اس دوران میں خاصہ کے لشکر کے پانچ چھ ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے برار کی فوج کو حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ قاضی میرزا محمد نظیری اور دیگر امراء سلطنت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ مرتضیٰ نظام سے عرض کیا۔

امراء کی درخواست

اکبر جیسے عظیم الشان فرماں روا نے دہلی سے جنگ کرنا معمولی بات نہیں ہے اور آپ تو پھر مٹھی بھر فوج کو ہمراہ لے کر جا رہے ہیں۔ ہماری ناچیز رائے میں یہی مناسب ہے کہ حضور فی الحال توقف فرمائیں۔ جب برار کا لشکر اور توپ خانہ آجائے تو پھر مزید قدم اٹھایا جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا جواب

مرتضیٰ نظام شاہ نے امراء کو جواب دیا۔ ”میرے لیے صبر و تحمل سے کام لینا بہت مشکل ہے میں لشکر خاصہ کے جوانوں کو ساتھ لے کر اکبر بادشاہ پر جلد از جلد حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ فتح اور شکست کا فیصلہ کرنا خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔“ بادشاہ کا یہ عجیب و غریب جواب سن کر امراء بہت ہی حیران ہوئے۔

احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں بادشاہ کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ سیر و شکار سے فارغ ہو کر اپنے ملک کو چلا گیا ہے۔ مرتضیٰ نظام شاہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور دولت آباد واپس آ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا اور سید مرتضیٰ اور دوسرے امراء برار کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود احمد نگر چلا آیا اور اس نے پہلے کی طرح حکومت کے تمام امیروں کے سپرد کی اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

صاحب خاں کا اقتدار

اسی زمانے میں صاحب خاں نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اس کے تمام عزیز اور رشتہ دار امراء کے گروہ میں داخل ہو کر صاحبان جاگیر ہو گئے۔ بادشاہ کے مزاج میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ دخیل ہو گیا برسات کے دنوں میں وہ تقریباً چار مہینے تک بادشاہ کے ساتھ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ وہاں مرتضیٰ نظام نے قبروں کی زیارت کی اور مرحوم بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقراء مساکین میں بہت سا مال اور دولت تقسیم کی۔

امام رضاؑ کے آستانے کی زیارت

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت امام رضاؑ کے آستانہ مبارک کی زیارت کا ارادہ کیا اور بغیر کسی کو بتائے ہوئے یہاں تک کہ صاحب خاں کو بھی مطلع کیے بغیر ہی فقیرانہ لباس زیب تن کیے ہوئے اپنی قیام گاہ کے پیچھے سے نکل گیا ایک سپاہی جو لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا بادشاہ کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً امراء کو اطلاع دی۔

وضع فقیرانہ

اراکین سلطنت نے پہلے تو سرپردہ شاہی کو دیکھا جب بادشاہ وہاں نہ ملا تو وہ اس کے تعاقب میں دوڑے اور بہت منت سماجت کر کے اسے واپس لائے۔ بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ فقیرانہ لباس ایک ماہ تک پہنے رہے اور تاج و تخت سے کنارہ کش رہے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

دنیاۓ فانی سے نفرت

قاضی بیگ اور میرزا محمد نظیری نے مرتضیٰ نظام سے پوچھا کہ آخر تاج و تخت سے اسے نفرت کیوں ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ۔ ”اس دنیاۓ فانی سے متنفر ہونے کے اسباب پوری طرح واضح ہیں اس لیے ان کو بتانا کوئی ضروری نہیں البتہ اگر دنیا سے محبت کی جائے تو اس کے اسباب ہٹانے کی ضرورت پڑتی ہے۔“

احمد نگر کو واپسی

یہ کہہ کر مرتضیٰ نظام شاہ خاموش ہو گیا اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ امراء اور اراکین سلطنت اسے کسی طرح بھی دنیا نہ ترک کرنے دیں گے لہذا وہ مجبور ہو کر احمد نگر واپس چلا آیا۔ اس نے ”باغ بہشت“ میں جو شہر کے شمال میں واقع ہے قیام کیا۔ قاضی بیگ اور دوسرے اراکین سلطنت نے باغ کے چاروں طرف اپنے خیمے لگوا لیے اور بادشاہ کی حفاظت کرنے لگے۔

صاحب خاں کی بے اعتدالیاں

اس زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیاں اپنے شباب پر تھیں وہ شراب پی کر مست ہاتھی پر سوار ہو جاتا شہر کے دو تین ہزار لچوں لفتگوں کو ہمراہ لے کر سارے شہر میں چکر لگاتا اور رعیت کی بے عزتی کرتا رہتا۔ اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اگرچہ اس کو بہت سمجھاتے تھے لیکن وہ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آتا تھا۔

میر مہدی کے گھر پر حملہ

ایک دن صاحب خاں نے اپنے ساتھیوں کو میر مہدی سحرار کے گھر بھیجا کہ اس کی بیٹی کو جبراً اٹھا کر لے آئیں۔ میر مہدی نے جب ان غنڈوں کو آتے دیکھا تو اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کونٹے پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے ان لوگوں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد میر مہدی نے قاضی بیگ اور دیگر امراء سلطنت سے مدد کی درخواست کی۔ تمام امراء صاحب خاں کی حرکتوں سے واقف تھے اور اسے راہ

راست پر لانے کے خواہاں تھے۔

میر مہدی کا قتل

اسی دوران میں جب صاحب خاں نے دوبارہ اپنے سوار اور پیادے جو تعداد میں تقریباً دو تین ہزار تھے میر مہدی کے گھر روانہ کیے۔ میر مہدی نے حتی الامکان مدافعت کی اور حریف کے تین چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا لیکن بد معاشوں کے جم غفیر کے مقابلے پر وہ جم نہ سکے۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ میر صاحب کے بد طینت بیٹے دشمنوں سے مل گئے اور ان کے لیے مکان کے اندر آنے کا راستہ کھول دیا۔ بد معاشوں نے میر صاحب کو قتل کر دیا اور ان کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر صاحب خاں کے پاس پہنچا دیا۔

سید مرتضیٰ سبزواری کی آمد

اواخر ۹۸۵ ہجری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق مرتضیٰ سبزواری برار کے تمام امراء کے ساتھ احمد نگر آئے تاکہ لشکر کا تمام حساب کتاب شاہی بارگاہ میں پیش کریں انھوں نے ”بہشت باغ“ کے قریب قیام کیا۔

صاحب خاں کی خود سری

صاحب خاں کا اصل نام حسین تھا اس لیے مرتضیٰ شاہ اور اراکین سلطنت اسے اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ برار سے سید مرتضیٰ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان میں ایک شخص کا نام حسین خاں تخت کمان تھا۔ صاحب خاں نے اس شخص کو یہ پیغام دیا کہ فوراً اپنا نام تبدیل کر لو ورنہ سزا دی جائے گی۔

صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی

حسین خاں نے صاحب خاں کی بات کو قطعاً اہمیت نہ دی اس وجہ سے معاملہ طول کھینچ گیا۔ صاحب خاں نے پانچ چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر حسین خاں کے احاطے پر حملہ کر دیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کو ساتھ لے کر صاحب خاں کا مقابلہ کیا لیکن پہلے حملے ہی میں اول الذکر کی قلیل جماعت منتشر ہو گئی۔ حسین خاں بڑا باغیرت اور جوشیلا جوان تھا اس نے اکیلے ہی صاحب خاں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

غریبوں کے قتل کا حکم

حسین خاں نے نشانہ باندھ کر ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا یہ تیر صاحب خاں کے ہاتھی کے ماتھے پر لگا ہاتھی چلاتا ہوا بھاگ نکلا اور درختوں کے درمیان ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگا۔ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہا ”بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے بیوی بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔“

معرکہ آرائی

دکنیوں اور حبشیوں کی تو یہ خواہش تھی ہی کہ غریبوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور مارا جائے۔ متذکرہ بالا حکم سنتے ہی احمد نگر کا ہر چھوٹا بڑا غریبوں کے قتل عام کے لیے تیار ہو گیا۔ اور دکنیوں کے گروہ کے گروہ بہشت باغ کے طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ، سید مرتضیٰ، میر محمد تقی نظیری اور عین الملک نیشاپوری نے خداوند تعالیٰ کی رضا پر صبر کیا۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام غریبوں نے صاحب خاں سے معرکہ آرائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں فریقین آمنے سامنے آئے اور صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔

بادشاہ کو اطلاع

اس وقت مرتضیٰ خاں شاہی باغ میں حمام کے اندر چلے میں بیٹھا ہوا تھا اس نے جو شور و غل سنا تو وہ باغ کے بیرونی دروازے پر آیا

صاحب خان نے بادشاہ کو آتے دیکھا تو وہ فوراً اس کے پاس آیا اور کہا غریبوں نے بلوہ کر دیا ہے اور آپ کی زندگی کو ختم کرنے کے ورپے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔

غریبوں سے جنگ کا حکم

مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی بات سنی اور اس کی تصدیق کے لیے باہر آیا وہ اصل حقیقت سے تو بالکل بے خبر تھا۔ اس لیے جب اس نے غریبوں کو مسلح دیکھا تو اسے صاحب خاں کی بات کا یقین آگیا۔ مرتضیٰ اسی وقت ہاتھی پر سوار ہوا اور دکنی اور حبشی امیروں کو جو صاحب خاں کے حکم سے جمع ہوئے تھے، حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ کی جائے۔

غریب امراء کی روانگی

اس صورت حال کے پیش نظر مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کو یہ پیغام دیا ”اس وقت بادشاہ خود میدان میں آ رہا ہے اس لیے اب لڑائی کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ امر بادشاہ کی وفاداری اور پاس ادب سے بعید ہے۔ غریب امراء چغتائی اور بک خاں اور حسین خاں وغیرہ اسی وقت اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انھوں نے دور ہی سے بادشاہ کو بڑے ادب سے سلام کیا اور دوبارہ سوار ہو کر عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

غریبوں کا قتل عام

صاحب خاں اپنے بھائیوں اور دیگر ساتھیوں کو لے کر شہر میں داخل ہوا اور مکانات اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے غریبوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا، ان بے چاروں کی عورتوں بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا یہ رنگ دیکھ کر قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے صلابت خاں سے کہا۔ ”اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے جس طرح بھی ہو ہمارا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچاؤ۔“

اراکین سلطنت کا عریضہ

صلابت خاں نے ان لوگوں سے عریضہ لے لیا اور شاہی بارگاہ کی طرف چل دیا۔ صاحب خاں اس وقت وہاں نہ تھا اس لیے صلابت خاں کو اچھا موقع مل گیا اور وہ بادشاہ کو خاصہ پہنچانے کے بہانے سے باغ کے اندر داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے ذرا اونچی آواز سے بادشاہ کو دعادی بادشاہ نے اس کی آواز پہچان لی۔

بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی

صلابت خاں اس وقت خلاف معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس لیے مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ کوئی غیر معمولی حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ بادشاہ نے حمام کے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر صلابت خاں کو آواز دی۔ صلابت خاں نے اس کے جواب میں امراء سلطنت و اراکین حکومت کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے بعد زبانی تمام حالات بادشاہ کے گوش گزار کیے۔ یہ سب کچھ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت حیران ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ فوراً صاحب خاں کو شہر سے بلا کر لائے اور غریبوں پر ظلم و ستم نہ ہونے دے۔

صلابت خاں کا فرار

صلابت خاں نے فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ اس سبب سے صاحب خاں، صلابت خاں کا دشمن ہو گیا۔ صاحب خاں قوت و اقتدار میں صلابت خاں سے کہیں آگے تھا اس لیے آخر الذکر کو جان کی تشویش ہوئی اور وہ اس خیال سے ملنگ دوں کے جنگل میں پناہ گزیں ہو گیا۔

صلابت خاں کی عزت افزائی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس واقع کی اطلاع ہوئی تو اس نے صلابت خاں کو جنگل سے واپس بلا کر اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ اور امرائے کبار میں داخل کیا سرنوبت کا منصب عطا کر کے لشکر خاصہ کو اس کی ماتحتی میں دیا۔

قاضی بیگ کی گرفتاری

اسی دروان کچھ اراکین سلطنت نے یہ مشہور کیا کہ قاضی بیگ خاں ہے اس وجہ سے بادشاہ نے اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ قاضی بیگ کے دشمنوں نے بادشاہ کو بتایا کہ قاضی نے شاہی خزانے سے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ کی مالیت کے جواہرات چوری کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے دوسرے ذرائع سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں ہے اگر آپ حکم دیں تو قاضی سے یہ رقم فوراً نکلوا سکتے ہیں۔

قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے

بادشاہ نے اس کے جواب کہا میں جانتا ہوں کہ قاضی بیگ جو بددیانتی کے قعر مذلت میں گر گیا ہے۔ اور اس نے دنیا کی انتہائی پست اور حقیر چیزوں کے لیے شاہی خزانے میں غبن کا ارتکاب کیا ہے لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ اس سے یہ ساری رقیں اور اشیاء واپس لی جائیں کیونکہ وہ سید زادہ ہے اور کسی سید زادے سے بہ جبر کچھ واپس لینا ٹھیک نہیں۔ اس نے جو کچھ بددیانتی سے حاصل کیا ہے میں وہ بخوشی اس کو عطا کرتا ہوں۔ اب بہتر یہی ہے کہ قاضی بیگ کو قید خانے سے نکال کر مع بال بچوں اور مال و اسباب کے اسے اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔

صلابت خاں کا اقتدار

فوراً حکم شاہی کی تعمیل کی گئی پیشوائی کے منصب پر اسد خاں ترک کو فائز کیا گیا لیکن یہ منصب اب صرف نام ہی نام کا تھا تمام قوت و اقتدار کا مالک صلابت خاں تھا۔ صاحب خاں کی ذلت و رسوائی اپنے عروج پر تھی لیکن وہ ابھی یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ اس پر پہلے کی طرح مہربان ہے۔ صلابت خاں ذرا سخت گیر انسان تھا اس کی کارروائیوں سے عاجز آ کر صاحب خاں اپنے دو تین ہزار ساتھیوں اور ان گنت تھیلوں کے ہمراہ احمد نگر سے باہر چلا گیا۔

صاحب خاں بیدر میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب صاحب خاں کی روانگی سے تشویش ہوئی۔ اس نے سوچا اگر صاحب خاں کو لانے کے لیے لشکر روانہ کیا گیا اور صاحب خاں نے سرکشی و سرتابی سے کام لیا تو معاملہ بگڑ جائے گا لہذا وہ خود ہی پاکی میں سوار ہو کر صاحب خاں کے پیچھے روانہ ہوا۔ صاحب خاں کفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد بیدر تک جا پہنچا جب وہ قلعے کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے دروازے بند کر لیے اور اردوں پر توپیں چھوڑ دیں۔ اس وجہ سے صاحب خاں کی فوج کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات

اسی اثناء میں مرتضیٰ نظام بھی صاحب خاں کے پاس پہنچ گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ سے کہا ”میں دو شرطوں پر احمد نگر چلنے کو تیار ہوں یہ کہ صلابت خاں کو شاہی بارگاہ سے علیحدہ کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ بیدر کو علی برید کے قبضے سے نکال کر میرے حوالے کر دیا جائے۔“

بیدر کا محاصرہ

مرتضیٰ نظام نہیں چاہتا تھا کہ صاحب خاں کی دل شکنی ہو لہذا اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے پہلے تو صلابت خاں کو امور سلطنت سے علیحدہ کر کے اس کی جاکیر (قصبہ جیرٹ) پر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ علی برید نے عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی عادل شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور ایک ہزار سوار اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔

نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ شہزادہ برہان جو قلعے میں نظربند تھا راہ فرار اختیار کر کے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے قطب شاہ کے سر لشکر میرزا یادگار کندی کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر ہی میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کچھ ہی دنوں میں عادل شاہی فوج بیدر میں پہنچ گئی، قطب شاہی سپاہی یونہی ادھر ادھر بہانے کر کے گوکنڈہ کی طرف چلے گئے اور میرزا یادگار محاصرے میں مصروف ہو گیا۔

شہزادہ برہان احمد نگر میں

جب شہزادہ برہان احمد نگر پہنچا تو وہ دس بارہ ہزار لوگ جو صاحب خاں سے سخت بیزار تھے شہزادے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مرتضیٰ نظام بہت پریشان ہوا اس نے صلابت خاں اور لشکر خاصہ کے دوسرے امیروں کو جو صاحب خاں کے برتاؤ سے سخت تالاں تھے امن و اطمینان سے رہنے اور کوئی فکر نہ کرنے کا پیغام دیا اور اپنی بارگاہ میں طلب کیا۔

صاحب خاں کی پٹن کو روانگی

یہ سب امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب خاں کو جب صلابت خاں کی آمد کی خبر ملی تو بہت آزرده ہوا اور اس سے پہلے کہ صلابت خاں شہر میں داخل ہوتا۔ صاحب خاں اپنے سپاہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے اس بار صاحب خاں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر سارے شہر میں گشت لگایا۔

شہزادہ برہان کی شکست اور فرار

دوسرے روز شہزادہ برہان باغ بہشت کے قریب پہنچا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر کالا چوتراہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اسد خاں اور دوسرے امیروں کو توپ خانے کے ساتھ شہزادے کے مقابلے پر روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی شہزادہ برہان مغلوب ہوا اور شکست کھا کر برہان پور کی طرف چلا گیا۔

صاحب خاں کی طلبی

مرتضیٰ نظام شاہ کامیاب و کامران شہر میں داخل ہوا اور پھر خلوت نشین ہو گیا۔ اس نے برار کے سر لشکر سید مرتضیٰ کے نام فرمان روانہ کیا کہ ”صاحب خاں کو ہر طرح سے مطمئن کر کے میری بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اگر وہ یہاں آنے سے انکار کرے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے ہاتھی گھوڑے میرے پاس بھجوا دیئے جائیں۔“

صاحب خان کا قلعہ ونجی پر حملہ

صاحب خاص ادھر ادھر گھومتا ہوا غبرنامی قصبے میں پہنچا اس نے بحری خاں قزلباش کو جو برار کے امراء میں سے تھا اور قلعہ ونجی میں رہتا تھا پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی صاحب خاں کے ساتھ بیاہ دے۔ بحری خاں نے جواب دیا ”مرغ فروش کے بیٹے کی یہ بساط کہ وہ امراء سے

قربت قریب پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔" یہ جواب سن کر صاحب خاں سخت غصے میں آیا اور قلعہ رنجی پر حملہ کر دیا۔
بحری خاں کا فرار

بحری خاص کے پاس لشکر زیادہ نہ تھا اس وجہ سے وہ صاحب خاں کا مقابلہ نہ کر سکا اور معرکہ آرائی سے کنارہ کش ہو کر جانے کی طرف بھاگ گیا۔ اور حمید خاں شیرازی کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی گلو خلاصی کے لیے ایک عریضہ روانہ کیا۔
صاحب خاں کے خلاف کارروائی

سید مرتضیٰ کو بادشاہ کا تذکرہ بالا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور دوسرے چند امیروں کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر لے آئیں۔ سید مرتضیٰ نے خداوند خاں سے چوری چھپے یہ بھی کہا کہ "صاحب خاں کی فتنہ پروازیوں کی وجہ سے ہر شخص جان بلب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم کسی نہ کسی ترکیب سے اس کا کام تمام کر دو تاکہ خلق خدا مطمئن ہو جائے۔ خداوند خاں بھی اس سے آملے اور یہ سب لوگ صاحب خاں کی طرف روانہ ہوئے۔

صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات

صاحب خاں کا برا وقت آچکا تھا اس لیے اس نے تذکرہ بالا امراء کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور جس جگہ ٹھہرا ہوا تھا وہیں ٹھہرا رہا۔ یہ لوگ اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچے اور سرپردہ کے باہر کھڑے ہو کر ازراہ مذاق کہا "ہم لوگ بادشاہ کے حکم کے مطابق یہاں آئے ہیں اگر اجازت ہو تو سلام کے لیے حاضر ہوں۔" صاحب خاں اس وقت شراب پی رہا تھا اس نے امیروں کو اندر اپنے پاس بلا لیا۔
صاحب خاں کا قتل

یہ سب امیر چونکہ مسلح تھے اس لیے ان کو دیکھ کر صاحب خاں بہت پریشان ہوا اس پریشانی کو چھپانے کے لیے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے تپاک کے ساتھ ان امیروں سے ملنے لگا۔ باری باری وہ تمام امیروں سے بغل گیر ہوا۔ جب خداوند خاں کی باری آئی تو اس نے صاحب خاں کے جسم کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر خداوند خاں نے ایک چال چلی اور کہا "صاحب خاں میرا گلا گھونٹ رہا ہے" یہ بات غلط تھی لیکن چونکہ خداوند خاں کو اپنا مقصد حاصل کرنا تھا اس لیے اسے یہ بات کہنی پڑی۔ اس نے صاحب خاں کو زمین پر دے مارا اور پھر اپنا خنجر نکال کر اس کا کام تمام کر دیا۔ صاحب خاں کے بھائیوں اور رشتہ داروں وغیرہ نے جب یہ عالم دیکھا تو فوراً راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کے نام سید مرتضیٰ کا عریضہ

خداوند خاں اس بدکار کا کام تمام کرنے کے بعد سید مرتضیٰ کے پاس آیا اور اسے تمام روداد سنائی۔ سید مرتضیٰ نے بادشاہ کے نام ایک عریضہ ارسال کیا اور اس میں تحریر کیا کہ میں نے حضور والا کے حکم کے مطابق چند امراء کو صاحب خاں کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ اسے احمد نگر روانہ کر دیں مگر صاحب خاں نے کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے کام لیا اور ان امیروں سے معرکہ آرائی کی۔ آخر اس ہنگامے میں وہ مارا گیا چونکہ تمام احمد نگر کی رعایا صاحب خاں سے نالاں تھی اس لیے یہ خبر سن کر سبھی کو خوشی ہوئی۔ لوگوں نے بادشاہ کو بھی اچھی طرح سمجھا دیا لہذا اس نے صاحب خاں کے قتل کے سلسلے میں کسی سے باز پرس نہ کی۔

اس واقع کے بعد صلابت خاں بغیر کسی روک ٹوک کے سلطنت کے ملکی و مالی امور کو انجام دینے لگا۔ چند سال اس نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بسر کیے اس دوران دو تین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا۔

صلاہت خاں کی خوش انتظامی

صلاہت خاں نے ملک کا انتظام ایسا عمدہ کیا تھا کہ تجار بغیر کسی خوف و خطر کے سفر کیا کرتے تھے۔ مرہٹواری میں سلطان محمد علاوہ الدین کے بعد صلاہت خاں سے زیادہ کسی شخص نے رعایا کی فلاح و بہبود اور ملک کی خوش حالی کے لیے کام نہ کیا۔ اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ جیسے معزز لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ممالک محروسہ میں گشت لگاتے رہیں اور چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کے دفعے کی ہر ممکن تدبیر کریں۔ اس سلسلہ میں یہ اجازت دی گئی کہ اگر کوئی شخص حقیر سے حقیر شے کو چرانے کا بھی مرتکب ہوا ہو تو قتل کر دیا جائے۔

عمارات کی تعمیر کا شوق

صلاہت خاں نے شہر میں باغات لگوانے اور عمارات کی تعمیر کی طرف بھی بہت توجہ کی۔ اس کے عہد کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں ”فرح بخش“ بہت مشہور ہے۔ اس عمارت کی تعمیر اصل میں چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کی نگرانی میں ۹۰۲ء ہجری میں تکمیل ہوئی۔ ایک بار بادشاہ اس باغ اور عمارت کی سیر کے لیے آیا اسے یہ باغ اور عمارت پسند نہ آئی اس نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی نگرانی سے علیحدہ کر کے صلاہت خاں کو یہ عمارت از سرنو بنانے کا حکم دیا۔

”فرح بخش“ کی تعمیر نو

اس عمارت پر بہت رقم صرف ہوئی تھی لیکن نظام شاہ کے حکم کے مطابق اسے مسمار کر کے از سرنو تعمیر کروایا گیا۔ صلاہت خاں نے انتہائی توجہ اور مستعدی سے اپنی نگرانی میں اس عمارت کو بنوایا۔ احمد مرتضیٰ خاں انجمن نے اس عمارت کی تعریف میں چند بہترین اشعار نظم کیے۔ ۹۹۱ ہجری میں اس عمارت سے ملحقہ باغ مکمل ہو گیا، اس کی تکمیل پر ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا گیا۔ ملک کے معززین کو اس جشن میں مدعو کیا گیا اور انھیں انعام و اکرام سے نوازا۔ ملا ملک قتی نے اس موقع پر بادشاہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جو زبان زد خاص و عام ہے۔

عادل شاہی علاقوں پر قبضے کا خیال

۹۸۹ ہجری میں علی عادل شاہ کے قتل کا حادثہ بھی وقوع پذیر ہوا اور اس کا بھتیجا ابراہیم عادل نو سال کی عمر میں تاج و تخت کا مالک ہوا۔ صلاہت خاں نے سوچا کہ عادل شاہی علاقوں کو فتح کرنا اب آسان ہے لہذا اس نے نظام شاہ سے بعض عادل شاہی خطوں پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اس نے اپنے چر کسی غلام ہنراد الملک کو سپہ سالار مقرر کیا اور امیر الامراء سید مرتضیٰ کو مع ایک زبردست لشکر کے ہنراد الملک کے ساتھ روانہ کیا، ہنراد نے بڑے تڑک و احتشام کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کے لیے سفر کا آغاز کیا۔

فریقین کا آمناسامنا

نظام شاہی لشکر جب شاہ ورک کے قریب پہنچا تو عادل شاہی امراء مقابلے کے خیال سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے۔ دونوں لشکر پورے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے، آخر کار عادل شاہیوں کو یہ اطلاع مل گئی کہ مرتضیٰ خاں ہنراد الملک کی سپہ سالاری سے خوش نہیں ہے۔ اس لیے وہ معرکہ آرائی میں ہنراد کی مدد سے گریز کرے گا۔

عادل شاہیوں کا حملہ

عادل شاہی امیروں نے اپنے لشکر کو درست کیا اور رات گئے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے، اس وقت تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی۔

اور نظام شاہی لشکر غفلت و بے خبری کے نشے میں سرشار تھا۔ عادل شاہیوں نے جنگ کا نقارہ بجوایا، موسم کی خوش گواری کو دیکھتے ہوئے بہزاد الملک نے شراب کی محفل گرم کر رکھی تھی۔ اس نے جونہی نقارے کی آواز سنی وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آیا، اس سے پہلے کہ لشکر اور سردار ان لشکر اس کے گرد جمع ہوتے دشمن نے اس پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کر لیے اور نظام شاہی سپاہیوں کو خوب پامال و برباد کیا۔

سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام

سید مرتضیٰ، بہزاد الملک سے کچھ فاصلے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے اس دوری کو بہانہ بنا کر بہزاد کی کچھ مدد نہ کی اور صلابت خاں کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ ”بہزاد الملک نے جنگ شروع کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ اس نے بی خواہوں کا قطعاً انتظار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا خیر کوئی بات نہیں میں عنقریب اس شکست کا بدلہ لوں گا۔“

سید مرتضیٰ کی سپہ سالاری

صلابت خاں نے سید مرتضیٰ کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کر دیا، سید مرتضیٰ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس اسی اثناء میں ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ

اس واقعے سے قطب شاہی لشکر جو نظام شاہیوں کی مدد کے لیے آیا ہوا تھا شکستہ دل ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ سید مرتضیٰ نے شاہ میرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا، بات چیت کر کے محمد قلی قطب شاہ کو طلب کر لیا اور اس طرح قطب شاہیوں کی مدد سے قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ کر لیا، سید مرتضیٰ اس قلعے کے لیے پانچ چھ ماہ تک دشمن سے لڑتا رہا۔

محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی

خداوند خاں اور بھری خاں نے اس زمانے میں اپنی مردانگی کے جواہر خوب خوب دکھائے اور ان کی بہادری کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ قلعہ شاہ ورک کے تھانیدار محمد آقا ترکمان کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی، لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی اور آقا ترکمان حسب معمول اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

بیجاپور کی فتح کا خیال

روزانہ قطب شاہ اور نظام شاہ کے ان گنت سپاہی معرکہ آرائی میں کام آتے تھے۔ یہ عالم دیکھ کر یہ دونوں فرماں روا محاصرے کی لوائت سے پریشان ہوئے۔ انھوں نے آپس میں طے کیا کہ شاہ ورک کی بجائے بیجاپور کا محاصرہ کرنا چاہیے۔ جب دارالسلطنت کو فتح کر لیا جائے گا تو پھر دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی

نظام شاہ اور قطب شاہ بیجاپور کی طرف چل دیئے۔ بیجاپور ان دنوں عادل شاہی امراء کی باہمی چپقلشوں کی وجہ سے انتشار اور ابتری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے کسی نے بھی دشمن کے دفعے کی کوشش نہ کی، اتحادیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ محاصرہ ایک مدت تک قائم رہا لیکن ”اتحادیوں“ کو کامیابی نہ ہوئی آخر کار نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے اپنے اپنے علاقے کا رخ کیا۔

شنزادہ حسین کی شادی کی بات چیت

۹۲۲ ہجری میں صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ امراء کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ یہ لوگ ابراہیم عادل شاہ سے مل کر اس کی بہن اور شنزادہ حسین کی شادی کے لیے سلسلہ جنبانی کریں۔

جمشید خاں کو بیجاپور جانے کا حکم

اسی دوران میں جمشید خاں سے یہ کہا گیا کہ وہ مع اپنی فوج کے قاسم بیگ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو جائے۔ جمشید خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ ”میں سید مرتضیٰ کی ماتحتی میں ہوں لہذا میں اس سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں۔ جمشید خاں نے سید مرتضیٰ سے مشورہ کیا۔ سید نے کہا ”نظام مرتضیٰ شاہ نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ جو فرمان اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو۔ وہ واجب التعمیل نہیں ہے، چونکہ یہ فرمان بھی بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے، اس لیے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور تمہیں بیجاپور جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات

جمشید خاں نے صلابت خاں کو بتایا کہ وہ تعمیل حکم سے مجبور ہے، صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں اختلافات بڑھتے رہے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال سید مرتضیٰ بڑی تزک و احتشام کے ساتھ صلابت خاں کی سرزنش کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ مدافعت کے لیے مستعد ہوا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو باغ بہشت سے نکال کر باغ فرح بخش میں لے آیا۔

نئی دوستی

بادشاہ کو ”بغداد“ نامی عمارت میں ٹھہرایا گیا اور ایک خوش شکل اور جمال پیکر شخص فتی شاہ کو جو چو سراور شطرنج میں بڑا ماہر تھا۔ بادشاہ کا مصاحب مقرر کیا گیا، بادشاہ اس شخص سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ ایسا بے تکلف ہو گیا کہ اسے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنالیا۔

صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ

اسی اثناء میں سید مرتضیٰ ایک زبردست فوج لے کر احمد نگر کے پاس پہنچا اور چوڑے کے قریب قیام پذیر ہوا۔ صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کو سمجھا بھکا کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی اجازت لی۔ صلابت نے شنزادہ میراں حسین کو ساتھ لے کر جنگ کی۔ سید مرتضیٰ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا، وہ اپنے ہاتھی گھوڑے اور تمام مال و اسباب میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر برار کی طرف بھاگ گیا، مگر اس کے لیے برار میں قیام کرنا بھی مشکل ہو گیا، کیونکہ صلابت خاں اس کے تعاقب میں بہت سرگرم تھا۔ آخر کار سید مرتضیٰ برہان کے راستے دکن سے باہر چلا گیا اور مغل بادشاہ اکبر کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوشش

اسی سال کچھ فتنہ پردازوں نے شنزادہ برہان کو فقیروں کے لباس میں احمد نگر لانے کا ارادہ کیا تاکہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے شنزادے کو تخت نشین کیا جائے، یہ فتنہ پرواز سب سے پہلے صلابت خاں کو قتل کرنا چاہتے تھے، تاکہ وہ دیگر اقدامات میں آسانی پیدا ہو جائے جس روز دشمنوں نے صلابت خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، اسی دن صلابت کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور برہان شاہ جس طرح فقیرانہ لباس میں آیا تھا، ویسے ہی لوٹ گیا اور کوکن کی طرف بھاگ گیا، کوکن میں قیام کرنا چونکہ اس کے لیے خطرے کا سبب تھا، اس لیے وہ بھی سید مرتضیٰ کی طرح اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

میراں حسین کی شادی

سید قاسم اور میرزا محمد تقی جس کام کے لیے بیجاپور روانہ ہوئے تھے۔ وہ پورا ہوا اور عادل شاہ کی بہن کو شہزادہ میراں حسین کے ساتھ بیاہ کر وہ احمد نگر میں لے آئے۔

بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ

اسی سال بادشاہ اکبر نے دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اس نے مالوہ کے حاکم خاں اعظم کو جو اس کا رضاعی بھائی تھا سپہ سالار مقرر کیا اور سید مرتضیٰ اور برہان شاہ وغیرہ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ کیا اس لشکر نے نظام شاہی علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔

چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد

اسی دوران علی عادل شاہ کی بیوی 'چاند بی بی سلطان اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کرنے کے لیے احمد نگر میں آئی۔ صلابت خاں نے عادل شاہ کے وکیل السلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولا پور چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دیا تھا۔ اب علی عادل کا انتقال ہو چکا ہے اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ متذکرہ قلعہ ہمیں واپس کر دو۔

قلعہ شولا پور کی واپسی کا مطالبہ

دلاور خاں نے صلابت خاں کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس کا ثانی الذکر کو بہت زیادہ افسوس ہوا اس نے عادل شاہ کی بہن اور شہزادہ میراں حسین کو دولت آباد بھجوا دیا اور یہ حکم صادر کیا کہ قلعہ شولا پور کی واپسی کے بعد جشن عقد منعقد کیا جائے، اگر قلعہ واپس نہ ملے تو یہ جشن موقوف کر دیا جائے۔

میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر

اکبری لشکر کی خبر جب احمد نگر پہنچی تو صلابت خاں نے بہادری اور جوان ہمتی سے کام لیتے ہوئے میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ میرزا نظیری برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اسے نظام شاہی بھی خواہوں میں شامل کر لیا۔

مقابلے کی تیاریوں

عزیز کوکہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس بھیجا اور اسے نظام شاہیوں کی مدد کرنے سے منع کیا نیز اپنا مددگار بنانے کے خواہش کا اظہار کیا۔ اس کوشش کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور فتح اللہ شیرازی ناکام و نامراد واپس آگیا اس میں اور شہاب الدین میں بہت زیادہ مخالفت تھی۔ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں، خاں اعظم کے مقابلے پر آئے اور اکبری علاقے میں داخل ہو کر مالوہ اور دکن کے ایک سرحدی مقام "بھنڈیہ" میں قیام پذیر ہوئے۔

عزیز کوکہ کی واپسی

چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے رہے، لیکن کسی نے لڑائی کی پہل نہ کی۔ آخر عزیز کوکہ نے جنگ کے خیال کو ترک کیا۔ اور راتوں رات یہاں سے کوچ کر کے اجنبی اور غیر معروف راستے سے ایلچ پور اور بالا پور میں داخل ہو گیا اور شہروں کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہوا۔

معاملے کا خاتمہ

میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں کو جب عزیز کوکہ کی روائی کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کا تعاقب کیا، اس صورت حال کے پیش نظر خاں اعظم اس علاقے میں قیام نہ کر سکا اور ندر بار کی طرف واپس مالوہ چلا گیا۔ راجہ علی خاں نے برہان پور اور میرزا محمد تقی نے احمد نگر کا

راستہ لیا۔ اکبر بادشاہ کو دوسری بہت سی مہمات درپیش تھیں دوسرے دکنی فرمان روا قوت و شوکت کے لحاظ سے کچھ ایسے گئے گزرے نہ تھے اس لیے اکبر نے دکن کے معاملے میں خاموشی اختیار کر لی۔

فتحی شاہ کا اقتدار

ان دنوں فتحی شاہ نے مرتضیٰ نظام کے مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اس پر پوری طرح حاوی ہو گیا۔ اس نے بادشاہ سے چند علاقے بھی بطور جاگیر کے حاصل کر لیے۔ فتحی شاہ جب کبھی جواہرات یا نقد رقم کی خواہش کرتا بادشاہ کے حکم سے فوراً شاہی خزانے سے یہ رقم اسے ادا کر دی جاتی۔ الغرض فتحی شاہ کا اقتدار روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔

مالاؤں کا قصہ

ایک بار فتحی شاہ نے دو مرصع تسبیح جو مروارید اور لعل و یاقوت کی تھیں اور رام راج سے حاصل کی گئی تھیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ سے مانگیں بادشاہ کے نزدیک دنیاوی دولت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لہذا اس نے فوراً صلابت خاں کو یہ حکم دیا کہ یہ مالاؤں فتحی شاہ کے حوالے کر دی جائیں۔ صلابت خاں نے بادشاہ سے معذرت طلب کی اور مالاؤں دینے سے انکار کر دیا۔

نعلی مالاؤں

بادشاہ نے دوبارہ حکم صادر کیا اس بار صلابت خاں نے امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے یہ کیا کہ متذکرہ مالاؤں تو خزانے ہی میں رہنے دیں لیکن ان سے ملتی جلتی دو اور مالاؤں فتحی شاہ کو دے دیں۔ چند روز کے بعد فتحی شاہ کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے سارا معاملہ بادشاہ کے گوش گزار کیا یہ سن کر بادشاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ شاہی خزانے کے تمام جواہرات کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں آراستہ کیا جائے تاکہ ان کا معائنہ کیا جاسکے۔

جواہرات کا معائنہ

صلابت خاں سمجھ گیا کہ اس حکم سے بادشاہ کا مقصد کیا ہے اس نے متذکرہ بالا مالاؤں اور بعض دیگر بیش قیمت اور نایاب جواہرات کو تو چھپالیا اور بقیہ تمام جواہرات بادشاہ کے حسب خواہش ایک محل میں آراستہ کر دیئے۔ بادشاہ معائنے کے لیے آیا تو اس نے تمام لوگوں کو علیحدہ کر دیا اور فتحی شاہ کو ساتھ لے کر محل کے اندر داخل ہوا۔

جواہرات نذر آتش

مرتضیٰ نظام شاہ نے جب دیکھا کہ متنازع فیہ مالاؤں اور بہت سے دیگر جواہرات موجود نہیں ہیں تو اس نے تمام موجود جواہرات کو اعلیٰ قسم کے کپڑوں میں لپیٹ کر فرش پر رکھا اور انہیں آگ لگا دی اور خود محل سے باہر چلا آیا۔ جو امراء ان جواہرات کی حفاظت پر مامور تھے بادشاہ کے جانے کے بعد وہ محل کے اندر گئے تو انہیں سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ انہوں نے جلد از جلد آگ بجھائی اور جواہرات اور مرصع آلات اس آگ سے نکال لیے نقصان زیادہ نہ ہوا تھا سوائے مروارید کے باقی تمام اشیاء آگ سے محفوظ رہیں۔

بادشاہ کا لقب ”دیوانہ“

بادشاہ کی اس عجیب و غریب حرکت پر لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور انہوں نے اس واقعے کو بادشاہ کے پاگل پن سے تعبیر کیا اس واقعے کے بعد خاص و عام میں بادشاہ ”دیوانہ“ کے لقب سے مشہور ہو گیا۔

شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ

کچھ فتنہ پردازوں اور نامعتبر لوگوں نے بادشاہ سے ایک بار کہا کہ اراکین سلطنت نے یہ طے کیا ہے کہ ”آپ کو بادشاہت سے معزول

کر کے شہزادہ میراں حسین کو تخت نشین کیا جائے۔" یہ بات سن کر مرتضیٰ نظام کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ میراں حسین کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن صلابت خاں نے کچھ ایسا انتظام کروایا کہ میراں حسین اپنے باپ کے ہاتھ نہ آسکا۔

ابراہیم عادل سرحد نظام شاہی پر

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ دلاور خاں کے مشورے سے ایک زبردست لشکر لے کر نظام شاہی سرحد پر آیا اور یہ پیغام دیا۔ "ہم شولاپور کو واپس نہیں کر سکتے۔" اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے صلابت خاں کے ہنگاموں سے مشتعل ہو کر قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔

صلابت خاں سے خفگی

مرتضیٰ نظام نے ان تمام واقعات کا سبب صلابت خاں کی کج فہمی اور عاقبت نااندیشی کو قرار دیا۔ بادشاہ صلابت خاں سے سخت ناراض ہو گیا اور اسے بلا کر پوچھا۔ "تو نمک حرام ہے یا نمک حلال؟" اس نے جواب دیا۔ میں حضور کا ایک ادنیٰ خیر خواہ غلام ہوں۔ نظام شاہ نے کہا۔ "تیری بے اعتدالیوں اور نافرمانیوں کو وجہ سے میں بہت تنگ آ گیا ہوں لیکن میں پھر بھی تجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔"

قید کے لیے قلعہ کا تعین

اس پر صلابت خاں نے بادشاہ سے گزارش کی حضور بس اتنا کریں کہ قید کے لیے قلعہ کا تعین کر دیں میں خود اپنے آپ کو پابہ زنجیر کر کے اسی قلعے میں قید ہو جاؤں گا۔ اس کے جواب میں مرتضیٰ نظام نے صلابت خاں کو قید کے لیے قلعہ وندراج پور تجویز کیا۔

صلابت خاں کی نظربندی

صلابت خاں اپنے مکان پر پہنچا اور فوراً بادشاہ کی خواہش کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں، پاکی میں سوار ہوا اور اپنے عزیزوں وغیرہ سے کہا۔ "مجھے قلعہ وندراج پور میں نظربند کر دو۔ اس کے عزیزوں ہمدردوں اور بی خواہوں نے جن میں راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی شامل تھا اس کو بہت منع کیا مگر اس نے کسی کی بات نہ مانی۔"

قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر

صلابت خاں کی نظربندی کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے وکالت اور وزارت کے عہدے بالترتیب قاسم بیگ حکیم اور میرزا محمد تقی کو عنایت کیے۔ اور ان امیروں کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے عادل شاہ سے صلح کر لی جائے ان امراء نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ نظام شاہی سرحد سے روانہ ہو گیا۔

Gul Hayat Institute

جشن مسرت

عادل شاہ کی بہن کو اب تک اس کے شوہر شہزادہ میراں حسین کے حوالے نہ کیا گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا گیا اور دہلی شہزادے کے سپرد کر دی گئی۔

بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک بار پھر شہزادہ میراں حسین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی سے کہا۔ "میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں اس لیے جلد از جلد شہزادے کو میرے حضور پیش کرو۔" یہ دونوں امیر بادشاہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بے حد خوش ہوئے انہوں نے شہزادے کو قلعے سے باہر نکالا اور بذریعہ پاکی بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔

آتش زدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پہلے تو بیٹے سے بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آیا اور اسے بغداد نامی عمارت کے قریب ایک حجرے میں ٹھہرایا، مگر دوسرے روز اس نے شہزادے کو تو شک اور لحاف میں لپیٹ کر حجرے کو نذر آتش کر دیا اور دروازہ باہر کی طرف سے بند کر دیا۔

شہزادے کا بچ نکلنا

شہزادہ بصد مشکل تو شک اور لحاف سے باہر نکلا اس نے جب کمرے میں چاروں طرف دھواں ہی دھواں دیکھا تو پریشان ہو کر چیخنے لگا۔ فتحی شاہ نے یہ آوازیں سنیں، تو اسے شہزادے پر رحم آگیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر شہزادے کو باہر نکالا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی کے حوالے کر دیا۔

فتحی خاں سے باز پرس

ان امراء نے شہزادے کو چوری چھپے دولت آباد روانہ کر دیا۔ دو تین دن کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ حجرے میں آیا اسے توقع تھی کہ کمرے میں سے شہزادے کی ہڈیاں ملیں گی لیکن اسے اس قسم کی کوئی شے نظر نہ آئی تو اس نے فتحی خاں سے رجوع کیا اور اس سے باز پرس کی۔ فتحی شاہ نے جواب دیا۔ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادے کی ہڈیاں بھی جل کر خاک ہو گئی ہیں بادشاہ کو یقین نہ آیا اور اس نے ذرا سختی کے ساتھ فتحی خاں سے حقیقت حال دریافت کی۔ فتحی شاہ نے خوفزدہ ہو کر بتا دیا کہ میں نے شہزادے کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالے کر دیا ہے۔“

قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری

بادشاہ نے ان دونوں امیروں کو طلب کیا اور قلعے کے دروازے کے قریب ان سے دریافت کیا کہ شہزادہ میراں حسین کہاں ہے۔ ان امیروں نے ملکی مصالح کا خیال رکھتے ہوئے اس واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ نظام شاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے ان دونوں امیروں کو قید کر دیا اور امور سلطنت کی انجام دہی کا کام میرزا محمد صادق کے سپرد کر دیا۔

سلطان حسین شیرازی کا تقرر

شہزادے کے قتل کے سلسلے میں میرزا محمد صادق نے بھی بادشاہ کا ساتھ نہ دیا۔ اس وجہ سے نوروز کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور سلطان حسین شیرازی کو (جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا) پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا اور ”میرزا خان“ کے خطاب سے نوازا۔

سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام

سلطان حسین بادشاہ کی نیت سے اچھی طرح آگاہ تھا، اس نے نقد و جواہرات دے کر فتحی شاہ اور دوسرے مقربین کو اپنا ہمراز بنایا اور ایک شخص کو بیجا پور روانہ کیا تاکہ وہ دلاور خاں سے ملاقات کرے اور یہ پیغام دے کہ ”مرتضیٰ نظام شاہ بالکل باگل ہو گیا ہے اور اپنے بیٹے کی جان لینے کا خواہاں ہے اگر تم میری مدد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں مرتضیٰ نظام کو ٹھکانے لگا کر میراں حسین کو تخت پر بٹھا دو۔“

میرزا خاں کا تقرر

دلاور خاں نے سلطان حسین شیرازی کی درخواست قبول کر لی اور عادل شاہ کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرزا خاں نے فتحی شاہ کے توسط سے عرض کیا کہ عادل شاہ ایک زبردست لشکر لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے عادل شاہیوں کے دفعے کے لیے میرزا خاں کو مقرر کیا۔

میرزا خاں کا دانورہ میں قیام

میرزا خاں نے ملک کے تمام امراء کو نظر بند کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک عادل شاہیوں کی آمد انہیں کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ ان امراء کی جگہوں پر میرزا نے اپنے ہمدردوں اور بی خواہوں کو مقرر کیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ احمد نگر سے نکل کر وہ دانورہ کے قریب مقیم ہوا۔

مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں

میرزا خاں کے قیام کی وجہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو تشویش ہوئی اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ میرزا خاں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں بادشاہ کا وفادار ملازم ہوں اور تمام حالات سے واقف ہو کر بادشاہ سے سب کچھ بلا کم و کاست بیان کر دوں گا۔ لہذا میری آمد کی وجہ سے میرزا خاں بہت پریشان ہوا۔

بادشاہ کا نیا فرمان

اس نے فتحی شاہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور اس نے کہا۔ ”اگر تم برہان نظام شاہ سے یہ فرمان حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امراء کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساؤں گا تو میں تمہیں اس کے معاوضے میں بارہ ہزار ہون دوں گا۔“ فتحی شاہ نے لالچ میں آکر بادشاہ سے اس مضمون کا فرمان لکھوا لیا۔ میرزا خاں بہت خوش ہوا اور اس نے حسب وعدہ فتحی شاہ کو مذکورہ بالا رقم بھجوا دی۔

مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب

راقم الحروف مورخ فرشتہ ابھی لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں بھی پہنچ گیا۔ اس نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ لشکر کے بارے میں کوئی خبر بادشاہ تک نہ پہنچ سکے، میرے ایک دوست کو جب میرزا خاں کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے مجھے مطلع کر دیا میں اسی شام لشکر سے بھاگ گیا۔ میرزا خاں نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت میرے تعاقب میں روانہ کی میں نے اپنی مشعلیں بجھا دیں، رات کے اندھیرے میں دشمن مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب صبح ہوئی تو میں منزل مقصود پر پہنچ گیا اور شاہی بارگاہ پر حاضری دی۔

مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں

میں نے لشکر سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر بادشاہ کو میرزا خاں اور لشکر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فتحی شاہ بھی اس وقت موجود تھا اس نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور میرے بیانات کی تکذیب کی اور کہا۔ ”تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ میرزا خاں بادشاہ سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔“ میں نے اس کے جواب میں کہا۔ میری میرزا خاں سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں، جو میں اس پر جھوٹا الزام لگاؤں، مجھے جو حالات معلوم ہوئے میں نے یہ بلا کم و کاست بیان کر دیے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرا جھوٹ اور سچ سبھی پر ظاہر ہو جائے گا۔

مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق

ابھی ہم لوگ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ سرکاری مخبروں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امیروں کے ہمراہ دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے اور بعد ازاں احمد نگر کی طرف آئے۔ یہ خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے راقم الحروف سے مشورہ کیا۔

مورخ فرشتہ کی رائے ----- پہلا طریقہ

میں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے اس کو دو طریقوں سے حل کیا جاسکتا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ حضور اس خلوت گزینی کو ترک فرمائیں اور سوار ہوں، لشکر خاصہ اور دو تین ہزار اسلحہ دار جو اس وقت موجود ہیں انہیں ساتھ لے کر پٹن کا قصد فرمائیں

اور میرزا خاں کو راستے ہی میں گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد تمام امراء اور سرداران لشکر خود بخود ہی حضور کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

بادشاہ کی ناسازی طبیعت

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ نے کہا چند دنوں کی بات ہے کہ فلاں خواجہ سرا میرے لیے کھانا لایا تھا۔ میں نے یہ کھانا کھایا اس کے بعد فوراً بعد ہی میرے پیٹ میں درد ہونے لگا اور متلی ہونے لگی چند خونی دست بھی آئے، ابھی تک میری آنتوں میں درد ہو رہا ہے اور میں اس قاتل نہیں ہوں کہ سواری کر سکوں۔ میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے متذکرہ خواجہ سرا سے ساز باز کر کے مجھے زہر کھلوا دیا ہے۔

دو سرا طریقہ

بادشاہ کے اس بیان کے بعد میں نے عرض کیا۔ ”اس مسئلے کا حل کرنے کا دو سرا طریقہ یہ ہے کہ صلابت خاں کو رہا کر دیا جائے۔ اسے مع دوسرے قیدیوں کے وندراج پور سے شاہی بارگاہ میں طلب کیا جائے۔ اس کے بعد شکار کے بہانے سے پاکی میں جنیر کی طرف روانہ ہوں اور اٹھائے راہ میں صلابت خاں سے ملاقات کریں۔ مجھے امید ہے کہ صلابت خاں کی حضور سے ملاقات کی خبر سن کر تمام امراء اور سرداران لشکر شہزادہ میراں حسین اور میرزا حسین سے الگ ہو کر آپ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔

امراء کی طلبی حکم

بادشاہ نے میرے اس مشورے کو پسند کیا اور اسی وقت صلابت خاں، قاسم بیگ اور محمد تقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلبی کے فرامین جاری کیے اور خود بھی سفر کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا تو نمک حرام دوں فطرت اور غدار فتحی شاہ نے بادشاہ کے قدموں میں اپنا سر ڈال دیا اور واویلا شروع کر دیا۔ ”حضور جس وقت احمد نگر سے باہر نکلیں گے تو لشکر خاصہ کے سپاہی آپ کو گرفتار کر کے شہزادہ میراں حسین کے سپرد کر دیں گے۔

مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات

مرتضیٰ نظام شاہ کو فتحی شاہ کی بات کا یقین آگیا اس کے بعد بادشاہ نے راقم الحروف کو (جو ان دنوں دربار کا محافظ تھا) اپنے حضور طلب فرمایا اور بات چیت کی۔ میں نے اس کے سراپا پر ایک نظر ڈالی، اس کا رنگ گندمی تھا، بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور قد خاصا لمبا تھا، اس کی شخصیت دیکھنے والے کو بہت متاثر اور مرعوب کرتی تھی۔ نظام شاہ کو فارسی شاعری سے بہت لگاؤ تھا اور وہ اچھے خاصے شعر کہہ لیتا تھا۔

قلعے میں قیام کا فیصلہ

بادشاہ نے مجھ سے فرمایا۔ ”فتحی شاہ نے مجھ سے یہ باتیں بیان کی ہیں بہتر یہی ہے کہ ہم اس قلعے میں مقیم رہیں اور صلابت خاں کی آمد کا انتظار کریں۔“ مجھے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ جب تمام لوگوں کو بادشاہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو وہ بہت مایوس ہوئے، وہ تمام جو بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے تھے، ایک ایک کر کے دولت آباد کی طرف جانے لگے۔

احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد

میرزا خاں کو صلابت کی آمد کی تو اطلاع مل ہی چکی تھی اس لیے اس نے جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں اور جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔ میرزا خاں نے صلابت کی آمد تک کے عرصے کے لیے قلعے کا دروازہ بند کر کے حصار کی حفاظت کرنے کا ارادہ کیا تمام اہلیان قلعہ قلعے سے باہر نکل کر میرزا خاں سے مل گئے۔ قلعے میں سوائے فتحی شاہ، اس کی کنیز ”سبزہ“ اور چند پردہ داروں کے کوئی اور نہ رہا۔ میں نے بھی موقع و محل کی مناسبت سے قلعے کی محافظت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

قتل و غارت گری

اسی اثناء میں شہزادہ میراں حسین اور میرزا خاں نکلی تلواریں لے کر تیس اور چالیس بد معاشوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد یہ لوگ عمارت بغداد میں جہاں بادشاہ رہتا تھا داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری شروع کر دی شہزادہ میراں حسین نے راقم الحروف کو بھی پہچان لیا، لیکن ہم کبھی کا خیال کر کے مجھے قتل نہ کیا اور اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا۔

شہزادے کی باپ سے گستاخی

شہزادے نے اپنے باپ، مرتضیٰ نظام کے ساتھ بڑی بے ادبی کی اور انتہائی بے مروتی سے پیش آیا، بادشاہ حیرت کی نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔ شہزادے نے اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا جی چاہتا ہے کہ تلوار کو تیرے پیٹ میں اتنے زور سے بھونک دوں کہ پیٹھ کے دوسری طرف نکل آئے۔ نظام شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: ”اے مردودا اے عاق شدہ بیٹے! تیرا باپ اب چند روز کا مہمان ہے تو اگر اس پر رحم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ جو تیرے جی میں آئے کر لے۔“

میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم

شہزادہ عمارت بغداد سے نیچے اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ان دنوں سخت بیمار تھا اور موت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ میراں حسین نے اس حالت میں بھی اس پر رحم نہ کھلایا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جایا جائے۔ حمام کا دروازہ بند کر کے کھن میں انتہائی تیز آگ روشن کی جائے۔ حمام کے تمام سوارخ بند کر دیئے جائیں اور اس تک پانی کی ایک بوند بھی نہ پہنچنے دی جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال

شہزادے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور مرتضیٰ نظام شاہ نے ۱۸ رجب المرجب ۹۹۶ ہجری کی صبح کو سفر آخرت اختیار کیا۔ شیعہ عالموں نے اپنے مشرب کے مطابق بادشاہ کی تجینز و تکفین کی اور امانت کے طور پر اسے روضہ باغ میں دفن کر دیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو یہ لاش کربلائے معلیٰ روانہ کر دی تاکہ بزرگوں کے پہلو بہ پہلو دفن کی جاسکے۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے چوبیس سال پانچ ماہ تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔

میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ

میرزا خاں کا اقتدار

میرزا خاں کے مشورے پر عمل کر کے میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام کو حمام میں بند کر کے ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہوا۔ اس نے میرزا خاں کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ میرزا خاں نے یہ ارادہ کیا کہ دلاور خان کی پیروی کرتے ہوئے سولہ سالہ میراں حسین کو خلوت گزیں کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔

میراں حسین کی بری عادتیں

میراں حسین شرپسند، شکی مزاج اور کینہ پرور تھا اس وجہ سے میرزا خاں کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور دوسرے دوستوں کو اپنے امیروں میں شامل کیا اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت مست و سرشار ہو کر بد معاشوں اور کینوں کے ہمراہ شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور جو شخص بھی سامنے آ جاتا تھا اسے تیز و تنگ سے ہلاک کر ڈالتا تھا۔

میرزا خاں کی گرفتاری

بد معاشوں کے ایک گروہ نے ایک بار بادشاہ سے کہا ”میرزا خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے بھائی شہزادہ قاسم کو قلعہ جنیر سے آزاد کر دیا ہے اور خفیہ طور پر اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا ہے تاکہ موقع پا کر آپ کو معزول کر دیا جائے اور قاسم کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔“ یہ سن کر بادشاہ بہت پریشان ہوا لہذا اس نے فوراً میرزا خاں کو گرفتار کر لیا۔

رہائی اور عزت افزائی

دوسرے دن بادشاہ کو معلوم ہوا کہ میرزا قاسم کے بارے میں جو کچھ اسے بتایا گیا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے میرزا خاں کو رہا کر کے اسے اس کے منصب پر بحال کیا اور اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت افزائی کی۔ میرزا خاں نے بے بنیاد توہمات کو دور کرنے کے لیے بادشاہ سے کہا۔ ”یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ سلطنت کے وارثوں کا وجود ہمیشہ مصیبت کا باعث ہوتا ہے اس لیے میری حقیر رائے یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کے بال بچوں کے قتل کر دیا جائے۔“

شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل

بادشاہ نے میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اسی دن شاہی خاندان کے پندرہ افراد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

میرزا خاں کی شکایتیں

اب میرزا خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔ بادشاہ کے رضاعی بھائی آنکس خاں اور طاہر خاں کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ہر وقت بادشاہ سے میرزا خاں کی شکایتیں کرنے لگے۔ میراں حسین بھی اپنے بھائیوں کی شکایتوں سے متاثر ہوا۔ کبھی وہ کہتا تھا۔ ”میں میرزا خاں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پکڑا دوں گا۔ کبھی کہتا تھا۔ ”میں میرزا خاں کو تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔“

میرزا کے قتل کی سازش

میرزا خاں تک بھی یہ تمام باتیں پہنچیں اور اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اس کے متعلق کن کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لہذا اس نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے میراں حسین کو معزول کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ میرزا حسین کی نیت بھانپ گیا۔ ۹۹۷ ہجری میں ۱۲ جمادی الاول کو آنکس خاں کے گھر میں ایک دعوت منعقد ہوئی جس میں بادشاہ نے شرکت کی اور میرزا خاں کو بھی مدعو کیا گیا تاکہ اس کا کام تمام کیا جاسکے۔ میرزا حسین نے بیماری کا بہانہ کیا اور دعوت میں نہ گیا۔ اس کی جگہ آقا میر شیروانی کو (جو اس کا رازدار تھا اور جسے بادشاہ بھی اپنا وفادار سمجھتا تھا) آنکس خاں کے مکان پر روانہ کیا۔

آقا شیروانی

آقا میر شیروانی جس وقت آنکس خاں کے گھر پہنچا بادشاہ کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔ صاحب خانہ نے نووارد کے لیے ایک علیحدہ دسترخوان بچھوایا، آقا میر نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی ہدایت کے مطابق قے کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ میرزا خاں نے بادشاہ سے درخواست کی۔ ”آقا میر شیروانی ایک عالی مرتبت شاہی امیر ہیں مناسب ہو گا اگر قلعہ احمد نگر کے باہر کسی اچھے مکان میں رہائش کی اجازت دی جائے۔ حضور کی توجہ سے یہ امیر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو شاہی حکیموں کو حکم دیا جائے کہ آقا میر کا علاج کریں۔“

بیماری کا بہانہ

آنکس خاں کے مکان سے آکر قلعہ کے باہر بادشاہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ ”اس وقت آقا میر کی حالت تشویش ناک ہے۔ اگر حضور اس کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے چلیں تو یہ امر حضور کی ذرہ نوازی سے کچھ بعید نہ ہو گا۔“ بادشاہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا اس نے میرزا خاں کی درخواست قبول کر لی اور مع دو تین ملازموں کے میرزا کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

میراں حسین کی گرفتاری

قلعے میں اس وقت جو لوگ تھے وہ تمام کے تمام میرزا خاں کے حلیف اور ہی خواہ تھے۔ میرزا نے قلعے کا دروازہ بند کر کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور میر طاہر نیشاپوری کو قلعہ لہا کر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ میرزا خاں یہ چاہتا تھا کہ برہان کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو جو سب سے زیادہ قابل اور ذہین ہو تخت نشین کیا جائے۔

شہزادہ اسماعیل کی تخت نشینی

میر طاہر دوسرے روز برہان کے دو بیٹوں ابراہیم اور اسماعیل کو لے کر احمد نگر واپس آ گیا۔ میرزا نے قاسم بیگ اور محمد تقی اور دوسرے تمام غریب امراء کو جو اپنے گھروں میں مقیم تھے اور حالات سے بالکل بے خبر تھے بہ جبر شہر سے قلعہ میں طلب کیا۔ ایک مجلس منعقد کی گئی اور شہزادہ اسماعیل کو جو ابراہیم سے چھوٹا تھا اور جس کی عمر صرف نو سال تھی تخت نشین کیا گیا۔

جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ

اسی اثناء میں قلعے کے باہر شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ میرزا خاں نے چند اشخاص کو اس شور کا سبب دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے واپس آکر بتایا۔ یک صدی منصب دار جمال خاں مہدوی مع دوسرے منصب داروں کے ساتھ قلعے کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے اس کا کہنا ہے کہ کئی دن سے ہم نے اپنے بادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا یا تو ہمیں بادشاہ کی صورت دکھائی جائے یا ہمیں

اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔

جمال خاں کی منادی

میرزا خاں نے نہایت متکبرانہ انداز سے کہا۔ ”میراں حسین اس قاتل نہیں ہے کہ اسے بادشاہ بنایا جائے اب ہم سب کا بادشاہ شہزادہ اسماعیل ہے وہ ابھی باہر آکر تم سب کا سلام قبول کرے گا۔“ یہ سن کر جمال خاں بہت بگڑا اس نے سارے شہر میں منادی کرا دی کہ میرزا خاں اور دوسرے غریب امراء قلعے کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے میراں حسین کو قید کر لیا ہے اور کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی آزادی کی حفاظت کرنی چاہیے اور غریبوں کے اقتدار اور تسلط سے جھٹکارا پانا چاہیے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اہل دکن کے بیوی بچے غریبوں کے لونڈی اور غلام ہو جائیں گے۔“

اہل دکن کا اشتعال

اہل دکن نے جب یہ منادی سنی تو وہ فوراً مسلح ہو گئے دکنی باشندوں کے غول کے غول قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور تھوڑی سی دیر میں پانچ چھ ہزار افراد کا مجمع ہو گیا۔ بد معاشوں کا ایک گروہ بھی جمال خاں کے ساتھ ہو لیا۔ تمام حبشیوں نے قلعے پر حملہ کر دیا۔

جمال خاں کا قلعے پر دھاوا

میرزا خاں کی بد قسمتی کا دور آگیا تھا اس لیے جمال خاں پچیس ہزار افراد کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس آیا میرزا خاں نے عاقبت ٹانڈی اور ٹانڈی سے کام لیتے ہوئے سپاہیوں کی ایک جماعت جمال خاں کے مقابلے پر بھیجی۔ میرزا نے اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں کو ایک سو پچاس غریب زادوں، سات غریبوں بیس دکنیوں اور ”غلام علی“ نامی ایک ہاتھی کے ہمراہ جمال خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

معرکہ آرائی

کشور خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مختصر فوج جمال خاں کے لشکر جرار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، لیکن وہ مجبوراً قلعے سے باہر نکلا اور دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ بہت سے غریب زادے مارے گئے اور پندرہ افراد زخمی ہو کر قلعے کے اندر واپس آ گئے۔ میرزا خاں نے غریبوں کو (جن پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے سب کچھ کیا تھا) اس طرح پریشان دیکھا تو کہا۔ ”دکنیوں کا یہ تمام شور شرابہ محض میراں حسین کی وجہ سے ہے لہذا اس کو فوراً قتل کر دینا چاہیے تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔“

میراں حسین کا قتل

میرزا خاں نے اسماعیل خاں نامی ایک غریب زادے کو اشارہ کیا، اس نے فوراً میراں حسین کا سرتن سے جدا کر دیا۔ یہ کٹا ہوا سر قلعے کے دروازے پر برج کے اوپر لٹکا دیا گیا۔ اسماعیل خاں نے بلند آواز میں دکنیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ”تم لوگوں کا شور شرابہ میراں حسین کے لیے تھا اس کا سر حاضر ہے اب تم لوگوں کو چاہیے کہ اسماعیل بن برہان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لو اور اس کی اطاعت و وفاداری کا عہد کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔“

جمال خاں کی تقریر

بعض دکنی امراء نے واپس چلے جانے کا ارادہ کر لیا، لیکن جمال خاں نے انہیں اس ارادے سے باز رکھا اور کہا ”ہمیں میراں حسین کے قتل کا انتقام لینا چاہیے اور غریب زادوں کو اس جرم کی پاداش میں تمہ تیغ کرنا چاہیے۔ اسماعیل بن برہان کے عہد حکومت میں ہمیں باقتدار ہو کر رہنا چاہیے۔ غریبوں کا دست نگر ہو کر رہنا ہماری شان کے خلاف ہے۔“

اہل قلعہ کے نام پیغام

دکنیوں نے جمال خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسے اپنا سردار بنا کر قلعے کے محاصرے میں مصروف ہو گئے۔ جمال خاں نے عام لوگوں کی دلہی کے واسطے اپنے چند آدمیوں کو قلعے کے دروازے کے پاس بھیجا اور اہل قلعہ کو یہ پیغام دیا۔ ”عام لوگوں کو یہ رائے ہے کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اگر تم اس سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی اسے قریب سے دیکھ کر تمہاری بات کا یقین کر لیں گے اور معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔“

تجاہل عارفانہ

میراں خاں نے بلوائیوں کی بات کا یقین کر لیا اور میراں حسین کا سر نیچے پھینک دیا۔ جمال خاں اور یاقوت خاں حبشی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سر میراں حسین ہی کا ہے لیکن انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔ ”یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے۔“ اس کے بعد انہوں نے اس سر کو چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔

آتش زدگی

اسی دوران میں قلعے کے قریب سے ایک سونیل گھاس اور چارے سے لدے ہوئے گزرے۔ جمال خاں کے حکم سے ان بیلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعے کے دروازے کے قریب کھڑا کر کے ان کو آگ لگا دی گئی۔ چاروں طرف آگ پھیل گئی اور قلعے کے دروازے جل کر خاک ہو گئے۔ چاروں طرف انگارے ہی انگارے تھے نہ کوئی قلعے کے اندر جاسکتا تھا اور نہ کوئی باہر آسکتا تھا۔

میرزا خاں کا فرار

جب رات دو گھڑی کے قریب گزر گئی تو آگ کی شدت کم ہوئی۔ میرزا خاں، بالی خان، امین الملک نیشاپوری اور دوسرے امراء اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر قلعے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ ان سب لوگوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں ان میں سے بعض تو شہر ہی میں اور بعض مضافات شہر میں دکنیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ میرزا خاں جنیر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

غریبوں کا قتل

دکنی اور حبشی قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا، ان لوگوں نے قاسم بیگ، سید شریف گیلانی، اعتماد شوستری اور خواجہ عبدالسلام کے علاوہ باقی تمام غریبوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ تقریباً تین سو کے قریب مارے گئے ان میں میرزا محمد تقی نظیری، میرزا محمد صادق، میر عزیز الدین استر آبادی اور ملا نجم الدین شوستری جیسے یگانہ روزگار اور بے مثل اشخاص بھی تھے۔ میرزا صادق ذکی و فہیم انسان تھا وہ اعلیٰ درجے کا فاضل اور شاعر تھا۔

لاشوں کی بے حرمتی

جب صبح ہوئی تو چاروں طرف غریبوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ جمال خاں نے حکم دیا کہ ان لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا جائے اور اگر ان کے وارث تجمین و تکفین کرنا چاہیں تو انہیں منع کر دیا جائے۔ جمال خاں نے میراں حسین کو باغ روضہ میں دفن کر کے اسماعیل شاہ کو تخت پر بٹھایا اور ایک بار پھر غریبوں کو قتل کرنے اور ان کے مکانات کو لوٹنے اور جلائے کا حکم دیا۔

غریبوں پر مزید مظالم

دکنیوں اور حبشیوں نے خوب جی کھول کر غریبوں پر مظالم ڈھائے۔ ان کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل و عیال

کی آبروریزی کی، ان کے مکانات کو نذر آتش کیا گیا، معززین کو مجرموں کی طرح سزائیں دی گئیں۔ الغرض ظلم و ستم کا کوئی ایسا انداز نہ تھا جسے ان بے چاروں پر آزمایا نہ گیا ہو۔

میرزا خاں کی گرفتاری اور قتل

اس حادثے کے چوتھے روز میرزا خاں کو جنیر کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔ جمال خاں کے حکم کے مطابق پہلے تو اسے گدھے پر سوار کر کے چاروں طرف گھمایا گیا اور بعد میں اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل

جمشید خاں شیرازی اس کے بھائیوں سید حسین اور سید محمد اور اس کے بیٹے سید مرتضیٰ کو بھی مجرم گردانا گیا۔ ان پر یہ جرم لگایا گیا کہ وہ میرزا خاں کے بی خواہ تھے۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں سزائے موت دی گئی اور ان کی لاشوں کو توپ کے منہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

مصیبت کا خاتمہ

تقریباً ایک ہفتے تک شہر اور قصبوں میں غریبوں کو قتل کیا گیا ایک ہزار کے قریب غریب قتل ہوئے اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا اسی دوران میں فرہاد خان حبشی اپنی جاگیر سے واپس احمد نگر آیا اس نے لچوں، لفٹکوں اور بد معاشوں وغیرہ کی سرزنش کر کے اس فتنے کا دروازہ بند کر دیا اور اس طرح ان غریبوں نے جو اپنے دکنی اور حبشی دوستوں کے گھروں میں چھپے ہوئے تھے مصیبت سے نجات پائی۔

میراں حسین کی مدت حکومت

میراں حسین کی مدت حکومت دو ماہ تین دن ہے۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ شیروہ نے اپنے باپ پرویز کو ہلاک کیا لیکن وہ خود بھی ایک سال کے اندر ہی اندر مارا گیا۔ اسی طرح عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے باپ متوکل باللہ کو قتل کرنے میں ترکوں کا ساتھ دیا اور خود سال بھر بھی تخت پر نہ بیٹھا۔

برائے انجام

میرزا عبداللطیف بن میرزا الغ بیگ بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور نے بھی اپنے باپ کو دھوکا دیا اور الغ بیگ جیسے فاضل دانش مند اور یگانہ عصر کو تلوار کے گھاٹ اتارا مگر اس کا اپنا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ اور وہ چھ ماہ کی قلیل مدت تک بھی حکمرانی نہ کر سکا۔ بالکل ایسا ہی واقعہ میراں حسین کے ساتھ پیش آیا۔ اوپر کی مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی جان لے کر حکومت حاصل کی، اس کی اپنی جان پر بھی بن گئی۔ میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو قتل کیا اور خود ایک سال تک بھی حکومت نہ کر سکا اور مارا گیا۔

اسمعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے

مرتنفی نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ ”کھاکر“ کے قلعے میں قید تھا۔ اس نے اس خیال سے کہ مرتنفی نظام شاہ کا انتقال ہو گیا ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے۔ احمد نگر پر لشکر کشی کی، لیکن وہ شکست کھا کر شہنشاہ اکبر کے پاس چلا گیا۔ برہان کے دو بیٹے تھے، ابراہیم اور اسمعیل ابراہیم یہ ایک حبشی عورت کے بطن سے تھا اسی وجہ سے اس کا رنگ کالا اور صورت غیر دلکش تھی اسمعیل کی ماں کو کن کے امیر کی بیٹی تھی اور وہ صورت و شکل کے لحاظ سے بھائی کے برعکس تھا اس کی شکل کافی جاذب توجہ تھی۔ صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو ”کھاکر“ کے قلعے میں قید کر دیا تھا۔

اسمعیل کی تخت نشینی

جب میرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا اس وقت نظام شاہی خاندان میں ابراہیم اور اسمعیل کے علاوہ کوئی وارث تاج و تخت موجود نہ تھا۔ میرزا خاں نے قلعہ ”کھاکر“ سے ان ملازموں کو طلب کیا، اگرچہ ابراہیم بڑا تھا لیکن میرزا خاں نے بادشاہت کے لیے اسمعیل کو موزوں پایا اور اسی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

مہدوی مذہب اور اسمعیل

جمال خاں جب برسر اقتدار آیا تو اس نے بھی اسمعیل شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کیا۔ جمال خاں کا تعلق مہدوی فرقے سے تھا اس نے بادشاہ کی کمسنی اور نو عمری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا اور بارہ اماموں کے نام خطبے سے نکال دیئے۔ قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدویہ فرقہ سید محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے جنہوں نے ۹۶۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سید صاحب میں حضرت امام مہدی آخر الزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے دعویٰ پر یقین لے آئے۔ سید صاحب کے حالات زندگی مشہور و معروف ہیں اس لیے راقم الحروف مورخ فرشتہ ان سے قطع نظر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

مہدویوں کی جاں نثاری

اسمعیل شاہ کے عہد حکومت میں سارے ہندوستان سے مہدوی فرقہ کے لوگ احمد نگر چلے آئے اور بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ لوگ اسمعیل کے بڑے وفادار اور جاں نثار تھے اور اسے اپنے فرقے کا خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسمعیل کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں صلابت خاں نے جو برار کی سرحد پر مقید تھا۔ میراں حسین کے قتل کی خبر سنی اور رہائی حاصل کر کے وہاں سے نکل پڑا۔

صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر

برار کے امیر مہدوی فرقہ کے اقتدار کی وجہ سے بہت ناخوش تھے۔ ان امیروں نے صلابت خاں کا ساتھ دیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہو گیا۔ جمال خاں نے اپنے فرقے کے لوگوں کی قوت پر بھروسہ کر کے صلابت خاں اور دلاور خاں دونوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

صلابت خاں اور جمال خاں میں جنگ

جمال خاں پہلے تو بادشاہ کو ہمراہ لے کر صلابت خاں کے مقابلے کے لیے نکلا۔ پٹن کے قریب فریقین کا آمناسامنا ہوا۔ بہت زبردست

جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں جمال خاں کو فتح ہوئی۔ صلابت خاں شکست کھا کر برہان پور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔
عادل شاہیوں سے صلح

اس کے بعد جمال خاں نے عادل شاہی لشکر کے مقابلے کا ارادہ کیا، قصبہ آٹشی کے قریب فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے پندرہ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی رہیں، لیکن جنگ کی ابتداء کسی کی طرف سے نہ ہوئی بالآخر کچھ لوگ بیچ میں پڑے اور صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ جمال خاں میراں حسین کی پاکی اور ستر ہزار ہون عادل شاہیوں کے سپرد کر دے۔ جمال خاں نے یہ شرط پوری کر دی اور احمد نگر روانہ ہو گیا۔

غریبوں کا خروج

جمال خاں نے عید الفطر کے دن تقریباً تین سو (۳۰۰) غریبوں کو (جو فرہاد خاں کی کوششوں سے ابھی تک بچے ہوئے تھے) احمد نگر سے نکال دیا اور یہ بیچارے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان خستہ حالوں کی کیفیت دلاور خاں نے ابراہیم عادل سے بیان کی اور اس نے انہیں شاہی ملازمین کے گروہ میں شامل کر لیا۔ اب تک یہ سب بیچارے بیجاپور ہی میں ہیں۔

مورخ فرشتہ بیجاپور میں

راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی غریبوں کے گروہ کے ساتھ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ کو احمد نگر سے بیجاپور آ گیا۔ دلاور کے توسط سے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور مجھے شاہی ملازمین میں داخل کر لیا گیا۔ تاحال اسی عالی مرتبت بادشاہ کی بارگاہ سے وابستہ ہوں۔

صلابت خاں کا انتقال

اسی زمانے میں صلابت خاں کی عمر ستر سال ہو چکی تھی وہ زندگی کی آخری منزل پر تھا اس صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اسماعیل نظام شاہ سے اس نے جمال خاں کے واسطے ایک قول نامہ حاصل کیا اور برہان پور اسیر سے احمد نگر آ گیا۔ صلابت خاں نے کوئی منصب قبول نہ کیا اور اپنے آباد کیے ہوئے قصبے پنکاپور میں قیام پذیر ہوا اور آخری وقت تک وہیں رہا۔ اسی سال یعنی ۹۹۸ ہجری میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا اور خود اپنے تعمیر کردہ مزار میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں کی یادگار اس کا لڑکا مرتضیٰ قلی موجود ہے جو آج کل مرتضیٰ شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ

جب اکبر بادشاہ نے اسماعیل نظام شاہ کی تخت نشینی کی خبر سنی تو اس نے برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک نیگیش سے (جو کابل اور سندھ کے درمیان واقع ہے) اپنے پاس بلوایا اور کہا۔ ”(احمد نگر کے حقیقی وارث تمہیں ہو، اس لیے میں یہ ملک تم کو عطا کرتا ہوں۔ اس ملک کو فتح کرنے کے لیے جتنا لشکر بھی درکار ہو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو معزول کر کے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لو۔“

برہان شاہ کو جواب

برہان نے بادشاہ سے کہا۔ ”اہل دکن جب شاہی لشکر کو میرے ساتھ دیکھیں گے تو وہ طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بری طرح پیش آئیں گے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں اکیلا ہی دکن کی طرف جاؤں اور نرمی اور ملائمت سے اہل دکن کو اپنا ہی خواہ بنا کر اپنے موروثی ملک پر قبضہ کروں۔ بادشاہ نے برہان کی اس رائے کو پسند کیا۔

دکن کو روانگی

اکبر بادشاہ نے پرگنہ ہنڈیا برہان شاہ کو بطور جاگیر کے عنایت کی، حاکم اسیر راجہ علی خاں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان بھیجا کہ برہان شاہ کی مدد میں کوتاہی نہ کی جائے۔ برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دکن کی سرحد پر پہنچا اور قصبہ ہنڈیا میں قیام پذیر ہوا۔ اس نے نظام شاہی علاقے کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے روانہ کیے اور انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔ ان زمین داروں نے برہان شاہ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ

برہان شاہ نے گنتی کے چند سوار ساتھ لیے اور کندانہ کے راستے سے برار میں داخل ہو گیا۔ جہانگیر خاں حبشی (جو ایک سرحدی امیر تھا) نے وعدہ خلافی کی اور لڑائی کا ارادہ کیا فریقین ایک دوسرے سے معرکہ آراء ہوئے برہان شاہ کو شکست ہوئی، چغتائی خاں نامی ایک امیر مارا گیا، برہان شاہ بحال تباہ واپس ہنڈیا آ گیا۔

فراہمی لشکر

برہان شاہ دن رات احمد نگر پر قبضہ کرنے کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ آخر کار یہ وقت آیا کہ راجہ علی خاں اور ابراہیم عادل شاہ اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ برہان ہنڈیا سے برار چلا گیا اور لشکر جمع کرنے لگا۔ جمال خاں کو جب اطلاع ملی تو اس نے دس ہزار مہدویوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔

مہدویوں کا فیصلہ

مہدویوں نے یہ طے کیا کہ سید امجد الملک مہدوی براری امیروں کو ساتھ لے کر برہان اور راجہ علی خاں کا مقابلہ کرے اور جمال خاں عادل شاہیوں کے سامنے آئے۔ اس فیصلے کے مطابق جمال خاں نے اسماعیل شاہ کو ساتھ لیا اور عادل شاہ کو مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

عادل شاہی لشکر کو شکست

دارے سنگ نامی قصبے میں فریقین کا آمناسامنا ہوا۔ مہدویوں نے شجاعت و بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ عادل شاہی لشکر کو شکست ہوئی اور جمال خاں نے تین سو عادل شاہی ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کیا۔

جمال خاں کی برار کو روانگی

اس واقعے کے چوتھے روز یہ اطلاع ملی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوششوں سے براری امیروں نے برہان شاہ کی اطاعت کر لی ہے۔ اور سرحد پر اس سے ملاقات کی یہ خبر سنتے ہی جمال خاں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔

عادل شاہ کی کارروائی

راجہ علی خاں کے مشورے کے مطابق عادل شاہ نے جمال خاں کا تعاقب کیا اور برکی امیروں کو یہ حکم دیا کہ نظام شاہی لشکر پر چاروں طرف سے چھاپے مارے جائیں اور غلہ اور سامان ضرورت اس کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تو جمال خاں کے بہت سے ساتھی اس سے علیحدہ ہو کر برہان سے مل گئے۔

مہدوی لشکر کی پریشانی

جمال خاں اپنے مہدوی جان نثاروں کی وفاداری اور خلوص پر اعتماد کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا روئنگر گھاٹ پر پہنچا۔ برہان شاہ کے آدمیوں نے گھاٹ کا راستہ مسدود کر رکھا تھا۔ جمال شاہ ایک دوسرے راستے سے جو بہت ہی مشکل اور

بیچیدہ تھا۔ برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راستے میں پانی بہت کم تھا اور ہوا انتہائی گرم تھی اس وجہ سے جمال خاں کے سپاہیوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور منزل کے تعین میں خاصی زحمت اٹھانا پڑی۔

پانی کی نایابی

اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں پانی بکثرت ہے۔ جمال خاں فوراً اس مقام کی طرف روانہ ہوا، لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی برہان شاہ اور علی خاں نے اس مقام کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ جمال خاں کے لشکریوں کی حالت بہت خراب ہو گئی اور انہوں نے راستے کے ایک جنگل میں قیام کیا۔

پانی کی فراہمی

یہ سپاہی پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے ان کو اطلاع ملی کہ قریب ہی ایک نخلستان ہے اور وہاں اپنی بکثرت ہے یہ لوگ بھاگے بھاگے وہاں گئے تھوڑا سا پانی ہاتھ لگا جو جانوروں اور انسانوں کی پیاس بجھانے کے کام آیا۔

فریقین کا آمناسامنا

جمال خاں نے اسی دن معرکہ کارزار گرم کر کے معاملے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان شاہ اور راجہ علی خاں کے مقابلے کے لیے ۱۳ رجب ۹۹۹ ہجری کو روانہ ہو گیا۔ اگرچہ فریقین کی فوجوں میں کافی فاصلہ حائل تھا لیکن مہدویوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فاصلہ طے کر ہی لیا۔ جمال خاں اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کی قوت پر نازاں ہو کر دشمن کے مقابلے پر آگیا۔

اسمعیل نظام کا فرار

دونوں لشکروں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مہدویوں کی فوج نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو پسپا کر دیا، قریب تھا کہ مہدویوں کو فتح حاصل ہوتی کہ اچانک ایک گولی جمال خاں کے ماتھے پر لگی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یاقوت خاں، خداوند خاں حبشی اور خواجہ میر سہیل نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اسمعیل نظام کو لے کر بھاگ گئے۔

برہان نظام شاہ کی فتح

برہان شاہ نے فراریوں کا تعاقب کیا، یاقوت خاں اور خداوند خاں حبشی کو اس نے گرفتار کر لیا اور ان دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے، سنہیل خواجہ سرا نے اسمعیل نظام کو ایک قصبے میں چھوڑا اور خود بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔ برہان شاہ کے امراء نے سہیل کا پیچھا چھوڑ دیا اور اسمعیل نظام کو اس کے باپ کے پاس لے آئے۔ برہان شاہ بہت ہی خوش ہوا اور اس نے راجہ علی خاں کو جس نے اس کی بہت مدد کی تھی چند ہاتھی بطور تحفہ نذر کیے۔ اس کے بعد برہان احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسمعیل شاہ نے دو سال تک حکمرانی کی۔

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

ایام اسیری

برہان نظام شاہ اپنے بھائی نظام مرتضیٰ کے عہد حکومت میں ”لہاکر“ میں قید تھا۔ اس کی جاگیر بہت تھی اس وجہ سے اس کی زندگی بڑی اچھی طرح گزرتی رہی۔ مرتضیٰ نظام کے زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر بادشاہ سے بہت ناخوش تھے۔ جب مرتضیٰ صاحب خاں کے پیچھے پیچھے بیدر روانہ ہوا تو امراء نے موقع پا کر برہان شاہ کو لکھا۔ ”آپ کا بھائی بالکل دیوانہ ہے اور وہ بادشاہت کے قابل نہیں رہا اگر آپ قلعے سے نکل کر یہاں آئیں تو ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کا ہر طرح سے ساتھ دیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔“

برہان نظام شاہ احمد نگر میں

برہان شاہ نے قلعے کے حاکم سے ساز باز کی اور باہر نکل آیا جب وہ جنیر کے قریب پہنچا تو اس کے گرد پانچ چھ ہزار سپاہی جمع ہو گئے اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ مرتضیٰ نظام کو اس واقعے کی جب اطلاع ملی تو وہ بیدر میں تھا فوراً احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کی آمد سے ایک روز قبل برہان شاہ احمد نگر پہنچ گیا۔ اسی روز عصر کے وقت اس نے ہاتھی پر سوار ہو کر سارے شہر کا چکر لگایا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرتضیٰ نظام زندہ نہیں ہے۔

مرتضیٰ نظام کی آمد

مرتضیٰ نظام بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر پہنچا۔ نعمت خاں چاشنی گیر کے بازار میں پہنچ کر زین خاں سمنانی دوا فروش کی دکان پر اپنا ہاتھی کھڑا کیا اور دکان دار سے پوچھا۔ ”تمہاری دکان پر کیا کیا اشیاء موجود ہیں؟“ بادشاہ نے استفار کیا، کیا تمہارے پاس دیوانگی و جنون کے دور کرنے کی بھی کوئی دوا ہے؟ اس کے جواب میں دوا فروش بولا۔ ”میرے پاس ہر طرح کے جلاب کی دوائیں موجود ہیں۔“

دوا فروش سے گفتگو

اس پر بادشاہ نے کہا۔ ”خدا ہی جانتا ہے کہ میں مجنون و دیوانہ ہوں یا فقیروں کی طرح خلوت گزیں ہو کر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوں یا میرے بھائی کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے جو اس نے اپنے آپ کو اس مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے“ زین خاں نے کہا۔ ”حضور بڑے اطمینان کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں۔ برہان شاہ پاگل ہے کہ جس نے نمک حرامی کر کے آپ جیسے مہربان اور سراپا لطف و کرم بھائی کے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی ہے۔ مرتضیٰ نظام دوا فروش کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور اسے ایک ہزار ہون انعام میں دے کر وہاں سے روانہ ہوا۔“

برہان نظام شاہ سے اس کے ساتھیوں کی علیحدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پورے آٹھ برس کے بعد رعایا کے سامنے آیا تھا اس نے اپنے اکثر و بیشتر ملازموں اور خدمت گزاروں کو پہچانا اور ان سے بات چیت کی وہ شہر کے مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا قلعے میں آگیا۔ دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں مقیم ہوا۔ مرتضیٰ نظام کی خبر سارے شہر میں جھل کی آگ کی طرح پھیل گئی اس لیے برہان شاہ کے اکثر ساتھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔

جنگ میں برہان نظام شاہ کو شکست اور فرار

دوسرے دن بھی مرتضیٰ نظام شاہ ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر میدان میں آیا۔ تقریباً دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے۔ بادشاہ خود تو ”کلا چوترہ“ کے قریب کھڑا ہوا اور صلابت خاں کو سپہ سالار مقرر کر کے توپ خانے اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان شاہ کے مقابلے میں روانہ کیا۔ باغ ہشت بہشت کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد

دو سال کے بعد برہان شاہ اپنے بعض امیروں کی درخواست پر درویشانہ لباس میں احمد نگر آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر طے کیا کہ فلاں روز جب کہ صلابت خاں دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات کا فیصلہ کر رہا ہو تو پانچ سو (۵۰۰) سوار ایک دم اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر ڈالیں۔ اور مرتضیٰ نظام شاہ کو جو پاگل ہو گیا ہے قتل کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کر دیں۔

واپسی

صلابت خاں پر ان کی سازش کا راز کھل گیا ان تمام سازشیوں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد صلابت خاں نے برہان شاہ کو ڈھونڈنا شروع کیا مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا کیونکہ برہان فقیرانہ لباس میں ادھر ادھر گھومتا تھا اور اس عالم میں اسے پہچاننا بہت مشکل تھا۔ احمد نگر سے وہ گجرات چلا گیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے ہاں قیام پذیر ہوا اس کے کچھ دنوں بعد وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

برہان۔۔۔۔۔ اکبر بادشاہ کی خدمت میں

برہان شروع میں سرحدی امیر تھا، لیکن بعد میں جب اسے خاں اعظم کو کہ کے ساتھ دکن روانہ کیا گیا تو اسے ایک ہزاری منصب دار بنا دیا گیا تھا۔ خاں اعظم نے بلاپور پہنچ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا، لیکن مقصد پھر بھی پورا نہ ہوا اور وہ نامراد واپس آیا۔ بعد میں اکبر بادشاہ نے برہان شاہ کو صادق محمد خاں کے ساتھ دریائے سندھ اور کلل کے درمیانی علاقے کے افغانوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا اور قصبہ بنکش کا جاگیردار مقرر کیا۔

دکن کو واپسی اور حکمرانی

برہان شاہ کا بیٹا جب احمد نگر کا حکمران ہوا تو اکبر بادشاہ نے برہان کو بنکش سے بلا کر دکن کی طرف روانہ کیا، جیسا کہ سطور بالا میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں احمد نگر کے تاج و تخت کا مالک بن گیا۔

مہدوی مذہب کی بنیاد

برہان شاہ کے بیٹے کے عہد میں مہدوی مذہب نے بہت زور پکڑا تھا، سارے ملک میں اس مذہب کے پرستار موجود تھے، لیکن برہان نے اس عقیدے کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مہدوی مذہب کے ماننے والے جہاں کہیں بھی نظر آئیں انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ عرصے میں یہ مذہب احمد نگر سے بالکل ختم ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

برہان شاہ نے حسب سابق شیعہ مذہب کو رواج دیا اور اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کئے گئے۔ وہ غریب امراء جو میرزا خاں کی وجہ سے ملک سے فرار ہو گئے تھے دوبارہ احمد نگر آئے۔ اور یہ شہر ایک دفعہ اہل کمال کا مرکز بن گیا۔

عادل شاہ کا پیغام

دلاور جیٹی جو عادل شاہ کے خوف کی وجہ سے احمد آباد بیدر چلا گیا تھا۔ برہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے منصب و جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو بہت آرزو ہو اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ ”دوستانہ مراسم کا یہ تقاضہ ہے کہ آپ دوست دشمن میں امتیاز کریں اور میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھیں“ آپ ہر معاملے میں میرا ساتھ دیں تاکہ باہمی رفاقت اور زیادہ مستحکم ہو۔ مجھے انتہائی تعجب ہے کہ جناب والا نے میرے ایک نمک حرام ملازم کو آپ نے نہ صرف منصب و جاگیر ہی بخشی بلکہ اسے ایک ممتاز عہدہ پر تعین بھی کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان تعلقات کا خیال رکھیں گے جو میرے اور آپ کے درمیان چلے آ رہے ہیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے گے جو میری دل شکنی کا باعث ہو۔

پیغام کا نازیبا جواب

یہ پیغام سن کر برہان شاہ بہت غصے میں آیا اسے واقعی دوست اور دشمن میں امتیاز نہ رہا اور اس پیغام کے جواب میں نازیبا اور سخت باتیں کیں۔ یہ جواب پا کر عادل شاہ بھی محتاط ہو گیا اور برہان شاہ کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ

عادل شاہ نے ملا عنایت اللہ جری کو احمد نگر بھیجا اور برہان شاہ کو پیغام دیا۔ وہ تین سو (۳۰۰) ہاتھی جو دلاور خاں کی ناتجربہ کاری اور حماقت کی وجہ سے آپ نے قبضے میں کر رکھے ہیں واپس کر دیجئے۔ اگر آپ نے اس سلسلے میں تاخیر کی تو آپ کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔

عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی

برہان شاہ کو جب یہ پیغام ملا تو وہ اور زیادہ غصے میں آیا اور اس نے فوراً لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور اپنے امیروں کو ساتھ لے کر عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ عادل شاہ برہان کو ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ نہ سمجھتا تھا لہذا اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور بیجاپور ہی میں مقیم رہا۔ برہان نے دریائے بیورہ کے کنارے منگسرہ نامی مقام پر قیام کیا۔ دلاور خان اور دوسرے امراء کے مشورے سے اس نے فی الحال آگے قدم بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

بلند عزائم

برہان شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دریائے بیورہ کے پار ایک قلعہ تعمیر کروائے اور اس مقام تک تمام عادل شاہی علاقہ اپنے قبضے میں کر کے نو تعمیر شدہ قلعے کو سرحد قرار دے اور بعد ازاں رفتہ رفتہ شولاپور اور شاہ ورک پر بھی قبضہ کرے۔

نئے قلعے کی تعمیر کا کام

گرمیوں کا زمانہ تھا برہان شاہ نے تجربہ کار معماروں اور کاریگروں کو دریائے بیورہ (جو ان دنوں پالیاب تھا) کے پار اتارا اور ایک ایسی جگہ پر قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا، جہاں پرانے زمانے میں ایک قلعہ موجود تھا، لیکن اب امتداد زمانہ کے ہاتھوں مسمار ہو چکا تھا۔ اس کے کھنڈرات ابھی تک باقی تھے، شاہی معماروں نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا اور قلعے کو جلد از جلد تیار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

برسات کا موسم

عادل شاہ نے مصلحتاً بیجاپور سے کوئی فوج نظام شاہی لشکر کی سرکوبی کے لیے روانہ نہ کی لہذا یہ لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعے کی

تعمیر میں مصروف رہے۔ کچھ دنوں بعد برسات کا موسم آگیا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں دریا کا پانی چڑھ کر قلعے اور لشکر کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر عادل شاہی فوج قلعے پر قبضہ نہ کر لے۔ برہان شاہ نے نامکمل قلعے پر دروازے لگائے اور حصار کو توپوں وغیرہ سے مستحکم کیا اور برسات کے دوران قلعے کو مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دلاور خاں کی خام خیالی

اسی اثناء میں دلاور خاں نے سوچا جب تک میرے جیسا فہیم اور دانش مند امیر بیجاپور میں نہ پہنچے گا عادل شاہ کو نظام شاہیوں کے ہنگامے سے نجات نہ ملے گی۔ اس خیال کے پیش نظر دلاور خاں نے عادل شاہ سے قول نامے کی درخواست کی تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ وہ بیجاپور جائے اور پہلے کی طرح سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔

دلاور کی بیجاپور کو روانگی

عادل شاہ تو یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دلاور خاں اس کے ہاتھ لگ جائے لہذا اس نے فوراً قولنامہ روانہ کر دیا۔ برہان شاہ نے دلاور کو بہت روکا مگر لانداز سے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور بیجاپور روانہ ہو گیا۔

عادل شاہی لشکر کی روانگی

دلاور خاں یونہی بیجاپور پہنچا اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے دشمن کی طرف توجہ کی اور رومی خاں اور الیاس خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو نظام شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ان امیروں نے قلعہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برکی امراء کو پانچ چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریا کے پار اتارا۔ اور حکم دیا کہ تباہی و بربادی کا بازار ایسا گرم کیا جائے کہ نظام شاہیوں کے لیے اطمینان کا سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔

برہان نظام شاہ کا اقدام

عادل شاہیوں نے دشمن کو بہت پریشان کیا، برہان شاہ یہ صورت حال دیکھ کر بہت غصے میں آیا۔ اس کو اپنے امیروں پر قطعاً بھروسہ نہ تھا رات کے وقت وہ دشمن کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ گیا۔ عادل شاہیوں نے جب دشمن کی فوج کو دیکھا تو وہ اس جگہ سے کوچ کر گئی اور دریا کو پار کر کے الیاس خاں اور رومی خاں سے جا ملے اور اپنے لشکر کو منظم کرنے لگے۔

دریا میں طغیانی

اتفاق سے اسی وقت دریا میں زبردست طغیانی آگئی اور برہان شاہ اس وجہ سے دریا کو پار نہ کر سکا۔ اس نے دریا کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے دشمن پر توپوں کے ذریعے گولہ باری کی، لیکن اس کو کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ واپس اپنی جگہ پر آگیا۔

برکی امراء کی یورش

برکی امیروں نے دوبارہ دریا کو پار کر کے نظام شاہیوں کو پریشان کرنا شروع کیا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے برہان شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ برہان نے نو تعمیر قلعے کو اسد خاں ترک کے حوالے کیا بہادر اور جوان بہت سپاہیوں کے ایک گروہ کو قلعے کے اندر چھوڑا اور خود یہاں سے کوچ کر کے نظام شاہی حدود میں آگیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت با آسانی حاصل کیا جاسکے۔

عادل شاہیوں کے حوصلے

اب رومی خاں اور الیاس خاں کو تک و دو کا اچھا خاصا موقع ہاتھ میں آگیا انہوں نے دریا کو پار کر کے دشمن کو نقصان پہنچانا شروع کر

دیا۔ برہان شاہ بہت پریشان ہوا اس نے برار کے امیر الامراء نور خاں کو جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا کئی دوسرے امیروں کے ہمراہ عادل شاہی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔

نظام شاہیوں کی شکست

لشکر سے دو تین کوس کے فاصلے پر نور خاں اور عادل شاہیوں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اعتماد خاں شوستری نے نیزہ مار کر نور خاں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح نظام شاہیوں کو زبردست شکست ہوئی۔ عادل شاہیوں نے دشمن کے ڈیڑھ سو ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے۔

امراء کا ارادہ

اس واقعے سے برہان شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور خود اس کے امیر اس کے خلاف ہو گئے۔ دکن کے نامی گرامی امراء کامل خاں اور اس کے بھائیوں وغیرہ نے برہان کو معزول کر کے اس کے لڑکے اسماعیل کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ برہان شاہ کو امیروں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے کامل خاں وغیرہ کو سخت سزا دی۔

یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ

اس واقعہ کے بعد اہل دکن بادشاہ کے زیادہ مخالف ہو گئے ایک مقرب شاہی یوسف خواجہ سرانے جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا اس نے رات کے وقت بادشاہ کو قتل کر کے اس کے بیٹے اسماعیل کو تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔ برہان شاہ کو اس کی اطلاع ہو گئی، لیکن اسے یقین نہیں آیا کہ یوسف اس کے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتا ہے۔

بادشاہ کی چشم پوشی

ایک رات بادشاہ نیند کے بہانے خواب گاہ میں گیا۔ یوسف سرا بھی خنجر ہاتھ میں لے کر خیمے میں آ گیا۔ برہان شاہ نے اس کو دیکھ لیا اور چھلانگ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یوسف سے بادشاہ کو بڑی محبت تھی لہذا اس نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اس واقعے سے ایسی چشم پوشی کی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

صلح کی کوشش

محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے جب حالات کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے معتبر امیروں مصطفیٰ خاں استرآبادی اور عبدالسلام تونی کو بیجاپور روانہ کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کی کوشش کی۔ عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور تین مہینے تک یہ معاملہ یونہی رہا۔ آخر جب قطب شاہ اور علی خاں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا نو تعمیر قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کر کے واپس چلا جائے۔

صلح کی شرط کے ایفاء کا اقرار

خواجہ عبدالسلام تونی نے یہ شرط پوری کرنے کا وعدہ کیا اور عادل شاہ سے کہا۔ ”یہ مناسب ہو گا کہ حضور اپنے کسی معتبر امیر کو ہماری ساتھ کر دیں تاکہ اس کی موجودگی میں یہ شرط پوری کی جائے۔ عادل شاہ نے شاہ نواز خاں شیرازی کو (جس کا تذکرہ عادل شاہی حالات میں آچکا ہے) برہان شاہ کے پاس روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

شاہ نواز خاں نظام شاہی لشکر میں پہنچا، برہان شاہ کے امیروں نے اس کا استقبال کیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ برہان شاہ نے شاہ نواز کی موجودگی میں نو تعمیر قلعہ مسمار کیا اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے بعد برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا

ہوا جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔
ریکندہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ نے ریکندہ کے عیسائیوں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے امراء کی ایک جماعت کو بندر چپول روانہ کیا۔ برہان شاہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے جو پہاڑ ہے اس پر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے قلعہ کا رخ اس طرف ہو جدھر سے عیسائیوں کی کشتیاں قلعہ ریکندہ کی طرف جاتی ہیں۔ قلعے کو توپوں وغیرہ سے خوب اچھی طرح مستحکم کیا جائے تاکہ عیسائیوں کو سامان ضرورت نہ پہنچ سکے۔

قلعہ کھوالہ کی تعمیر

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور قلعہ تیار ہو گیا۔ اس قلعے کا نام ”کھوالہ“ رکھا گیا۔ عیسائیوں نے دن کے وقت اپنی آمدورفت کو موقوف کر دیا اور رات کے وقت قلعے کے سامنے سے گزرنے لگے۔ انہوں نے دوسری بندر گاہوں سے جو عیسائیوں کے قبضے میں تھیں مدد کی درخواست کی۔ عیسائیوں نے ریکندہ کے اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ دیا اور دوبارہ مسلمانوں پر شب خون مارا۔ ہر مرتبہ دو دو، تین تین ہزار دکنی مسلمان مارے گئے۔

قلعہ کھوالہ کے لیے مزید لشکر

برہان شاہ دل میں دکنی لشکریوں کے قتل سے بہت خوش تھا، لیکن ظاہری طور پر اس واقعے پر افسوس کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے فریاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دوسرے دکنی امراء کے ساتھ (جن سے وہ آزرہ خاطر تھا) مع دس ہزار سپاہیوں کے قلعہ کھوالہ کی طرف روانہ کیا۔

روہسائی اور دمن پر لشکر کشی

روہسائی اور دمن کی بندر گاہیں گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہیں۔ ان بندر گاہوں سے ریکندہ والوں کو بہت مدد ملی تھی۔ اس لیے برہان نظام شاہ نے بہادر گیلانی کو دوسرے کئی غریب امراء کے ساتھ ان بندر گاہوں کی طرف روانہ کر دیا۔ بہادر گیلانی ۱۷ شوال ۱۰۰۱ ہجری کو منزل مقصود پر پہنچا۔ عیسائیوں اور فرنگیوں کی ایک بڑی تعداد نے بہادر گیلانی کا مقابلہ کیا۔

فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل

دکنی اور حبشی امراء نے جو کھوالہ کی مہم پر نامزد کیے گئے تھے، بڑی جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور فرنگیوں کو منہ کی کھائی پڑی تقریباً ایک سو فرنگی اور دو سو نصرانی لڑائی میں کام آئے۔

عظیم الشان جشن مسرت

برہان شاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جو عمارت بغداد کے بالکل ساتھ ہی تعمیر کروائی گئی تھی ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا۔ اس موقع پر ہر شخص کو یہ اجازت تھی کہ اسے جس چیز کی خواہش ہو بلا جھجک لے کرے۔ شراب اور کئی طرح کے لذیذ حلوے اور معجونیں مجلس میں لائی گئیں۔ سبے خواروں نے جام انڈیلنے شروع کیے اور جو پینے کے عادی نہ تھے، شربتوں وغیرہ سے جی بہلایا اس کے بعد گانے بجانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ کو اطلاع ملی کہ بادشاہ اکبر نے بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ کی مہم پر اور

میرزا شاہ رخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور ندرہاد کی طرف روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں خاں خاں برار پر حملہ نہ کر دے، عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔

ایک زبردست حادثہ

اسی دوران میں بندرگاہ چبول میں ایک زبردست حادثہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ قلعہ کھوالہ کی تعمیر کے بعد فرہاد خاں، اسد خاں، تاج خاں اور نصیر الملک جیسے نامی گرامی امراء قلعے کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے عیسائیوں کے تمام آنے جانے کے راستے مسدود کر رکھے تھے قریب تھا کہ یہ عیسائی پریشان ہو کر اس علاقے سے چلے جاتے کہ برہان شاہ نفسانی خواہشات میں مبتلا ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ہر خوبصورت عورت چاہے وہ کنواری ہو یا وہ شادی شدہ اس کے محل میں داخل کی جائے۔

برہان نظام شاہ کی بوالہوسی

بادشاہ کا یہ حکم سن کر تمام رعایا پریشان ہو گئی۔ برہان شاہ کو کسی نے بتایا کہ شجاعت خاں کی بیوی بہت ہی خوبصورت ہے، فوراً وہ عورت شاہی محل میں بلائی گئی۔ شجاعت خاں نے اپنی بیوی کو بادشاہ کے پاس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ برہان نے فوراً شجاعت خاں کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں قید کر دیا اور اس کی بیوی کو اپنے محل میں منگوا لیا۔

شجاعت خاں کی خودکشی

برہان شاہ کو یہ عورت پسند نہ آئی اور اسے ہاتھ لگائے بغیر ہی اس نے واپس کر دیا۔ ادھر شجاعت خاں جو قلعے میں قید تھا بیوی کی جدائی کی تاب نہ لا سکا اور اس نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک کر خودکشی کر لی، اس واقعہ سے اہل دکن بہت متاثر ہوئے۔

کھوالہ کے امیروں کا ارادہ

جو امراء قلعہ کھوالہ کی حفاظت پر متعین تھے وہ بھی بہت آزرده خاطر ہوئے اور انہوں نے قلعے کی حفاظت جی لگا کر نہ کی۔ ان امیروں نے طے کیا کہ احمد نگر روانہ ہو جائیں اور برہان شاہ کو مسند شاہی سے الگ کرنے کی کوشش کریں۔

فرنگیوں کی لشکرکشی

فرنگیوں کو نظام شاہی امیروں کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے سپاہیوں سے بھری ہوئی ساٹھ کشتیاں مختلف بندرگاہوں سے منگوائیں اور رات کے اندھیرے میں قلعہ کھوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے۔ ۱۶ ذی الحجہ کی صبح کو چار ہزار فرنگیوں نے قلعہ کھوالہ پر لشکرکشی کی۔ قلعے کے باہر تاج اورانی رائے ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ مقیم تھے۔ انہوں نے جو دشمن کو آتے دیکھا تو گھبرا کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

مسلمانوں کا قتل

فرنگیوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ چونکہ فرہاد خاں بادشاہ سے ناراضگی کی وجہ سے پہلے کی طرح قلعے کی حفاظت نہ کرتا تھا۔ اس لیے نگہبانوں نے اندھیرے کی وجہ سے قلعے کے دروازے کھلے رہنے دیئے تھے۔ عیسائیوں نے جو مسلمانوں کے تعاقب میں بھاگے چلے آ رہے تھے نگہبانوں کو دروازے بند کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور تاج خاں وغیرہ کے پیچھے پیچھے قلعے کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کے قتل میں مصروف ہو گئے۔

فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہل قلعہ کی فریاد سنی اور نیند سے بیدار ہوئے۔ اگرچہ قلعے میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے دو گنی تھی، لیکن وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ حیران و پریشان کھڑے رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ ہزار مسلمانوں کی لاشیں قلعے میں نظر آنے لگیں۔

شکست یا حقیقی فتح

فرنگیوں نے قلعے کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ فرہاد خاں کے علاوہ جو زخمی تھا تمام زندہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان قیدیوں میں سے تمام امراء کو چن چن کر قتل کر ڈالا گیا۔ برہان شاہ کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے اور اس نے شکست کو حقیقی فتح سے تعبیر کیا۔

غریبوں پر التفات

اس واقعہ کے بعد برہان شاہ غریبوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مرتضیٰ خاں، عبدالسلام عرب، احمد بیگ قزلباش، خاں خلیفہ، عرب اوزبک بہادر وغیرہ کو امراء کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ بادشاہ نے ان امیروں کو چپول روانہ کر کے عیسائیوں کے فتنے کو فرو کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نوبت نہ آسکی۔

عادل شاہ کے بھائی کی مدد

ہوا یہ کہ اچانک عادل شاہ کا بھائی جو قلعہ بلگون میں نظر بند تھا، کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کر کے برہان شاہ سے طالب اعانت ہوا اس نے وعدہ کیا کہ بیجاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نولاکھ ہون، دو سو ہاتھی اور قلعہ شولاپور برہان شاہ کو دے گا۔ برہان شاہ نے لالچ میں آکر بندر چپول کی مہم کو ملتوی کیا اور عادل شاہ کے بھائی کی مدد کے لیے تیاری کرنے لگا۔

بیماری

۱۰۰۳ ہجری میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگون کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ پرندہ کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی د ایک معرکے میں مارا گیا ہے۔ برہان شاہ پریشان و خستہ حال واپس احمد نگر آیا۔ اس امر کا بادشاہ کو بہت افسوس ہوا یہاں تک کہ اس کی صحت خراب ہو گئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

عادل شاہ کا ہنگامہ

عادل شاہ کو پتہ چل گیا کہ برہان شاہ نے اس کے بھائی اسماعیل کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے سرحدی امیروں کو مدد دے دیا کہ وہ نظام شاہی مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔ برہان شاہ نے کرناٹک کے راجہ تنکنادری سے دوستی بڑھائی اور اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ ایک طرف تو تنکنادری عادل شاہی علاقے پر حملہ کرے اور قلعہ بینکا پور پر قبضہ ہو جاوے اور دوسری طرف سے برہان شاہ حملہ آور ہو کر قلعہ شولاپور کو قبضے میں کر لے۔

نظام شاہی لشکر کی روانگی

برہان شاہ نے مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اخلاص خاں اور دوسرے تمام غریب امیروں کے ساتھ کیم جمادی الاول ۱۰۰۳ ہجری کو روانہ کیا۔ مرتضیٰ انجو نے دس بارہ ہزار سوار ساتھ لیے اور برکی امیروں کا مقابلہ کرنے اور عادل شاہی علاقے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا میں بھی صحت یاب ہونے کے بعد براری امراء کے ساتھ اس طرف آؤں گا۔

ازبک بہادر کا قتل

مرتضیٰ انجو اپنے لشکر کو لے کر قلعے کے قریب پہنچا۔ اس نے ازبک بہادر کو کچھ فوج کے ساتھ برکی امیروں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا، فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ازبک بہادر مارا گیا اور نظام شاہی لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

بادشاہ کی لاعلاج بیماری

بادشاہ کو جب اس شکست کی اطلاع ملی تو وہ زیادہ آزرده خاطر ہوا پہلے ہی وہ بیمار تھا اور اب اس منحوس خبر نے اسے اس حد تک کمزور

کر دیا کہ حکیموں نے جواب دے دیا۔ خونی اسہال اور تپ محرقہ نے بادشاہ کو بالکل نڈھال کر دیا اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔
ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا

برہان شاہ نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان اپنے چھوٹے بیٹے اسماعیل سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ وہ مہمدی مذہب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ اخلاص خاں کی یہ خواہش تھی کہ شہزادہ اسماعیل ولی عہد مقرر ہو لہذا جب اسے ابراہیم کی ولی عہدی کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا۔

اخلاص خاں کا ہنگامہ

اخلاص خاں نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ برہان شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے جمال خاں کی تقلید میں یہ حکم دیا کہ غریبوں کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جائے۔ مرتضیٰ خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل و غارت کی ٹھانی۔ بعض غریب امراء احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے اور جلد از جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے۔

عبدالسلام عرب کا قتل

بہادر شاہ گیلانی نے افواہوں کو سچ سمجھا اور اسے برہان شاہ کی موت کا یقین آ گیا اور وہ چند غریبوں کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو گیا۔ شیخ عبدالسلام عرب کو دکنیوں کی دوستی پر بہت اعتماد تھا۔ اس لیے وہ لشکر میں مقیم رہا۔ دکنیوں نے دوستی کو بلائے طاق رکھا اور اس کے جانی دشمن ہو گئے۔ ان ظالموں نے عبدالسلام عرب اور اس کے متعلقین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اخلاص کی احمد نگر کو روانگی

اخلاص نے غریبوں کو اچھی طرح پامال کیا اور اس کے بعد تمام حبشی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا تاکہ برہان شاہ کو ٹھکانے لگائے۔ برہان شاہ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن اس کے دل و دماغ پر ایسے پردے پڑے تھے کہ اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔

بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا

بادشاہ مجبور ہو گیا، بیماری اور ناتوانی کے باوجود پاکی میں سوار ہوا۔ قلعہ سے باہر نکل کر اس نے چتر و آفتاب اور دیگر لوازمات حکمرانی شہزادہ ابراہیم کو عنایت کیے۔ اس روز برہان نظام شاہ نے اپنی والدہ کے بنوائے ہوئے محل ”ہمایوں پور“ میں قیام کیا۔

اخلاص خاں کی شکست

دوسری روز اخلاص خاں نے غداری اور نمک حرامی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور لشکر لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اخلاص پر نمک حرامی کا وبال نازل ہوا اور وہ شکست کھا کر پرندہ کی طرف بھاگ گیا۔

برہان شاہ کی وفات

اس معرکے میں بادشاہ کو بہت مصائب اٹھانے پڑے۔ اس وجہ سے اس کی صحت اور زیادہ خراب ہو گئی دوسرے ہی روز ۱۸ شعبان ۱۰۰۳ ہجری کو برہان شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان شاہ کی مدت حکومت چار سال سولہ دن ہے۔ مشہور شاعر مولانا ظہوری نے اپنی زندہ جاوید نظم ”ساقی نامہ“ کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم فن شاعری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اور اس میں چار ہزار اشعار ہیں۔

ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

میاں منجوی کا تقرر

برہان شاہ کے انتقال کے بعد ابراہیم نظام تخت نشین ہوا۔ برہان شاہ کی وصیت کے مطابق میاں منجوی دکنی کو جو برہان نظام شاہ کے اتابک تھے وکیل السلطنت مقرر کیا گیا۔ اخلاص خاں نے اگرچہ برہان شاہ سے لڑائی کر کے بڑی نمک حرامی اور غداری کا ثبوت دیا تھا لیکن جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے آدمی بھیج کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور قول نامے کا خواست گار ہوا۔

میاں منجوی اور ابراہیم نظام دونوں ہی اخلاص خاں سے بہت خائف تھے، ان دونوں نے فوراً اخلاص خاں کا قصور معاف کیا اور قول نامہ بھیجوا دیا۔ اخلاص خاں احمد نگر آیا اور یہاں اس نے جشیوں کے ایک گروہ کو اپنے ہی خواہوں میں داخل کر لیا۔

طوائف الملوکی

ان دنوں احمد نگر میں دو نمایاں گروہ تھے ایک تو منجوی خاں کے ہی خواہوں اور ہمدردوں کا گروہ تھا اور دوسرا اخلاص خاں کی اطاعت فرماں برداری کو زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور بے نیاز رہتے تھے اس انتشار اور وائف الملوکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت کی تمام آب و تاب جاتی رہی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مست رہنے لگا کسی کو کسی کا خیال نہ رہا۔

اول شاہی سفیر سے بے ادبی

احمد نگر کے مختلف الحیال گروہ کبھی تو اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے اور کبھی ابراہیم نظام سے معرکہ آرا ہونے کی سوچتے۔ لام شاہیوں نے عادل شاہ کے سفیر میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بڑا برا سلوک کیا اور اس سے انتہائی ناشائستہ انداز سے پیش آئے۔ برا بھلا کہا۔ عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے نظام شاہی خاندان کی بہتری کے خیال سے ان غیر مہذب دکنیوں کو راہ راست پر نا ضروری سمجھا اور بیجاپور سے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا۔

اول شاہ کی آمد اور امراء کی رائے

اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ میاں منجوی کو یہ رائے نند نہ آئی اور کہا کہ ہماری فوج ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے ناکارہ ہے اور پھر ہمارے پاس کافی سامان جنگ میں بھی نہیں ہے امراء کی یہ الت ہے کہ پوری طرح بادشاہ کے مطیع و فرماں بردار بھی نہیں، لہذا اس وقت ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو تحفے تحائف دے کہ عادل شاہ کی خدمت میں بھیجنا چاہیے اور اس سے صلح کر لینی چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں ملکی و مالی انتظامات کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ اکبر شاہ سے معرکہ آرائی کی جاسکے۔

لام شاہ کی شاہ ورک کو روانگی

اخلاص خاں بہت نا سمجھ اور کوتاہ اندیش تھا وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور منجوی خاں کی ایک نہ مانی۔ ابراہیم نظام شاہ بھی اس کا طرف دار نا اس لیے منجوی خاں نے خاموشی ہی کو بہتر سمجھا۔ ابراہیم نظام اور اخلاص خاں نے لشکر تیار کیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہوئے۔

میاں منجوی کی رائے

جب نظام شاہی لشکر سرحد پر پہنچا تو میاں منجوی نے ایک بار پھر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور

کہا۔ ”عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہے، اس کی فوج یا اس نے خود ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ جنگ کا آغاز ہماری طرف سے ہو۔ صلح کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ نرمی اور دوستی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ اور جنگ سے کنارہ کشی کی جائے۔“

ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر

ابراہیم شراب کے نشے میں دھت تھا اسے اچھائی اور برائی میں کوئی تمیز نہ تھی، اس نے جب اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے حق میں دیکھا تو منجوی خاں کی تجویز رد کر دی۔ جب ابراہیم نظام شاہ نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا تو حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ کی طرف سے سرحد کا محافظ تھا۔ مدافعت کی تیاری کی۔

میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام

میاں منجوی زمانہ دیدہ اور تجربہ کار امیر تھا، اس نے جو یہ حالات دیکھے تو حمید خاں کو پیغام دیا۔ ”ہمارا بادشاہ جوانی کے نشے میں سرشار ہے اور ابھی نا تجربہ کار ہے، اس کے مقربین انتہائی دوں فطرت، کنیہ پرور ہیں، اس پر طرفہ ستم یہ ہے کہ بادشاہ شراب میں ڈوبا رہتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے پر نہیں، اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج کے دن معرکہ آرائی سے باز رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اس دوران میں موقع پا کر بادشاہ کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے واپس لے جائیں۔“

حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی

میاں منجوی نے حمید خاں سے استدعا کرتے ہوئے اسے عادل شاہ کی قسم بھی دی تاکہ وہ فوراً یہ درخواست منظور کرے۔ حمید خاں نے یہ استدعا قبول کر لی اور ابراہیم نظام کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی

ابراہیم نظام شاہ کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اس نے جب حمید خاں کو مقابلے پر نہ پایا تو سمجھا کہ دشمن خائف ہو کر بھاگ گیا ہے۔ لہذا وہ سارا دن اسی میدان میں کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو میاں منجوی اور اس کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ پھر بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر بادشاہ نے ایک نہ مانی اور دوسرے روز معرکہ آرائی کے لیے صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

حمید خاں حبشی کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بھی جلد از جلد اپنے لشکر کو تیار کیا اور میدان جنگ میں آگیا۔ طرفین کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی ان میں زبردست جنگ ہوئی۔ اتفاق سے عادل شاہی میسرہ کو نظام شاہی مینے نے شکست دی اور تین کوس تک اس کا تعاقب کیا۔

خوش فہمیاں

دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ مگن تھے اور اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے میں مشغول رہے۔ ابراہیم نظام شاہ میدان جنگ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جو تعداد میں ایک سو سے کچھ زیادہ تھے رہ گئے، اس کے پاس چند ہاتھی بھی تھے سہیل خاں، خواجہ سرا مقصود خاں ترک شخہ پیل ایک ہزار سواروں اور ستر ہاتھیوں کو لے کر ابراہیم نظام شاہ کے قریب آئے۔

مخلص ساتھیوں کا مشورہ

ابراہیم نظام کو اس کے مخلص ساتھیوں نے بت سمجھایا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لیے لڑائی سے الگ رہنا ہی بہتر ہے لیکن

ابراہیم نے جو حسب معمول شراب کے نشے میں تھا۔ اس طرف توجہ نہ کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر ننگی تلوار لیے ہوئے دشمن کی طرف بڑھا۔

ابراہیم نظام شاہ کا قتل

پہلے ہی حملے میں ایک عادل شاہی سوار نے ابراہیم پر نیزے سے حملہ کیا اور وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ زمین پر گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سہیل خاں نے اس کی لاش بذریعہ پاکی احمد نگر روانہ کر دی اور اس کے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہی امراء کا فرار

وہ نظام شاہی امراء جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں گئے تھے بہت سامان غنیمت لے کر لوٹے انہیں جب ابراہیم نظام کے قتل کی خبر ملی تو فوراً ادھر ادھر بھاگ گئے۔ دوسرے روز سہیل خاں نے نظام شاہی توپ خانے کو اپنے قبضہ میں کیا اور عادل شاہ کے پاس بھجوا دیا۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

میاں منجوی سب سے پہلے احمد نگر پہنچا اور اس نے احمد نامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو جو نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ دولت آباد سے بلا کر تخت نشین کیا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار بیٹے کو جنیر کے قلعہ جوند میں قید کر دیا۔

ابراہیم نظام شاہ نے دو دن کم چار مہینے حکمرانی کی۔

احمد شاہ بن شاہ طاہر

تحت نشینی کے مشورے

اخلاص خاں اور دوسرے اراکین سلطنت کی باہمی چپقلش کی وجہ سے ابراہیم نظام کا شیر خوار بیٹا نظر بند کر دیا گیا۔ میاں منجوی نے جلد از جلد احمد نگر پہنچ کر قلعے اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اخلاص خاں اور دوسرے امراء سلطنت نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور نئے فرمان روا کے انتخاب کے بارے میں گفتگو کی۔

میاں منجوی کی رائے

لشکر کے سرداروں نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی جانب مائل پایا۔ میاں منجوی اور بعض دوسرے دکنی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ بہادر شاہ بہت کم سن ہے اور اس کی عمر صرف ایک سال سات مہینے ہے۔ اس لیے وہ بادشاہت کے قابل نہیں، لشکر کے سرداروں کو میاں منجوی کی بات معقول نظر آئی، لہذا وہ اس کے طرف دار ہو گئے اور چاند سلطان کی مخالفت کرنے لگے۔

احمد شاہ کی تحت نشینی

ان عسکری سرداروں نے آپس میں بات چیت کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جسے نظام شاہی بارگاہ سے ”میر سامان“ کا خطاب ملا ہوا تھا۔ قلعہ جنیر روانہ کیا، خواجہ نظام وہاں سے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو ساتھ لے کر احمد نگر آیا۔ عید الاضحیٰ کے روز ۱۰۰۳ ہجری میں احمد شاہ کو تخت پر بٹھادیا گیا اور ملک کے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا گیا۔

شہزادہ بہادر کی نظر بندی

امیروں نے آپس میں عہدے اور منصب تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو چاند سلطان کی آغوش عاطفت میں پروان چڑھ رہا تھا زبردستی قلعہ جوہد میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ احمد شاہ، نظام شاہی خاندان سے نہیں ہے، اخلاص خاں اور دوسرے امراء کو اپنی حرکت پر بہت ندامت ہوئی اور وہ احمد شاہ کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

حسین نظام شاہ کے بھائی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا تھا۔ حسین نظام شاہ کے حقیقی بھائیوں سلطان محمد خدا بندہ، شاہ علی، محمد باقر عبدالقادر اور شاہ حیدر نے اپنے موروثی ملک میں رہنے کو اپنے لیے باعث نقصان خیال کیا اور یہ چاروں ہندوستان کے کسی نہ کسی حصے میں چلے گئے۔

شاہ طاہر

ایک عرصے کے بعد مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں شاہ طاہر نامی ایک شخص حیدر آباد میں آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ ”سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں تاریخ کو ملک تلنگانہ میں سفر آخرت اختیار کیا ہے اور میں اس کا صلیبی بیٹا ہوں۔ حوادث روزگار اور طرح طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنے موروثی ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

تحقیق حق

مرتضیٰ نظام شاہ کے امیروں خاص طور پر صلابت خاں نے اس معاملے میں تحقیق کی لیکن چونکہ ایک زمانہ گزر چکا تھا لہذا شاہ طاہر کے

بیان کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو سکا۔ امراء نے ذرا احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے شاہ طاہر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور چند ایسے افراد کو جو سلطان محمد خدا بندہ کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے۔ برہان شاہ ثانی کے پاس روانہ کیا جو ان دنوں اکبر بادشاہ کے پاس آگرے میں مقیم تھا۔

برہان شاہ ثانی کے نام پیغام

نظام شاہی امیروں نے برہان شاہ کو یہ پیغام دیا ”اس طے کا ایک آدمی جو اپنا نام شاہ طاہر بتاتا ہے احمد نگر میں ہمارے پاس آباد ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سلطان محمد خدا بندہ کا بیٹا ہے، چونکہ شہزادہ سلطان محمد کی زندگی کا بیشتر حصہ اس علاقے میں بسر ہوا ہے اس لیے یقین ہے کہ آپ کو شہزادے کے حالات سے اطلاع ہوگی۔ اگر آپ اس سلسلے میں کچھ بتائیں تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔“

برہان شاہ ثانی کا جواب

برہان شاہ ثانی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا۔ ”شہزادہ سلطان محمد خدا بندہ کا انتقال میرے ہی مکان پر ہوا تھا اور اس کے تمام متعلقین، عورتیں اور مرد میرے ہی گھر میں مقیم ہیں اگر کوئی شخص آپ کو سلطان محمد کا بیٹا بتاتا ہے تو وہ بالکل جھوٹا ہے۔“

شاہ طاہر کی نظربندی اور وفات

صلاہت خاں وغیرہ اصل حقیقت سے واقف ہو گئے، مگر وہ عام لوگوں کو اس امر کا یقین نہ دلا سکے کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے۔ لہذا انہوں نے اس شخص کو قلعے میں نظر بند کر دیا تاکہ وہ اسی قید کے عالم ہی میں وفات پا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شاہ طاہر نے دوران اسیری میں انتقال کیا اور احمد نامی ایک لڑکا یادگار چھوڑا یہی وہ لڑکا ہے جسے میاں منجوی نے شاہی خاندان کا رکن سمجھ کر تخت پر بٹھا دیا۔

امراء کی باہمی چپقلش

قصہ مختصر یہ کہ اس معاملے میں اخلاص خاں اور دوسرے حبشی امیر میاں منجوی سے بدظن ہو گئے۔ ماہ ذی الحجہ کے آخر میں کالا چوترہ کے پاس فریقین میں جنگ ہوئی۔ میاں منجوی نے احمد شاہ کو برج کے اوپر بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا۔

معرکہ آرائی

میاں منجوی نے میاں حسن کو سات سو (۷۰۰) سواروں کے ساتھ حبشیوں کے مقابلے پر بھیجا۔ دونوں گروہوں میں زبردست لڑائی ہوئی اسی دوران میں توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر کو لگا اور سارے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔

قلعے کا محاصرہ

میاں حسن نے جب یہ دیکھا کہ حبشیوں کا پلہ بھاری ہے تو وہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے اور قلعے میں واپس آیا۔ رفتہ رفتہ حبشیوں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اہل قلعہ کی آمدورفت کے راستے بند کر دیئے۔

حبشی امراء کے اقدامات

اخلاص خاں اور دوسرے امراء نے ایک معتبر شخص کو دولت آباد کے حاکم کے پاس بھیجا تاکہ آہنگ خاں اور حبشی خاں کو جو برہان شاہ کے زمانے سے قید ہیں۔ احمد نگر لایا جائے حاکم دولت آباد نے ان امیروں کو روانہ کر دیا۔ قلعہ جو ند کے تھانیدار مسی نصیر نے میاں منجوی کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ لہذا حبشی امیروں نے ایک اور چال چلی اور ایک مجبوں انسب لڑکے کو نظام شاہی خاندان کا فرد قرار دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکھ جاری کر دیا۔ اس طرح

جشی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لیے۔

شنزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت

میاں منجوی اس صورت حال سے گھبرا گیا اس نے اکبر بادشاہ کے بیٹے شنزادہ مراد کے نام ایک خط لکھا (جوان دنوں گجرات میں تھا) اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ شنزادہ مراد پہلے ہی اپنے باپ سے دکن کو فوج کرنے کی اجازت حاصل کر چکا تھا لہذا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔

حبشیوں میں پھوٹ

میاں منجوی کا خط گجرات پہنچنے سے پہلے ہی حبشیوں امیروں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ عہدوں اور منصبوں کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ دکنی امیروں نے جب یہ طوفان بد تمیزی دیکھا تو وہ حبشیوں سے علیحدہ ہو گئے اور مع اپنے لشکریوں کے قلعے کے اندر جا کر میاں منجوی سے مل گئے۔

حبشیوں کی شکست

اس غیبی امداد سے میاں منجوی بہت خوش ہوا۔ ۲۵ محرم ۱۰۰۴ ہجری کو وہ قلعے سے باہر نکلا اور نماز گاہ کے قریب حبشیوں سے معرکہ آراء ہوا۔ حبشیوں کو شکست ہوئی۔ میاں منجوی نے دشمن کے ”بادشاہ“ کو مع اس کے چند مقربین خاص کے گرفتار کر لیا۔

شنزادہ مراد کی آمد

اس نئی صورت حال کے پیش نظر میاں منجوی بڑا پریشان ہوا کیونکہ ایک طرف تو دشمن پر غالب آکر وہ اپنا مقصد پورا کر چکا تھا۔ اور دوسری طرف شنزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دے چکا تھا حالانکہ اب شنزادے کے آنے کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ میاں منجوی ابھی اس خیال میں تھا کہ میرزا عبدالرحیم خان خاں اور ماکھو خاندیش راجہ علی خاں بھی شنزادہ مراد سے آئے اور یہ سب لوگ تیس ہزار مغلوں، افغانوں اور راجپوتوں کا لشکر لے کر احمد نگر پہنچ گئے۔

میاں منجوی کی پریشانی

میاں منجوی ان لوگوں کی آمد کی وجہ سے بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے قلعے کی حفاظت کا انتظام کر کے اپنے ایک ہی خواہ انصار خاں کو محافظ مقرر کیا۔ چاند بی بی سلطان نے منجوی کا ساتھ نہ دیا لہذا میاں منجوی نے اسے قلعے ہی میں چھوڑا اور خود لشکر کی فراہمی کی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

چاند بی بی کا عزم

میاں منجوی احمد شاہ کو ساتھ لے کر قلعہ اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چاند بی بی نے سوچا کہ قلعے کا محافظ انصار خاں، میاں منجوی کا آدمی ہے لہذا وہ کہیں دھوکہ نہ دے اور قلعے کو دشمن کے سپرد نہ کر دے لہذا اس نے دشمن کی مدافعت خود کرنے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ

چاند بی بی نے مرتضیٰ نظام شاہ کے دایہ زادہ میاں محب اللہ کے بیٹے محمد خاں کو انصار کے قتل کے لیے متعین کیا۔ محمد خاں نے بڑی بہادری اور شجاعت سے کام لے کر اسی روز انصار خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا غائبانہ خطبہ پڑھوا دیا۔ انصار خاں اپنے ساتھ شمشیر خاں (جس کے بیٹے بہادری میں اپنی مثال آپ تھے) اور افضل کو لے کر قلعے میں واپس آ گیا۔

معرکہ آرائی

۲۳ جمادی الآخر ۱۰۰۴ ہجری کو شہزادہ مراد ایک زبردست لشکر کے ہمراہ احمد نگر میں داخل ہوا اور نماز گاہ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ مراد کے سپاہیوں کی ایک جماعت نے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے قدم بڑھایا اور کالے چبوترے کا رخ کیا۔ ادھر اہل قلعہ بھی چاند بی بی کے حکم کے مطابق مستعد ہوئے اور دشمن کے مقابلے پر آئے۔ اہل قلعے نے چند توپیں سر کر کے دشمن کو منتشر کر دیا اسی میں شام ہو گئی۔ شہزادہ مراد نے باغ ہشت بہشت میں قیام کیا اور اس کا لشکر تمام رات جاگ کر اپنی حفاظت کرتا رہا۔

رعایا کی دلجوئی

شہزادہ مراد نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو برہان آباد (جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے) کی طرف روانہ کیا۔ اہل شہر کی دلجوئی کی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ اس سے رعایا نے مغلوں پر پورا پورا بھروسہ کیا۔

قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز شہزادہ مراد، میرزا شاہ رخ، شہباز خاں، محمد صادق، سید مرتضیٰ، سبزواری اور راجہ علی خاں وغیرہ قلعے کے گرد جمع ہوئے۔ ان لوگوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

لوٹ مار

۲۷ جمادی الآخر کو شہباز خاں جو ظلم و ستم کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا، شکار کے بہانے سے سوار ہوا اور اس نے امیر و غریب بھی کو لوٹ لینے کا حکم دیا، تھوڑی سی دیر میں احمد نگر کے تمام مکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ شہباز خاں عقیدے کا سنی تھا، لہذا اس نے شیعوں کی مذہبی عمارتوں کو بھی لوٹا۔ ”لنگر خانہ دروازہ امام“ نامی مشہور عمارت بھی لوٹی گئی اور اس میں بسنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔

رعایا کی جلاوطنی

شہزادہ مراد اور خان خاناں کو جب اس واقع کی خبر ہوئی تو انہوں نے شہباز خاں کو بہت برا بھلا کہا اور اہل شہر کو اطمینان دلانے کے لیے وٹ مار کرنے والوں کی ایک جماعت کو تلواریں گھاٹ اتار دیا۔ احمد نگر کے باشندے اب بھلا کیا مطمئن ہوتے وہ بالکل تباہ اور خستہ حال تھے۔ انہوں نے احمد نگر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور جس کامنہ جدھر اٹھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔

نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ

اس زمانے میں نظام شاہی امراء تین گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ سے بے تعلق تھا، ایک گروہ تو میاں نجوی کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا حکمران کہتا تھا اور عادل شاہی سرحد کے قریب قیام پذیر تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں کے ہی خواہوں کا تھا جو وٹی نام کے ایک مجہول النسب لڑکے کو بادشاہ بنائے بیٹھا تھا۔ تیسرا گروہ آہنگ خاں حبشی کا تھا یہ گروہ بھی عادل شاہی سرحد کے قریب مقیم نا اور ستر سالہ شہزادے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔

خلاص خاں کی آمد

اخلاص خاں نے بڑی جوانمردی کا ثبوت دیا اور دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ ان خاناں نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ جن کی قوت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

دکنیوں کی شکست

دولت خاں لودھی اور اخلاص خاں میں دریائے گنگا کے کنارے جنگ ہوئی۔ دکنیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور مغل کامیاب و کامران ہوئے اور دکنیوں کا تعاقب کیا گیا اور انہیں سخت نقصان پہنچایا گیا۔

پٹن کی تباہی

اس کے بعد مغلوں کا لشکر پٹن پہنچا اس جگہ تباہی و غارت گری کا بازار ایسا گرم کیا گیا کہ یہاں کہ شہریوں کے پاس تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا تک نہ رہا۔

چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام

چاند بی بی بہادر شاہ کی نظربندی اور احمد شاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے میاں منجوی سے سخت ناراض تھی۔ اس نے آہنگ خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم جلد از جلد بہادر سواروں کا ایک لشکر لے کر قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لیے آ جاؤ۔ یہ پیغام ملتے ہی آہنگ خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے ایک مخبر کو شہر میں روانہ کیا تاکہ وہ قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ معلوم کر کے آئے۔ مخبر گیا اور تمام حالات سے باخبر ہو کر آیا۔

آہنگ خاں احمد نگر میں

اس نے بتایا: ”حصار کی مشرقی طرف دشمن کے خیمے موجود نہیں ہیں اور دشمن حصار کی اس جانب سے بالکل غافل و بے پروا ہیں۔“ یہ سن کر آہنگ خاں رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے شہزادہ اسی روز حصار کے معائنے کے لیے مشرقی جانب آیا تھا اور خان خاناں کو اس حصے کی حفاظت کا حکم دے چکا تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں خان خاناں باغ بہشت بہشت سے کوچ کر کے اسی جگہ آ گیا تھا۔

مغلوں پر حملہ

آہنگ خاں کو اس نئی صورت حال کو قطعاً خبر نہ تھی وہ تین ہزار لشکریوں اور ایک ہزار توپچیوں کو ساتھ لے کر اندھیری رات میں اس جگہ پہنچا اور دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ کر دیا۔ خان خاناں دو سو سواروں کو ساتھ لے کر عبادت خانہ کے کوٹھے پر چڑھ گیا اور حریف پر تیر پھینکنے لگا۔ دولت خاں لودھی کو جب اس واردات کا علم ہوا تو وہ چار سو سپاہیوں کے ہمراہ خان خاناں کی مدد کے لیے پہنچ گیا۔

جنگ و جدال

دونوں طرف کے بہادر خوب جی کھول کر داد شجاعت دینے لگے۔ اتنے میں دولت خاں کا بیٹا پیر خاں بھی اپنے چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ موقع پر پہنچ گیا اور لڑائی میں شریک ہوا۔ اب آہنگ خاں کے لیے میدان جنگ میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ لہذا وہ شاہ علی کے بیٹے اور دوسرے دکنی بہادروں کے ساتھ (جو چار ۴۰۰۰ کی تعداد میں تھے) خان خاناں کے خیموں سے نکل کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔

شاہ علی کی واپسی

شاہ علی جو بہت ہی کمزور اور نحیف تھا اس نے قلعے میں جانے سے انکار کر دیا اور بقیہ لشکر کے ساتھ جس طرف سے آیا تھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔ دولت خاں لودھی نے شاہ علی کا تعاقب کیا اور تقریباً نو سو افراد کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

عادل شاہی امداد

احمد نگر کی تباہی و بربادی اور مغلوں کے غلبے کی خبریں بیجا پور پہنچیں اور چاند بی بی کے خطوط امداد کی درخواست سے متعلق عادل شاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے نظام شاہیوں کی مدد کا ارادہ کر لیا اور سہیل خاں خواجہ سرا کو جو شجاعت و بہادری میں یگانہ روزگار تھا، پچیس ہزار

سواروں کے ساتھ شاہ درک کی طرف روانہ کیا۔
دکنی لشکر کا جمع ہونا

میاں منجوی، احمد شاہ اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر سہیل خاں خواجہ سرا کے ساتھ جا ملا۔ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مدد قلی سلطان ترکمان بھی تلنگانہ کے پانچ چھ ہزار سپاہی لے کر آگیا اور سہیل خاں کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔
مغلوں کے مشورے

مغلوں کو دکنی لشکر کے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ شہزادہ مراد اور خانخاں ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے۔ شہزادے نے میاں محمد صادق اور دوسرے امیروں سے مشورہ کیا۔ امیروں نے بہت بحث مباحثے کے بعد آپس میں متفق ہو کر کہا ”اس سے پہلے کہ دکنی لشکر یہاں پہنچے ہمیں یہیں قیام کرنا چاہیے اور نقیس کھودنے اور حصار کی دیوار کو مسمار کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا چاہیے قلعے کو سر کرنا بہت ہی ضروری ہے۔“

نقب کی تیاری

شہزادے کو یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے اس کام کو پورا کرنے کا حکم دیا، مغلوں نے بڑی احتیاط اور کمال کے ساتھ نقیس کھودیں اور اہل قلعہ کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ تجربہ کار اور مشتاق کاریگروں نے شہزادے کے مورچل سے لے کر حصار تک پانچ نقیس تیار کیں اور ان نقبوں کو قلعے تک پہنچا کر حصار کی دیواریں کھوکھلی کر دیں۔ رجب کی پہلی تاریخ کو ان نقبوں کو بارود وغیرہ سے پر کر دیا گیا۔

اہل قلعہ کی آگاہی

مغلوں نے نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں میں آگ لگا دینے اور دشمن کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کیا۔ خواجہ محمد خاں شیرازی جو مغلوں کے لشکر میں تھا اس کو اہل قلعہ کی حالت پر بہت ترس آیا۔ وہ اندھیری رات میں اہل قلعہ کے پاس گیا اور انہیں تمام حالات سے باخبر کیا۔
تفاظتی اقدامات

خواجہ محمد شیرازی نے اہل قلعہ کو یہ بھی بتا دیا کہ مغلوں نے کن کن مقامات پر نقیس کھودی ہیں۔ نظام شاہیوں نے خواجہ شیرازی کا نکر یہ ادا کیا اور چاند بی بی کے حکم سے زمین کھودنے اور شیرازی کے بتائے ہوئے حصہ دیوار میں شکاف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کا سراغ لگایا اور ان کی تمام بارود نکال لی اور دوسری نقبوں کی تلاش میں مصروف رہے۔
مغلوں کا ارادہ

شہزادہ مراد اور محمد صادق خاں کی یہ خواہش تھی کہ اس قلعہ کی فتح کا سراخان خاں کے سر نہ بندھے اس لیے انہوں نے خان خاں کو بتائے بغیر ہی قلعہ کے گرد مسلح فوج متعین کر دی۔ مغلوں کا یہ ارادہ تھا کہ جو نئی دیوار میں شکاف پیدا ہو وہ قلعے کے اندر داخل ہو آئیں۔ شہزادے کے حکم سے تمام فوجی سردار جنگ کے لیے تیار ہو کر قلعے کے قریب آ گئے۔ خان خاں کو ان حالات سے بے خبر رکھا گیا۔ اسے شہزادے نے طلب نہ کیا۔

قلعے کی دیوار گرا نا

شہزادہ مراد نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اہل قلعہ سب سے بڑی نقب کو کھود کر اس کا بارود نکال رہے تھے۔ اسی دوران میں فلوں نے اس نقب کو آگ لگا دی۔ قلعے کی دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے لگی، تقریباً پچاس گز دیوار ٹوٹ گئی اور وہ تمام لوگ جو نقب

کے قریب کام کر رہے تھے۔ پتھروں اور مٹی کے نیچے آکر ہلاک ہو گئے۔ چاروں طرف ایک کھرام بپا ہو گیا۔ مرتضیٰ خاں بن شاہ علی آہنگ خاں، شمشیر خاں اور محمد خاں وغیرہ دور سے کھڑے ہو کر یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے وہ ایسے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ ادھر ادھر جا چھپے۔ الغرض قیامت کا ساءالم نظر آنے لگا اور قلعے کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا۔

چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا

جرات مند اور باحوصلہ ملکہ چاند بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ وہ بہادر خاتون مسلح ہو کر پردے سے باہر آئی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ جا پہنچی جہاں دیوار میں شکاف ہوا تھا۔ اس وقت مرتضیٰ خاں، آہنگ خاں اور شمشیر خاں وغیرہ بھی باہر آئے اور ملکہ کے پاس پہنچ گئے۔

معرکہ آرائی

شہزادہ مراد، محمد صادق اور دوسرے مغل سردار اس انتظار میں تھے کہ دوسری نقبوں کو بھی آگ لگے اور وہ اپنا کام شروع کریں۔ وہ اسی انتظار میں رہے اور اہل قلعہ نے موقع پا کر توپوں، بندوقوں، ضرب زنوں اور آتش بازی کے دوسرے آلات سے اس شکاف کو مستحکم کر دیا۔ جب مغل امراء دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس شکاف پر حملہ کر دیا جو پہلی نقب کے پھٹنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس موقع پر اہل قلعہ اور مغلوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

آتش بازی

بہادر و جری چاند بی بی اہل قلعہ کی ہمت افزائی کرتی رہی اور وہ مغلوں پر آگ کی بارش کرتے رہے۔ اہل قلعہ ایک ایک وقت میں دو، دو، تین تین ہزار ضرب زنوں سے آتش بازی کرتے تھے۔ مغلوں کے لشکر کے بہت سے بہادر اس معرکہ میں کام آئے اور ان کی لاشوں سے خندق پٹ گیا۔

چاند بی بی کی بہادری

مغل دن کے دو بجے سے لے کر شام کے وقت تک جنگ کرتے رہے، لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ شہزادہ مراد، محمد صادق اور دیگر امراء اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے۔ مغلوں کا لشکر کا ہر چھوٹا بڑا چاند بی بی کی تعریف کرنے لگا سب اس کی شجاعت و دلیری کے قائل ہو گئے۔ ہر شخص اس کی بلند ہمتی کا قائل ہو گیا اور اسی روز سے ”چاند بی بی“ چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔

قلعے کے شکاف کی تعمیر

رات ہوئی تو چاند بی بی نے حسب سابق گھوڑے پر سوار ہو کر ماہر اور مستعد کاریگروں اور معماروں کو حکم دیا کہ وہ حصار کی دیوار کے شکاف کو دو یا تین گز کے قریب پر کریں۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ملکہ نے دکن کے ان سرداروں کے نام خطوط روانہ کیے جو سیل خاں وغیرہ کے ساتھ بیٹر کے قریب پہنچ چکے تھے۔

دکنی امراء کے نام

چاند بی بی نے سیل خاں اور دوسرے سرداروں کو دشمن کے غلبے، اہل قلعہ کی کمزوری اور غلے کی گرانی وغیرہ سے آگاہ کیا۔ جس شخص کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کیے گئے تھے اتفاق سے اسے مغلوں نے گرفتار کر لیا اور خان خاناں اور محمد صادق کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ ان لوگوں نے سیل خاں کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا ”ہم ایک عرصے سے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو۔ جہاں تک ہو سکے جلد از جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ مغلوں نے یہ خط بھی قاصد کو دے دیا اور وہ چاند بی بی کے خطوط کے ساتھ اس خط کو بھی لے کر روانہ ہو گیا۔

سہیل خاں کا عزم احمد نگر

سہیل خاں کو جس وقت یہ خطوط ملے وہ اسی وقت اپنی قیام گاہ سے نکل پڑا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مالک دون کے راستے سے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغلوں کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو چکے تھے چارہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے گھوڑے بہت ہی کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ انہیں جب سہیل خاں کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت بہتری ہے کہ چاند بی بی سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ برار کا علاقہ مغلوں کو دے دیا جائے اور باقی تمام ملک پر بدستور نظام شاہیوں کا قبضہ رہے۔

صلح

شہزادہ مراد کی طرف سے سید مرتضیٰ کو جو نظام شاہی بارگاہ کا بہت پرانا نمک خوار تھا متعین کیا گیا۔ چاند بی بی نے جب دشمن کی پریشانیوں اور خستہ حالی کا اندازہ کیا تو اس نے پہلے تو صلح سے انکار کر دیا، لیکن آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ موجودہ حالات میں جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ ملکہ اور اہل قلعہ محاصرے کی وجہ سے سخت تکالیف میں مبتلا تھے اس لیے چاند بی بی نے مذکورہ بالا شرط پر مغلوں سے صلح کر لی۔

مغلوں کی واپسی

ماہ شعبان کے شروع میں شہزادہ مراد اور خان خاٹاں دولت آباد اور کوتل چنڑ کے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گئے۔ دو تین روز کے بعد سہیل خاں، عادل شاہی سر لشکر اور محمد قلی سلطان، میاں منجوی کے ہمراہ احمد نگر آیا۔ میاں منجوی نے حسب سابق احمد شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ کی تخت نشینی

آہنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعے سے باہر نکال دیا اور میاں منجوی کو قلعے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی۔ اس کے بعد آہنگ خاں نے قلعہ جوند کے محافظ کے پاس اپنے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کیا۔ قلعے میں بہادر شاہ کے نام کا خطبہ دے سکے جاری کیا گیا۔

عادل شاہ کا پیغام میاں منجوی کے نام

میاں منجوی نے بہادر شاہ کی تخت نشینی کی مخالفت کی عین ممکن تھا کہ فتنہ و فساد کی آگ ایک بار پھر بھڑک اٹھتی کہ ناگاہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے مشہور امیر مرتضیٰ خان دکنی کی نگرانی میں چار ہزار سواروں کو احمد نگر بھیجا اور میاں منجوی کو پیغام دیا۔ ”اس فتنہ انگیز زمانے میں جنگ و جدال کا ارادہ کرنا ملک کی تباہی کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ تم سب معاملات کو فی الحال اٹھا رکھو اور جلد از جلد سہیل خاں کے ساتھ بیجاپور پہنچو تاکہ باہمی غور و فکر اور تحقیق حال کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔“

احمد شاہ بیجاپور میں

میاں منجوی دانش مند امیر تھا اس نے عادل شاہی حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ساتھ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔ ابراہیم عادل کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے اس نے احمد شاہ کو اپنے امراء کے گردہ میں داخل کر کے ملک کے ایک عمدہ حصے کا جاگیردار مقرر کیا۔ اسی طرح میاں منجوی اور اس کے بیٹے میاں حسین کو بھی امیروں کی صف میں شامل کیا گیا اور جاگیروں سے نوازا گیا۔ احمد شاہ کی مدت حکومت صرف آٹھ (۸) ماہ ہے۔

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی

محمد خاں کا اقتدار

قارئین کرام پر واضح ہو کہ چاند بی بی کی کوششوں ہی سے بہادر شاہ احمد نگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا دایہ زادہ محمد خاں پیشوائی کے منصب پر فائز ہوا۔ محمد خاں نے کچھ ہی عرصے میں زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے رشتہ داروں اور بھی خواہوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کر کے انہیں قوی بنایا اور پھر ان کی مدد سے اپنے اقتدار و قوت میں اضافہ کر کے خود مختارانہ انداز سے کام کرنے لگا۔

نامی گرامی امراء کی گرفتاری

محمد خاں نے حسن تدبیر سے کام لے کر آہنگ خاں اور شمشیر خاں جیسے نامی گرامی امراء کو نظر بند کر دیا۔ دوسرے امراء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے بچاؤ کی خاطر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام

چاند بی بی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوئی۔ اس نے عادل شاہ سے مدد طلب کی اور اسے یہ پیغام دیا۔ ”اس پر آشوب زمانے میں جب کہ ایک طاقت ور دشمن ہماری تباہی و بربادی کے لیے مستعد ہے ہمارے ملک کے امراء عاقبت نااندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہر لمحہ ایک نیا ہنگامہ پیدا کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے اس طرف توجہ فرما کر ان بد طینت امراء کی سرزنش نہ کی تو ملک کا باقی حصہ بھی مغلوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔“

سہیل خاں کی آمد

عادل شاہ نے دوسری بار چاند بی بی کی مدد کا ارادہ کیا اور اپنے سپہ سالار سہیل خاں کو حکم دیا کہ احمد نگر جائے اور چاند بی بی کی خواہش کے مطابق عمل کرے۔ ۱۰۰۵ھ میں سہیل خاں احمد نگر پہنچا محمد خاں قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا اور سہیل خاں نے چاند بی بی کے مشورے کے مطابق قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے پورے چار مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔

محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر

محمد خاں نے خان خاناں کے نام ایک عریضہ لکھا اور اس سے مدد طلب کی۔ اہل قلعہ کو جب اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے محمد خاں کو گرفتار کر کے چاند بی بی کی خدمت میں پیش کیا۔ چاند بی بی نے آہنگ خاں کو منصب پیشوائی پر فائز کیا اور سہیل خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے واپسی کی اجازت دی۔

مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ

سہیل خاں احمد نگر سے روانہ ہوا اور دریائے گنگا کے کنارے راجہ پور کے نواح میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مغلوں نے وعدے کی خلاف ورزی کر کے قصبہ پاتری کو بھی جوہار میں شامل نہیں ہے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ سہیل خاں اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس نے عادل شاہ کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں یہ تمام حالات درج کیے۔

چاند بی بی کا اصرار

چاند بی بی اور آہنگ خاں کو بھی مغلوں کی اس حرکت کا علم ہوا انہوں نے اپنے قاصد بیجاپور روانہ کیے اور عادل شاہ سے اصرار کیا کہ

وہ قصبہ پاتری سے مغلوں کو نکال کر باہر کرے۔ عادل شاہ نے حسب سابق اس بار بھی سہیل خاں ہی کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے کا حکم دیا۔

دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع

قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور لشکر تلنگانہ کو مہدی قلی سلطان کی نگرانی میں سہیل خاں کے پاس بھجوا دیا۔ احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا ایک لشکر جرار برار کی طرف روانہ ہوا۔ سہیل خاں نے قصبہ سون پت میں پہنچ کر قیام کیا اور لشکر کی تربیت و تنظیم کی طرف توجہ کی۔

خان خاناں کی تیاری

مغلوں کا سپہ سالار خان خاناں ان دنوں جالند میں تھا۔ اسے جب دکنیوں کے لشکر کی کثرت کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو حاضری کا حکم دیا اور خود شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور پہنچا اور شہزادے کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لیے روانگی

خان خاناں یہ چاہتا تھا کہ اس فتح کا سرا اس کے سر بندھے لہذا اس نے شہزادہ مراد اور محمد صادق کو وہیں شاہ پور ہی میں چھوڑا اور خود تمام اکبری امیروں اور راجہ علی خان برہان پوری کو ہمراہ لے کر بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ دکنیوں کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

فریقین کا آمناسامنا

خان خاناں نے دریائے گنگا کے کنارے دکنیوں کی فوج کے سامنے خیمے لگائے اور اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی، تقریباً پندرہ روز تک خان خاناں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی لیکن جب اسے دکنیوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہو گئی اور وہ ان تمام قواعد جنگ سے آگاہ ہو گیا تو اس نے ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو صبح کے وقت اپنا لشکر درست کیا اور اسی روز عصر کے وقت فریقین لڑنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔

معرکہ آرائی

سہیل خاں کے مقابلے پر راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر آئے۔ سہیل نے ان سب کو آتش بازی کے آلات سے ہلاک کر دیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی لشکر خان خاناں کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ سہیل خاں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ دشمن کی فوج کے دوسرے حصے سے معرکہ آراء ہوا اور شام کے وقت حریف کے سینے اور میسرہ پر حملہ کر دیا۔

مغلوں کا فرار

سہیل خاں نے بہادری اور شجاعت کا ناقابل فراموش مظاہر کیا اور دشمن کی تباہی و بربادی کی پوری کوشش کی۔ مغل یہ صورت حال دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور میدان جنگ سے بھاگ کر شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور میں پناہ گزیں ہوئے۔

شہزادہ مراد کی روانگی

صادق محمد خان حفاظت کے خیال سے شہزادہ مراد کو دکن کی حدود سے باہر نکال لے گیا، لیکن خان خاناں باوجود اپنے لشکر کے انتشار اور پراگندگی کے اسی جگہ ایک قلیل جماعت کے ساتھ مقیم رہا۔

دکنیوں کی لوٹ مار

دکنیوں نے اس معرکہ آرائی کو اپنی فتح سے تعبیر کیا اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور اس مال کو محفوظ رکھنے کے لیے ادھر ادھر چلے گئے۔ میدان جنگ میں سہیل خاں اور لشکر خاصہ کی ایک جماعت کے سوا کوئی اور نہ رہا۔

ایک عجیب اتفاق

یہ عجیب اتفاق تھا کہ خان خاناں اور سہیل خاں ایک دوسرے سے بہت کم فاصلے پر تھے لیکن دونوں ہی کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ایک پہر رات تک کا وقت اسی لاعلمی میں گزر گیا۔ اس وقت دونوں سردار صورت حال سے واقف ہوئے اور اپنی اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔

جنگ اور خان خاناں کی فتح

صبح ہوئی تو فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ خان خاناں یہ چاہتا تھا کہ وہ فی الحال سہیل خاں سے صلح کر لے اور جنگ قائی کے ساتھ روانہ ہو جائے، لیکن سہیل خاں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے جنگ کرنے پر تیار رہا۔ آخر خان خاناں نے مجبور ہو کر لڑائی شروع کی فریقین بڑی جان بازی سے لڑے۔ خان خاناں کو فتح ہوئی اور سہیل خاں شاہ ورک کی طرف فرار ہو گیا۔

کاویل و پرناہ کا محاصرہ

قطب شاہ اور نظام شاہی امراء بحال خستہ احمد نگر اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد خان خاناں نے قصبہ جالند میں قیام کیا اور برابر کے مستحکم ترین قلعوں کاویل اور پرناہ کے محاصرے کے لیے اپنے لشکر کے ایک حصے کو متعین کیا۔

مراد کا پیغام خان خاناں کے نام

محمد صادق (جو بیچ ہزاری امیر تھا) کے کہنے پر شہزادہ مراد نے خان خاناں کو یہ پیغام دیا ”اب موقع ہے اور وقت مناسب حال ہے۔ ہم اگر اب احمد نگر پر حملہ کر دیں تو باسانی دشمن کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اس طرح تمام نظام شاہی مملکت پر ہمارا قبضہ ہو سکتا ہے۔“

جواب

خان خاناں نے شہزادہ مراد کو جواب دیا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہمارا برابر ہی میں قیام کرنا مناسب ہوگا۔ اس سال ہمیں یہیں رہ کر اس علاقے کے قلعوں کو سر کرنا چاہیے جب یہ ملک پوری طرح ہمارے قبضے میں آجائے تو اس کے بعد دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

خان خاناں کی دکن سے روانگی

شہزادہ مراد نے خان خاناں کی اس رائے کو پسند نہ کیا۔ مراد اور محمد صادق دونوں نے اکبر بادشاہ سے خان خاناں کی شکایت کی اور اس کے خلاف کئی خطوط بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ (اس قضیے کا تفصیلی بیان اکبر بادشاہ کے ضمن میں آچکا ہے، ان خطوں سے بادشاہ متاثر ہوا اور اس نے خان خاناں کو اپنے پاس بلا لیا اور اس کی جگہ شیخ ابوالفضل کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا۔ ۱۰۰۶ھ میں خان خاناں دکن سے روانہ ہو گیا۔

آہنگ خاں کے خطرناک ارادے

اس اثناء میں آہنگ خاں نے چاند بی بی سے اور زیادہ دشمنی کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضے میں کر کے چاند بی بی کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے اور تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔ چاند بی بی کو آہنگ خاں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی لہذا اس

نے بہادر شاہ کی حفاظت اور زیادہ توجہ سے کرنی شروع کر دی۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

چاند بی بی نے آہنگ خاں کو قلعے میں آنے جانے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کے باہر دیوان داری کیا کرے۔ چند روز تک تو آہنگ خاں نے چاند بی بی کے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن بعد میں وہ سرکشی پر اتر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا، فریقین میں اکثر اوقات لڑائی بھی ہوتی رہتی تھی۔

آہنگ خاں کا شیر پر لشکر کشی کا ارادہ

عادل شاہ نے اپنے امیروں کو احمد نگر بھیج کر اس خانہ جنگی کو ختم کروانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا روز بروز آہنگ خاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اس نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اس نے دیکھا کہ خان خاناں دکن سے چلا گیا ہے اور دریائے گنگا زوروں پر ہے اس لیے اگر قصبہ شیر پر لشکر کشی کی جائے تو شہزادہ اس شہر کی حفاظت کے لیے نہ آسکے گا۔

حاکم شیر سے معرکہ

یہ سوچ کر آہنگ خاں شیر کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ اس شہر کو اکبری امیروں کے قبضے سے نکال لے۔ شیر کے حاکم شیر خواجہ نے شہر سے چھ کوس کے فاصلے پر آہنگ خاں کا مقابلہ کیا۔ آہنگ خاں کا پلہ بھاری رہا اور شیر خواجہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ آیا اور مصیبتوں اور مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا قلعہ شیر میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔

اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ

شیر خواجہ نے اکبر بادشاہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں دکنیوں کے غلبے اور شیخ ابوالفضل کی بے خبری و غفلت کی شکایت کی یہ خط پڑھ کر اکبر کو یقین آ گیا کہ دکن کی سپہ سالاری کے لیے خان خاناں سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں ہے۔ اکبر نے خان خاناں کا قصور معاف کر کے اسے دوبارہ بحال کرنے کا ارادہ کر لیا۔

شہزادہ مراد کا انتقال

اسی زمانے میں شراب نوشی کی کثرت اور جوانی کی دوسری بد کاریوں کی وجہ سے شہزادہ مراد نے اپنے آپ کو بے ہوش کر دیا اور دعا کی اجل کو لبیک کہا۔ اکبر نے اپنے چھوٹے شہزادہ دانیال کو خان خاناں کے ساتھ روانہ کیا۔

اکبر کی دکن میں آمد

شہزادہ دانیال ابھی دکن کی سرحد پر بھی نہ پہنچا تھا کہ شیخ ابوالفضل اور سید یوسف خاں کی درخواست پر خود اکبر ۱۰۰۸ ہجری میں آگرہ سے دکن کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر کو جب یہ معلوم ہوا ہے کہ چاند بی بی اور آہنگ خاں میں ٹھنی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ تو اکبر نے خود قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لیا اور شہزادہ دانیال اور خان خاناں کو احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔

آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی

آہنگ خاں پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قلعے کے باہر ٹھہرا ہوا تھا اس نے دھناکھٹ پر قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ شہزادہ دانیال اور دوسرے امراء اس کے ارادے سے مطلع ہو کر ایک جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ مغلوں کے اس اقدام سے آہنگ خاں بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے جنگ کرنے یا احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی اور بہادر شاہ سے مدد طلب کرنے کی بجائے اپنے تمام

سلمان میں آگ لگادی اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

شنزادہ دانیال اور دوسرے مغل امیروں نے بغیر کسی مزاحمت اور زیادہ محنت کے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ امراء نے آپس میں مورچل تقسیم کیے 'دانیال' خان خاں اور سید یوسف وغیرہ کے مورچل کی طرف سے نقب کھودنے کا کام شروع ہو گیا۔ جب قلعہ فتح ہونے کے قریب آیا تو چاند بی بی نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا آہنگ خاں اور دوسرے امیروں کی سرکشی اور ہنگامہ خیزی کا یہ نتیجہ ہے کہ اکبر بادشاہ بذات خود دکن کی طرف آیا ہے 'ظاہر ہے کہ چند دنوں میں یہ قلعہ فتح کر لیا جائے گا۔

چاند بی بی اور جیتہ خاں میں گفتگو

جیتہ خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ ”اب تک جو کچھ ہوا اس کا غم کرنا بیکار ہے اس وقت کیا کیا جائے؟ آپ جو فرمائیں گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔“ چاند بی بی نے کہا میری یہ رائے ہے کہ ہمیں قلعہ شنزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت اور جان کو بچانا چاہیے۔ اس کے بعد جنیر کی راہ لینی چاہیے اور وہاں پہنچ کر خداوند تعالیٰ سے مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔

چاند بی بی کا قتل

چاند بی بی کی زبان سے یہ کلمات سن کر جیتہ خاں نے تمام اہل قلعہ کو جمع کیا اور ان سے بلند آواز سے کہا ”چاند بی بی نے اکبری امراء سے ساز باز کر کے قلعہ شنزادہ دانیال کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ اہل دکن یہ سنتے ہی برا فروخت ہو گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے حرم سرا میں داخل ہو گئے اور انہوں نے چاند بی بی کو بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔

مغلوں کا قلعے میں داخلہ

مغل لشکریوں نے نقب تیار کر لی اور اس میں بارود بھر کر قلعہ کی دیوار گرا دی۔ مغلوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر تمام دکنیوں کو جن میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی تھے بہادر شاہ کے علاوہ سب کو گرفتار کر لیا۔ جیتہ خاں بھی اسی ہنگامے میں ہلاک ہو گیا۔

قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ

شنزادہ دانیال نے تمام جواہرات اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ قلعے اس نے اپنے قابل اعتبار امیروں کے سپرد کر کے اور خود بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور بھجوا دیا۔

قلعہ اسیر کی فتح

اسی دوران میں مغلوں نے قلعہ اسیر بھی فتح کر لیا۔ اکبر نے خاندیش اور دکن علاقے شنزادہ دانیال کے حوالے کیے (جیسا کہ ابراہیم شاہ کے حالات بیان کیا جا چکا ہے) اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر شاہ کی نظر بندی

نظام شاہی امیروں نے اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور کچھ دنوں کے لیے پرندہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ بہادر نظام شاہ آج تک گوالیار کے قلعے میں نظر بند ہے تین سال اور چند مہینوں تک حکومت کی۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول

دو مقتدر امراء

اکبر بادشاہ جب برہان پور سے آگرہ روانہ ہو گیا تو نظام شاہی ملازمین میں سے دو اشخاص نے بڑا نام پیدا کیا اگرچہ یہ دونوں اصحاب جاہ و چشم نہ تھے، لیکن اپنی صلاحیتوں اور بلند ہمتی کی وجہ سے نامی گرامی امراء میں شمار ہونے لگے۔ انہیں دونوں کے حسن تدبیر کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت مغلوں کی یلغار اور سیلاب فتوحات سے محفوظ رہی۔

عنبر حبشی

ان میں ایک تو عنبر حبشی تھا اس نے تلنگانہ کی سرحد سے لے کر بیر سے ایک کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اور احمد نگر کے جنوب میں شہر سے چار کوس کے فاصلے سے لے کر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلے تک کا علاقہ مع بندر چیول کے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔

راجو دکنی

دوسرے مقتدر امیر کا نام راجو دکنی تھا اس نے دولت آباد اور اس کے شمال میں گجرات کی سرحد اور دولت آباد کے جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا۔

راجو اور عنبر کی دشمنی

یہ دونوں امیر موقع و محل کی مناسبت سے اور وقتی مصالح کے پیش نظر حسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ ان دونوں نے قلعہ اوسہ کو مع چند قصبوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ عنبر حبشی اور راجو دکنی آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے کیونکہ دونوں کی یہ خواہش تھی کہ فریق مخالف کو مغلوب کر کے اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی

خان خاناں کو ان دونوں امیروں کی باہمی دشمنی کا راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عنبر حبشی کے چند مقبوضہ قصبوں پر قبضہ کر لیا جائے جو تلنگانہ میں واقع ہیں۔ عنبر کو خان خاناں کے اس حکم کی خبر پہنچی اور وہ متذکرہ قصبوں کی حفاظت کے لیے ۱۰۱۰ھ میں سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر تلنگانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ

عنبر نے مغلوں کی فوجی چھاؤنیاں تباہ و برباد کر کے اپنے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خان خاناں نے اپنے مشہور و معروف اور بہادر بیٹے میرزا ایرج کو پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ عنبر کے مقابلے پر روانہ کیا نانڈیر کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ میرزا ایرج نے اپنی شہرت و نیک نامی کے لیے اور عنبر نے اپنی حفاظت کی خاطر اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دونوں نے پوری طاقت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور زبردست جنگ شروع ہو گئی۔

عنبر حبشی کا زخمی ہونا

دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے لیکن آخر اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور عنبر حبشی کو ایک کاری زخم لگا وہ سین میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ حبشیوں اور دکنیوں کی ایک جماعت نے جو ہر طرح عنبر کی مطیع و فرماں بردار تھی اپنے زخم خوردہ امیر

کو اٹھالیا اور میدان جنگ سے لے کر بھاگ گئی۔

دوبارہ جنگ کی تیاری

جب غبر حبشی کا زخم بھر گیا اور وہ جنگ کرنے کے قابل ہو گیا تو اس نے دوبارہ لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ خان خنان غبر کی بہادری اور شجاعت کو اچھی طرح آزما چکا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ غبر نے تازہ دم ہو کر دوبارہ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو خان خنان نے صلح کرنے میں ہی عافیت دیکھی

صلح

خان خنان نے غبر کو صلح کا پیغام دیا وقتی مصالح کے پیش نظر غبر خان خنان کا پیغام منظور کر لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو راجہ دکنی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ خان خنان اور غبر کی ملاقات ہوئی اور اپنے اپنے علاقوں کو متعین کیا اس کے بعد دونوں امیر اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس آ گئے۔ اس دن کے بعد دونوں امیروں میں کبھی کوئی تنازعہ نہ ہوا۔ کسی نے عمد شکنی نہیں کی اور غبر خاں خان خنان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

غبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی

اسی زمانے میں کئی دکنی امیروں پتنگ رائے کول، فرہاد خان مولد اور ملک صندل خواجہ سرا وغیرہ غبر حبشی کا ساتھ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے اور اسے ملک غبر کے خلاف بھڑکایا۔ ان امیروں نے غبر حبشی سے جنگ کرنے کے لیے قلعہ اوسہ کے نواح میں ایک میدان کا انتخاب کیا۔

بادشاہ کی شکست

غبر اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سے بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے پر آیا فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ غبر نے حسب معمول جرات و بہادری کا مظاہرہ کر کے مرتضیٰ نظام کو شکست دی۔ پتنگ رائے کول کو غبر نے گرفتار کر کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ نظام شاہ اور اس کے طرف دار امیروں فرہاد خاں اور ملک صندل وغیرہ نے گردش حالات سے تنگ آ کر غبر سے صلح کر لی۔

قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال

غبر قلعہ پرندہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں تھا اس مقصد سے بادشاہ کو ساتھ لے کر ۱۰۱۲ ہجری میں پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ حاکم قلعہ منہن مان نے جو تقریباً بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا۔ ”آپ میرے مالک ہیں اور آپ کی اس حیثیت کے پیش نظر میں آپ کا شاہانہ استقبال کروں گا اور قلعے میں ٹھہراؤں گا، لیکن مجھے غبر پر قطعاً اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس نے خان خنان سے ملاقات کر کے اس کی غلامی کر لی ہے اس لیے میں اس کو قلعے میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔“

غبر کی وضاعت

اس کے جواب میں غبر نے منہن خاں کو مطلع کیا کہ ”چونکہ پتنگ رائے، فرہاد اور ملک صندل کی طرف سے قطعاً مطمئن نہ تھا اس لیے میں نے مجبوراً خان خنان سے ملاقات کی، اگرچہ ظاہری طور پر میں اکبر بادشاہ کا ہی خواہ ہوں لیکن حقیقت میں میری تمام ہمدردیاں ام شاہ کے ساتھ ہیں اور میں اسی کا مطیع اور اس کا فرماں بردار ہوں، میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے تمام دشمنوں سے ملک کو خالی کر

س۔“

نظام شاہ کی گرفتاری

منجن خاں نے ملک غنبر کی بات کا اعتبار نہ کیا اور سلسلہ گفتگو آگے نہ بڑھایا۔ غنبر کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں نظام شاہ قلعے میں داخل ہو کر پناہ گزیں نہ ہو جائے اور اس طرح منجن خاں کی قوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔ اس اندیشے کے پیش نظر غنبر نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسبانوں کے سپرد کر دیا۔

منجن خاں کی مدافعت

بادشاہ کی نظر بندی کی وجہ سے فرہاد خاں اور ملک صندل بہت آزر وادہ خاطر ہوئے اور قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ منجن خاں نے پورے ایک مہینے تک دشمن کی مدافعت کی۔ منجن خاں کا بیٹا سونا خاں کچھ ایسے کردار کا نہ تھا اس نے نازک موقع پر بھی سخت بے اعتدالی کی اور اہل لشکر کی عورتوں اور بچوں کی عصمت دری میں مشغول ہو گیا۔ لشکری اس سے بہت مشتعل ہوئے اور انہوں نے سونا خاں کو قتل کر دیا۔

منجن خاں کا فرار

اس واقعے کے بعد منجن خاں نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلا ہی فرار ہو گیا۔ فرہاد خاں اور ملک صندل کے ساتھ وہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزیں ہوا اور مع اپنے ساتھیوں کے عادل شاہ کے دائرہ ملازمین میں داخل ہو گیا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

اہل قلعہ نے منجن خاں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مہینوں تک تو دشمن کی مدافعت کی، لیکن آخر کار غنبر حبشی نے انہیں اپنی وحدت سے پھنساتے دیا۔ انہوں نے قلعے پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو رہا کر دیا اور اسے وہیں چھوڑ کر خود آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔

راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام

محر ۱۰۱۳ ہجری میں شہزادہ دانیال، عادل شاہ کی بیٹی کی پاکی کا استقبال کرنے کے لیے برہان پور سے روانہ ہوا اور کرناٹک اور دولت آباد کے راستے احمد نگر و رخ کیا۔ دانیال نے اپنے چند آدمیوں کو راجو دکنی کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ ”غنبر حبشی کی طرح تم بھی بادشاہ اکبر کی اطاعت کرو اور میری خدمت میں حاضری دو“ تاکہ تمہارا ملک بادشاہ کی طرف سے تمہیں جاگیر میں عطا کر دیا جائے۔

راجو اور دانیال میں معرکہ

راجو کو شہزادے کی بات کا یقین نہ آیا، اس وجہ سے دانیال بہت غصے میں آیا اور اس نے راجو کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھانی۔ راجو نے بھی جرات اور ہمت سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دانیال کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ راجو اور دانیال میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی لیکن راجو نے مختلف تدبیروں سے مغل فوج کو بہت پریشان کیا اور اتنا نقصان پہنچایا کہ دانیال نے گھبرا کر خان خانان سے جو جانہ میں مقیم تھا مدد کی درخواست کی۔

راجو کا فرار

خان خانان پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ جلد از جلد دانیال کے پاس پہنچ گیا۔ راجو کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے مغلوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کو بند کیا اور اپنے ملک کے ایک دور دراز گوشہ میں جا چھپا۔ شہزادہ دانیال اور خان خانان عادل شاہ کی بیٹی کی پاکی کو لے کر احمد نگر آئے، دریائے گنگا کے کنارے پن کے قریب عظیم جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اس کے بعد خان خانان تو اسی جگہ مقیم رہا اور شہزادہ برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

غبر اور راجو کی لڑائیاں

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے غبر کی شکایت کی کہ وہ جائز و ناجائز ہر طریقے سے بادشاہ کو دباتا ہے۔ راجو نے قلعہ پرندہ میں پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کی اور غبر کے دفعے کا وعدہ کیا۔ غبر اور راجو میں کئی بار لڑائی ہوئی اور ہر بار راجو ہی کامیاب ہوا۔ اس صورت حال سے غبر بہت پریشان ہوا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی۔

خان خاناں نے غبر کی درخواست منظور کر لی اور اس کی مدد کے لیے حاکم میٹر میرزا حسین بیگ کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ غبر نے اس لشکر کی مدد سے راجو کو شکست دے کر دولت آباد کی طرف بھگا دیا۔

دانیال کی وفات

شہزادہ مراد کی طرح دکن کی حکومت شہزادہ دانیال کو بھی راس نہیں آئی اور اس نے برہان پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ خبر سن کر خان خاناں برہان پور چلا گیا۔ غبر نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور لشکر جمع کر کے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور راجو پر حملہ کر دیا۔

خان خاناں دولت آباد میں

راجو غبر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی۔ خان خاناں بعض وجوہ کی بناء پر برہان پور میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ اس نے راجو کے پیغام کے بہانہ بنایا اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ خان خاناں، راجو اور غبر کے درمیان آگیا اور اس نے چھ ماہ تک کسی فریق کو دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع نہ دیا۔

غبر اور راجو میں صلح

غبر اس صورت حال سے پریشان ہو گیا اور اس نے مجبور ہو کر راجو کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا دونوں میں صلح ہو گئی۔ اور غبر قلعہ پرندہ کی طرف روانہ ہو گیا، خان خاناں نے جالندہ کی راہ لی۔

غبر کا ارادہ

ملک غبر کا خیال تھا کہ راجو کی لشکر کشی کا سبب مرتضیٰ نظام شاہ ہے اور اسی کے اشارے پر راجو نے یہ سارا ہنگامہ کیا ہے۔ اس وجہ سے غبر نے نظام شاہ کو معزول کر کے کسی اور نظام شاہی فرد کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ غبر کی تجویز سے متفق نہ ہوا لہذا یہ ارادہ عمل میں نہ آ سکا۔

بادشاہ اور غبر میں صلح

۱۰۱۶ ہجری میں عادل شاہ کے کہنے پر غبر نے نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرا اور اس طرح بادشاہ اور غبر کے اچھے تعلقات قائم ہو گئے۔ اس کے بعد نظام شاہ اور دیگر امراء دس بارہ ہزار سواروں کے لشکر کے ہمراہ جنیر کے طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے کچھ عرصے تک اس جگہ پر قیام کیا۔

راجو کی گرفتاری

راجو غبر کے خوف کی وجہ سے جنیر نہیں آیا اس لیے بادشاہ نے چند ہندو اور مسلمانوں امراء کو اس کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا۔ راجو کو بڑی مشکلوں کے بعد گرفتار کر لیا گیا اور اس کے مقبوضہ علاقے نظام شاہ کے قبضے میں آ گئے۔ اس کے بعد غبر تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔

نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت

اس وقت جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی ہے نظام شاہی تاج و تخت کا مالک مرتضیٰ نظام شاہ ہے۔ اور غبر جشی کے ہاتھ تمام قوت ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نظام شاہی خاندان رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے اور دہلی کے بادشاہ باقی ماندہ ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آئندہ کیا ہو گا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر اس قدر کہ جو خدا چاہے گا وہی ہو گا۔



Gul Hayat Institute



Gul Hayat Institute